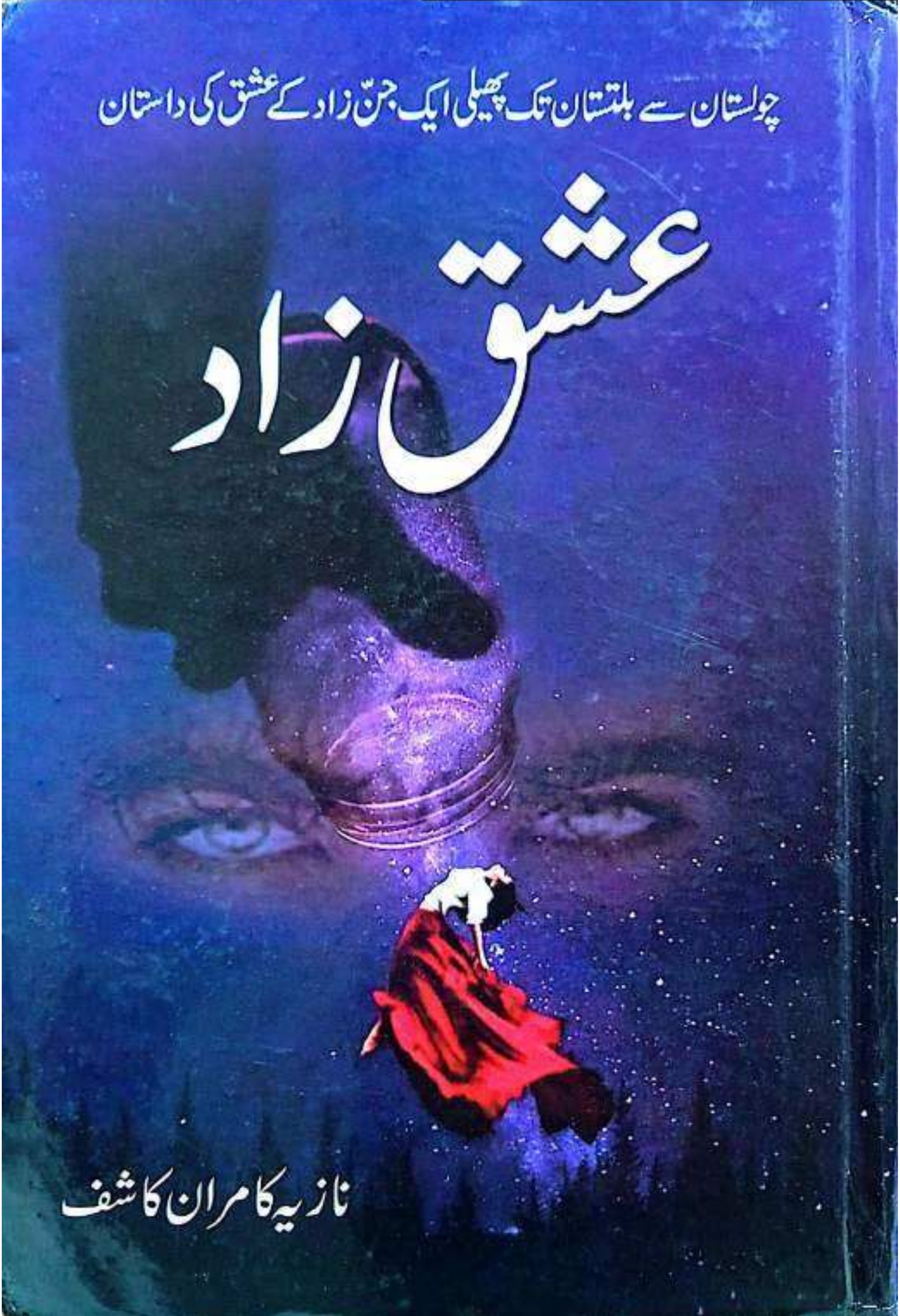
چولستان سے بلتستان تک پھیلی ایک جن زاد کے عشق کی داستان
عشق زاد
نازیہ کامران کاشف

چولستان سے بلتستان تک پھیلی ایک جنّ زاد کے عشق کی داستان

عشق زاد

نازیہ کامران کاشف

علی میاں پبلی کیشنز

20۔عزیز مارکیٹ، اُردو بازار لاہور پاکستان۔فون:37247414

CS CamScanner

اے اللہ ہمارے علم میں اضافہ فرما آمین!

خوبصورت اور معیاری کتابیں......

نام کتاب - عشق زاد　　اشاعت - مئی 2024ء

مصنفہ - نازیہ کامران کاشف　　مطبع - علی میاں پبلیکیشنز، لاہور

ناشر - عبدالغفار　　قیمت - 1800 روپے

ISBN 978-969-517-432-6

اہتمام ——— خالد علی

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ علی میاں پبلی کیشنز کی باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

Ishaq Zaad
Copyright©2020 Alimian Publications

All Rights Reserved

This book contains material protected under international and federal copyright laws and treaties. Any unauthorized reprint or use of this material is prohibited. No part of this book may be reproduced in any form or by any means, including photocopying, recording, or by any information storage and retrieval system without express written permission from the publisher.

اچھی اور خوبصورت کتاب چھپوانے کے لیے رابطہ کریں۔ Cell:03218807104

ملنے کے پتے

خزینہ علم و ادب الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
دعا پبلشرز الحمد مارکیٹ اردو بازار لاہور
دعا بک پیلس اردو بازار کراچی
فرید پبلشرز اردو بازار کراچی
شمع بک ایجنسی اردو بازار کراچی

اشرف بک ایجنسی اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی
سعید بک بنک جناح سپر مارکیٹ اسلام آباد
مسٹر بکس ایف 6 اسلام آباد
مختار برادرز امین پور بازار فیصل آباد
علی بک سٹال نسبت روڈ چوک میو ہسپتال لاہور

انتساب:

میرے بھائی خرم خان...... میری سب سے قریب ترین تحریر عشق زاد آپ کے نام!

کچھ رشتے دیر سے ملتے ہیں پر اہم ترین بن جاتے ہیں۔

آپ کی حوصلہ افزائی اور راہنمائی نے مجھے نئے زاویے سے سوچنا سکھایا۔

آپ کی یہ بہن ہمیشہ آپ کے لیے دعا گو رہے گی۔

نازیہ کامران کاشف

CamScanner

خصوصی شکریہ

کومل شہاب، سیدہ جیا ارسلان، ایمن سلیم، اریبہ بنت یوسف، فائضہ اسامہ خالد، نادیہ ایم خان، عبداللہ عزام، عائشہ مراد علی، رابعہ ذوالفقار، قیصر مشتاق، ایلا رزاق، محمد حذیفہ علی، شگفتہ اسد، صدف زہرہ، عائشہ بلوچ ہاشمی، صائمہ فیصل، پارس شاہ، تابندہ کاشف، صدف خالق، ماریہ مصطفیٰ، ارم صدیقی، عمرانہ چودھری، سعدیہ فیروز شاہ، رافعہ شیخ، ماہا جبین، رابعہ ملک شعیب، ڈاکٹر بریق کنول، جیا ہاشمی، عروج فاطمہ، فاطمہ حسن، حبہ راجپوت، مہرین کاشف، شہلا نعیم، خولہ حارث، حافظہ نادیہ چغیل، حسنین ریاض، حمیرا کاشف، سمیرا رضوان، زنیرہ گیلانی، زرناب عاکف، ریحانہ آپی، اسما فاروق، ثوبیہ بلوچ، ہانیہ راجپوت، ام محمد احمد، عائشہ اشرف، ماہین بیگ، اسما جلیل قریشی، ثمرہ امیر صدیقی، راحت جنید، ماہ رخ بلوچ، شیرین ش، سعدیہ علی، رفعت اشرف، بنت حوا، وردہ اصغر سکادہ، زیبا بٹ، ایرا شمل، سیدہ بتول زہرہ رضوی، صائمہ حسین

پیش لفظ

السلام علیکم!

عشق زاد میرا تیسرا ناول ہے جسے قارئین کے بے حد اصرار پر کتابی شکل میں لایا جا رہا ہے۔ میرا پہلا ناول "دل لگی" معاشرتی پہلوؤں پر نظر ڈالتا ہے اور دوسرا ناول "سنگی" خوف و تجسس اور سنسنی خیزی لیے ہوئے ہے۔

جہاں تک بات ہے "عشق زاد" کی تو اس کے لئے میں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا وہ انتہائی نازک تھا۔ میں یہاں اس کے بارے میں مزید کچھ نہیں لکھنا چاہوں گی۔ ہاں پر اس ناول کے اختتام کے بعد آپ سب کی رائے کی شدت سے منتظر رہوں گی مجھے امید ہے کہ میں نے اس موضوع سے انصاف کیا ہوگا۔

تو یہ ناول میرے ان پیارے قارئین کے نام جو بار بار مجھ سے اس ناول کے کتابی شکل میں آنے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

ہمیشہ کی طرح بے انتہا شکر گزار ہوں اپنے ہمسفر کامران کاشف کی جنہوں نے اس بار بھی شانہ بشانہ میری حوصلہ افزائی کی ہے۔

میں بے انتہا شکر گزار ہوں قیصر مشتاق اور زنیرا گیلانی کی جن کی بنائی گئی وڈیو جھلکیاں بہت مقبول رہیں۔ اس کے بعد عائشہ مراد علی کے بہترین تبصروں کی، پھر وہ لوگ جنہوں نے عشق زاد کے لیے شاعری لکھی...... ان میں سرفہرست نام سندس ازہر اور پاری شاہ کے ہیں۔ ان کے علاوہ ماہم محسن، زویا مہر اور ثمرین مسعود نے بھی "عشق زاد" کے لئے بہت عمدہ شاعری کہی۔

ناول کا بہترین سرورق ایمان عائشہ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

میرے پہلے ناول "دل لگی" کا سرورق بھی انہوں نے ہی بنایا تھا۔ اس کے لئے میں ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔

میں زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ آپ سب کو اب "عشق زاد" کی دنیا میں کھو جانا چاہیے۔

مجھے اپنی رائے سے میرے صفحے پر ضرور آگاہ کیجئے گا۔

آپ کی مصنفہ

نازیہ کامران کاشف

CamScanner

تقریظ

"نازیہ کامران کاشف" یہ نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ نازیہ ایک بہترین مصنفہ کے ساتھ ساتھ ایک بہترین انسان بھی ہیں۔ اور ان کی مثبت شخصیت ان کی تحاریر میں واضح طور پر نظر آتی ہے۔

"عشق زاد" ان کا تیسرا ناول ہے جو کہ کتابی شکل میں پبلش ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے ان کے ناول "دل گلی" اور "مسکلی" قارئین میں بے پناہ مقبول ہو چکے ہیں۔ اور دونوں ہی ایک دوسرے سے بالکل مختلف نوعیت کے ناول تھے۔ تو جب دو ناول مختلف تھے تو تیسرا یکسوئی کا شکار کیونکر ہو؟ "عشق زاد" جیسے کہ نام سے ظاہر ہے کہانی ہے عشق کی، جنون کی اور عشق میں فنا ہو جانے کی۔

"عشق زاد" کی جتنی اقساط میں نے پڑھی ہیں ان سے نازیہ کی تحریر کی پختگی اور عشق میں غوطہ زن ہو کر تحریر کا امر ہو جانا قابلِ ستائش ہے۔ "عشق زاد" کہانی ہے ایک جن زاد اور ایک آدم زاد کے عشق کی۔ ارے حیران نہ ہوں۔ عشق تو عشق ہے۔ وہ کب ذاتیات اور سرحدوں کا پابند ہوا ہے؟ اس کہانی میں بھی اس ہی شدت کو بیان کیا گیا ہے۔

یہ کوئی دنیا کی اچھوتی کہانی نہیں ہے۔ اسلامی تاریخ میں اور اس سے قبل کے زمانوں میں ایسے کئی واقعات اور شواہد ملتے ہیں جن سے انکار ممکن نہیں۔ نازیہ نے بھی مکمل تحقیق اور تاریخی حوالوں کے ساتھ اس کہانی کو قارئین کے سامنے پیش کیا ہے لہٰذا بحث کی کوئی گنجائش ہی نہیں نکلتی۔

"عشق زاد" کیا ہے؟ یہ تو وہی بتا سکتا ہے جس نے اس کہانی کو پڑھا ہو۔

"عشق زاد" ایک جادو ہے، ایک فسوں ہے جو قاری کو عشق کے اسرار و رموز اور شائستہ جذبات سے روشناس کرواتی ہے۔ عشق زاد ایک مکمل نیا جہاں ہے جہاں سلازار اور مشوی کے کرداروں کو اس قدر خوبصورتی سے قلم بند کیا گیا ہے کہ ان کے ملاپ کی دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ عشق زاد کا ہر کردار اپنی جگہ جامع اور مثبت سوچ کا ضامن ہے۔

دو اجسام کو تو ایک دوسرے سے جدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عشق تو امر ہے تو عشق کی آغوش میں پناہ لینے والا عشق زاد کیسے فنا ہو سکتا ہے؟ وہ تو فنا ہو کر بھی امر ہی رہے گا۔ کس طرح.....؟ اس کے لئے اس ناول کو مکمل پڑھنا ضروری ہے۔

آخر میں میری طرف سے نازیہ کو اس تخلیق اور ناول کی کامیاب اشاعت پر تہہ دل سے مبارکباد۔ دعا گو ہوں کہ یہ ناول بھی دیگر تحاریر کی طرح کامیابی کی نئی تاریخ رقم کرے۔ آمین۔

انیلا رزاق

ناول نگار

CamScanner

دل سے دل تک

وہ خدا ہے جس نے پیدا کیا جن وانس کو جوڑوں میں اور جو اپنی مٹی کی خوشبو پا لے!
اپنا "جز" پا کر "کل" ہو جائے۔

اس دل سے شفاف دل کوئی اور ہو سکتا ہے؟ یہ وہ دل ہیں جنہوں نے عالم ارواح کی یادداشت اور خوشبو سنبھال کر رکھی...... جو عہد الست کا دم بھرتے ہیں۔ باصفا ارواح! شفاف و پاکیزہ دل...... معصوم و خالص جذبات......انسانوں کی اس دنیا میں جہاں دل کو "سونے اور سچے موتی" سے تشبیہ دی جاتی ہے، کچھ دل کندن ہیں جن کا خمیر شاید آگ سے اٹھایا گیا......آگ کا خمیر سلازار کا عشق!

خمیر کی خوشبو......خوشبو کی پہچان......روح کا ادراک......ادراک کا سفر......عشق کا سفر......یہ سب ملا کر بنایا گیا......

"عشق زارا"

تبصرہ نگار، تجزیہ کار، فنکار سب ماہرانہ واد یانہ رائے دیں گے...... میں کچھ نہیں ہوں، فقط ایک قاری ہوں، تبصرے کے قواعد وضوابط سے یکسر ناآشنا، اس لیے ذاتی رائے دے رہی ہوں!

اس عنوان نے مجھے جکڑ لیا......فقہا و علماء کی تمام بحث و تمحیص کے باوجود، ایسے عشق کے وجود سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ جن وانس کے روابط معمول کی بات ہیں تو تعلقات اتنے ہی غیر معمولی! اگرچہ دونوں اللہ کی مخلوق ہیں۔

"اللہ" جس نے پیدا کیا انسان کو اور بنایا اس کے لیے ساتھی "اسی کی جنس سے" تاکہ حاصل ہو آرام و راحت اور تسلسل......"

"اللہ" جس نے اپنی کتاب میں کئی جگہ دونوں کو مخاطب کر کے احکامات نازل کیے...... حدود متعین کیں۔
کچھ حدود معاشرے نے متعین کیں۔
یوں یہ دونوں ایک دنیا میں بسیرا کیے "الگ دنیا میں بنانے" میں کامیاب رہے۔
لیکن!
لیکن حد توڑنا بھی شاید ایک حد ہے جو بطور آزمائش دی گئی کتاب ماننے والوں کو!

CamScanner

اسی "شاید" کے اسرار و رموز کو بیان کرتی ہے "داستانِ عشق زاد"
اب دیکھیے کہ اس تجسس سے بھرپور کہانی میں کیا ہوتا ہے؟
جو مرحلہ وار، آتشِ شوق کو ہوا دیتی ہے، کچھ رموز مٹھی میں قید کرتی ہے اور بہت سے اسرار کا طلسم قلب پہ چھوڑ کر قدم قدم آگے بڑھتی ہے۔

"عشق زادا"

"آج سے میں عشق زاد ہوا!"

عشقِ حقیقی کی موجودگی میں عشقِ خلق کا خمیر بھی خالق نے پیکرانِ محبت میں گوندھ دیا! جو، میری کم فہمی کے مطابق، شاید "آزادیٔ محبت" ہے......

تو جب عبادتوں کو محبت کر دیا جائے، اور ہر محبت کو عشق سے منسوب، تو یہیں سے "اناالحق" کا آغاز ہوتا ہے......

"عشق زادا"

میرا وجدان کہتا ہے کہ عشق زاد جب تک عشقِ اول سے وفا نبھاتا رہا...... عشقِ خلق اس کی "کمزوری" ہرگز نہیں بنے گا! وہ کمزوری جس کی تلاش میں اس کے دشمن اور شاید "اپنے" بھی سرگرداں ہیں......

اور جب بھی کوتاہی ہوئی...... تو محبت میں تو معمولی "بھول" بھی گناہِ کبیرہ ہوتی ہے۔ مقامِ خلق سے برتر ہے مقامِ محبت! اور اسے نبھانا مشکل تر!

دو احد قبیلے کے ساتھ ساتھ شاہ صاحب کا بھی "فخر" ہے!

محبوب پر مغرور ہوا جائے تو ڈوب جانا مقدر ہو جاتا ہے۔ تخلیقِ خلق، کامل ہو ہی نہیں سکتی! اس کشتی کا سوراخ دائمی ہے! ہاں جس نے "الکبر ردائی" والے کی ردا میں پناہ لے لی۔ اس کے کبر کو اپنا فخر بنا لیا! اس کے عشق کی زاویت اوڑھ لی...... تو اس کی نسبت آفاقی ہوئی۔ اب یہ سب، دوبارہ تعلقِ وفا کی پائیداری پہ منحصر ہوا! جب تک خطا نہیں تب تک فنا نہیں، بس بقا ہے!

سو، یہ دوہرا مشکل تر امر ہے......
دونوں فریقین کے ساتھ ساتھ "عشق زاد" کے لیے بھی......
ایسا جہاد جس کا فی الوقت شاید اسے ادراک نہ ہو، اور "خلق" کا مقدر ہے عشق میں خطا وار رہنا...
جہاد بالنفس!
لیکن، خیر والوں کی مدد رب خود کرتا ہے کیونکہ:
"تہجد کے وقت مداخلت "خیر والے" نہیں کرتے۔"
تہجد، جو سب سے لاڈلی نماز ہے، اسے قائم رکھنے والے کے فیصلوں میں بھی یقیناً خیر ہوگی۔
نازیہ آپی کا قلم محبت کا غرور ہے! جس میں محبوب کی بے ادبی کبھی نہیں ہوتی......
چاہے شاہ میر کی جانب سے عشق زادی کا احترام ہو! یا عشق زاد کا عشق اور فرض کے مابین سفر!

یہ کلیہ بہت عمدہ طریقے سے سمجھایا گیا کہ جو فرض نہیں نبھا سکتا وہ عشق کیا نبھائے گا! فرائض کی پاسداری، جذبات سے بڑھ کر ہے...... ہونی چاہیے!

ادب پہلا قرینہ ہے، محبت کے قرینوں میں......

''سلازار کی محبت ایسی نہیں کہ کسی کو نگاہ جھکانی پڑے!''

اور پھر عشق زاد کا کہنا

''مجھے اتنے غور سے مت دیکھو، میں تمہاری آنکھوں میں نظر آنے لگوں گا۔''

کیسی شائستگی سے ادب کا ایک اور سبق دیا ہے یہاں یعنی محبوب کو ''سرِ عام'' نہیں لایا جاتا...... ہاں سچے عشاق خوشبو سے پہچان لیے جاتے ہیں، اور ان کی قوتِ شامہ ''اَن دیکھی نظروں کے حصار'' سے ہی عودِ عشق پا لیتی ہے!

''سلازار کی مثنوی، مثنوی کا سلازار''

محبت کا اقرار نہ کرو، اگر کرلو تو ڈٹ جاؤ۔ محبوب قبولیت کی سند عطا کر دے تو اب یہ جہاد تم پر فرض ہے! کہ اس کا حق اسے دینے کے لیے ہر جائز حد کو مکمل کرو۔

''آج میں تمہیں اپنے ساتھ اپنے قبیلے میں لے کر چلوں گا۔''

اور پھر

''آپ جائیے سلازار، میں نے رات کے لیے تیاری بھی کرنی ہے!''

یہ کہنے والا کون ہے، اور یہاں احترام و محبت کی کون سی داستان رقم کی جائے گی؟ وہ تو مکمل پڑھ کر ہی علم ہو سکے گا۔

''میں نے اس پر نہیں، اس نے مجھ پر قبضہ کیا''

''سلازار تم پر قابض نہیں ہوا، تمہارا غلام ہوا ہے''

''اگر کبھی تمہیں لگے کہ میری وجہ سے کوئی تمہیں تکلیف دے رہا ہے تو یاد رکھنا، تمہارے ایک دفعہ کہنے پر یہ غلام خود کو آزاد کروا لے گا۔''

رمزِ عشق تو مکمل پالی عشق زاد نے...... محبت ملکیت نہیں...... محبت سے زیادہ آزادی کہیں نہیں!

آزادیِ محبت کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہو گی کہ عبد کو تخلیق کیا گیا! محبت سے، مان سے...... اس کا اکرام ملائک سے کروایا گیا۔

اور پھر ''خیر اور شر'' کی آزادی، مکمل آزادی دے دی گئی......''

اب یہ اس کی سمجھ پر منحصر ہے کہ وہ اس محبت کا کتنا ''مان'' رکھتا ہے۔

محب مکمل طاقت و اختیار رکھتا ہو...... تب بھی محبوب کو آزاد چھوڑ دینا، اس کی رضا، اس کا ''بہاؤ'' دیکھنا ہی اصل محبت ہے۔

کہانی کی خاص بات یہ ہے کہ فقط عشق کی رمز نہیں سمجھائی گئی بلکہ کائنات کی تخلیق میں جو جذبہ کارفرما ہے، یعنی

CamScanner

''محبت'' اس کے آداب اور حسن بھی نہایت مشاقگی سے کاڑھا گیا ہے۔ مثنوی کا ننھیال سے ملنے کا پہلا تجربہ اور تحائف لیتے ہوئے

''اپنے حساب سے اچھی سے اچھی چیزیں لینا''

کتنا دل گداز ہے! ساتھ ہی محبت کا ایک اور انداز، ایک اور وہم! ماں کی تربیت پہ انگلی اٹھ جانے کا وہم یا بچی کی قسمت کا خوف اتنی آسانی سے بیان کر دیا:

''شاید یہ ڈر، ہر بچی کی ماں کو لگتا ہے......''

بہت سی جگہوں پر اردو کی حلاوت قاری کو مسحور کر دیتی ہے جیسے:

''برقی قمقموں سے حویلی کو سجایا جا رہا تھا''

ادب کی چاشنی ملاحظہ ہو!

''رومی کی مثنوی......''

''جیسے وجودِ زن کو پہلی بار دیکھا ہو''

(یہاں بے اختیار دل نے کہا۔ ''جی حضور! جس زن کی زلف نے دل کا فانوس روشن کرنے والی تار کا کام کرنا ہو وہ ''مسٹر ایڈیسن'' کو ''ایجاد'' ہی لگتی ہے)

کہانی شروع ہوتی ہے خوشبو سے، تو میں اختتام کرتی ہوں پروین شاکر کے ایک شعر سے:

چلی ہے تھام کے بادل کے ہاتھ کو خوشبو
ہوا کے ساتھ سفر کا مقابلہ ٹھہرا

صفورہ سعدیہ
لکھاری ہاؤس رپ

میرا پسندیدہ تبصرہ

"اسے سالازار نظر آیا۔ وہ ان پھولوں کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کرتا جا رہا تھا۔ پر اس کے اندر کی آگ ختم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ جنون تھا۔"

سالازار کا عشق......

وہ ہے اس قابل......

کہ اس کے پیچھے اسی طرح تڑپا جائے۔

رویا جائے۔

رلایا جائے۔

مثنوی بیہوش ہوئی تھی مگر ہوش اس نے اب کھویا ہے اپنا بھی اور ان سب کا بھی جو اس جدائی کا سبب بنے ہیں۔

مثنوی کے درد کی تمام تر شدتیں تمام تر آنسو پتا نہیں کیوں دلی تکلیف کے ساتھ ساتھ ایک انجانا سا اطمینان بخش رہے ہیں۔

سونا کندن بنانا ہو تو اسے آگ میں جلایا جاتا ہے۔

وہ بھی کندن بن رہی تھی۔

پتا ہے پہلے کیا کمی تھی مثنوی کے عشق میں جو وہ منزل پر جا کے لوٹا دی گئی تھی؟

بس یہی درد اور یہی آنسو، یہی تڑپ یہی طلب۔

اسی طلب کی کمی تھی کہ ابھی تک تو وہ بس ایک خواب کو پورا ہوتے دیکھ رہی تھی جس پر ساری محنت سالازار کی تھی۔

مثنوی نے تو بس اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

مانگا نہیں تھا۔

عشق میں تو مانگا جاتا ہے۔

CamScanner

گڑگڑایا جاتا ہے۔
یہ آنسو اور یہ تڑپ ہی تو عشق کی معراج ہیں۔
سوالی بن کر ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر۔
تھیا تھیا تھیا کی تھاپ پر۔
محبوب سے ہمکلام ہوا جاتا ہے۔
جیسے بابا بلھے کا یہ کلام ہے نا۔

اس عشق دی جھنگی وچ مور بولیندا
سانوں قبلہ تے کعبہ سوہنا یار دسیندا
ہر طرف ہر سو بس نظر اسی کو ڈھونڈے
ایسے کے نظریں طواف کی حالت میں کوئے یار کی طرف ہی مائل رہیں۔
سانوں گھائل کر کے پھر خبر نہ لئی آ
تیرے عشق۔ نچایا کر تھیا تھیا

(کلام بابا بلھے شاہ)

اور وہ سلازار اتنا روٹھ گیا ہے کے اب دیکھتا ہی نہیں مثنوی کی حالت کے۔
دن بہ دن وہ بھی عاشق کی حدود میں آگے آگے سے نکلتی جا رہی ہے۔
بے بسی بڑھتی جا رہی ہے مگر اکیلے نہیں یہ بے بسی جنوں کو ہوا دے رہی ہے بڑھا رہی ہے۔
ایک یقین سا مل رہا ہے جیسے
جیسے یہ شدتیں یہ درد اور رو رو کر مانگی گئیں دعائیں ہی پھر سے قبولیت کی سند لے کر آئیں گی۔
اور یہ جنون جو مثنوی میں اپنی چاہت اور لگن سے پیدا ہو رہا ہے وہ کائنات کے ہر جنون سے بالاتر ہے جیسے
انسان اشرف المخلوقات ہے اسے تمام تر پر فضیلت ہے۔ اگر وہ صادق ہو تو۔
اور وہ تو امین بن گئی تھی سلازار کے عشق کی امین۔
"اس وقت تارے بہت نیچے ہوں گے اور جگنو۔"
اسے کرنٹ لگا تھا۔
ملن کے پہر کو جدائی کے اندھیرے نے ڈس لیا تھا۔
اس مہندی کا رنگ تب تک نہیں اترے گا جب تک سلازار کی سانسیں چلیں گی۔ اسے سلازار کا جملہ یاد آیا تھا
اس نے ان مہندی لگے ہاتھ پر ہونٹ رکھ دیے تھے۔
سلازار کے نام کی مہندی کا رنگ سلازار کی زندگی تک تھا۔
جینے کی ایک اور وجہ ملی تھی کے عشق والوں کو جینے کے لیے یہی اشارے کافی ہیں۔
عشق کا رنگ ہاتھوں کی لکیروں پر چھوڑ گیا تھا وہ۔

CamScanner

نشے کی حالت میں۔

دکھ کی انتہا میں۔

تمسخر اڑاتی نظروں کے نشے میں اس کو بس جنوں لے جا رہا تھا۔

اپنا رنگ نہیں۔

وہ اپنا رنگ تو مشتری کی ہتھیلیوں پر چھوڑ گیا تھا۔

تو کیا ہے نا ان سب کے لیے جو کہتے ہیں کہ وہ جیت گئے ہیں۔

کیسے بھول گئے سب کہ وہ عشق زاد ہے۔

اور عشق کے رنگ پکے ہوتے ہیں۔

اور ایسا تو ہو نہیں سکتا۔

اس قبیلے کا سردار اپنے نام کی مہندی لگے ہاتھوں پر کسی اور کا رنگ چڑھنے دے۔

عشق زادی کا جنون عشق زادے کو اپنی طرف دوبارہ مائل بہ کرم کرتا ہے یا نہیں اس کا فیصلہ وقت ہی بتائے گا

بس ایک یقین ہے کہ عشق زادوں کا جنون اتنا ارزاں نہیں کہ یونہی آندھیوں کی زد پر ختم ہو جائے۔

سانسیں گروی بھی رکھنی پڑ جائیں تو بھی یہ جنوں بڑھتا ہی جاتا ہے۔

کلام بابا بلھے شاہ......

تیرے عشق نے ڈیرا میرے اندر کیتا
بھر کے زہر دا پیالہ میں تاں آپے پیتا
جھب دے بوہڑیں وے طبیبا نہیں تے میں مر گئی آں
تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا

عائشہ مراد علی

میرا پسندیدہ تبصرہ

مجھے یاد ہے آج بھی جب تم پہلی دفعہ میرے خواب میں آئے تھے۔ جب ان برفیلی چٹانوں پر تمہارے ان انگارہ ہوتے ہاتھوں نے مجھے تھاما تھا......

اور وہ دن بھی جب تمہاری ان دہکتی آنکھوں نے میرے چہرے کا طواف کیا اور پھر...... میں نے وہ چہرہ بھی دیکھا جسے دیکھ کر وقت تھم گیا تھا......

نہ جانے تم خواب تھے یا حقیقت لیکن میں نے چاہا تھا کہ تم حقیقت بن جاؤ اور پھر تم نے تو حقیقت کو ہی خواب سا بنا ڈالا......

تمہاری وہ مسحور کر دینے والی آواز جو روح کو کھینچ لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تمہارا وہ ٹھوس لہجہ کہ جب تم کہتے ہو کہ میں تمہارے لئے ہی بنی گئی ہوں مجھے احساس دلاتا ہے کہ اس سے بہتر تو شاید کبھی کچھ سنا ہی نہیں میں نے......

تمہیں یاد ہے وہ رات جب تمہارا ہاتھ تھامے میں نے تمہاری دنیا میں قدم رکھا تھا۔ اس دن مجھے احساس ہوا کہ آخر مکمل ہونا ہوتا کیا ہے۔ وہ صحرا میں برستی بارش اور میرا وہاں رقص کرنا اور تمہارا مجھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے جانا کہ تمہاری نظروں کی تپش کو وہ ٹھنڈی پانی کی بوندیں بھی کم کرنے سے عاجز تھیں......

تمہارا مجھے اس سرسبز پہاڑی کی بلندی پر لے جانا کہ میں بھی معراج کے حقیقی معنی سے واقف ہو جاؤں......

تمہاری خوشبو سلازار...... وہ خوشبو جو کبھی میری مہک کے ساتھ اس طرح ضم ہوئی تھی کہ جس نے زادیت کی ہر سرحد کو توڑ ڈالا تھا......

تمہارے قبیلے میں میرا خیر مقدم...... ایسا استقبال جیسے کوئی نئی نویلی دلہن کا کیا کرتا ہے۔ تم تو ویسے بھی بس چکے ہو میرے لہو میں...... ہر دھڑکن کے ساتھ تمہاری وہی مسحور کن آواز میری سماعتوں سے ٹکراتی ہے......

تم جھلکتے ہو میری آنکھوں سے...... میرے بے ربط سوالات تو بس تمہیں سنتے رہنے کی آرزو میں زباں سے پھسلتے رہتے ہیں...... اور جب تم ان پر کھل کر مسکراتے ہو تو گویا تمام آسمان کے ستارے تمہاری کھلکھلاہٹ پر سر دھنتے نظر آتے ہیں......

سلازار جانتی ہوں تم ناراض ہو کر گئے ہو...... جانتی ہوں تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے...... جانتی ہوں سلازار جلال میں ہے...... مثنوی بھی آج تمہاری طرح ٹوٹ رہی ہے...... اس کا وجود بھی چیخ رہا ہے...... لیکن یہ بھی جانتی ہوں تم واپس آؤ گے...... ہر صورت واپس آؤ گے...... ہر زادیت سے پاک جب کوئی عشق زاد بن جاتا ہے تو وہ اسی طرح قہر بن کر نازل ہوتا ہے جیسے تمہارے وجود سے بھڑکتے وہ شعلے ہیں...... اب دیکھے گی یہ دنیا کہ جب نہ مانے خلقت تو کیسے بنتا ہے وہ عشق زاد......

میں چاہوں گی کہ تم لوٹ آؤ کہیں سے اور حیراں کر دو......

فقط سالازار کی مثنوی

سیدہ جیا ارسلان

عشق زاد کے لیے لکھی گئی میری پسندیدہ شاعری:

مضطر آنکھوں میں گھوم گیا وہ
جب اس کی پیشانی چوم گیا وہ

وہ عشق زاد ہے کوئی عام نہیں ہے
پڑھنے عشق کی تختی روم گیا وہ

چہرہ اس کا حسین سحر زدہ سا
حسن اس کا دیکھا جھوم گیا وہ

چولستان کی جلتی بلتی ریت پہ
روک نہ سکی بادِ سموم، گیا وہ

بس آج رات نہ پکارنا تم مجھے
کہہ کے یہ بات بہت مغموم گیا وہ

ثمرین مسعود

CamScanner

عشق زاد

عشق کی دہلیز پر دراڑ پڑی ہے
کسی کا مان ٹوٹا ہے
کسی کی سانس اُکھڑی ہے
زمین سے بارش روٹھی ہے
فلک سے چاند روٹھا ہے
ستاروں کے جھرمٹ پر
کسی نے جال پھینکا ہے
جن روحوں نے ساتھ جینا تھا
جن ہاتھوں نے ملنا تھا
ان روحوں کی قسمت میں
ان ہاتھوں کی لکیروں پر
خزاں کا موسم آیا ہے
کشتی جو ساحل کنارے تھی
طوفاں سے لڑ کے جو آئی تھی
زمانے کے اصولوں کے
اب وہ زد میں آئی ہے۔

سندس ازہر

CS CamScanner

میں عشق زار ہوں
میرا مذہب عشق
میرا کلمہ عشق
میرا اٹھنا عشق
میرا چلنا عشق
بس عشق عشق بس عشق عشق
جو فضا کھلی ہے میرے آس پاس
کسی مندر کی گھنٹیاں ہیں سنائیں وہ
کوئی سورتی ہے مریض عشق
میں مسیحا نبض شناس ہوں
میں عشق زاد ہوں
میں عشق زار ہوں
میرا اوڑھنا عشق
بچھونا عشق
میری ذات کی سبھی سلوٹیں
بس عشق عشق بس عشق عشق
ذرا سن لو تم
میرے ساتھ ساتھ
کوئی بے پکار
کوئی بے قرار کرے انتظار
لو میں آ گیا

میرے مہرباں
میں ہر قید سے آزاد ہوں
میں عشق زاد ہوں
میں عشق زاد ہوں
میری رات عشق
میرا دن بھی عشق
میرا لمحہ لمحہ
بس عشق عشق بس عشق عشق
چلو آ ملیں
چلو یوں ملیں
کوئی دوری حائل رہے نہیں
تو میرے ملن سے شاد ہو
میں تیرے ملن سے شاد ہوں
میں عشق زاد ہوں
میں عشق زاد ہوں

پاری شاہ

CamScanner

"اللہ اکبر! اللہ اکبر!"

چولستان کی فضا اذان کی آواز سے معطر ہوئی تھی۔ شاہ میر کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ہمیشہ سے ہی اذان کی آواز پر اٹھنے کا عادی تھا۔ وہ آنکھیں مسلتا بیڈ سے اترا اور کمرے سے ملحقہ ٹیرس پر آ گیا۔ حویلی کے وسیع صحن پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ماں جی حسب معمول اپنے تخت پر قرآن کی تلاوت میں مشغول تھیں۔ اس نے ان کے پُرنور چہرے کو آنکھوں میں جذب کیا۔ اور اسی لمحے ماں جی نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا تھا ان کے چہرے پر پیار بھری مسکراہٹ ابھری۔ اور وہ دوبارہ قرآن کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ ویسے بھی وہ اسے نظر بھر کر نہیں دیکھتی تھیں۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں ان کے بیٹے کو ان کی اپنی ہی نظر نہ لگ جائے۔

شاہ میر نے ان سے نظریں ہٹا کر اطراف میں نظریں دوڑائیں۔ نوکر چاکر صحن دھونے میں مصروف تھے۔ ایک طرف خادمائیں چادر پھیلائے ساگ کا ڈھیر کاٹنے میں مصروف تھیں۔ اس کی نظریں صحن سے ہوتے ہوئے حویلی کے باہر ٹھہر گئیں۔ اکرم گاڑیاں دھلوا رہا تھا۔ اچانک ماحول میں وہ مانوس سی سیٹی کی آواز گونجی۔ اس نے اکرم کو باقاعدہ اچھلتے دیکھا اور ہنس پڑا۔ حویلی کے بائیں طرف پھیلا وہ ڈیراور کا قلعہ اس ملگجے اندھیرے میں بھی روشن روشن سا لگتا تھا۔ یہ مانوس سی سیٹی ہر صبح اس طرف سے ہی سنائی دیتی تھی گو کہ حویلی سے قلعے تک کا فاصلہ اچھا خاصا تھا مگر اس سیٹی کی گونج دور دور تک سنی جا سکتی تھی اور کیونکہ وہاں کسی کی رہائش نہیں تھی اس لئے سب جانتے تھے کہ یہ انسانی آواز نہیں ہو سکتی وہ لوگ تو یہاں سالوں سے آباد تھے اس لیے انہیں کبھی گھبراہٹ محسوس نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ اس سے مانوس ہو چکے تھے مگر اکرم ہمیشہ ہی ڈر جاتا تھا۔

وہ اس منظر سے محظوظ ہوتا پلٹ کر وضو بنانے کے لئے کمرے میں واپس آ گیا۔ وضو کر کے نیچے اترا تو صحن دھل چکا تھا۔ ماں جی بھی تخت سے اتر کر نماز ادا کرنے چل دی تھیں۔ ملازموں کو ہدایت تھی کہ فجر سے پہلے پہلے گھر کی صفائی ہو جانی چاہیے اور گھر کے ملازموں کو بھی نماز کی پابندی کرنے کی ہدایت دی گئی تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ سب ناشتے کی تیاری میں مصروف ہو جاتے تھے۔

وہ صحن سے گزرتا ہوا باہر نکل آیا۔ گیٹ سے باہر نکلا تو اکرم گاڑی اسٹارٹ کیے تیار بیٹھا تھا۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر جا بیٹھا اور گاڑی مسجد کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ جاتی سردیوں کی صبح تھی اور رات کو پڑی اوس نے ماحول کو خوابناک بنایا ہوا تھا۔ وہ گاڑی کا شیشہ کھول کر مٹی کی تازہ خوشبو کو اپنے اندر اتارنے لگا۔ چولستان کے منظر بھی

CS CamScanner

اپنے رب کی حمد و ثنا کر رہے تھے۔ اکرم نے خاموشی سے اس پر نظر ڈالی اور مسجد کی قریب پہنچ کر گاڑی روک دی۔ مسجد قلعہ ڈیراور کے سامنے بنی جھیل کے دوسرے کنارے پر واقع تھی۔ وہ دونوں نیچے اتر کر مسجد میں داخل ہو گئے تھے۔ بابا جان اور باقی لوگوں کی گاڑیاں وہاں پہلے سے موجود تھیں۔ وہ شاید شاہ صاحب کا کوئی بیان سننے کے لیے پہلے سے آ موجود ہوئے تھے۔ مسجد کے اندر داخل ہوتے ہی اس کا اندازہ صحیح ثابت ہوا تھا وہ سارے وہیں موجود تھے۔ جماعت کھڑی ہو رہی تھی وہ پچھلی صف میں ہی کھڑا ہو گیا اور نماز ادا کرتے ہی وہ بابا جان کے ساتھ جا بیٹھا انہوں نے ایک نظر اس پر ڈالی اور شاہ صاحب کے بیان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ سب مسجد سے باہر آئے تھے اور اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر واپس حویلی کی طرف چل پڑے تھے وہ آٹھ لینڈ کروزرز ایک ساتھ حویلی کے گیٹ پر رکی تھیں۔

بابا جان، بڑے اور چھوٹے چچا جان، پھوپھا جان اور اس کے کزنز اتر کر حویلی میں داخل ہو گئے تھے۔ وہ گاڑی سے اتر کر اکرم کی طرف مڑا۔

"آجاؤ ساتھ ناشتہ کریں گے۔" وہ نرمی سے کہہ کر حویلی میں داخل ہو گیا اور اکرم سر ہلاتا گاڑی پارک کرنے لگا۔ اکرم پچھلے پانچ سالوں سے ان کی حویلی میں ڈرائیور تھا۔ اکرم سے پہلے اس کے بابا بیس سال تک حویلی میں ڈرائیور رہ چکے تھے اور ان کی بیماری کے بعد ان کے بیٹے کو یہاں رکھ لیا گیا تھا مگر اکرم ڈرائیور کم اور شاہ میر کا دوست زیادہ تھا۔ ان کا زیادہ وقت ساتھ ہی گزرتا تھا پھر چاہے وہ شکار ہو یا کوئی سیر سپاٹا۔

حویلی میں مخصوص چہل پہل شروع ہو چکی تھی۔ شاہ میر اس طویل صحن سے ہوتا ہوا ڈائننگ روم میں داخل ہو گیا جہاں وہ چالیس کرسیوں والی عظیم الشان ڈائننگ ٹیبل لگی تھی۔ گھر کی خواتین بھی وہیں موجود تھیں۔ حویلی میں کسی بھی قسم کی کوئی پابندی نہیں تھی اور یہاں سب کو یکساں حقوق حاصل تھے۔ یہاں لڑکوں کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم پر بھی زور دیا جاتا تھا۔ ہاں مگر ایک چیز جس پر ان کی سختی کی جاتی تھی وہ تھی دینی تعلیم اور نماز کی پابندی۔ یہاں کے بچوں کو بچپن سے ہی علی الصبح بیدار کر دیا جاتا تھا۔ اور گھر کے بڑے تو شاید فجر سے بھی پہلے اٹھ جاتے تھے وہ سب تہجد گزار تھے اور ایسا نہیں تھا کہ یہ دین صرف دکھاوے کا تھا ان کے گھر کے بڑوں نے دین اور دنیا دونوں کو ساتھ لے کر چلنے کا بہترین راستہ اختیار کیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ چولستان کے وسط میں واقع یہ عظیم الشان حویلی دور سے ہی لوگوں کو دکھی نظر آ جاتی تھی۔

آس پاس کی زمین اور زمینوں پر کام کرنے والے لوگوں سے مساوی سلوک اور یہاں کے لوگوں کی ان سے محبت مثالی تھی۔ گھر میں موجود نوکروں سے برابری کا سلوک کیا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ آس پاس کے گاؤں اس حویلی سے خاص انسیت اور محبت رکھتے تھے۔ یہاں فجر کے بعد ہی ناشتہ لگا دیا جاتا تھا اور اس کے بعد ان سب کا دن شروع ہو جاتا تھا جس کو کالج یا یونیورسٹی کے لیے نکلنا ہوتا وہ نکل جاتا اور جس کو زمینوں پر جانا ہوتا وہ اسی وقت روانہ ہو جاتا۔ گھر کی خواتین دوپہر کے کھانے کی تیاری اور دوسری چیزوں میں مشغول ہو جاتی تھیں۔ مگر آج کل ایک خاص وجہ حویلی کی رونق کا باعث بنی ہوئی تھی اور وہ تھی بڑے چچا کے بیٹے احمر کی شادی جو کے چھوٹی پھپھو کی بیٹی اسماء سے طے پائی تھی۔ چھوٹے پھوپھا چونکہ ماموں زاد بھی تھے لہٰذا شادی کے بعد وہ بھی حویلی میں ہی مقیم ہو گئے تھے اور یوں ان کا یہ بھرا پرا کنبہ ایک ساتھ اس حویلی میں رہ رہا تھا۔ دادا جان کے کرسی پر بیٹھتے ہی ناشتے کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ جبین

احمد جو کہ شاہ میر کے بابا تھے اور سارے کزن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اس لیے وہ دادا جان کے برابر والی کرسی پر براجمان ہوتے تھے اور ناشتے کی ٹیبل پر ہی دادا جان سے اہم معاملوں پر مشورہ لے لیا کرتے تھے۔ باقی سب ناشتے میں مشغول رہتے۔

ناشتے سے فارغ ہو کر سب اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے گھر کی عورتیں کیوں کہ شادی کی تیاریوں میں لگی تھیں اس لئے کافی رونق کا احساس ہو رہا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔ ایک مہینے پہلے ہی اس کی یونیورسٹی ختم ہوئی تھی اور اب اس کا زیادہ تر وقت بابا کے ساتھ زمینوں پر یا شکار میں گزر رہا تھا مگر اس کا ارادہ اپنا بزنس شروع کرنے کا تھا۔ وہ اپنا الیکٹرونکس کا شوروم شروع کرنا چاہتا تھا بابا کی طرف سے گرین سگنل مل گیا تھا مگر ابھی اسے ایک مہینہ اور انتظار کرنا تھا۔ بابا چاہتے تھے کہ گھر کی شادی سے فارغ ہونے کے بعد ہی وہ پوری توجہ کے ساتھ اس کا بزنس سیٹ کرنے میں اس کی مدد کریں۔ لہٰذا اس نے بھی خاموشی سے حامی بھر لی تھی ویسے بھی کئی سالوں کے بعد حویلی کی یہ پہلی شادی تھی۔ سب بچوں کے جوان ہوئے اور تعلیم ختم کرنے کا انتظار کیے جانے کے بعد ان کی باہمی رضامندی سے ان کے رشتے طے کیے گئے تھے اور یہ ابھی طے کیے گئے رشتوں کی پہلی کڑی تھی جو اب رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے جا رہی تھی۔

وہ میبن احمد کی اکلوتی اولاد تھا۔ بڑے چچا کے دو بیٹے احمر اور اسفر، چھوٹے چچا کے تین بچے اسد، احد اور ثمر اور چھوٹی پھپھو کی دو بیٹیاں اسماء اور افراء۔ یہ سب اسی حویلی کے مکین تھے مگر بڑی پھپھو ان کے ساتھ نہیں رہا کرتی تھیں۔ نہ ہی ان کے بارے میں کوئی زیادہ بات کرتا تھا۔ ویسے بھی گھر کے بچوں کو کریدنے کی عادت نہیں تھی لہٰذا وہ سب اپنے آپ میں ہی مگن تھے۔

''آپ کو ماں جی بلا رہی ہیں۔'' ملازم نے اندر آ کر اطلاع دی تو وہ اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر آیا۔

''اچھا تم چلو میں آتا ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر بیڈ سے اترا اور اپنے لمبے بالوں کو پونی کی شکل دیتا نیچے اتر آیا۔ گھر کی خواتین ہال نما لاؤنج میں کپڑے پھیلائے بیٹھی تھیں۔

''شاہ میر ادھر آؤ اور مجھے بتاؤ کون سا رنگ مجھ پر زیادہ اچھا لگے گا؟'' افراء اسے آواز دینے لگی۔

''مجھے نہیں سمجھ آتا یہ سب...... اسد سے پوچھ لو۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا اور ہال کے دائیں طرف موجود کمروں کی طرف بڑھ گیا۔

تیسرے کمرے کے باہر پہنچ کر اس نے دروازہ بجایا اور اندر داخل ہو گیا۔

''السلام علیکم ماں جی! آپ نے مجھے یاد کیا؟'' دن میں وہ چاہے جتنی دفعہ بھی ان سے ملتا سلام ضرور کرتا تھا اس نے اپنا سر ان کے آگے کر دیا انہوں نے محبت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

اسی لمحے اکرم بھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔ ''السلام علیکم ماں جی آپ نے مجھے یاد کیا؟'' اس نے بھی وہی جملے دہرائے۔

''ہاں بیٹا تمہارے دادا جان نے یہ مٹھائی کی ٹوکرے دیئے ہیں۔ انہیں شاہ صاحب کے گھر پہنچا آؤ۔'' وہ شاہ میر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولیں۔ اور شاہ میر کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی اس نے ایک نظر اکرم پر ڈالی جو کھڑے کھڑے ہی سلیپ پڑ چکا تھا۔

"ہاں جی کل مسجد میں پہنچا آئیں گے نا" "اکرم کے منہ سے کھلی کھلی آوازیں نکلیں۔

"نہیں مسجد میں نہیں دیں ان کے گھر پہنچانی ہے اور تم جانتے ہو کہ دادا جان نے یہ کام کیوں کہا ہے۔ وہ ہم سے اپنے گھر تک اسے کیسے لے کر جائیں گے؟ چلو شاباش اب ٹوکرے اٹھاؤ اور گاڑی تک لے کر جاؤ۔ شاہ ہماری طرف سے انہیں سلام دینا اور اس شادی کے لیے خیر خیریت کی دعا بھی کروا لینا۔" انہوں نے اسے ہدایت دی اور تسبیح اٹھائی۔

"مگر شاہ صاحب اتنی مٹھائی کھائیں گے تو نہیں؟" اکرم اب بھی بہانے تلاش کر رہا تھا۔

"ہم ہم ہم" انہوں نے تسبیح کے دانے گھماتے ہوئے مبہم سی آواز میں اسے ٹوکا۔

اکرم جلدی سے ایک ٹوکرا اٹھا کر باہر نکل گیا۔

وہ ماں جی سے اجازت لے کر باہر نکل آیا۔ ہال میں ابھی تک شور شرابا جاری تھا وہ ایک نظر ان پر ڈال کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

ڈرائیونگ سیٹ کے برابر بیٹھتے ہوئے اس نے ایک نظر اکرم پر ڈالی۔ وہ ایک اور ٹوکرا لا کر پیچھے کی سیٹوں پر رکھ رہا تھا۔

"تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ آؤ میرے ساتھ..... ٹوکرا اٹھاؤ۔" اس نے چچا جان کے ڈرائیور کو غصے سے کہا اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔ شاہ میر زیر لب مسکرایا وہ جانتا تھا کہ اکرم اس وقت جھنجلایا ہوا ہے۔

سارے ٹوکرے رکھنے کے بعد وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا اور اگنیشن میں چابی گھمائی۔

"تم رہنے دو میں اکیلے چلا جاتا ہوں۔" شاہ میر اس کی حالت کے پیش نظر بولا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کو وہاں اکیلے جانے دوں گا؟" وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے مین روڈ پر لے آیا تھا۔

"ارے میں کوئی جہاد پر نہیں جا رہا اور مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تم اتنا ڈرتے کیوں ہو؟ بچپن سے ہم وہاں جا رہے ہیں اور وہاں کبھی ایسا کچھ نہیں ہوا۔" وہ اس کی بات سن کر ہنسنے لگا تھا۔

"آپ تو نیک لوگ ہو اس لیے آپ کو تنگ نہیں کرتے مجھ جیسے ٹوٹی پھوٹی نمازوں والے اور عطاء اللہ کے فینز کو کسی بھی رات اٹھا کر پنچ سکتے ہیں۔" وہ رونے والی انداز میں بولا اور شاہ میر کا قہقہہ گاڑی میں گونج گیا۔

شاہ صاحب کا گھر قلعہ ڈیراور کے سامنے بنا ہوا تھا۔ جھیل کے ایک طرف مسجد تھی تو دوسری طرف یہ گھر تھا۔ دو کمروں اور طویل صحن پر محیط یہ گھر جو کہ بچوں کو قرآن پڑھانے کے لیے مدرسے کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا۔ صبح سے شام تک یہاں قریبی گاؤں سے بچے سپارہ پڑھنے آیا کرتے تھے۔ اور کچھ لوگ ان کا بیان سننے کے لیے بھی بیٹھے رہتے تھے۔ وہ سادات تھے اور پورے علاقے میں انہیں بے انتہا معتبر جانا جاتا تھا۔ پیری، فقیری اور تعویذوں جیسے کاموں سے انہوں نے ہمیشہ معذرت ہی کی تھی۔ ہاں قرآن پڑھانے اور بیان دینے کے لیے وہ ہمیشہ موجود ہوتے تھے۔ خواتین کو ان کے حجرے میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ مرد حضرات کبھی کبھی اپنے بچوں کو ان سے دم کروانے آتے تھے۔ ان کی زوجہ ان کے ساتھ ہی رہتی تھیں۔ ان کی ایک ہی بیٹی تھی جس کی شادی ہو چکی تھی اور وہ دوسرے شہر میں مقیم تھی۔ وہ وقتاً فوقتاً اپنے بچوں کے ساتھ چکر لگا جایا کرتی تھی۔

CamScanner

گاڑی ان کے گھر کے باہر رکی تھی۔ شاہ میر دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اندر سے بچوں کے قرآن پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔

وہ پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گیا اس طویل سے صحن میں پچاس سے ساٹھ بچے موجود تھے جو اپنا سبق زور و شور سے یاد کر رہے تھے صحن میں بچھی چٹائی پر شاہ صاحب بیٹھے تسبیح پڑھنے میں مشغول تھے۔

''السلام علیکم شاہ صاحب!'' شاہ میر نے ان کے قریب پہنچ کر انہیں سلام کیا۔

''وعلیکم السلام! آج تو میرا بیٹا آیا ہے۔'' وہ مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

''جی کیسے ہیں آپ؟'' گو کہ مسجد میں ان سے ملاقات ہو جاتی تھی لیکن وہ چاہ کر بھی ان سے تفصیلی گفتگو نہیں کر پاتا تھا نہ جانے یہ ان کی شخصیت کا رعب تھا یا ان کے چہرے پر موجود نور۔ جو وہ ان سے بات کرنے سے جھجکتا تھا۔

''الحمد للہ'' انہوں نے مسکرا کر کہا۔

اتنے میں اکرم اندر داخل ہوا اور بچوں سے بچتے بچاتے ٹوکرے ایک طرف رکھنے لگا۔ وہ ٹوکروں پر ایک نظر ڈال کر شاہ میر کی طرف متوجہ ہوئے۔

''دادا جان نے بھجوائے ہیں۔ گھر میں شادی ہے آپ سے خیریت کی دعا کرنے کو بھی کہا ہے۔'' وہ بولا۔

''مبین احمد نے مجھے بتایا تھا۔ اللہ کے سپرد! ان شاء اللہ خیر خیریت سے یہ نیک کام پورا ہو۔ میں ان کا تحفہ پہنچا دوں گا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

''اوہ...... یہ کہیں اور پہنچانے ہیں؟ آپ مجھے بتا دیں میں گاڑی میں رکھوا کر وہاں پہنچا دیتا ہوں۔ مجھے لگا تھا یہاں گھر پر دیئے ہیں اس لئے میں سیدھا یہاں چلا آیا۔'' شاہ میر کو لگا اسے ماں جی کی بات سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

''تم صحیح جگہ لے کر آئے ہو۔ لیکن یہ تحفے پہنچانے کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جن کے ہیں وہ خود لے جائیں گے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولے۔ اکرم ساتھ آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

شاہ میر کے لیے ان کی یہ باتیں نئی نہیں تھیں۔ وہ اکثر ہی ان کو اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے سن چکا تھا لہٰذا خاموشی سے بیٹھا رہا۔

''چلو بچو! اب تم لوگ گھر جاؤ۔'' وہ سامنے موجود دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

''پچھلے دروازے سے چلے جاؤ۔'' اور وہ سب اپنے اپنے سیپارے بند کر کے دوسرے دروازے سے ایک ایک کر کے باہر نکلنے لگے۔

''وعلیکم السلام'' شاہ صاحب اچانک ہی بولے اور اکرم باقاعدہ اچھل پڑا تھا۔

''چ...... چ...... چلیں شاہ میر۔'' وہ کانپتے ہوئے بولا۔

سارے بچے جا چکے تھے انہوں نے کسی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا جبکہ وہاں کوئی موجود نہیں تھا وہ دوبارہ شاہ میر کی طرف متوجہ ہوئے۔

''آپ لوگ جائیں۔ میں دعاؤں میں یاد رکھوں گا۔'' وہ مسکرائے۔

شاہ میر سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''اس دروازے سے چلے جائیں۔'' انہوں نے پچھلے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

اور شاہ میر اس طرف بڑھ گیا۔ اکرم اچھل اچھل کر چل رہا تھا جیسے اس نے زمین پہ پاؤں رکھا تو اس کا پاؤں جل جائے گا۔ شاہ میر کے لیے ہنسی روکنا مشکل تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے تیزی سے چابی گھمائی اور سڑک پر گاڑی لے آیا۔

''ارے ارے آرام سے چلاؤ۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟'' شاہ میر اس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔

''دیکھا نہیں تھا آپ نے؟ شاہ صاحب کس سے باتیں کر رہے تھے؟ وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ مجھے دیکھتے ہی یہ جان بوجھ کر مجھے ڈرانے کے لیے اس طرح کی چیزیں کرتے ہیں۔'' وہ ابھی تک نارمل نہیں ہوا تھا۔

''ایسے نہیں کہتے۔ بری بات! دادا جان کہتے ہیں کہ ان کے پاس جنات کے بچے قرآن پڑھنے آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہی بچے ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''سلام ہے دادا جان کو اور آپ لوگوں کو۔ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی بار بار آپ کو اس طرح بھیج دیتے ہیں۔ کسی دن کوئی جن چمٹ گیا تو پتہ چلے گا۔'' وہ سر جھٹکتے ہوئے بولا۔

''شاہ میر نے سیٹ کے پیچھے سے ہاتھ لا کر اس کا کان چھوا اور وہ باقاعدہ چیختے ہوئے اچھل پڑا تھا۔ گاڑی اپنا توازن کھو بیٹھی۔ شاہ میر نے جلدی سے اسٹیئرنگ تھام کر گاڑی قابو کی۔

''کیا کرتے ہو یار؟'' وہ خود ہی اپنی شرارت پر شرمندہ ہوا تھا۔

''آپ کو پتہ بھی ہے کہ میں کتنا ڈرتا ہوں کیا ضرورت تھی یہ کرنے کی۔'' وہ اپنے حواس بحال کرتے ہوئے بولا۔

''حد کرتے ہو ویسے۔'' شاہ میر نے اسے گھورا۔ ''چلو اب جلدی چلو گھر'' اکرم نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

''ویسے سچ بتائیں آپ کو ڈر نہیں لگتا۔'' اکرم نے گاڑی سنبھالتے ہی کئی مرتبہ پوچھا ہوا سوال دہرایا۔

''اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے انہوں نے ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچایا اور ہم نے انہیں کبھی دیکھا بھی نہیں۔ یہ باتیں تو ہم نے صرف دادا جان سے ہی سنی ہیں۔'' وہ کندھے اچکا کر بولا۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ بات جھوٹ ہو۔ دن میں تو وہاں اتنے لوگ گھومنے جاتے ہیں۔'' اکرم بولا۔

''ہو بھی سکتا ہے۔ ویسے بھی مغرب کے بعد اس طرف کوئی جاتا نہیں۔ دن میں تو ہم لوگ بھی کئی دفعہ گھوم کر آئے ہیں۔'' وہ سڑک پر نظریں جماتے ہوئے بولا۔

اکرم نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

O……✧……O

وہ برفیلی زمین پر بھاگ رہی تھی اس کے پاؤں بھاگتے بھاگتے شل ہو چکے تھے۔ جنگل کے بھی درخت برف سے ڈھکے ہوئے تھے اسے لگا وہ کسی بھی لمحے جم سکتی ہے۔ مگر اچانک اسے دور سے روشنی نظر آئی تھی۔ وہ تیزی سے اس روشنی کی طرف بڑھی تھی اور پھر جیسے زمین نہایت گرم ہو گئی تھی وہ ان برف زاروں سے نکل کر آگ کی زمین پر چل رہی تھی۔ اس کے چاروں طرف آگ ہی آگ تھی اس نے درد سے چلانا شروع کر دیا اور پھر اچانک کسی نے اس کے

CamScanner

پیروں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی تھی۔ اس نے بچ نکلنا چاہا لیکن اس نے پیچھا نہ چھوڑا، پھر ہاتھ ڈالا ہی تھا
اور پھر اچانک اس کی آنکھ کھل گئی وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

پچھلے تین دن سے وہ مسلسل یہ خواب دیکھ رہی تھی اس نے اپنا ماتھا چھوا۔ وہ آگ کی طرح گرم تھا اتنی ٹھنڈ میں بھی اسے پسینہ آیا ہوا تھا اسے لگا جیسے وہ واقعی اس آگ کا حصہ رہی ہو۔ پھر اپنے حواس بحال کرنے کے بعد وہ بیڈ سے اتر آئی۔ اس نے کھڑکی کھول کر باہر جھانکا ہر چیز برف سے ڈھکی تھی مگر نہ جانے اس کے اندر سے اتنی آگ کیوں پھوٹ رہی تھی۔

اس نے کھڑکی واپس بند کر دی اور جگ سے پانی بھر کر گلاس لبوں سے لگا لیا۔

وہ چلتی ہوئی آئینے تک آئی۔ اس کا سلیپنگ سوٹ مڑا ہوا تھا۔ چہرہ سرخ ہو رہا تھا جیسے کسی دہکتی آگ کے قریب رہا ہو۔ وہ حیران ہوئی۔

"تم اٹھ گئی ہو؟" اسی لمحے ماما نے کمرے میں جھانکا۔

"جی بس ابھی اٹھی ہوں۔" وہ پسینہ پونچھتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ اسے اس طرح کھڑے دیکھ کر اس کے قریب آ گئیں۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔" وہ مسکرائی۔

وہ چلتی ہوئی اس کے قریب آ گئیں اور اس کا ماتھا چھوا۔ "تمہیں تو بخار ہو رہا ہے۔" وہ فکرمندی سے بولیں۔

"نہیں بخار نہیں ہے ابھی تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اتنا ہی بول سکی۔

"کیسے ٹھیک ہو جائے گا؟ چلو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" وہ اب بھی فکرمند تھیں۔

"نہیں کچھ بھی نہیں ہوا ماما! میں ٹھیک ہوں۔ ابھی ٹھیک ہو جاؤں گی۔" وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولی۔

انہوں نے پیار سے اس کے چہرے کو دیکھا وہ کہیں سے بھی ان پر نہیں گئی تھی۔ یہ گوری رنگت اور یہ خوبصورتی اسے اپنے ددھیال سے ورثے میں ملی تھی۔ نازک مخروطی انگلیاں اور سنہری بال وہ انہیں کبھی کبھی کوئی اپسرا لگتی اور وہ بلاوجہ ہی اس کی نظر اتارنے لگتیں۔

"اچھا چلو باہر آؤ میں ناشتہ لگا دیتی ہوں۔" ان کے لیے نظریں ہٹانا مشکل ہوا تھا ویسے بھی ماں کو اپنے بچے زیادہ ہی پیارے لگتے ہیں۔

"جی میں آتی ہوں۔ عمیر نے ناشتہ کر لیا؟" اس نے چھوٹے بھائی کا نام لے کر پوچھا۔

"ہاں وہ ناشتہ کر کے کالج کے لیے نکل گیا ہے۔" وہ مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں۔

ان کے جانے کے بعد وہ تھوڑی دیر اس خواب کی جزئیات کو محسوس کرتی رہی اور پھر تیاری کرنے چل دی۔ ان دنوں اس کے فائنل ایگزام ہو رہے تھے۔ اور یونیورسٹی کے بعد اس کے پاس کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا جس بارے میں وہ ابھی سے سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی۔ ماما نے اس کی شادی کی رٹ لگائی ہوئی تھی اور وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی اس نے سوچ لیا تھا کہ ایگزامز کے بعد وہ مختلف بینکس میں اپلائی کرے گی۔ اس نے فنانس میں ایم بی اے کیا تھا اور وہ اپنی پڑھائی کو ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ تیار ہو کر ناشتے کی ٹیبل پر پہنچی تو بابا وہاں موجود تھے اور اخبار پڑھ رہے تھے۔

''السلام علیکم بابا۔'' وہ کرسی کھینچتے ہوئے بولی۔

''وعلیکم السلام..... کیسی ہے میری مشوی؟'' انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''بالکل ٹھیک۔ بابا! یونیورسٹی ڈراپ کر دیجیے گا مجھے پلیز۔'' وہ جلدی جلدی ناشتہ کرتے ہوئے بولی۔

انہوں نے سر ہلاتے ہوئے اخبار اپنی نظروں کے سامنے کر لیا۔

''ٹھیک طرح سے کھاؤ۔ کمزور ہوتی چلی جا رہی ہو۔'' ماما اس کے جلدی جلدی کھانے پر ٹوک کر بولیں۔

''موٹی لڑکیاں کسی کو پسند نہیں آتیں۔'' بابا ہنستے ہوئے بولے اور وہ تینوں اس بات پر ہنسنے لگے۔

''چلیں اب مجھے چھوڑ دیں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' وہ جلدی سے اپنا بیگ کاندھے پر ڈالتے ہوئے بولی اور بابا اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

مہ جبین نے ان کے جانے کے بعد برتن سمیٹے اور کچن کی طرف چل دی تھیں۔

O......❖......O

وہ حویلی میں داخل ہوتے ہی سیدھا ماں جی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

''السلام علیکم ماں جی۔'' اس نے دور سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' وہ شاید رو رہی تھیں۔ اسے ان کی آواز میں نمی لگی۔

''کیا ہوا ماں جی! آپ پریشان ہیں؟'' وہ تیزی سے ان کے قریب آیا۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔ تم نے شاہ صاحب کو مٹھائی پہنچا دی؟'' وہ اپنی آنکھوں کی نمی چھپاتے ہوئے بولیں۔

''جی پہنچا دی۔ آپ مجھے بتائیں ہوا کیا ہے؟'' وہ ان کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

''ارے نہیں بیٹا۔ ایسے ہی بس کبھی کبھی۔'' وہ شاید اسے بتانا نہیں چاہتی تھیں۔

''کم از کم مجھ سے تو آپ نہ چھپائیں۔'' وہ ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔

''بس آج بیٹھے بیٹھے مہ جبین یاد آ گئی۔'' انہوں نے آنسو پونچھتے ہوئے بڑی پھوپھو کا نام لیا۔

وہ گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ جانتا تھا اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں بولیں گی۔ اس نے ایک دو دفعہ کوشش کی تھی مگر وہ زیادہ نہیں جان پایا تھا۔ مگر آج شاید وہ بتانے کی موڈ میں تھیں۔

''تمہارے بابا جان اور چچا جان کوشش کر رہے ہیں کہ تمہارے دادا مان جائیں اور وہ شادی میں شرکت کر سکے۔ یہ گھر کی پہلی شادی ہے اور وہ اس گھر کی بڑی بیٹی ہے اس کا یہاں ہونا ضروری ہے۔ آج رات یہ سب بات کریں گے تم دعا کرنا کہ انہیں کامیابی ہو۔'' وہ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

''ان شاء اللہ۔ لیکن دادا کیوں نہیں مانیں گے کیا انہوں نے کوئی نافرمانی کی تھی؟'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ بیٹھا۔

''نہیں بیٹا۔ نافرمانی تو نہیں کہوں گی سب کو اپنی پسند سے شادی کرنے کا حق ہوتا ہے لیکن اس سے غلطی یہ ہوئی تھی کہ وہ کسی اور سے منسوب تھی اور تمہارے دادا کو ان کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑی تھی۔ انہوں نے اس کی شادی دھوم دھام سے ہی کی تھی لیکن اس کے بعد اس سے ملے نہیں اور شاید یہی سزا اس کے لیے کافی تھی۔ ہم چاہ رہے ہیں کہ گھر کی اس خوشی کے موقع پر کسی کے دل میں کوئی میل باقی نہ رہے اور ہم سب اس سے مل سکیں۔'' وہ بولیں۔

CamScanner

"وہ کہاں رہتی ہیں ماں جی؟" اب تک وہ سب کچھ بتا ہی رہی تھیں تو وہ یہ بھی جاننا چاہتا تھا۔
"سنا ہے گلگت میں رہتی ہیں۔ان کے شوہر کا وہاں پر کاروبار ہے۔ان کے شوہر کا تعلق بھی وہیں سے تھا۔شاید وہ وہیں جا کر بس گئی۔" وہ گہری سانس لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔
"ان کے کتنے بچے ہیں؟" وہ پوچھنے لگا۔
"میں نہیں جانتی۔بس تم دعا کرو دادا جان مان جائیں۔تب ہم اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کریں گے۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف مڑیں۔
"تم اپنی بہنوں کی مدد کرو شادی کی تیاری میں۔وہ اکیلے بازار آ جا رہی ہیں۔کوشش کیا کرو کہ ان کے ساتھ جایا کرو۔" وہ ہدایت دیتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں۔
اور وہ بھی سر ہلاتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

O.....❖.....O

وہ شاہ میر کے نکلتے ہی محسن کی طرف متوجہ ہوئے۔
"جی کیسے ہیں آپ لوگ؟ کیسے آنا ہوا؟" وہ شفقت سے مسکرائے۔
"یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔ہماری طرف سے مبارکباد دیجئے گا۔اور اس کے آتے ہی اسے ہم سے ملنے ضرور بھیجیں۔" وہ دوسری طرف کی بات سننے کے بعد بولے۔
"آپ لوگوں کے لیے یہ مٹھائی آئی ہے۔بڑی حویلی میں شادی کی تقریب ہے۔امید ہے وہاں آنے والے مہمانوں کو کوئی ایذا نہیں پہنچے گی۔" انہوں نے مٹھائیوں کے ٹوکروں کی طرف اشارہ کیا۔
اور پھر جیسے کسی نے کچھ کہا ہو وہ مسکرائے اور سر ہلا دیا۔
"میری چاشت کی نماز کا وقت ہونے والا ہے۔مجھے اجازت دیجئے۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے حجرے میں داخل ہو گئے۔
مٹھائی کے ٹوکرے ایک ایک کر کے وہاں سے غائب ہوتے گئے اور تھوڑی دیر بعد وہاں خاموشی چھا گئی تھی۔

O.....❖.....O

وہ یونیورسٹی سے لوٹی تو ماما کسی سے فون پر بات کر کے فون رکھ رہی تھیں۔
"السلام علیکم ماما۔" اس نے پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے انہیں سلام کیا۔
"وعلیکم السلام۔" اسے ان کی آواز میں نمی محسوس ہوئی۔
"کیا ہوا آپ رو رہی ہیں؟" وہ ان کے سامنے آتے ہوئے بولی اور وہ واقعی رو رہی تھیں۔
"کیا ہوا ماما خیریت تو ہے نا؟" وہ پریشان ہوئی۔
"ہاں خیریت ہے بلکہ خوشی کی خبر ہے۔" وہ آنسو پونچھ کر مسکراتے ہوئے بولیں۔
"تمہاری بڑی ممانی جان کا فون تھا۔تمہارے نانا ابو مان گئے ہیں۔ان کی ناراضگی دور ہو گئی ہے مشوی اور میں اتنے سالوں بعد اپنے بہن بھائیوں سے مل سکوں گی۔" وہ روتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی تھیں۔
"مما کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں؟" اسے دل سے خوشی ہوئی تھی۔وہ ہمیشہ ماما سے اس بھری پری حویلی کے قصے

CS CamScanner

سنا کرتی تھی جہاں اس کا بچپن گزرا تھا، خاندان رہا کرتا تھا اور ماما سے اس حویلی کی باتیں سن [illegible] کر وہ بھی وہاں جائے۔

"پھر ہم کب چل رہے ہیں ماما؟ اور میں کب اپنی نانو سے مل سکوں گی؟" وہ بہت خوش ہو رہی تھی۔

"تمہارے منجھلے ماموں کے بیٹے کی شادی پھوپھی خالہ کی بیٹی سے ہو رہی ہے۔ اسی لیے [illegible] دی ہے۔ آج رات تمہارے بابا گھر آ جائیں تو ان سے بات کروں گی۔" انہوں نے [illegible]۔

"اف مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا۔" وہ چہکتے ہوئے بولی۔

"کس بات کا یقین نہیں آ رہا؟" عمیر گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"ہم نانا جان کے گھر جا رہے ہیں ان کی حویلی۔ ان کی ناراضگی دور ہو گئی ہے۔ عمیر! اف تم سوچ نہیں سکتے میں کتنی خوش ہوں۔" وہ خوشی سے چلاتے ہوئے بولی۔

"کیا واقعی؟ مما یہ سچ کہہ رہی ہے؟" گو کہ مشتری اس سے عمر میں دو سال بڑی تھی مگر پھر بھی وہ اسے تم [illegible] مخاطب کیا کرتا تھا اور ان دونوں کے درمیان آپ جناب والا کوئی تکلف نہیں تھا۔

اور مما نے جواباً صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

"یا ہوووو....." عمیر نے خوشی سے نعرہ لگایا تھا اور وہ دونوں بہن بھائی وہیں بیٹھ کر نا جانے کون کون سے پلان بنانے لگ گئے تھے۔ مہ جبین ان کی خوشی دیکھ رہی تھیں مگر ابھی انہیں ایک اور رکاوٹ پار کرنی تھی۔ انہیں اپنے شوہر سے اجازت لینی تھی۔ اور وہ جانتی تھیں کہ یہ آسان نہیں ہوگا۔ انہیں بس اب ان کے گھر آنے کا انتظار تھا۔

O.....❖.....O

دوسرے دن اسے یہ خبر ملی تھی کہ رات کو دادا جان مان گئے تھے اور ماں جی نے بڑی پھوپھو سے بات بھی کر لی تھی..... شاید وہ لوگ قریب نہ رہتے ہوئے بھی رابطے میں تھے۔ اس نے باقی سب کے چہروں پر خوشی محسوس کی تھی مگر دادا جان چپ تھے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ دل سے ناراض نہیں ہوں گے وہ ایک شفیق باپ تھے اور وہ بہت عرصے سے اپنے دادا جان کو ایسے ہی دیکھتا آیا تھا شاید ان کے چہرے پر یہ دکھ ایک عرصے بعد اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے طاری ہوا تھا مگر اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ دادا جان بڑی پھوپھو سے ملتے ہی ساری پرانی باتیں بھول جائیں گے۔ ناشتہ کرتے ہی اسے ماں جی نے اپنے کمرے میں بلا لیا تھا اور اسے بالائی منزل پر موجود تین بیڈ رومز کو سیٹ کرنے کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ ویسے تو نوکر چاکر صفائی کرنے کے لیے موجود تھے مگر ماں جی چاہتی تھیں کہ نئے سرے سے ان میں فرنیچر اور پردے وغیرہ لگائے جائیں۔

"تین کمرے کیوں ماں جی؟" وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکا۔

"بیٹا مہ جبین کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے دو کمرے تو ان کے ہو جائیں گے اور ایک مہ جبین اور ان کے شوہر کا۔" وہ اسے تفصیل بتاتے ہوئے بولیں۔

"اچھا اچھا آپ فکر نہیں کریں میں آج ہی فرنیچر والے کے پاس جا کر فرنیچر فائنل کر کے آ جاتا ہوں۔ وہ لوگ کب تک آ رہے ہیں؟" وہ پوچھنے لگا۔

"مہ جبین نے کہا ہے کہ وہ ایک سے دو دن میں اپنے آنے کی تاریخ بتائے گی۔ میں نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ

CS CamScanner

ہفتے کے بعد گھر میں شادی شروع ہو رہی ہے تو وہ کوشش کرے کہ اس سے پہلے آ جائے مگر وہ بتا رہی تھی کہ اس کی بیٹی کے پیپرز ہو رہے ہیں جو شاید اسی ہفتے ختم ہو جائیں گے میرے خیال سے انہیں آنے میں ایک ہفتہ لگ جائے گا تب تک ہم یہ تین روم اچھی طرح سیٹ کر لیں گے۔" اس نے ماں جی کو اتنا خوش پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"ان شاء اللہ! آپ بہت خوش لگ رہی ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہاں بیٹا اپنے تو اپنے ہی ہوتے ہیں۔ بھلے ہی وہ ہم سے دور تھی لیکن ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہی ہے۔ اس نے اپنے اچھے اخلاق سے ہمارے دلوں میں جو جگہ بنائی تھی اس کے نشان آج تک نہیں مٹے ہیں۔" وہ جیسے ماضی میں کھوئے ہوئے بولی تھیں۔

"اچھا چلیں آپ آرام کریں میں فرنیچر والے کے پاس سے ہو کر آتا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ ہال میں پہنچا تو وہ سارے وہاں مجمع لگائے بیٹھے تھے۔

"ادھر آؤ شاہ میر! تمہارے پاس ساری رپورٹ ہے۔ ہمیں بتاؤ کیا ہو رہا ہے اور کون کون آنے والا ہے؟" اسماء نے اسے دور سے دیکھتے ہی آواز لگائی تھی۔

"بھئی خبر یہ ہے کہ بڑی پھوپھو اپنے شوہر کے ساتھ آ رہی ہیں اور ہمارے اس کنبے میں دو مزید کزنز کا اضافہ ہونے جا رہا ہے جو کہ ان کی بیٹی اور بیٹا ہیں۔ اب مجھے یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ مجھ سے تو تم سب برداشت نہیں ہوتے میں ان دونوں کو کیسے برداشت کروں؟" وہ شان بے نیازی سے کندھے اچکا کر بولا تو اسد نے اسے گھور کر کشن کھینچ مارا تھا۔

"بڑا آیا ہمیں برداشت کرنے والا۔ سارا دن تو کمرے میں گھس کر بیٹھا رہتا ہے۔" اقراء نے ناک چڑھائی۔ ان لوگوں کے درمیان عمروں کے فرق کی وجہ سے کوئی لحاظ نہیں تھا۔

"ہاں تو کیا کروں؟ تم لوگوں کے دوپٹے ڈائی کرواؤں یا پیکو کروانے جاؤں۔ جب سے ان دونوں کی شادی طے ہوئی ہے مجھے تم لوگوں نے گدھا بنا دیا ہے۔ کام کر کر کے کمر دکھ گئی ہے۔" وہ اقراء اور اسماء کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"رہنے دو بڑے کام کر لیے تم نے۔ اب یہ بتاؤ کہ بڑی پھوپھو کے بچوں کی عمریں کیا کیا ہیں؟" اسماء نے اس کی بات کاٹی۔

"مجھے نہیں پتہ میں نے نہیں پوچھا! جس کو زیادہ تجسس ہے وہ جا کر ماں جی سے پوچھ سکتا ہے۔ ہم لوگوں کے برابر کی ہی عمریں ہوں گی۔ اب میں چلتا ہوں۔ مجھے فرنیچر والے کے پاس جانا ہے ماں جی کا حکم ہے کہ ان لوگوں کے آنے سے پہلے پہلے بالائی منزل کے تین کمرے سیٹ کر دیئے جائیں۔" وہ انہیں تفصیل بتاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور باقی سب اس کی دی ہوئی معلومات پر ڈسکشن کرنا شروع ہو چکے تھے۔ کیونکہ گھر کے بڑوں سے پوچھنے کی ہمت ان میں سے کسی کی نہیں تھی۔

O.....✤.....O

انکل صاحب جب سے گھر میں داخل ہوئے تھے انہیں چہل پہل کا احساس ہوا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے گھر میں کوئی چھوٹی سی تقریب ہو۔ مشری بلاوجہ شور کر رہی تھی اور عمیر بھی ان کے آگے پیچھے کچھ نہ کچھ لا کر رکھ رہا تھا جبکہ مہ جبین خاموشی سے کچن میں کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔ بس وہی تھیں جنہوں نے غیر معمولی خاموشی اختیار کی ہوئی تھیں۔

وہ جانتے تھے کہ جب بچوں کو کوئی بات منوانی ہوتی تھی وہ اسی طرح ان کے لاڈ کرتے تھے اور مہ جبین انہیں پہلے سے ہی بچوں کی فرمائش کے بارے میں بتادیا کرتی تھیں مگر آج ایسا نہیں ہوا تھا۔ ویسے بھی ان چاروں کے علاوہ گھر میں تھا ہی کون۔ لہٰذا وہ ایک دوسرے کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے۔ ذرا سی بھی تبدیلی ان چاروں کو محسوس ہوتی تھی۔

مہ جبین نے کھانا لگادیا تھا۔ وہ سب اٹھ کر کھانے کی میز پر آگئے۔ وہ خاموشی سے سب کو کھانا سرو کرنے لگیں۔ اکمل صاحب نے مثنوی اور عمیر کو آنکھوں آنکھوں میں اشارے کرتے دیکھا تھا مگر وہ خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ انہیں مہ جبین کی طرف سے تمہید کا انتظار تھا۔

مگر شاید مہ جبین ہمت نہیں کر پارہی تھیں آخر ایسی کون سی بات تھی جو مہ جبین اتنا ہچکچارہی تھیں۔

''کیا بات ہے؟ مجھ سے آپ سب لوگ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟'' انہوں نے بالآخر تینوں کو خود ہی مخاطب کرنے کا فیصلہ کیا۔

''جی آپ کھانا کھالیں پھر بات کرتے ہیں۔'' مہ جبین ہچکچائیں۔

''ایسی کیا بات ہے؟'' اب کی بار وہ حیران ہوئے تھے۔

مہ جبین نے ایک نظر مثنوی پر ڈالی۔ جو انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں بولنے کے لیے اکسا رہی تھی۔

''آخر ایسی کیا بات ہے؟ آپ لوگوں نے اتنی لمبی تمہید تو کبھی نہیں باندھی۔'' انہوں نے نوالا رکھ دیا تھا۔

''ارے آپ نے کھانے سے ہاتھ کیوں روک لیا؟ یہ مثنوی بھی نا! آپ کھانا کھائیں۔'' وہ جلدی جلدی ان کے آگے سالن ڈالنے لگیں۔

''نہیں میں اس طرح سے کھانا نہیں کھاؤں گا اب آپ لوگ مجھے پہلے وہ بات بتائیں گے اس کے بعد میں کھانا کھاؤں گا۔'' انہوں نے پلیٹ سرکاتے ہوئے کہا۔

''مما اگر آپ نہیں بتاسکتیں تو میں بتادوں؟'' مثنوی ہچکچاتے ہوئے بولی اور جواب میں مہ جبین نے اسے گھورا تھا۔

''میں بتادیتی ہوں۔ اصل میں آج بھابی کا فون آیا تھا۔ میرا مطلب ہے میری بھابھی کا۔ حویلی میں شادی کی تقریب ہے مجھلے بھیا اور چھوٹی کے بچوں کی آپس میں شادی طے ہوئی ہے اور بابا جان بھی مان گئے ہیں۔ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم اس شادی میں شرکت کے لیے جائیں۔ لیکن اگر آپ منع کریں گے تو ہم نہیں جائیں گے۔'' وہ ان کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات دیکھ کر جلدی جلدی بولیں۔

اکمل صاحب خاموش ہوگئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ بولے۔

''اتنے عرصے بعد آپ لوگوں کو یہ خوشی ملی ہے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے یہ خوشی آپ سے چھن جائے۔ آپ لوگ ضرور جائیں گے لیکن شاید میں نہیں جاپاؤں۔'' وہ اتنا بول کر اپنے کھانے پر متوجہ ہوگئے تھے۔

''اگر بابا نہیں جائیں گے تو ہم بھی نہیں جائیں گے۔'' مثنوی اتنا بول کر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی جبکہ عمیر خاموشی سے پلیٹ میں چمچ گھمانے لگا۔

مہ جبین نے البتہ کچھ نہیں کہا تھا وہ خاموشی سے مثنوی کو جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

CamScanner

"دیکھو میں کوئی بدمزگی نہیں چاہوں گا اور نہ ہی یہ چاہوں گا کہ تم لوگ میری طرف سے اپنا دل خراب کرو۔ میری نہ جانے کی وجہ کوئی انا یا مجبوری نہیں ہے بلکہ میں یہ نہیں چاہوں گا کہ مجھے دیکھ کر وہ تم سے ملنے میں یا تمہیں قبول کرنے میں کوئی جھجک محسوس کریں۔ میں تو یہ چاہ رہا ہوں کہ وہ تمہیں مکمل خوشی سے قبول کریں۔" انہوں نے وضاحت دی اور مہ جبین کو اندازہ ہوا کہ انہوں نے برسوں پہلے اس شخص کو چننے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ غلط نہیں تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہوگا انکل۔ بھائی جان تو آپ سے بھی بات کرنا چاہتے تھے لیکن آپ اس وقت موجود نہیں تھے اور آپ یقین جانیں اگر آپ نہیں جائیں گے تو ہم بھی نہیں جائیں گے۔ اور نہ ہی اس بات کے لئے میرا دل خراب ہوگا۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"ٹھیک ہے پھر چلنے کی تیاری کرو۔" وہ مسکرائے۔

"بابا یو آر دی بیسٹ۔" اچانک ہی مشنوی اپنے کمرے کے دروازے کے پیچھے سے جھانک کر چلائی تھی اور وہ ہنس پڑے تھے۔ بلتستان کے اس چھوٹے سے گھر میں ماحول اچانک ہی بہت خوشگوار ہو گیا تھا۔ مہ جبین نے اس خوشی کو اپنے اندر اتارا تھا اور اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لیے جائے نماز کی طرف چل پڑیں تھیں۔

O……❖……O

وہ تہجد کے لیے اٹھے تھے۔ وضو کرنے صحن میں آئے تو ٹھٹک کر رک گئے تھے۔ انہیں احساس ہوا کہ باہر آندھی ہے۔

انہوں نے خاموشی سے اندھیرے آسمان پر نظریں ٹکا دیں۔

یہ آندھی نہیں تھی۔ اسی لمحے آسمان پر ستارا ٹوٹا تھا۔ وہ زیر لب دعائیں پڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہوا کے وہ بگولے نیچے بیٹھنے لگے اور صحن کے وسط میں دو آگ کے جسم ہیولے نمودار ہوئے تھے۔

"کون ہو تم دونوں؟ جانتے نہیں ہو یہ کس کا علاقہ ہے؟" وہ رعب سے بولے۔ تہجد کے وقت مداخلت خیر والے نہیں کر سکتے تھے۔

"جانتے ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ابھی یہاں موجود نہیں ہے۔" ان ہیولوں سے سرسراتی آواز بلند ہوئی۔

ابھی روشنی نہیں پھیلی تھی اور صحن کے اندھیرے میں وہ آگ کے جسم دہشت ناک منظر پیش کر رہے تھے۔

"یہاں آنے کا مقصد؟" ان کا لہجہ اب بھی سخت تھا۔

"ہم بنو اقیش (مومن جنات کے قبائل) سے ہیں۔ وہ ہمارے علاقوں میں فساد پھیلا رہا ہے۔ ہم یہاں یہ کام کریں گے تو سب کو ایذا پہنچے گی۔" ان میں سے ایک بولا۔

"بنو اقیش ایذا نہیں پہنچاتے تم آسمان سے خبر چرانے والے جنات ہو۔ میں نے خود ٹوٹتا تارا دیکھا ہے۔ بہتر یہی ہوگا کہ یہاں آ کر دھمکانے کے بجائے تم مقابلہ کرو جب وہ تمہارے علاقوں میں پہنچ کر فساد پھیلا سکتا ہے تو تم اس کے علاقے میں آ کر اجازت کیوں لے رہے ہو؟ بنو اقیش فساد پھیلانے والوں میں سے نہیں۔" وہ مسکرائے تھے۔

"ٹھیک ہے اگلی بار ہم غیلان (جنات کے جادوگر قبائل) کی مدد لیں گے ان کے وجود سے آگ مزید بھڑک اٹھی تھی۔

CamScanner

''اور تمہاری اس بات سے ثابت ہوا کہ تم ہوا تیش سے نہیں ہو۔'' وہ جلال سے بولے۔

''جلد ملاقات ہوگی۔'' یہ کہہ کر وہ شعلہ بن کر غائب ہو گئے تھے۔

شاہ صاحب کچھ دیر صحن میں ہی کھڑے رہے اور پھر وضو بنانے چل دیئے تھے۔

O......❖......O

آج وہ فجر سے تھوڑا پہلے ہی نکل آیا تھا اس نے سوچا تھا نماز سے پہلے شاہ صاحب کے ساتھ بیٹھ کر ان کا بیان سنے گا۔ اکرم نے گاڑی روکی تو وہ اتر گیا۔

''اندر نہیں آؤ گے؟'' وہ اکرم کی طرف پلٹا۔

''میں جماعت کے ٹائم آجاؤں گا آپ جائیں۔'' وہ اونگھ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ سر ہلاتا آگے بڑھ گیا اور اکرم نے گاڑی کی سیٹ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں تھیں۔

وہ مسجد میں داخل ہوا تو خلاف توقع وہاں اندھیرا تھا۔

''آج شاہ صاحب نکل آئے؟'' وہ بڑبڑایا۔ اسے مسجد کے اندرونی حصے میں موجود کمرے میں ہلکی روشنی نظر آئی تھی۔ وہاں عام طور پر لوگ اعتکاف کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ وہ خاموشی سے اس طرف چل پڑا۔

اندر سے شاہ صاحب کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ باہر رک کر ان کا انتظار کرنے لگا شاید اندر کوئی موجود تھا۔

''آپ اسے کہیں واپس آجائیے۔ مجھے تسلی رہے گی۔ اب یہاں اس کی ضرورت ہے۔ میں تھک گیا ہوں۔'' وہ آہستگی سے بات کر رہے تھے۔ مگر خاموشی اتنی تھی کہ وہ صاف سن سکتا تھا۔

''وہ میری..... بلکہ ہم سب کی طاقت ہے۔ وہ میرا فخر ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ غیلان کا مقابلہ وہ اکیلا کرے۔ ان کا یہاں کا رخ کرنا عام بات نہیں۔'' ان کے لہجے میں فکر تھی شاہ میر حیران ہوا یہ کون تھا جس کے لیے شاہ صاحب اتنے فکر مند تھے اس نے کبھی شاہ صاحب سے کسی کے لئے ایسی بات نہیں سنی تھی۔ ان کے لہجے سے شفقت اور محبت پھوٹ رہی تھی۔ اسے رشک آیا۔ کون ہے وہ جس پر شاہ صاحب کو فخر ہے؟ اس نے ہلکا سا پردہ سرکایا کمرے میں شاہ صاحب کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔

''کون ہے؟'' اچانک اندر سے شاہ صاحب کی آواز گونجی۔

''میں ہوں شاہ میر۔ السلام علیکم!'' وہ جلدی سے بولا اسے چھپ کر بات سننے پر شرمندگی ہوئی تھی حالانکہ اس کا ارادہ بات سننے کا نہیں تھا۔

''باہر رکو میں آتا ہوں۔'' شاہ صاحب نے اندر سے ہی اسے باہر رکنے کا کہا اور وہ سر ہلاتا ہوا مسجد کے صحن میں آکر بیٹھ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آئے۔

''کیا ہوا خیریت تو ہے نا؟'' وہ انہیں قریب دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

''جی میں بس بیان سننے کی وجہ سے جلدی آگیا تھا۔'' وہ ہچکچایا اسے اب تک شرمندگی ہو رہی تھی۔

''اچھا آؤ اندر بیٹھتے ہیں۔'' وہ یہ کہہ کر پلٹے۔

''شاہ صاحب میں بات سننے کے ارادے سے نہیں آیا تھا وہ تو بس۔'' وہ سخت شرمندہ تھا۔

''میں جانتا ہوں! کوئی بات نہیں۔'' انہوں نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''آؤ اندر چل کر بیٹھتے ہیں۔'' وہ مسکرائے۔

اور وہ خاموشی سے اندر ان کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا تھا۔ فجر کی نماز شروع ہونے والی تھی اور نمازی آ کر بیٹھنا شروع ہو گئے تھے۔

''آپ لوگ پہلی صف چھوڑ کر بیٹھیں۔'' انہوں نے نمازیوں کو کہا وہ سب جلدی جلدی پیچھے ہٹ گئے تھے۔

اور شاہ میر سمجھ گیا تھا کے پہلی صف میں کون ہے۔ آج اسے دادا جان کی کہی ساری باتوں کا یقین ہو گیا تھا۔ اس کے پورے وجود میں عجیب سی سنسنی دوڑ رہی تھی۔ نماز شروع ہو چکی تھی۔ مگر وہ یکسوئی سے پڑھ نہیں سکا۔ اسے پہلی صف سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اسے لگا جیسے بہت سے لوگ اسے دیکھ رہے ہوں۔ ان دیکھی نظروں کا حصار! اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ صبح جلدی نہیں آیا کرے گا۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کے اس کا ارادہ بہت جلد کمزور پڑنے والا تھا۔

O.....❖.....O

وہ دوسری صبح سو کر اٹھا تو اس کا پورا جسم بری طرح دکھ رہا تھا رات بھر وہ نیند میں ڈرتا رہا تھا۔ حالانکہ وہ دعائیں پڑھ کر سونے کا عادی تھا مگر نا جانے کیوں کل رات اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی گرم چیز کے حصار میں رہا ہو .... اس نے نماز کے لیے بیڈ سے اترنے کی کوشش کی مگر وہ چاہ کر بھی اٹھ نہیں پایا تھا اسے اپنی جسم کی حدت سے اندازہ ہوا کہ اسے بخار نے آلیا ہے۔ جیسے تیسے وضو کر کے اس نے مسجد جانے کا ارادہ بدلتے ہوئے کمرے میں ہی جاء نماز بچھا لی تھی۔

نماز پڑھ کر وہ دوبارہ اپنے بیڈ پر جا کر لیٹ گیا۔ آج ماں جی کو وہ کھڑکی پر نظر نہیں آیا تھا وہ نماز پڑھ کر سیدھا اس کے کمرے میں آ گئیں اور اسے بیڈ پر بے سدھ لیٹا دیکھ کر پریشان ہو گئی تھیں۔ انہوں نے آ کر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو اسے تیز بخار تھا۔ وہ جلدی جلدی نوکروں کو آوازیں دینے لگیں اور ساتھ ہی دوا لانے کا کہہ کر خود اس پر دم کرنے لگیں۔ ماں جی کو پاس بیٹھا دیکھ کر اس نے اپنی آنکھیں کھول لی تھیں۔

''بیٹا تمہیں بخار تھا تو مجھے رات کو ہی بتا دیتے۔'' وہ پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

''بخار نہیں تھا ماں جی بس رات بھر بے سکونی سی رہی ہے۔'' اس کی آواز میں نقاہت تھی۔

''دعا پڑھ کر سوئے تھے؟'' وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

''جی پڑھی تھیں۔ مگر رات بھر نیند میں ڈرتا رہا ہوں۔'' وہ صاف گوئی سے بولا۔

''ڈرتے رہے ہو؟'' وہ حیران ہوئیں۔

''تم اکیلے قلعے کی طرف تو نہیں گئے تھے؟'' نا جانے ان کے لہجے میں کیا تھا وہ بس انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

''کیا ہوا شاہ میر؟'' انہوں نے اس کا چہرہ پڑھنا چاہا۔

اور جواب میں اس نے گزشتہ صبح مسجد میں پیش آنے والا سارا واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا تھا۔

''بیٹا تمہیں اکیلے نہیں جانا چاہیے تھا اور چلے ہی گئے تھے تو جب تمہیں لگے کہ شاہ صاحب تنہائی میں ہیں تو اس

جگہ جانے سے احتیاط برتا کرو۔" وہ فکرمندی سے بولیں۔

"کیوں ماں جی! کیا اس لیے کہ دادا جان کہتے ہیں۔" وہ بولنے ہی لگا تھا کہ ماں جی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"بس بیٹا! بار بار ذکر بھی نہیں کرتے۔" اتنے میں نوکر دوائی لے آیا تھا انہوں نے اسے دوا دی اور آرام کرنے کا کہہ کر باہر نکل آئی تھیں۔

گھر کے باقی افراد نماز کے لیے مسجد گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دادا جان سے بات کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے ملازماؤں کو ناشتے کی تیاری کا حکم دیا اور اپنے کمرے میں آ گئیں۔ وہ جانتی تھیں شاہ میر سے غلطی ہوئی ہے مگر انہیں پوری امید تھی کہ یہ کوئی ایسی غلطی نہیں تھی جس پر وہ سنگین نتائج بھگتتا۔ اب انہیں گھر کے مردوں کے آنے کا انتظار تھا تاکہ وہ شاہ صاحب کے پاس معافی کی درخواست بھجوا سکیں۔

O.....✤.....O

آج اس کا آخری پرچہ تھا اور وہ بہت خوش تھی کیونکہ کل ان لوگوں کو نانا جان کی حویلی کے لیے نکل جانا تھا۔ جب سے اس نے یہ سنا تھا اس کا دل کسی بھی چیز میں نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اپنا ہر اچھا ڈریس نکال کر پیک کرتی جا رہی تھی۔ وہ بچپن سے لے کر اب تک گلگت سے باہر نہیں گئی تھی۔ اس کا ددھیال اتنا بڑا نہیں تھا بس بابا اور پھپھو دو ہی بہن بھائی تھے۔ دادا اور دادی کا انتقال بہت پہلے ہی ہو گیا تھا۔ بس بابا کے کچھ قریبی رشتے دار اور دوست احباب تھے جن سے ملنا ملانا لگا رہتا تھا۔ پھوپھو کی دو ہی بیٹیاں تھیں اور وہ دونوں اس سے اور عمیر سے عمر میں چھوٹی تھیں۔ بابا کا یہاں فرنیچر کا کاروبار تھا لہٰذا ان لوگوں کو کبھی مالی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ بابا نے انہیں اچھے سے اچھا کھلایا اور اچھے سے اچھا پڑھایا تھا۔ اس کی زیادہ تر دوستیں کالج اور یونیورسٹی میں ہی بنی تھیں مگر وہ انہیں گھر تک لانے کی قائل نہیں تھی۔ اور اب جبکہ وہ اپنے سارے کزنز سے ملنے کے لیے پہلی بار گلگت سے باہر جا رہی تھی تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس نے یہاں سے ان کے لئے بہت سارے تحفے تحائف لئے تھے گو کہ وہ نہیں جانتی تھی کہ انہیں یہ پسند آئیں گے بھی یا نہیں مگر اپنے حساب سے اس نے اچھی سے اچھی چیز ہی لی تھی...... اس نے مما سے وہاں موجود کزنز کی تعداد پوچھ لی تھی اور یہ سن کر وہ حیران بھی ہوئی تھی کہ اتنے سارے لوگ ایک ہی حویلی میں رہتے ہیں۔ مما نے اسے کہا تھا کہ شادی کی خریداری وہ وہیں سے کریں گی تو وہ با آسانی مان گئی تھی کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہاں شادیوں پر کس قسم کے لباس پہنے جاتے ہیں اور کیا رسم و رواج ہیں۔ اس نے گھر آتے ہی اپنی بنتے سے چلتی پیکنگ کو فائنل ٹچ دیا اور لاؤنج میں ان سب کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔

"ہاں بھئی تم سب کی تیاری ہو گئی؟" بابا نے ان سب سے پوچھا۔

"جی بابا میں تو بالکل ریڈی ہوں۔" عمیر بھی اس کی طرح کافی خوش تھا۔

"ہم کل صبح سویرے نکلیں گے لہٰذا تم لوگ رات کو جلدی سو جانا۔" بابا نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے ہدایات دیں۔ اور ان دونوں نے سر ہلا دیا تھا۔

"بیٹا آپ دونوں کو میں جانے سے پہلے کچھ بتانا چاہتا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولے۔

"جی بابا!" وہ پوری طرح ہمہ تن گوش تھی۔

"حویلی میں آپ لوگوں کو کسی بھی قسم کی پابندی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا مگر دینی لحاظ سے آپ کے نانا جان کافی سخت ہیں۔ لہٰذا پوری کوشش کرنا کہ نماز کی پابندی کا خاص خیال رکھو۔ وہاں لوگ فجر کے وقت اٹھ جاتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کی مما کو آپ لوگوں کی وجہ سے کسی بھی قسم کی کوئی شرمندگی اٹھانا پڑے۔ اور مشوی خاص طور پر تم اپنا بچپنا یہیں پر چھوڑ کر جانا۔ وہاں چیزوں کے لئے اور آنے جانے کے لئے بلاوجہ کی ضد مت کرنا۔" انہوں نے اس کی طرف دیکھ کر تنبیہہ کی تو وہ زیر لب مسکرا دی۔

"فجر کے وقت!" عمیر کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔

"ہاں بیٹا...... مجھے امید ہے کہ آپ دونوں ہماری کی گئی تربیت کو وہاں بہترین طریقے سے پیش کریں گے۔" وہ ان دونوں کی طرف امید سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"بابا آپ فکر ہی نہ کریں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں کوئی ضد نہیں کروں گی اور فجر کے ٹائم ہی اٹھ جایا کروں گی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

مہ جبین نے دل سے دعا کی کہ جو وہ کہہ رہی ہو وہ واقعی کر کے بھی دکھائے کیونکہ وہ اس کی طبیعت میں موجود شرارت سے اچھی طرح واقف تھیں۔ اسی لیے انہوں نے اکمل صاحب کو ان دونوں سے سنجیدگی سے بات کرنے کی تلقین کی تھی۔ ان کا پورا ارادہ تھا کہ اب جبکہ وہ اتنے عرصے کے بعد اپنے بہن بھائیوں سے واپس جڑنے جا رہی ہیں تو مشوی کو حویلی کا حصہ بناتی آئیں۔ ان کی دل سے خواہش تھی کہ مشوی کا رشتہ ان کے بھائیوں کے بچوں میں سے کسی سے ہو جائے۔ اور یہ تب ہی ممکن تھا جب مشوی سمجھداری کا ثبوت دیتی۔ کیونکہ وہ خود اسی حویلی کی بیٹی تھیں تو انہیں معلوم تھا کہ وہاں کی بیٹیوں کی تربیت کس طرح کی جاتی ہے گو کہ اتنا عرصہ حویلی سے دور رہنے کے باوجود بھی انہوں نے مشوی کی تربیت بہترین طریقے سے کی تھی مگر پھر بھی انہیں اندر ہی اندر ڈر تھا۔ اور شاید یہ ڈر ہر بیٹی کی ماں کو لگتا ہے۔

وہ سب کھانے کے فوراً بعد سونے کے لئے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے مگر نیند ان سب کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

O......❖......O

شاہ صاحب نے نماز پڑھنے کے بعد سلام پھیرا اور شاہ میر کو آج جماعت کے ساتھ نہ دیکھ کر وہ سمجھ گئے تھے کہ وہ کیوں نہیں آیا تھا۔ شاید کل وہ ان کی ساری گفتگو سن چکا تھا مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اسے نقصان نہیں پہنچایا گیا ہوگا۔

"آپ کا پوتا نہیں آیا آج!" انہوں نے احمد ہمدانی کو روکا۔

"جی میں خود حیران ہوں۔ شاید اس کی طبیعت ناساز ہو۔" وہ ان کے سامنے ہمیشہ کی طرح نظریں جھکائے کھڑے تھے۔

"کل فجر سے پہلے وہ یہاں آیا تھا۔ شاید ڈر گیا ہے۔ بچوں سے کہیں کہ اکیلے میں آنے سے پہلے اجازت کے لئے آواز دے دیا کریں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اسے تکلیف نہیں پہنچائی گئی ہے۔ بس وہ شاید گھبرا گیا ہے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولے۔

CamScanner

احمد ہمدانی چونک گئے تھے۔ "میں معافی چاہتا ہوں [illegible] آپ [illegible] ہے۔"

"اسے معلوم نہیں تھا اور اس میں معافی کی کوئی بات نہیں۔ یہ تسبیح [illegible] بابا جان آپ اس پر پڑھ کر پھونک دیجئے گا۔ ان شاء اللہ شام تک اس کی طبیعت بہتر ہو جائے گی۔" [illegible] احمد ہمدانی نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

وہ پشتوں سے یہاں آباد تھے اور ان کے بڑے بوڑھے بھی انہیں یہی بتاتے تھے کہ یہاں [illegible] (مسلمان جنات کے قبائل) آباد ہیں۔ اور ان کی طرف سے کبھی بھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچی تھی۔ شاہ صاحب نے [illegible] کچھ حدود دونوں طرف سے مقرر کر دی گئی تھیں اور یہ وہی حدود تھیں جو شاہ صاحب کے بزرگوں نے ان سے پہلے اس علاقے میں مقرر کی تھیں۔ جنات اور انسانوں کے یہ خاندان سالوں سے ان حدود پر عمل کرتے آئے تھے۔ احمد ہمدانی کی زمینیں اور گاؤں شروع ہونے سے پہلے ہی ان کی حویلی آتی تھی اور جسے بھی قصبے کی طرف یا مسجد کی طرف جانا ہوتا اسے اس حویلی سے گزر کر جانا پڑتا تھا لہٰذا ایک طرح سے یہ حویلی گاؤں والوں کے لئے ڈھال بھی تھی۔

ویسے بھی دن کے اوقات میں وہاں ہر کوئی آتا جاتا تھا بس مغرب کے بعد وہاں آنا جانا منع کر دیا جاتا تھا۔ احمد ہمدانی بیٹوں اور پوتوں کے ساتھ گھر پہنچے تو انہیں شاہ میر کی طبیعت خرابی کا علم ہوا تھا اور وہ سیدھا اس کے کمرے میں آ گئے تھے۔

"بابا جان شاہ میر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" ماں جی انہیں دیکھتے ہی کھڑی ہوئی تھیں۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔ شاہ صاحب نے بتایا ہے۔ انہوں نے یہ تسبیح بتائی ہے۔ یہ پڑھ کر اس پر پھونک دو۔ ان شاء اللہ شام تک اس کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔" انہوں نے اپنی بہو کو ہدایات دیں۔

"شاہ میر بیٹا آئندہ آپ جب بھی اس طرف جائیں تو اونچی آواز میں اجازت لے لیا کریں۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ انہیں اپنا یہ پوتا بہت عزیز تھا ویسے بھی وہ مبین احمد کا اکلوتا بیٹا تھا اور ان کے گھر میں آنے والی پہلی خوشی بھی۔

"جی دادا جان میں معافی چاہتا ہوں اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اس دن یہ غلطی نہ کرتا۔" وہ شرمندہ ہوا۔

"نہیں معافی کی کوئی بات نہیں چلو اب تم آرام کرو۔" انہوں نے یہ کہا اور کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔

O.....❖.....O

دوسرے دن گھر میں صبح سے ہی گہما گہمی تھی۔ بڑی پھوپھو اپنے اہل و عیال سمیت ایک دن بعد پہنچنے والی تھیں۔ وہ صبح اٹھ گیا تھا مگر نماز اس نے اپنے کمرے میں ہی پڑھی تھی۔ بابا جان مسجد سے لوٹے تو انہوں نے شاہ صاحب کا پیغام دیا تھا کہ وہ اسے کل مسجد میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے اور اس نے شرمندہ ہوتے ہوئے سر ہلا دیا تھا۔ ماں جی آج حویلی کو نئے سرے سے صاف کروا رہی تھیں۔ ویسے بھی شادی شروع ہونے میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا۔ برقی قمقموں سے حویلی کو سجایا جا رہا تھا۔ صحن میں ایک طرف پکوان والوں کے لیے جگہ مقرر کر دی گئی تھی اور شاید ایک سے دو دن میں باقی کے قریبی رشتے دار بھی پہنچ جاتے۔ اسماء کو مایوں بٹھانے کا ارادہ بڑی پھوپھو کے آنے تک ملتوی کر دیا گیا تھا لہٰذا وہ منہ پھلائے ادھر اُدھر گھوم رہی تھی۔

شاہ میر نے بالائی منزل کے کمرے تیار کروا دیے تھے اور اب وہ بابا جان کے ساتھ شادی کے کاموں میں ان

CamScanner

کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ تبھی اکرم باہر سے بھاگتا ہوا آیا تھا۔

"سامان اندر کر کے کھڑکیاں دروازے بند کروالیں۔ لال آندھی آرہی ہے۔ پھر سب مٹی مٹی ہو جائے گا۔"

اس نے وہاں موجود نوکروں کو کہا اور وہ سب مل کر جلدی جلدی ساری کھڑکیاں دروازے بند کرنے لگے۔ احمد ہمدانی جن کا کمرہ بالائی منزل پر ہی تھا آندھی کا شور سن کر اپنے ٹیرس پر آ گئے تھے۔ شمال کی طرف سے اٹھتی وہ لال مٹی کسی تیز آندھی کا پتہ دیتی تھی۔ دیگوں کو اسٹور روم میں رکھوا تا شاہ میر اچانک پلٹا تو اس کی نظر ٹیرس پر کھڑے دادا جان پر پڑی تھی اور اس نے ان کے چہرے پر فکر کی لکیریں دیکھی تھیں۔ ایسا بہت کم ہی ہوتا تھا کہ وہ دادا جان کے چہرے پر اس طرح کی پریشانی دیکھے۔ اس نے انہیں زیر لب دعائیں پڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ اپنے کمرے میں واپس پلٹ گئے تھے۔ وہ بھی اسٹور کو تالا ڈال کر حویلی کے اندر آ کر لاؤنج میں ہی بیٹھ گیا۔ ایسی اندھیری آنا یہاں معمول تھا۔ لہٰذا کسی کو کوئی پریشانی نہیں ہوئی تھی مگر دادا جان کے چہرے پر موجود تاثرات دیکھ کر اسے اندازہ ہوا تھا کہ کوئی خاص بات ہے ویسے بھی مسجد والے واقعے کے بعد سے وہ ہر چیز کو لے کر بہت زیادہ سوچ رہا تھا۔ اس نے دادا جان کو بالائی منزل سے لاؤنج کی طرف آتی سیڑھیاں اترتے دیکھا۔

"دو تین گھنٹے تک باہر کوئی نہ نکلے۔ ملازموں کو بھی بتا دو۔ جتنے بھی کام ہیں وہ بعد میں ہوتے رہیں گے۔"

انہوں نے ماں جی اور بابا جان کو ہدایات دیں اور وہ سر ہلاتے ہوئے ملازموں کو آواز دینے لگے۔

وہ واپس پلٹنے لگے تو ان کی نظر شاہ میر پر پڑی تھی جو ان کو ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اس پر ایک نظر ڈال کر اپنے کمرے میں آ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد ہی دروازے پر ہوئی دستک سے وہ سمجھ گئے تھے کہ شاہ میر کے ذہن میں اٹھتے سوال اسے ان کے کمرے تک لے آئے تھے۔

"السلام علیکم دادا جان!" اس نے حسب عادت انہیں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! اب کیسی ہے تمہاری طبیعت؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں دادا جان! آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔" وہ ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"نہیں میں پریشان نہیں ہوں۔ بس گھر میں شادی شروع ہونے والی ہے۔ اچھی طرح سارے انتظامات ہو جائیں۔" انہوں نے اس کا دھیان بٹانا چاہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ سب اچھا ہوگا۔" وہ مسکرایا۔

"ان شاء اللہ۔" وہ بس اتنا ہی بول سکے۔

"دادا جان اس دن جو میں نے شاہ صاحب کی گفتگو سنی۔" ابھی وہ اتنا ہی بول پایا تھا کہ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کرا دیا۔

"دیکھو بیٹا ہمارے آباؤ اجداد یہاں صدیوں سے رہتے آئے ہیں اور پیڑھی در پیڑھی کچھ ایسی معلومات ہوتی ہیں جو صحیح عمر آنے پر ہم گھر کے سب سے بڑے بیٹے کو منتقل کرتے ہیں۔ ابھی تم سے پہلے تمہارا باپ موجود ہے۔ اللہ اسے زندگی دے۔ لمبی عمر دے۔ جب تمہاری باری آئے گی تو تمہیں ان تمام سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا یہ تجسس بجا ہے کیونکہ تم گھر کے بڑے بیٹے ہو اور شاید یہ ہمارے خون میں ہے کہ گھر کے بڑے بیٹے کو خود بخود ہی ان ساری معلومات میں دلچسپی پیدا ہونے لگتی ہے مگر ابھی وہ وقت نہیں آیا لہٰذا میں تم سے یہی کہوں گا

کہ ان باتوں سے تم جتنا دور رہو اتنا اچھا ہوگا۔ ابھی تمہارے بڑے موجود ہیں۔'' انہوں نے اسے محبت بھری تنبیہ کی۔

''جی بہتر دادا جان مگر بس ایک بات مجھے بتا دیں آج کی آندھی سے آپ کے چہرے پر میں نے پریشانی دیکھی ہے۔ کیا آندھی کا تعلق بھی؟'' اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

''چھوٹی چھوٹی آندھیاں یا بگولے ان کے قافلے کے گزرنے کا اشارہ ہوتے ہیں مگر اس بڑی آندھی کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی خاص بات ہونے والی ہو۔ یا تو کوئی خاص ہو جو آرہا ہو یا کسی اور قبیلے کا ادھر سے گزر ہو رہا ہو۔ ہمیں بس ڈر یہ لگتا ہے کہ ہمارے ساتھ ساتھ انہیں بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔'' انہوں نے اپنی طرف سے اسے اشاروں میں سمجھایا۔

''کیا آپ کی کبھی ملاقات ہوئی ہے؟'' وہ بھی آخر انہی کا پوتا تھا ان کے منع کرنے کے باوجود سوال پر سوال کر رہا تھا۔

''ہاں ہوئی ہے۔'' وہ مسکرائے۔ ''بس بیٹا اس سے زیادہ میں نہیں چاہتا کہ تم کچھ بھی پوچھو!''

''ٹھیک ہے! میں وعدہ کرتا ہوں کہ میری طرف سے آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔'' وہ بولا۔

''میں جانتا ہوں۔'' انہوں نے یہ کہہ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ انہیں اپنے اس پوتے پر بیحد فخر تھا۔ اور آگے چل یہ سب اسے ہی سنبھالنا تھا۔

O.....❖.....O

شاہ صاحب نے چاشت کی نماز پڑھ کر جاہ نماز پر ہی تسبیح پھیرنا شروع کر دی۔ ان کی زوجہ ان کے لئے پانی رکھ گئیں تھیں۔ انہوں نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا تو ان کی نظر آسمان پر پھیلتی اس لال چادر پر پڑی۔ وہ گلاس رکھ کر بے اختیار کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس اونچے چبوترے پر آئے جس سے انہیں اپنے گھر کے صحن سے ہی دور صحرا تک صاف نظر آجاتا تھا۔ انہیں شمال کی طرف سے اٹھتی وہ لال آندھی صاف نظر آرہی تھی۔ وہ آنکھیں بند کر کے زیرلب کچھ پڑھنے لگے۔ اور پھر انہوں نے آنکھیں کھول دی تھیں ان کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''آندھی آرہی ہے۔ آپ اندر آجائیں۔'' ان کی زوجہ نے انہیں آواز دی۔

''آندھی نہیں ہے یہ...... رحمت بی بی وہ آرہا ہے۔'' ان کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

''کون آرہا ہے؟'' رحمت بی بی حیران ہوئیں۔

''سلازار آرہا ہے۔ میرا سلازار......'' ان کی آواز فرطِ جذبات سے کانپ رہی تھی۔

''کیا واقعی؟ مجھے تو لگتا تھا کہ آپ اپنی زندگی میں اب اسے دوبارہ نہیں دیکھ پائیں گے۔'' وہ اپنے شوہر کی سلازار سے جذباتی انسیت سے اچھی طرح واقف تھیں۔

''مجھے بھی یہی لگتا تھا۔ مگر اب اس کی یہاں ضرورت ہے جو جنگ وہ وہاں لڑ رہا تھا اب اسے اس کے لئے یہاں بلایا گیا ہے اور یہ ہماری خوش نصیبی ہے۔'' ان کی آنکھوں میں جلتے دیئے اس بات کے گواہ تھے کہ وہ سلازار سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔

CamScanner

"تم تیاری کرو۔ کچھ میٹھا بناؤ۔ میں خود یہ لے کر جاؤں گا۔" وہ مسکراتے ہوئے ان کی طرف پلٹے۔

"جی میں ابھی بنا دیتی ہوں۔" وہ بھی خوشی سے باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔ میں جانتا تھا کہ تم میری بات نہیں ٹالو گے سلازار!" انھوں نے لال آسمان پر نظریں ٹکائیں اور اپنے رب کا شکر ادا کیا تھا۔

آج رات وہ اس سے ملنے والے تھے۔

وہ سلازار تھا!

اعد قبیلے کا فخر!

یہ جنات کا وہ قبیلہ تھا جو جنگ احد میں مسلمانوں کے ساتھ شیطانوں سے لڑا تھا۔ اور سلازار کے وجود میں وہی عقیدت، وہی بہادری موجود تھی۔ اسے دیکھتے ہی شیاطین جنات اپنا راستہ بدل لیا کرتے تھے۔

وہ ان سب پر اکیلا ہی بھاری تھا۔

اور آج رات نصف صدی کے بعد اس کے قدم دوبارہ چولستان کی سرزمین پر پڑنے والے تھے۔

O.....❖.....O

چار سے پانچ گھنٹے میں وہ آندھی ختم ہوگئی تھی اور اس وقت تک وہ سب حویلی کے اندر ہی موجود رہے تھے۔ ویسے بھی اندر کافی ہلا گلا مچا ہوا تھا۔ سوائے شاہ میر کے اور کسی نے اس طرف دھیان نہیں دیا تھا کہ یہ آندھی پچھلی آندھیوں کی نسبت کافی تیز تھی۔ آندھی ختم ہونے کے بعد وہ باہر نکلا تو ہر چیز پر مٹی پڑ چکی تھی۔ ملازم ایک بار پھر صفائی میں لگ گئے تھے۔ وہ خاموشی سے وہاں کھڑا ہو کر اطراف کا جائزہ لیتا رہا۔

اس کا مطلب جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔

"کیا ہوا یہاں کیا کر رہے ہو؟" اسعد چلتا ہوا اس کے قریب آیا تھا۔

"کچھ نہیں بس دیکھ رہا ہوں اس دفعہ کافی زور کی آندھی آئی ہے۔" شاہ میر بولا۔

"اوہ تو تم یہاں آندھی دیکھنے کے لئے کھڑے ہو؟" وہ حیران ہوا۔

"ہاں تو یہاں اور ایسا کون ہے جسے میں دیکھوں گا؟" وہ بھی چڑنے لگا تھا۔

"میرے خیال سے تو تمہیں لڑکیاں دیکھنا شروع کر دینی چاہئیں۔ عمر نکلی جا رہی ہے تمہاری۔ احمر تم سے پورے ڈیڑھ سال چھوٹا ہے اور اس کی شادی تم سے پہلے ہو رہی ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"ارے کیا فرق پڑتا ہے؟ ویسے بھی احمر اور اسماء ایک دوسرے میں انٹرسٹڈ ہیں اور یہ بات سب کو پہلے سے پتا تھی۔" وہ اسعد کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"اچھا چلو تم بتا دو کہ تم کس میں انٹرسٹڈ ہو؟" وہ شاید آج اس سے باتیں نکلوانے کے موڈ میں تھا۔

"تم یہ بتاؤ کہ تمہاری کوئی شرط لگی ہے کسی سے؟" وہ ہنسا۔

"شرط تو نہیں لگی مگر میں سمجھتا ہوں کہ تائی جان کو تمہارے ہاتھ پیلے کر دینے چاہئیں۔" وہ لہجے میں بزرگی لاتے ہوئے بولا۔

"تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب بھی ایسی کوئی بات ہوگی تو میں ماں جی کو خود بتا دوں گا۔ اب تم

CamScanner

یہاں سے چلتے پھرتے نظر آؤ۔" وہ جان چھڑاتے ہوئے بولا۔

"اچھا بھئی مرضی ہے۔ آج کل نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں رہا۔" وہ لہجے میں مصنوعی دکھ سمو کر بولا۔ اور جواب میں شاہ میر اسے گھور کر رہ گیا۔

اسی لمحے اسے ثمر اور افراء حویلی سے باہر آتی نظر آئیں تھیں اور وہ اسد کے ان کے پیچھے چڑھنے پر دل ہی دل میں خوش ہوا۔

"اسد..... چلو جلدی سے ہمیں بازار لے چلو۔" ثمر نے ان دونوں کو وہاں کھڑا دیکھ کر اسد کو آواز لگائی۔ اور اسد ان لڑکیوں کی آواز پر باقاعدہ اچھل پڑا تھا۔ اسے غصہ آیا کہ شاہ میر نے ان لڑکیوں کو دیکھتے ہی اسے خبردار کیوں نہیں کیا تھا تاکہ وہ بروقت ادھر سے غائب ہو جاتا۔

"اوں ہوں! کوئی اور نہیں ملا ہے ساتھ لے جانے کے لیے؟ اسفر کو بول دو یا احد کو بول دو۔" وہ بار بار بازار کے چکر لگا کر بیزار آیا ہوا تھا۔

"اسفر، احمر بھائی کے ساتھ ان کی شادی کی شیروانی آرڈر کرنے گیا ہے اور احد کالج گیا ہے لہٰذا تم لوگوں میں سے ہی کسی کو لے کر جانا پڑے گا ورنہ میں جا کر تائی جان کو بتا دیتی ہوں۔" ثمر انہیں دھمکی دیتے ہوئے بولی۔

"میرا جانا تو مشکل ہے کیونکہ مجھے بابا جان نے باورچیوں کی نگرانی کرنے کا حکم دیا ہے۔" شاہ میر مسکراتے ہوئے بولا۔

"اچھا..... لے کر جا رہا ہوں میں!" اسد جانتا تھا کہ اگر اس نے شکایت لگا دی تو بہت زبردست کھنچائی ہو گی لہٰذا وہ ہار مان کر باہر کی طرف بڑھ گیا تھا اور وہ دونوں بھی اس کے پیچھے باہر نکل گئی تھیں۔

ثمر اور افراء ویسے بھی شاہ میر سے عمر میں کافی چھوٹی تھیں۔ اور ان دونوں کے علاوہ گھر میں کوئی اور لڑکی نہیں تھی جس سے شاہ میر کا جوڑ بنتا۔ اور ویسے بھی بڑی چچی نے احمر کے بعد اسفر کی شادی ثمر کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا اور اس بات کا ذکر بار بار حویلی میں ہوتا بھی تھا۔

پکوان والوں کے لیے صحن میں کھدائی شروع ہو چکی تھی۔ وہ باقی کے انتظامات دیکھ کر حویلی کے اندر پلٹ آیا تھا۔

O.....❖.....O

اس کی آنکھ تیز ہارن کی آواز سے کھلی تھی وہ لوگ ابھی تک سفر میں تھے۔ اور وہ اس لمبے سفر سے اکتا گئی تھی۔ نا جانے اور کتنا راستہ رہ گیا تھا۔ بابا نے اسے بتایا تھا کہ وہ لوگ دوسرے دن کی دوپہر کے قریب وہاں پہنچیں گے۔ پہاڑی علاقے ختم ہوتے ہی اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس نے موٹے کپڑے اٹھا کر غلطی کی تھی۔ یہاں کا درجہ حرارت اس کے علاقے سے مختلف تھا۔ وہ خاموشی سے بس کی کھڑکی سے سر ٹکائے آتے جاتے مناظر دیکھ رہی تھی۔

نا جانے وہاں سب کیسے ہوں گے۔ کیا وہ مجھ سے کبھی دوستی کر پائیں گے؟ وہ لوگ تو ہمیشہ ساتھ رہے ہیں یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے ایک عام سی رشتہ دار کزن کی طرح ٹریٹ کریں۔ اگر وہ آپس میں ہنسی مذاق کریں گے تو میں کیا کروں گی؟ اس کا ذہن اسی طرح کی سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟ کیا سوچ رہی ہو مشنوی؟" مہ جبین نے اس کے چہرے پر سوچ کی لکیریں دیکھیں تو پوچھ بیٹھیں۔

"مما آپ کہتی ہیں کہ میں آپ سب سے الگ ہوں۔ یعنی کہ میں بابا کی طرح دکھتی ہوں۔ عمیر میں بھی آپ

کی کمی آتی ہے۔ آپ کو لگتا ہے کہ وہ لوگ مجھے ماما کی کمی کے ساتھ قبول کر لیں گے؟ یا مجھے ان سے وہی اپنائیت اور وہی دوستی ملے گی جو وہاں رہتے ہوئے وہ ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرتے ہیں؟" وہ اپنے ذہن میں اٹھتے سوالوں سے ویسے ہی پریشان تھی اور ماما کے پوچھتے ہی اس نے ان سے وہی سوال کر دیے تھے۔

انہوں نے خاموشی سے اس کے حسین چہرے کو دیکھا۔ یہ سچ تھا کہ وہ وہاں سب سے الگ تھی۔

"بالکل قبول کریں گے۔ گو کہ تم وہاں رہی نہیں ہو لیکن وہاں جاتے ہی تمہیں اپنائیت کا احساس ہوگا جیسے تم وہاں ہمیشہ سے رہتی آئی ہو۔ میں اپنے خاندان سے اچھی طرح واقف ہوں اور اس بات کا مجھے پورا یقین ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت بھی اسی طرح کی ہوگی جس طرح سے ہم بہن بھائیوں کی تربیت ہوئی ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کے شکوک و شبہات دور کرنا چاہے۔

اور جواب میں اس نے سر ہلا کر دوبارہ کھڑکی کے باہر دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ جب تک کہ وہ خود کسی سے مل نہیں لیتی اس کے دل سے یہ وہم ختم نہیں ہونے تھے۔ لہٰذا بس یہ چند گھنٹوں کا سفر اسے جیسے تیسے کر کے گزارنا ہی تھا۔ اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے کتاب نکالی اور اپنی توجہ اس کتاب پر مرکوز کر دی تھی۔

شام ڈھلتے ہی حویلی برقی قمقموں سے جگمگا اٹھی تھی۔ شاہ میر نے گیندے کے پھولوں سے باہری دیواریں اور سیڑھیوں کی ریلنگ کو سجانے کا انتظام کیا تھا..... پھول والے شام ڈھلتے ہی آ گئے تھے۔ گو کہ مہندی کی تقریب میں ابھی پورا ہفتہ باقی تھا مگر شاہ میر نے ہر تین دن کے بعد یہ پھول بدل کر تازہ پھول لگانے کا آرڈر دے دیا تھا۔ اور پھول والے اپنے کام میں پوری دلجمعی سے مصروف ہو گئے تھے۔ گھر کی خواتین کے بازار کے چکر لگ رہے تھے اور ماں جی صدقہ و خیرات میں مصروف تھیں۔ غرض ہر کسی کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔ دیگیں آج ہی چڑھا دی گئی تھیں اور گاؤں والوں کا شام کا کھانا حویلی کی طرف سے تھا۔ دیگوں سے اٹھتی پلاؤ اور قورمے کی اشتہا انگیز خوشبو ہر ایک کی بھوک بڑھا رہی تھی۔

ثمر اور اقراء کی سہیلیاں بھی ڈھولکی لے کر لاؤنج میں محفل جما چکی تھیں۔ احمد ہمدانی نے نظر بھر کر حویلی اور اس کی رونقوں کو دیکھا اور دل سے دعا کی کہ یہاں کی رونقیں ہمیشہ آباد رہیں۔ لاؤنج میں موجود صوفوں پر بڑی چچی، چھوٹی چچی، ماں جی اور چھوٹی پھوپھو بیٹھی لڑکیوں کے گانوں سے محظوظ ہو رہی تھیں اور مرد حضرات صحن میں بیٹھک لگائے ہنسی مذاق میں مشغول تھے۔

"دیکھو دیکھو ہم کیا لے کر آئے ہیں۔" اچانک ہی احمر اور اصغر ہال میں داخل ہوئے تھے اور اصغر نے دور سے ہی آوازیں لگانا شروع کر دی تھیں۔

"کہاں رہ گئے تھے تم دونوں؟ صبح سے شیروانی کا کہہ کر نکلے ہو۔" بڑی چچی نے اپنے دونوں بیٹوں کو ڈپٹا۔

"دلہا کو تو ڈانٹنا چھوڑ دیں اب آپ!" اصغر جو کہ احمر سے ایک سال چھوٹا تھا اپنے بھائی کا دفاع کرتے ہوئے بولا اور اس کی اس بات پر ہال قہقہوں سے گونج گیا تھا۔

"ہم شیروانی کے ساتھ ہی مہندی میں پہننے کے لئے بھی کچھ ڈھونڈ رہے تھے اور پھر ہم نے ارادہ کیا کہ کیوں نہ سارے لڑکے میچنگ کریں تو میں تم سب کے سائز کے بلیک کرتے اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں اور یہ ہماری میرون کلر

کی شاپس۔" اس نے سارے شاپرز کھول کر لاؤنج میں پھیلا دیئے تھے اور لڑکے میچنگ تھیم کا سن کر خوش ہو گئے تھے۔

"یہ کیا..... تم لوگ میچنگ کر رہے ہو تو ہم بھی کریں گے۔" ثمر فوراً بولی تھی۔ "لڑکیوں کے لئے بھی کوئی تھیم ہونی چاہیے مہندی میں۔"

"ہاں بالکل ہونی چاہیے۔ مما مجھے پیسے دیں ہم بھی مہندی کے لیے تھیم ڈریسز لیں گے۔" افراء ماں کی طرف مڑی۔ آخر کو دلہن کی بہن تھی اور یہ اسپیشل تیاری اس کا حق بھی تھا۔

"ہاں ہاں بھئی کر لینا لیکن ابھی تو تمہارے دو اور بہن بھائی آنے والے ہیں ان کا بھی تو خیال کرو ان کے ساتھ جا کر ہی ایک جیسی شاپنگ کر لینا۔ بڑی پھپھو کے بچوں کو بھول گئے ہو کیا؟" چھوٹی پھوپھی کے دل میں اپنی بہن اور ان کے بچوں کے لیے پیار جاگا تھا۔

"ارے ہاں! وہ لوگ بھی تو آئیں گے۔" احد نے زور کا نعرہ لگایا۔

"بس وہ لوگ کل پہنچ رہے ہیں نا۔ تو ہم کل شام ہی نکل جائیں گے اپنی شاپنگ کے لیے۔" ثمر کو کچھ زیادہ ہی جلدی تھی۔

"ارے کل پہنچیں گے تو انہیں پہلے آرام تو کرنے دینا اور ابھی پورا ہفتہ پڑا ہے مہندی کی تقریب میں۔ سب کام ہو جائیں گے۔" ماں جی نے ان سب کو ٹھنڈا کیا۔

لڑکے اپنے اپنے کرتے اٹھا کر سائز چیک کر رہے تھے۔

"شاہ میر بیٹا تم بھی اپنے بال چھوٹے کروا لو۔" ماں جی نے شاہ میر کے لمبے بالوں پر نظریں دوڑائیں۔

"چھوٹے ہی تو ہیں ماں جی۔ کاندھے تک ہی تو آتے ہیں۔ آپ کیوں ان کے پیچھے پڑی رہتی ہیں؟" ماں جی کے اس طرح کہنے پر وہ سب ہنس پڑے تھے۔

حویلی کی خوشیاں اور رونق دور سے ہی دیکھی جا سکتی تھی۔ کون جانتا تھا کہ آگے کیا ہونے والا تھا۔

O.....✧.....O

مغرب ہوتے ہی وہ رحمت بی بی کی بنائی کھیر اٹھا کر قلعے کی طرف چل پڑے تھے۔ قلعہ ان کے گھر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ویسے بھی یہاں رات کے وقت لوگوں کی آمد و رفت بند ہو جایا کرتی تھی۔ باہر مکمل اندھیرا تھا۔ اس اندھیرے میں ان کی نظر دور سے دمکتی حویلی پر پڑی تھی ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ شاید شادی کی تقریبات شروع ہو چکی تھیں۔ وہ واپس قلعے کی طرف مڑے۔ وہاں گہرا سکوت طاری تھا مگر صرف نہ دیکھنے والی آنکھ کے لیے۔

اچانک ہی ڈیرا اور کا وہ قلعہ روشنی سے منور ہو گیا تھا۔ انہوں نے قلعے کی طرف جانے والے راستے پر قدم رکھے اور پھر وہ راستہ روشن ہوتا گیا۔ دور سے دیکھنے والوں کو تو شاید اندھیرے کی اس چادر میں وہ چلتے ہوئے نظر بھی نہ آتے۔ مگر وہ سب کچھ دیکھ سکتے تھے۔

قلعے کی رونق سے اندازہ ہو رہا تھا جیسے وہاں کوئی تقریب ہو رہی ہو۔ انہیں اندازہ تھا کہ وہاں کافی مجمع ہو گا۔ وہ چلتے ہوئے داخلی دروازے سے اندر داخل ہو گئے تھے اور ان کا اندازہ صحیح ثابت ہوا تھا۔ ہر طرف بچے، بڑے اور بوڑھے چل پھر رہے تھے۔ کہیں باتوں کی محفل تھی تو کہیں قصے کہانیاں سنائی جا رہی تھیں۔ وہ سب شاہ صاحب کو دیکھ

کر سر کے اشارے سے سلام کرتے اور وہ انہیں ہاتھ کے اشارے سے جواب دیتے آگے بڑھ رہے تھے ان کی نظریں بے تابی سے اسے ڈھونڈ رہی تھیں۔

اور پھر انہیں ازلان نظر آئے سفید چوغا اور چہرے پر لمبی سفید داڑھی۔ وہ ایک چبوترے پر بیٹھے تھے اور ان کے اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا وہ شاہ صاحب کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے تھے۔

''آپ کیوں آئے؟ ہمیں بلا لیا ہوتا۔'' گو کہ زبان الگ تھی مگر شاہ صاحب اس زبان کو عرصہ دراز سے سنتے آئے تھے۔

''کیوں..... ہم بنو احد کے سردار سے ملنے نہیں آ سکتے؟'' وہ مسکراتے ہوئے اسی چبوترے پر براجمان ہو گئے تھے۔

''بلکہ آج ہم آپ سے ملنے نہیں آئے ہیں ہم تو اپنے سلازار سے ملنے آئے ہیں۔'' وہ مسکرائے۔

''سادات کے لیے ایسی ہزاروں سرداریاں قربان۔'' وہ عقیدت سے بولے۔ ''میں جانتا تھا آپ کو اس کی آمد کا پتہ چل جائے گا۔'' ازلان کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''تو پھر کہاں ہے وہ؟'' انہوں نے بیقراری سے ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں شاید اس مجمعے میں وہ انہیں کہیں نظر آ جائے۔

''میں یہاں ہوں! آپ کے پیچھے!'' اور اس آواز پر تو جیسے کائنات رک سکتی تھی۔

وہ پلٹے۔

سلازار کھڑا تھا۔

اس کا اونچا اور چوڑا سراپا۔ اندر کی دہکتی آگ سے وہ کانچ جیسی جلتی آنکھیں۔ وہ اب بھی اتنا ہی طاقتور تھا۔ گو کہ وہ اسے نصف صدی کے بعد دیکھ رہے تھے مگر ان کی عمریں سو یا دو سو سال سے اوپر ہو کر ہی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی ہوئی تصور کی جاتی تھیں۔

''ماشاء اللہ..... تم آ گئے سلازار مبارک ہو۔ تم نے ہمارا سر ہمیشہ اونچا کیا ہے۔'' وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آئے۔ بنو احد کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ کم سے کم ہی اپنے اصلی روپ میں شاہ صاحب کے سامنے آئیں۔ گو کہ وہ انہیں ہر طرح کی روپ میں دیکھنے کے عادی تھے۔ مگر پھر بھی بنو احد نے ان کے سامنے آنے کے لیے ایک ایک مخصوص انسانی چہرہ چن رکھا تھا۔

جنات کی تین اقسام ہیں جو بیان کی گئی ہیں۔ ایک وہ جو ہوا کا روپ لیے ہیں ایک وہ جو جانور کے روپ میں آپ کے سامنے آتے ہیں اور تیسرے وہ جو جزا و سزا کے حقدار ہیں اور یہی وہ ہیں جو شیاطین کے سامنے ایک آہنی دیوار کی طرح کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے پاس بھی ہوا میں تحلیل ہونے اور ہر طرح کا روپ دھارنے کی طاقت ہوتی ہے۔ بنو احد انہی قبائل میں سے ایک تھا۔

وہ چند لمحے اسے ایسے ہی تکتے رہے وہ ان کا فخر تھا۔

''ایسا ہو سکتا تھا کہ آپ مجھے یاد کریں اور میں نہ آؤں؟ یہ تو آپ کی مجھ سے محبت ہے ابھی تو میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔'' وہ مسکرایا تھا۔ آس پاس کی ہوا تیز ہو گئی تھی۔

CamScanner

''یہ دیکھو۔ میں صرف تمہارے لئے لایا ہوں۔'' انہوں نے کھیر کا برتن اس کی طرف بڑھایا وہ جانتے تھے اسے میٹھا پسند ہے۔

اس نے ہاتھ کے اشارے سے وہ ڈبہ ان سے لیا تھا جو ہوا میں اڑتا ہوا خود بخود اس کی طرف آیا تھا۔

''آئیں ہم اس طرف چلتے ہیں۔'' اس نے قلعے میں ہی موجود ایک برگد کے پیڑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس ہجوم میں وہ ان سے کوئی بات کرے۔ اور وہ بھی بات سمجھ کر اس کے پیچھے چل پڑے۔ ازلان نے بھی کو اپنے بیان کی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

''غیلان یہاں کس طرح آ گئے؟'' وہ اس برگد کے درخت کے قریب پہنچتے ہی شاہ صاحب کی طرف پلٹا۔

''میں نہیں جانتا ان کا اس علاقے کی طرف رخ کرنا کیا اہمیت رکھتا ہے مگر تم جانتے ہو یہ علاقہ دینی اعتبار سے ہمیشہ ہی سب سے اوپر رہا ہے۔ شیاطین کا کام ہی شر پھیلانا اور خلقت کو بھٹکانا ہوتا ہے۔ اور ان کے خلاف لڑنے والوں کو ختم کرنا بھی۔ میں یہاں اکیلا بہت عرصہ حفاظت کرتا رہا ہوں اور ازلان نے میرا بہت ساتھ دیا ہے مگر تم جانتے ہو کہ تمہاری کیا اہمیت ہے۔ جو طاقتیں تمہیں ان برسوں کی ریاضتوں سے حاصل ہوئی ہیں وہ کسی اور کے پاس نہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔

''میں جانتا ہوں اسی لئے اتنا اہم منصب چھوڑ کر یہاں آ گیا ہوں۔'' وہ انہیں دیکھتے ہوئے بولا۔ اب سے پہلے وہ ان شیاطین جنات کے خاتمے کے لیے مامور تھا جو عالم بالا سے خبریں چرانے کے لیے آسمان کی طرف جایا کرتے تھے اور وہ خبریں ملاوٹ کر کے کاہنوں کو دیتے تھے جن سے ان کا کاروبار چلتا تھا مگر ان میں کچھ اہم باتیں بھی ہوا کرتی تھیں۔ آسمان سے فرشتے ان پر شہاب برساتے تھے۔ اور باقیوں سے وہ نیچے ہی نمٹ لیا کرتا تھا۔

''مجھے لگتا تھا میں اپنی زندگی میں تمہیں دوبارہ دیکھ نہیں پاؤں گا۔'' ان کی آنکھیں نم ہوئیں۔

''لگتا تو مجھے بھی یہی تھا کہ شاید میں کسی کو بھی نہیں دیکھ پاؤں گا۔ مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ میں کب سے اس جگہ مامور ہوں۔ پر واپس یہاں پر آنا مجھے اچھا لگا ہے ایک عرصے بعد میں اپنے قبیلے سے آ ملا ہوں۔ جب تک غیلان کی طرف سے کوئی پیش رفت نہیں ہوگی ہم خود سے کچھ نہ کریں تو ہمارے لئے بہتر ہوگا۔ تب تک میں اپنے قبیلے کے ساتھ کچھ وقت گزار لوں گا اور اپنا علم یہاں کے محافظین میں منتقل کرنے کی پوری کوشش کروں گا تا کہ کسی وقت میں یہاں موجود نہ بھی ہوں تو یہ بنو احد کی حفاظت کرنے کے لئے میری راہ نہ دیکھیں۔'' وہ بولا۔

''تھک گئے ہو سلازار؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔

''کائنات میں اللہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز پر تھکن غالب ہے۔'' وہ بولا۔

''آؤ ازلان کا بیان سنیں۔ میں بھی بہت عرصے کے بعد یہاں آیا ہوں۔'' وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے اور وہ سر ہلاتا ہوا ان کے پیچھے چل پڑا تھا۔ ازلان کے بیانات زیادہ تر اولیاء کرام کے ساتھ گزارے گئے ان کے وقت کے بارے میں ہوتے تھے اور شاہ صاحب کو ان کے یہ بیان بہت پسند تھے۔

وہ چلتے ہوئے مجمع میں جا بیٹھے تھے جہاں بڑے بوڑھے بچے اور عورتیں اپنے قبیلے کے سردار کا بیان سننے کے لیے روز جمع ہوتے تھے۔

○.....❖.....○

آج حویلی میں صبح سے ہی خاصی گہما گہمی تھی۔ بڑی پھوپھو آج دوپہر تک پہنچنے والی تھیں۔ حویلی طرح طرح کے پکوانوں کی خوشبو سے مہک رہی تھی اور گھر کے بڑوں نے اپنی تیاری پر خاصا اہتمام کیا تھا۔ وہ لوگ رحیم یار خان کے ائیرپورٹ پر پہنچنے والے تھے لہٰذا بابا جان اور دونوں چاچو انہیں لینے کے لیے اپنی کاڑیوں پر گیارہ بجے کے قریب روانہ ہوگئے تھے۔ گھر کے کام کی ساری ذمہ داری شاہ میر پر آپڑی تھی کیونکہ شادی والا گھر تھا اور ہر طرف سے چھوٹے چھوٹے کئی کام نکل رہے تھے وہ بوکھلایا ہوا کبھی ادھر کبھی ادھر دوڑیں لگا رہا تھا۔ دادا جان انہیں لینے کے لیے نہیں گئے تھے ویسے بھی وہ لمبے سفر سے پریشان ہوا کرتے تھے۔ گو کہ سفر اتنا لمبا نہیں تھا مگر تب بھی انہوں نے گھر پہ رہنا مناسب سمجھا۔ دوپہر ایک بجے کے قریب باہر ان کی پجیرو آکر رکیں تھیں اور شاہ میر کو اندازہ ہوگیا تھا کہ بابا جان آچکے ہیں۔

گھر کی عورتیں بے تابی سے دروازے کی طرف لپکیں تھی اور باقی سارے کزنز بھی۔ وہ بھی خاموشی سے چلتا ہوا ان کے پیچھے باہر نکل آیا۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے کوئی خوشی نہیں تھی مگر نئے لوگوں سے گھلنے ملنے میں اسے وقت لگا کرتا تھا۔ وہ اپنی ہوڈی کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے خاموشی سے دروازے پر نظریں لگائے کھڑا ہوگیا۔ اور پھر اس نے ایک ادھیڑ عمر کی، چھوٹی پھوپھو سے ملتی جلتی خاتون کو اندر آتے دیکھا وہ سمجھ گیا تھا کہ یہی بڑی پھوپھو ہیں۔ ان کے پیچھے ایک انتہائی سفید اور نرم چہرے والے ادھیڑ عمر کے صاحب اندر داخل ہوئے تھے اور شاہ میر نے اندازہ لگایا تھا کہ وہی اس کے پھپھا ہیں۔ نوکر چاکر ان کے بیگز اٹھائے اندر آرہے تھے دروازے پر ایک ساتھ کئی جذباتی مناظر دیکھے جاسکتے تھے۔ سب ایک دوسرے سے مل کر رو رہے تھے۔ اور پھر چھوٹے چچا کی پجیرو بھی آکر رکی۔ شاہ میر کو یاد آیا کہ پھپھو کے بچے ابھی نہیں آئے تھے اور وہ شاید چھوٹے چچا کی پجیرو میں سوار تھے۔ گھر کے بڑے اس پجیرو کی طرف لپکے۔ پجیرو کے آگے ایک مجمع لگ گیا تھا۔ وہ خاموشی سے چلتا ہوا پھوپھی جان کی طرف آیا اور انہیں سلام کرکے جھک کر ان سے ملنے لگا۔ ماں جی نے اس کا تعارف کرایا تو پھوپھو نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا تھا اسے ان کا گرم جوشی سے گلے لگانا بہت اچھا لگا تھا۔

''ارے بیٹا عمیر سے ملو۔ یہ تمہارا چھوٹا بھائی ہے۔'' پھوپھو نے سامنے سے آتے لڑکے کی طرف اشارہ کیا جو کم وبیش انہی جیسا چہرہ رکھتا تھا۔ شاہ میر نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا تھا۔ باقی سارے لوگ بھی وہیں جمع تھے اور شاید پھوپھو کی بیٹی سے مل رہے تھے۔

وہ خاموشی سے کھڑا اپنی باری کا انتظار کرنے لگا۔

اور تب اسے جس چیز نے چونکایا تھا وہ تھے اس کے انتہائی سفید ہاتھ۔

اس کا چہرہ سفید چادر سے ڈھکا تھا۔ وہ اپنی سفید مخروطی انگلیوں سے، جن کی پوریں بے انتہا گلابی تھیں، بار بار اس سفید چادر کا نقاب درست کرتی تھی۔ وہ سب سے مل کر چلتی ہوئی ان تک آئی۔

''بیٹا اس سے ملو۔ یہ مشنوی ہے میری بیٹی!'' پھوپھو اس کی طرف مڑیں۔

اس نے لحظہ بھر کو اپنی پلکیں اٹھائیں۔ اور اسے سر کے اشارے سے سلام کرکے واپس جھکالیں۔ شاہ میر کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ ان آنکھوں کو سمندر سے تشبیہ دے یا آسمان سے۔

''بیٹا نقاب ہٹادو۔ یہاں سب گھر والے ہی ہیں۔'' پھوپھو نے اسے پریشان دیکھ کر کہا۔

CamScanner

اور اس نے اس مرمریں ہاتھ سے چادر کا وہ پلو چھوڑ دیا جس سے وہ چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔
اس کے چہرے سے نقاب نیچے گرنے تک کے عرصے میں شاہ میر جیسے کسی جادو کے زیر اثر آ گیا تھا۔
اتنا مکمل حسن......اس کے سفید چہرے پر گلابی رنگ کی آمیزش اور وہ سمندر جیسی آنکھیں۔ ایسا نہیں تھا کہ شاہ میر نے گورا رنگ نہیں دیکھا تھا مگر وہ بے انتہا سفید تھی۔ وہ سن کھڑا رہا۔
''کیا ہوا یہاں کیا کر رہے ہو؟'' اسد نے آ کر اسے ٹہوکا مارا اور وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔
وہ سب چلتے ہوئے اندر کی طرف جا رہے تھے اور وہ وہیں کا وہیں کھڑا تھا۔
''بس یہی...... بالکل یہی حالت میری بھی ہوئی ہے۔ ویسے بھی مما میرے رشتے کے لئے پریشان ہیں اور اب تو گھر میں ہی لڑکی مل گئی۔'' وہ اسے ترچھی نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔
''بکواس مت کرو۔ بہن ہے وہ تمہاری!'' شاہ میر نے اسے گھورا۔
''بہن تم بنالو باقی کی چیزیں میں سنبھال لوں گا۔'' وہ آنکھیں گھماتے ہوئے بولا۔
''اب میں پہلی ملاقات میں یہ بولا اچھا تھوڑی لگتا ہوں کے روحی صرف میری ہے۔'' وہ زیر لب مسکرایا۔
''او میرے بھائی! اسٹیٹ عاشق! روحی نہیں ہے مشوی ہے۔ روحی کی مشوی۔ ہائے قسم سے پھوپھو نے چن کر نام رکھا ہے۔'' اسد دل پر ہاتھ رکھ کر بولا۔
شاہ میر نے اس کے پیٹ میں مکا جڑ دیا تھا۔
''ہائے...... اللہ پوچھے تجھے۔'' وہ دوہرا ہوا۔
''یہ تو صرف ٹریلر ہے۔ اگر چچی جان سے بات کی نا تو آنتیں باہر نکال دوں گا۔'' وہ مکا ہوا میں لہراتے ہوئے بولا۔
''میں تو تمہیں خاصا ڈیسنٹ قسم کا بندہ سمجھتا تھا۔ مگر تم تو بڑے ہلکے نکلے۔ اس لڑکی کو دیکھتے ہی ایسے ڈھیر ہو گئے۔ اور تائی جان جو اتنے عرصے سے تمہارے پیچھے لگی تھیں کہ لڑکی دیکھ لو، لڑکی دیکھ لو تو تم منع کرتے جاتے تھے۔'' وہ حیران ہو کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔
''بس یوں سمجھ لو کہ ان آنکھوں کو اسی کی تلاش تھی۔'' اس نے حویلی کے اندرونی دروازے پر نظر ڈالی جہاں سے تھوڑی دیر پہلے وہ چل کر اندر داخل ہوئی تھی۔
''اوئے یعنی ایک اور شادی کی تیاری کریں۔ میں تائی جان سے بات کروں؟'' اسد خوش ہو گیا تھا۔
''ابھی نہیں۔ اتنی جلدی کس بات کی ہے۔ اور ہم کیوں خیالی پلاؤ بنا رہے ہیں یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ کہیں اور انٹرسٹڈ ہو۔ پہلے مجھے اس سے بات کرنے دو۔ اسے سمجھنے دو۔'' وہ جلدی جلدی بولا کہ مبادا اسد اندر جا کر بات ہی نہ شروع کر دے۔ وہ اس کی طبیعت میں بھری جلد بازی سے اچھی طرح واقف تھا۔
''چلو بھائی! جب تک وہ یہاں ہے تو اچھی طریقے سے جان لو۔ ابھی تو شادی میں بھی ہفتہ باقی ہے۔ ایک ہفتہ اچھا خاصا ٹائم ہوتا ہے کسی کو جج کرنے کا۔'' وہ دونوں اندر کی طرف جا رہے تھے۔
شاہ میر نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔ مگر اصل بات تو یہ تھی کہ وہ دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ وہ کسی اور سے منسوب نہ ہو۔ کیونکہ اب سے پہلے یہ دل اس طرح کسی کے لئے نہیں مچلا تھا۔

O.....❖.....O

CamScanner

ڈائیوو کے اڈے پر اترتے ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ شہر سردیوں میں بھی اس کے علاقے کی بنسبت بہت گرم تھا۔ وہ ماتھے سے پسینہ پونچھتی، اپنی چادر درست کرتی نیچے اتری تو سامنے کھڑی بڑی بڑی جیپیں دیکھ کر اس کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ اس کی مما ان گاڑیوں کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھیں۔ انہیں نہ سامان کا ہوش تھا نہ اپنے بچوں کا۔ مثنوی کو غصہ آیا۔ "مما بھی حد کرتی ہیں۔"

اسے اپنے ماموؤں سے مل کر اندازہ ہو گیا تھا کہ ان لوگوں کا یہاں کافی اثر و رسوخ ہے۔ کیونکہ بس اڈے پر ہر آتا جاتا انہیں سلام کر رہا تھا۔ وہ خاموشی سے چھوٹے ماموں کی گاڑی میں سوار ہو گئی جبکہ مما اور بابا سب سے بڑے ماموں کی جیپ میں اپنے سامان سمیت بیٹھ گئے تھے۔ چھوٹے ماموں طبیعت کے بہت مزاحیہ تھے اور وہ پورا راستہ انہیں ہنساتے آئے تھے ان سے ملتے ہی مثنوی کی آدھی پریشانی تو دور ہو گئی تھی۔ ایک گھنٹے کے سفر کے بعد ان کی گاڑی ایک بڑی حویلی کے سامنے رکی تھی۔ مما پہلے پہنچ چکی تھیں اور حویلی کا داخلی دروازہ جو کہ کھلا ہوا تھا اس سے اندر کافی گہما گہمی نظر آ رہی تھی۔ حویلی پر پہلی نظر ڈالتے ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں کے مکین کافی خوشحال ہیں اور حویلی کی سجاوٹ سے وہ بہت متاثر ہوئی تھی۔ کاش مما یہیں رہ جائیں یا ہم اب واپس نہ جائیں اس نے دل سے دعا کی تھی۔

مگر حویلی کے اندر قدم رکھتے ہی وہ بری طرح نروس ہوئی تھی۔ ہر طرف سے کوئی نہ کوئی اسے ملنے کے لئے چلا آ رہا تھا اور اپنا تعارف کرواتا جاتا تھا مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کون، کون ہے۔ اس نے مما کو کھڑا دیکھ کر ان کے قریب جانے میں ہی عافیت سمجھی اور پھر مما نے اس کا تعارف بڑے ماموں کے بیٹے سے کرایا تھا مگر جس طرح سے اس نے اسے دیکھا تھا مثنوی کو سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ کیسے ری ایکٹ کرے۔ نا جانے وہ اسے اتنا گھور کیوں رہا تھا۔ کیا وہ اتنی عجیب لگتی ہے؟ اسے اپنے اوپر شک ہوا۔

حویلی کے اندر جاتے ہوئے اس نے پلٹ کر دوبارہ اسے دیکھا تھا۔ اونچا لمبا قد، کسرتی جسم اور اس کے وہ لمبے بال۔ اس نے اب تک ایسے مرد صرف ٹی وی ڈراموں میں ہی دیکھے تھے۔ وہ ایک اور لڑکے سے بات کرنے میں مگن تھا۔ وہ خاموشی سے حویلی کے اندر داخل ہو گئی تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ لوگ سیدھا نانا جان کے کمرے میں گئے تھے۔ مثنوی کو ڈر تھا کہ کہیں نانا جان ابھی تک مما سے ناراض نہ ہوں مگر وہ مما کو دیکھتے ہی ان سے گلے لگ کر بری طرح روئے تھے اور ان کی دیکھا دیکھی کمرے میں موجود باقی لوگ بھی رو رہے تھے۔ مثنوی اور عمیر خاموش کھڑے تھے۔ نانا ابو، مما سے ملتے ہی بابا کے گلے جا لگے تھے اور یوں برسوں پرانی وہ دیوار ٹوٹ گئی تھی جو ان لوگوں کے بیچ کھڑی تھی اس نے دل سے شکر ادا کیا تھا ورنہ اسے سب سے زیادہ ڈر نانا جان کا ہی تھا اور جب نانا جان تک ان سے اتنی محبت کا اظہار کر رہے تھے تو باقی سب بھی یقیناً پرخلوص رشتے تھے۔ اس نے ایک نظر کمرے پر دوڑائی۔ اسے بیشک ان سب کے چہرے اور نام یاد کرنے میں مسئلہ ہو رہا تھا مگر اسے پورا یقین تھا کہ دو سے تین دن میں وہ ان سب کو ان کے نام کے ساتھ پہچاننے لگے گی اور یقیناً ان سے دوستی کرنے میں بھی کامیاب ہو جائے گی۔ اس نے کونے میں کھڑے لڑکے اور لڑکیوں پر نظر ڈالی یہ سب اس کے کزن تھے جو ایک ایک کر کے باہر اس سے مل بھی چکے تھے مگر اپنی پریشانی میں اس نے غور نہیں کیا تھا کہ کس نے اپنا نام کیا بتایا تھا۔ نانا جان سے ملنے کے بعد ان لوگوں کو ان کے کمرے دکھا دیئے گئے تھے تا کہ وہ فریش ہو کر دوپہر کے کھانے پر سب سے ملاقات کر سکیں۔ مثنوی کو جو کمرہ

CamScanner

دیا گیا تھا اس کمرے میں موجود فرنیچر اور سجاوٹ سے اس نے اندازہ لگایا کے حویلی والوں کا ذوق بہت اعلیٰ تھا۔
وہ تھوڑی دیر کمرے کو ستائشی نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر تیار ہونے چل دی تھی۔اب اسے اپنے رکھے گئے کپڑوں کو دیکھ کرا الجھن ہورہی تھی کیونکہ وہ یہاں کے موسم کے حساب سے کافی موٹے تھے۔خیر اس نے بڑی سوچ بچار کے بعد ایک گلابی رنگ کا سوٹ نکالا اور نہا کر ہلکا سا میک اپ کرنے کے بعد وہ کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑی ہوگئی تھی۔۔۔۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ نکل کر کہاں جائے۔نیچے اترے؟اگر وہ باہر نکلی اور کوئی کزن اس سے ٹکرا گیا تو وہ کیا بات کرے؟ اسی اثنا میں اس کے کمرے کا دروازہ بجا تھا۔
''کون ہے؟''اس نے آہستگی سے پوچھا۔
''میں! دروازہ کھولو۔''عمیر کی آواز آئی تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔
''کیا ہوا؟''اس نے عمیر کو وہاں کھڑا دیکھ کر پوچھا۔
''کچھ نہیں۔۔۔میں سوچ رہا تھا کیا کروں اور کہاں جاؤں۔مما اور بابا شاید نیچے اتر چکے ہیں تو میں نے سوچا تم سے پوچھ لیتا ہوں کہ ساتھ ہی چلتے ہیں۔''وہ بھی اس ہی کی طرح نروس ہو رہا تھا۔وہ ہنس دی۔
وہ دونوں نیچے اترے اور نوکر سے ڈائننگ روم کا پوچھ کر اس طرف چل دیے تھے مگر وہاں داخل ہوتے ہی ان دونوں کو جھٹکا لگا تھا اتنی لمبی ڈائننگ ٹیبل اور اس پر بیٹھے اتنے سارے لوگ۔
ان دونوں کے داخل ہوتے ہی وہ سب انہیں دیکھنے لگے تھے۔وہ دونوں خاموشی سے چلتے ہوئے مما بابا کے ساتھ کی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔مثنوی کو لگا کے وہ شاید سر نہیں اٹھا پائے گی۔
ان سب نے ہلکی پھلکی باتیں کرنا شروع کر دی تھیں اور مثنوی آہستہ آہستہ ان کی باتوں کا جواب دیتی رہی۔وہ تینوں لڑکیاں جو شاید اس کے ماموں یا خالہ کی بیٹیاں تھیں وقفے وقفے سے اس سے سوالات کر رہی تھیں۔وہ ان کے جوابات دیتی اس ماحول کی عادی ہو رہی تھی اور تھوڑی ہی دیر میں وہ نارمل ہو چکی تھی۔کھانا سرو کیا جا چکا تھا۔اسے یہاں کے کھانوں کا ذائقہ بہت پسند آرہا تھا۔کانٹے سے شامی کباب کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے اچانک اس کی نظر بڑے ماموں کے بیٹے پر پڑی تھی جو اس کے عین سامنے والی کرسی پر بیٹھا تھا اور بڑی تفصیل سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔اس نے جلدی سے کانٹا رکھ دیا۔
''کہیں یہ، یہ تو نہیں دیکھ رہا تھا کہ میں زیادہ کھاتی ہوں؟نہیں نہیں۔اسے کیا پڑی ہے یہ سوچنے کی کہ کون کتنا کھاتا ہے۔''وہ خود ہی الجھنے لگی۔
''تم نے کھانا کھا لیا تو ہم اسماء کے کمرے میں چلیں؟''اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی بولی۔
مثنوی کو نہیں پتا تھا کہ اسماء کون ہے مگر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا کم از کم اس طرح وہ اس لڑکے کی نظروں کے سامنے سے تو ہٹتی۔ان تینوں لڑکیوں کے کھڑے ہوتے ہی وہ کھڑی ہوگئی تھی اور ان کے ساتھ ہی باہر نکل گئی۔مما نے اسے نہ روکا۔وہ بھی چاہتی تھیں کہ وہ جلد ہی ان لوگوں سے گھل مل جائے۔اسماء کے کمرے میں آتے ہی اسے ان تینوں لڑکیوں کے نام اور رشتے یاد ہوگئے تھے۔اسماء جو کہ دلہن تھی اس نے اسے اپنی ساری شاپنگ دکھائی تھی اور پھر وہ بہت دیر ان لوگوں سے باتیں کرتی رہی تھی۔انہوں نے اسے بتایا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہی شاپنگ کریں گی اور وہ یہ سن کر بہت خوش ہوگئی تھی۔یہی خوشی کیا ہوتی ہے آج اسے دل سے احساس ہو رہا تھا ان رشتوں سے وہ

برسوں دور رہی تھی اور اب جب وہ اتنے عرصے بعد ان سے مل رہی تھی تو پورے دل سے ان کی ہونا چاہتی تھی۔ کاش کہ ہم ہمیشہ ایسے ہی یہاں رہ سکیں۔ اس نے دل میں سوچا۔ مگر کون جانتا تھا کہ اس کی یہ دعا کس طرح قبول ہوگی۔

O.....❖.....O

فجر کی اذان ہو رہی تھی اسے ایسا لگا جیسے مسجد قریب ہی ہو۔ اس کی آنکھ کھلی تھی اور اسے یاد آیا کہ بابا نے اسے کہا تھا کہ یہاں کے لوگ فجر کی اذان پر ہی اٹھ جایا کرتے ہیں۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کمرے سے ملحقہ ٹیرس سے باہر سے آتی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ بیڈ سے اتر کر چلتی ہوئی ٹیرس پر آئی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ حویلی کے نوکر چاکر بھی فجر سے اٹھ کر ہی گھر کی صفائی اور کاموں میں لگے تھے۔ بڑی ممانی جان تخت پر بیٹھی قرآن شریف پڑھ رہی تھیں۔ اس نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ شاہ میر نیچے اتر کر بڑی ممانی سے سر پر ہاتھ پھیروا رہا تھا۔ اسے اس کا نام رات کو ہی یاد ہو گیا تھا۔ شاہ میر کے پیچھے پیچھے اس کے باقی کے کزن نکلے اور ان کے پیچھے عیسیٰ کو نیند میں چلتا دیکھ کر اس کی ہنسی چھوٹ گئی...... مگر اس نے فوراً ہی منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ میں بھی نماز پڑھ لوں۔ اسے نماز قضا ہونے کا خیال آیا۔ وہ عموماً نماز کی پابندی کا خیال رکھا کرتی تھی مگر فجر اس سے اکثر ہی چھوٹ جایا کرتی تھی۔ یہاں کے لوگوں کی روٹین دیکھ کر اسے اپنے اوپر شرمندگی ہوئی۔ میں اب سے پوری کوشش کروں گی کہ فجر کی نماز نہ چھوٹے۔ اس نے دل میں ہی ارادہ کیا۔ وہ کمرے کی طرف پلٹ ہی رہی تھی کہ سیٹی کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لئے۔ نا جانے کیا تھا اس آواز میں۔ وہ چونکی۔ اسے حویلی سے کچھ دور بنا، وسیع و عریض رقبے پر پھیلا وہ بارعب قلعہ نظر آیا۔ وہ بلا ارادہ اس کی طرف دیکھنے لگی۔ سیٹی کی آواز وہیں سے آ رہی تھی۔ ”مگر وہاں کوئی لاؤڈ اسپیکر تو نہیں ہوگا۔ یہ تو خالی لگتا ہے۔ پھر سیٹی میں اتنی گونج کیسے؟“ وہ سوچنے لگی۔

”بیٹا اندر جائیں۔“ ممانی جان کی نظر اچانک ہی اوپر پڑی تھی اور انہوں نے اسے ٹرانس کی کیفیت میں قلعے کی طرف دیکھتا پایا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ مثنوی یہاں نئی ہے لہٰذا اسے آہستہ آہستہ یہ بات سمجھائی جائے۔ مگر اس کا اس طرح سے بے سدھ کھڑا ہونا انہیں ہولا گیا تھا۔

”جی ممانی جان!“ وہ آہستگی سے کہہ کر ٹیرس سے اندر چلی گئی تھی۔

اس نے محسوس کیا کہ آس پاس کی ہوا میں تیز خوشبو تھی۔ حالانکہ چولستان جیسے صحرائی علاقے میں اس طرح کی خوشبو ہونا جبکہ آس پاس کوئی باغ بھی نہ ہو اس کے لئے اچنبھے کی بات تھی۔

”ممّا سے پوچھوں گی کہ کیا معاملہ ہے۔“ اسے بلاوجہ ہی تجسس ہوا۔

”بلکہ ان لوگوں کو کہوں گی کہ مجھے قلعہ دکھانے لے چلیں۔“ اسے اس طرف سے عجیب سا کھنچاؤ محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے وہاں جانے کا مصمم ارادہ کیا اور جا کر نماز بچھائی تھی۔ مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہاں جانے کے بعد وہ کبھی واپس نہیں آپائے گی۔

O.....❖.....O

شاہ میر رات کو بستر پر لیٹا تو وہ گلابی چہرہ اس کی آنکھوں میں اتر آیا...... نا جانے کیوں وہ اس ملکوتی حسن سے اس قدر مرعوب ہوا تھا کہ چاہتے ہوئے بھی اپنے آپ کو روک نہیں پا رہا تھا۔ اس گلابی پہناوے میں جب وہ ڈائننگ

ٹیبل پر آ کر اس کے سامنے بیٹھی تھی تو لمحے بھر کو وہ سکتے میں رہ گیا تھا اس نے ہلکا سا میک اپ کر رکھا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوہ قاف سے کوئی پری اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئی ہو۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ اس کے اس طرح دیکھنے سے پریشان ہوئی تھی اور اس کا پریشان ہونا بنتا بھی تھا۔ کوئی پہلی ہی ملاقات کے بعد اس طریقے سے آپ کو گھورے تو سامنے والا بندہ نروس ہو جاتا ہے اور وہ بھی ہو گئی تھی مگر بعد میں شاہ میر کو اپنے اوپر شرمندگی ہوئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ اس سے پہلے وہ کبھی اس طرح بے قابو نہیں ہوا تھا مگر اس کے ساتھ دوبارہ آمنا سامنا ہونے پر وہ اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے پہلی دفعہ وجود زن کو دیکھا ہو۔ اس نے اپنے آپ کو سرزنش کی۔ کچھ بھی ہو وہ کسی کو اچھی طرح جاننے سے پہلے کوئی فیصلہ نہیں لے سکتا تھا۔ اور پھوپھو کے جانے سے پہلے پہلے اسے یہ کام کرنا تھا۔ اسے پوری امید تھی کہ شادی کے دنوں میں وہ اسے اچھی طرح سے جان پائے گا۔ مگر اس نے اب دل میں پکا ارادہ کر لیا تھا کہ اسے اس طریقے سے گھورنا بند کر دے گا۔ نہ جانے وہ اس کے بارے میں کیا سوچتی ہو گی۔ اسے دل ہی دل میں افسوس ہوا تھا مگر یہ خوشی بھی تھی کہ آنے والے دنوں میں وہ اپنا یہ تاثر مٹانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

O.....❖.....O

فجر کی نماز کے بعد وہ سب ناشتے کی ٹیبل پر جمع ہو گئے تھے۔ مثنوی نے بڑی مشکل سے ڈھونڈ کر ایک ہلکے سبز رنگ کا سوٹ نکالا اور ناشتے کے لیے نیچے اتر آئی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ آج ہی بازار جا کر یہاں کے موسم کی مناسبت سے اپنے لئے کچھ ڈریسز خرید لے گی۔ منہ میں پہلا نوالہ ڈالتے ہی اس نے چور نظروں سے شاہ میر کی طرف دیکھا۔ مگر وہ اپنا ناشتہ کرنے میں مگن تھا۔ اس نے دل ہی دل میں شکر پڑھا اور اطمینان سے ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گئی۔ ناشتے سے فارغ ہوتے ہی وہ اسماء کے کمرے میں آ گئی تھی۔ بازار گیارہ بجے کے بعد کھلتا تھا لہٰذا تب تک انہوں نے اپنی شاپنگ کرنے کا پلان کیا اور وہ سب ضرورت کی تمام چیزیں ایک کاغذ پر لکھ رہی تھیں جب بڑی تائی جان کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم ماں جی!" اسماء نے انہیں دیکھتے ہی سلام کیا تھا۔ انہیں گھر کا ہر بچہ "ماں جی" کہہ کر ہی پکارا کرتا تھا۔

"وعلیکم السلام کیا ہو رہا ہے؟ لگتا ہے شاپنگ کرنے کی تیاری کر رہے ہو۔" انہوں نے ان کے سامنے پھیلے کپڑوں اور کاغذوں کے ڈھیر کو دیکھ کر کہا۔

"جی ماں جی! گیارہ بجے تک نکلیں گے۔" ثمر بولی۔

"اچھا یہ لو۔ یہ تمہارے دادا جان نے پیسے دیئے ہیں۔ مثنوی کو جو خریدنا ہو اس کی پسند سے لینا اور ہاں کوشش کرنا آج شادی کی تمام خریداری کر کے ہی لوٹو۔ شادی میں کم دن رہ گئے ہیں۔ بار بار گھر سے باہر نکلنا ٹھیک نہیں۔" انہوں نے پیسے اسماء کو پکڑاتے ہوئے کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ میں مما سے پیسے لے لوں گی۔" مثنوی فوراً بولی۔

"تمہاری مما سے پیسے تم گھر جا کر لے لینا یہ تو بابا جان کی حویلی ہے اور اتنے عرصے بعد اپنے نانا سے لاڈ نہیں اٹھواؤ گی؟" وہ شفقت سے مسکرائیں۔

اس نے خاموشی سے سر جھکا لیا تھا۔ وہ اسے چند لمحے دیکھتی رہیں پھر بولیں۔

CamScanner

"تم لوگوں کو جس لڑکے کے ساتھ جانا ہو مجھے بتا دینا تا کہ میں اسے گھر کے کاموں میں نہ الجھاؤں اور وہ تم لوگوں کے ساتھ ٹائم پر بازار کے لئے روانہ ہو جائے۔" انہوں نے باقی سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسفر کے ساتھ چلے جائیں گے۔" ثمر بولی۔

"ٹھیک ہے میں اسے بول دیتی ہوں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئیں تھیں۔ اس کی توجہ دوبارہ سے ان سب کی طرف ہوگئی۔

"کتنا خیال رکھتے ہیں یہاں سب ایک دوسرے کا۔" اس نے دل میں سوچا۔ کاش وہ بھی ان سب سے اسی طرح فرینک ہو جائے جیسے یہ سب ایک دوسرے سے ہیں۔

"کیا ہو رہا ہے؟" احد اندر داخل ہوا تھا۔

"شاپنگ کی تیاریاں!" افرا بولی۔

"ارے آپی آپ یہاں بیٹھی ہیں۔ آئیں میں آپ کو حویلی گھماتا ہوں۔" وہ عمر میں چھوٹا لگ رہا تھا۔

"نہیں میں یہیں ٹھیک ہوں۔" وہ مسکرائی۔

"ارے ایسے کیسے ٹھیک ہیں۔ آپ بور نہیں ہوئیں ان کی باتیں سن کر۔" وہ ان تینوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تم نے پیپر کی تیاری کر لی؟" ثمر نے اس پر رعب جمایا۔

"جی کر لی! اور آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ کل میرا آخری پرچہ ہے اس کے بعد میں آپ کی ان دھمکیوں سے آزاد ہونے والا ہوں۔" وہ اپنی بہن کو دیکھ کر بولا۔

"کل ہے نا۔ ابھی ہوا تو نہیں! جاؤ اور جا کر پڑھو۔" ثمر نے اسے کمرے سے بھگایا۔

اور وہ منہ بناتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ اس کے نکلتے ہی وہ تینوں ہنس دی تھیں۔ وہ بھی اس معصوم سی نوک جھونک پر ہنس دی۔

O.....❖.....O

شاہ صاحب اپنے حجرے میں بیٹھے تھے ان کی آنکھیں بند تھیں۔ ان کے ماتھے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں شفاف موتیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ ایسا لگا جیسے وہ بہت لمبا سفر کر کے آئے ہوں۔ اچانک ان کا کمرہ خوشبو سے مہک اٹھا تھا وہ مسکرائے۔

"آ گئے تم!" وہ شفقت سے بولے۔

اور وہ اچانک ان کے سامنے بیٹھا ہوا ظاہر ہوا تھا۔

"کیسے پتہ چلتا ہے آپ کو؟" سلازار مسکرایا۔

"تمہاری خوشبو میرے بچے۔ تمہاری خوشبو۔" وہ مسکرائے۔

"کہاں تھے آپ؟" وہ پوچھنے لگا۔

"میں بس علاقے کا جائزہ لے رہا تھا ابھی خیلان اس طرف نہیں آئے ہیں۔" وہ بولے۔

"ہاں میں نے بھی نظر رکھی ہوئی ہے۔ آپ بے فکر رہیں میں آ گیا ہوں۔ ہم نے مشقیں شروع کی ہوئی ہیں ان کا مقصد قلعے کو خالی کروا کر یہاں ڈیرا ڈالنا ہے۔ میں نے کل رات کو ہی معلوم کر لیا تھا مگر میں اس علاقے کو ان

شیطانی چیلوں کے حوالے نہیں ہونے دوں گا۔ ہمارے آباؤ اجداد یہاں برسوں سے آباد ہیں۔ انہیں اس کے علاوہ اور کہیں اتنی بڑی اور خالی جگہ میسر نہیں۔" سلازار بولا۔

"لیکن جب علاقے بانٹ دیئے گئے ہیں تو پھر وہ زمینی علاقوں میں کیا کر رہے ہیں۔" شاہ صاحب بولے۔

"جی انہیں پہاڑی علاقوں میں رہنے کا حکم ہے مگر جن علاقوں میں وہ رہ رہے تھے وہاں آبادی نہ ہونے کے برابر ہے انہیں وافر مقدار میں وہاں خوراک نہیں مل رہی یا یوں کہہ لیں کہ شر پھیلانے کا موقع نہیں مل رہا تو انہوں نے اس طرف کا رخ کیا ہے۔ اور ویسے بھی یہ قلعہ کافی اونچائی پر واقع ہے۔ مگر آپ بے فکر رہیں ابھی سلازار موجود ہے۔ ہم ان کے قبیلے کو بہت جلد شکست دے کر یہاں سے روانہ کر دیں گے مجھے بس ان لوگوں کے آنے کا انتظار ہے۔" وہ بولا۔

شاہ صاحب نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ سلازار کی بات ٹھیک تھی۔

"ازلان کو ہمارا پیغام دینا حویلی کی طرف آمدورفت کم کر دی جائے وہاں شادی کی تقریب ہے۔ میں نے انہیں خوشبو والے پھول استعمال کرنے سے منع کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی کہیں کسی سے بے احتیاطی ہو گئی تو تم سنبھال لینا تمہارے قبیلے میں جوان اور بچے بھی موجود ہیں اور مجھے بچوں کی طرف سے زیادہ فکر لگی رہتی ہے۔" وہ بولے۔

"آپ بے فکر رہیں ہم نے کبھی انہیں ایذا نہیں پہنچائی ہے اور جب وہ خوشبو کا استعمال نہیں کریں گے تو ہماری طرف سے کوئی بچہ شرارت کے لیے نہیں جا سکے گا۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے۔" انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں چلتا ہوں نماز کا وقت ہو رہا ہے۔" یہ کہہ کر وہ اٹھا اور ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

شاہ صاحب نے پاس پڑی تسبیح اٹھائی تھی اور آنکھیں دوبارہ بند کر لی تھیں وہ ایک بار پھر علاقے کا جائزہ لینے کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔

O.....❖.....O

ان کی گاڑی ٹھیک بارہ بجے بازار میں رکی تھی۔ یہ ایک چھوٹا سا شاپنگ مال تھا۔ وہ سب کے ساتھ نیچے اتر آئی۔ اسفران کے پیچھے پیچھے خاموشی سے چل رہا تھا اس کی شکل سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ بور ہو رہا ہے مگر مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اسے آنا ہی پڑا تھا۔ کیونکہ تائی جان کا حکم کوئی نہیں ٹال سکتا تھا۔

ان لوگوں نے اس کے لئے ریڈی میڈ ڈریسز لے لیے جو وہ روزمرہ استعمال ہونے والے کپڑوں کے طور پر آرام سے پہن سکتی تھی کیونکہ اتنی جلدی سلائی ممکن نہ تھی۔ اب وہ سب مہندی کے فنکشن کے لئے غرارے خرید رہے تھے۔ غراروں کا ڈیزائن ایک سا تھا مگر سب اپنی مرضی کے کلر کمبینیشن پسند کر رہے تھے اس نے بھی اپنے لئے ہرے اور آتشی گلابی امتزاج کا ایک حسین غرارہ پسند کیا تھا۔ ویسے تو وہ گہرے رنگ نہیں پہنتی تھی مگر پہلے کبھی موقع بھی تو نہیں آیا تھا اور اب جب اس کی کزن کی شادی تھی اور وہ ان سب کو ڈارک کلرز پسند کرتا دیکھ رہی تھی تو اس کا بھی دل للچایا تھا۔ غرارے پسند کرنے کے بعد وہ لوگ برات اور ولیمے کے ڈریسز لینے چل دیئے تھے۔ اس نے برات کے

لیے رسٹ اور مہر دن کمی نیشن میں ایک حسین جوڑا پسند کیا اور ویسے کے لیے بلیک کلر کی لانگ میکسی پسند کی تھی۔ جس پر اسی کے ہم رنگ موتیوں سے کام ہوا تھا۔ انہوں نے اسے کہا تھا کہ پیسوں کی فکر چھوڑ دے اور بس چیز پسند کرتی جائے کیونکہ ان کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا اور وہ بھی ان کی اپنائیت کے آگے نا نہیں کر سکی تھی۔ وہ اتنی خوش تھی کہ اس کے اندر کی خوشی اس کے چہرے پر جھلکنے لگی تھی۔

وہ خوش خوش گاڑی میں واپس آ کر بیٹھی۔

افراء اور ثمرا اپنے دوپٹے پیکو کروانے کے لیے سامنے ہی موجود دکان پر رکی ہوئی تھیں۔

اسفر واپس گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔

"کیسا لگا آپ کو یہاں کا بازار؟" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"بہت اچھا مجھے تو ساری چیزیں بہت اچھی لگیں۔" وہ اس کے لہجے میں خوشی محسوس کر کے مسکرایا۔

"آپ پھوپھو سے کہیں کہ اب واپس نہ جائیں۔ آپ لوگ اتنا عرصہ ہم سب سے دور رہ لیے اب بہت ہوگیا۔" وہ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"بابا جان کا سارا کاروبار ہی اُدھر ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہ مانیں گے۔" وہ اداسی سے بولی۔

"اس کا مطلب ہے آپ کا دل کرتا ہے یہاں رکنے کا۔" وہ مسکرایا۔

"ہاں بہت کر رہا ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"میں تایا جان سے بات کروں گا کہ وہ پھوپھا کو سمجھائیں کہ وہ آپ لوگوں کو یہیں چھوڑ جائیں اور وہاں سے اپنا کاروبار وائنڈ اَپ کر کے یہاں آ جائیں۔ ویسے بھی وہاں ان کے زیادہ رشتہ دار نہیں ہیں میں نے سنا ہے۔ ایک بہن ہیں صرف۔ تو جب دل کرے ان سے مل آیا کریں۔ فرنیچر کا کاروبار تو رحیم یار خان میں بھی بہت اچھا چلے گا۔ خیر میں تو ایک تجویز دے رہا ہوں۔ بات تو آپس میں بڑے ہی کریں گے۔" وہ شاید بزنس مائنڈ ڈ لڑکا تھا۔ مثنوی کیا بول سکتی تھی خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ موبائل پر متوجہ ہو گیا تھا۔

"گنے کا جوس پئیں گی آپی؟" اکرم جو ڈرائیونگ سیٹ پر کب سے خاموش بیٹھا تھا اس سے پوچھنے لگا۔

"گنے کا جوس بھی ہوتا ہے؟ میں نے کبھی نہیں پیا۔" وہ بولی اور وہ دونوں ہنس پڑے تھے۔

"ارے گلگت گنا کون پہنچائے؟ اور پھر اتنے ٹھنڈے علاقے میں ایسا ٹھنڈا جوس پینے سے تو آپ کا گلا خراب ہو سکتا ہے۔" اکرم بولا۔ وہ ہنس پڑی تھی۔

"دو گلاس اور آرڈر کر لینا وہ دونوں بھی آتی ہی ہوں گی پھر میرا سر کھائیں گی۔" وہ اکرم کی طرف دیکھتے ہوئے بولا اور اکرم سر ہلاتا ہوا گاڑی سے اتر گیا تھا۔ جوس واقعی بہت مزے کا تھا۔ ثمرا اور افراء بھی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی تھیں۔ ان سب نے جوس پیا اور اکرم نے گاڑی واپس حویلی کی طرف موڑ دی تھی۔

"ذرا شادی کے ہنگاموں سے فرصت ملے تو آپ کو گھمائیں گے یہاں۔ امید ہے پھپھو جان کچھ دن اور رکیں گی شادی کے بعد بھی۔" اسفر نے گاڑی چلتے ہی بات آگے بڑھائی۔

"یہاں کافی اچھی اچھی جگہیں ہیں دیکھنے کو اور ریگستان بھی۔ برفیلے پہاڑ تو آپ نے بہت دیکھ لئے اب آپ

کو ریگستان کی خوبصورتی دکھاتے ہیں۔" وہ شاید اس کی جھجک مٹانا چاہ رہا تھا۔

"ہاں ضرور! مجھے تو بہت شوق ہے۔ بلکہ آج میں نے صبح وہ قلعہ دیکھا۔ کس قدر حسین ہے۔ کوئی تاریخی مقام معلوم ہوتا ہے۔ میں وہاں بھی جانا چاہوں گی۔" وہ خوشی سے بولی۔

"فورٹ ڈیراور! ہاں واقعی اس کی تاریخی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ یہ قلعہ نویں صدی میں ایک ہندو راجہ نے بنوایا تھا رائے ججا بھٹا۔ یہ قلعہ انہوں نے جیسلمیر کے راجہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے بنوایا تھا۔ شروع میں اسے ڈیرہ راول کہا جاتا تھا اور پھر آہستہ آہستہ راول سے راور ہوا۔ اور پھر لوگ اسے ڈیراور پکارنے لگے۔ اٹھارویں صدی میں یہ نواب آف بہاولپور کے انڈر آ گیا تھا۔ 1732ء میں اسے عباسی خاندان کے سربراہ اور نواب سر صادق محمد نے دوبارہ تعمیر کروایا۔ اس کے چالیس ستون ہیں اور چولستان میں داخل ہوتے ہی دور سے نظر آنے لگتے ہیں تم نے تو حویلی سے دیکھا جو کہ اس کے اتنا قریب ہے۔ ویسے بھی یہ قلعہ دیکھنے والے کو اپنی جانب کھینچتا ہے۔" وہ اسے تفصیلی تعارف بتاتے ہوئے بولا۔ وہ متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکی۔

"ضرور چلیں گے۔ آپ کو وہ جگہ پسند آئے گی یہاں دور دور سے سیاح وہ قلعہ دیکھنے آتے ہیں۔" وہ بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔

"کیا وہاں لوگ رہتے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں...... بس دن کے وقت وہاں کچھ گارڈز وغیرہ ہوتے ہیں اور گائیڈ گھوم رہے ہوتے ہیں مگر شام ڈھلتے ہی وہ سب اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں ویسے بھی رات میں وہاں بجلی کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے تو اس طرف کافی اندھیرا ہو جاتا ہے۔" وہ بولا۔

"اچھا...... پھر صبح فجر کے وقت وہاں سیٹی کون بجا رہا تھا؟" وہ بولی۔

اکرم کو اچانک ہی زور کی کھانسی آئی۔ وہ شاپر میں گنے کا جوس ڈلوا لایا تھا جسے وہ وقفے وقفے سے پی رہا تھا۔ مشوی کی بات سنتے ہی اسے پھندا لگا۔

"ارے کیا کر رہے ہو؟ گاڑی روکو۔" اسفر بوکھلا گیا۔

وہ گاڑی ایک سائڈ پر روک کر کھانسنے لگا۔

افرا اور ثمر ہنسنے لگ گئی تھیں۔

"اوہو۔ چپ کرو تم دونوں بھی۔" اسفر ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا مگر اسے بھی ہنسی آ رہی تھی۔

اکرم صحیح حالت میں آتے ہیں دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

"ہاں تو میں پوچھ رہی تھی۔" وہ دوبارہ سے بات شروع کرنے لگی۔

"آپی جی میری بات سنیں! اس بات کو بھول جائیں بلکہ ایسا سوچیں کہ آپ نے وہ سیٹی سنی ہی نہیں۔ آپ کا وہم تھا۔ اور ایک سیٹی سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کوئی بھی بجا رہا ہوگا۔" وہ جلدی جلدی بولا اور وہ سب ہنسنے لگے تھے۔ مشوی کو سمجھ نہیں آیا کہ اس نے ایسا کیا کہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ان کی گاڑی حویلی میں داخل ہو گئی تھی اور وہ جلدی سے اتر کر اپنی شاپنگ مما کو دکھانے چل دی تھی۔

○......❖......○

دوپہر کے قریب وہ اپنے لائے ہوئے ڈریسز میں سے ہلکا جامنی رنگ کا ڈریس پہن کر ڈائننگ روم میں آئی تھی۔ دوپہر کا کھانا لگا دیا گیا تھا۔

''بیٹا کیسی رہی تمہاری شاپنگ؟'' نانا ابو اس کو پیار سے دیکھتے ہوئے بولے۔

''بہت اچھی رہی۔ بہت شکریہ۔'' وہ مسکرائی۔

''بیٹا اپنے نانا ابو کو شکریہ نہیں کہتے۔'' وہ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولے۔

''جی!'' وہ بس اتنا ہی بول پائی۔

''میری بیٹی کو کہیں گھمایا پھرایا؟'' انہوں نے شاہ میر کی طرف دیکھ کر کہا۔

''دادا جان ابھی تو صرف بازار ہی گئے تھے۔'' ثمر بولی۔

''اس کو کہیں گھماؤ پھراؤ۔'' وہ شاہ میر کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

''جی دادا جان۔'' اس نے مختصر سا جواب دیا۔

''انہیں قلعہ گھومنے کا شوق ہے۔'' اسفر بولا۔ ''آج بازار سے واپسی پر بتا رہی تھیں۔''

''تو پھر چلو۔ لنچ کے بعد انہیں قلعہ دکھا لاتے ہیں۔ شام سے پہلے پہلے واپس آ جائیں گے۔'' شاہ میر بولا۔

''بیٹا احتیاط سے لے کر جانا۔ یہ دھیان رکھنا کہ یہ اس جگہ پر نئی ہے۔'' ماں جی شاہ میر کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

''جی ٹھیک ہے۔'' اسے اُس دن والا واقعہ یاد آ گیا۔

مشوی نے محسوس کیا کہ ماں جی کی اس بات کے بعد وہ سارے خاموشی سے کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد وہ سب باہر صحن میں آ کر بیٹھ گئے۔

''چلو قلعے چلنے کی تیاری کرو۔'' شاہ میر باہر آیا اور لڑکیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

''آپ چینج کر لیں۔'' وہ مشوی سے مخاطب ہوا۔

''لیکن کیوں؟ کیا میرے کپڑے ٹھیک نہیں؟'' وہ حیران ہوئی۔ ''میں نے بالکل ابھی ابھی چینج کیا ہے۔'' وہ وضاحت دینے لگی۔

''ٹھیک ہیں مگر آپ نے پرفیوم لگایا ہوا ہے اور کوشش کریں کہ جو دوسرا لباس پہنیں اس پر پرفیوم نہ لگائیں۔'' وہ یہ بول کر باہر نکل گیا تھا۔

''پرفیوم نہ لگائیں؟'' وہ حیرانی سے کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی۔

''شاہ میر ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تم چینج کر لو۔'' اسماء نے اسے پریشان دیکھ کر کہا۔ وہ سر ہلا کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ چینج کر کے وہ دوبارہ نیچے اتری تو وہ سب جانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔

وہ باہر نکلنے لگی تو پیچھے سے ماں جی نے اسے آواز دے کر روکا تھا۔

''رکو بیٹا!'' انہوں نے قریب آ کر اس پر کچھ پھونکا۔ ''یہ تسبیح ہاتھ میں پہن لو۔''

اس نے خاموشی سے تسبیح ہاتھ میں پہن لی۔

CamScanner

"ایسا کیا ہے وہاں...... یہ سب ایسے کیوں برتاؤ کر رہے ہیں؟" وہ سوچتے ہوئے گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔ سارے کزنز چل رہے تھے اس لیے تین گاڑیاں تیار کی گئی تھیں۔ وہ ثمر اور احد کے ساتھ شاہ میر کی گاڑی میں سوار تھی۔ اسماء کا نکلنا منع تھا لہٰذا وہ حویلی میں ہی رک گئی تھی۔

ان کی گاڑیاں چولستان کا صحرا عبور کرتے ہوئے اس قلعے کی طرف جا رہی تھیں۔ جیسے جیسے وہ قریب آ رہا تھا مشوی کو عجیب سا محسوس ہونے لگا تھا جانے یہ اس قلعے کی ہیبت تھی یا ان سب کا وہ پر اسرار رویہ جو وہ اس کے یہاں آنے سے پہلے ظاہر کر رہے تھے۔

گاڑیاں قلعے کے قریب پہنچ کر رک گئی تھیں اور باقی کا سفر انہیں پیدل طے کرنا تھا اس کے گاڑی سے باہر قدم رکھتے ہی تیز ہوا کا جھونکا اس کے بالوں کو چھوتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کے بال ہوا میں لہرائے اور پھر اچانک وہی مانوس سی خوشبو اس کے چاروں طرف پھیل گئی۔

O......✤......O

"یہ خوشبو کیسی ہے؟" وہ بولی۔

"یہاں تو دور دور تک کوئی باغات نظر نہیں آ رہے۔"

"مجھے تو کوئی خوشبو نہیں آ رہی۔" ثمر بولی۔

"چلو کھڑی کیوں ہو؟" احمران تک چلتا ہوا آیا تھا اور وہ سب قلعے کی طرف روانہ ہو گئے۔ اندر پہنچ کر وہ سب ٹولیوں میں بٹ گئے تھے ویسے بھی وہ یہاں کئی دفعہ آ چکے تھے۔ یہ جگہ تو صرف مشوی کے لئے نئی تھی لہٰذا وہ شاہ میر کے پیچھے پیچھے چلنے لگی وہ اسے قلعے کے متعلق بتاتا جا رہا تھا۔ اب کیوں اس جگہ سے اسے وحشت سی محسوس ہو رہی تھی۔ قلعے کی دیوار کی ہر اینٹ سے اسے کوئی چہرہ نمودار ہوتا لگتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہاں سے زندہ رہ کر بھی کوئی رہ رہا ہو۔ چلتے چلتے وہ دونوں کافی دور نکل آئے تھے یہاں کافی رش تھا اور لوگ گھومنے آئے ہوئے تھے۔

"آج یہاں کوئی خاص دن ہے؟ اتنا ہجوم کیوں؟" وہ بولی۔

"جیپ ریلی ہو رہی ہے۔ جو لوگ وہ دیکھنے آتے ہیں وہاں سے واپسی پر یہاں سے بھی ضرور ہوتے ہوئے جاتے ہیں۔ اور ویسے بھی یہاں پر یہ گھومنے پھرنے کے حوالے سے کافی مشہور جگہ ہے قریبی شہروں اور دیہاتوں سے لوگ یہاں گھومنے آ جاتے ہیں۔" وہ بولا۔

"حیرت کی بات ہے۔ اسے عوام کے لیے اس طریقے سے کھولنا نہیں چاہیے تھا یہ تو تاریخی ورثہ ہے۔" وہ چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے بولی۔ ادھر اُدھر بچے بڑے گھومتے پھر رہے تھے۔ شاہ میر خاموش رہا۔

وہ چلتے چلتے تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئی تھی وہ اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کا دھیان شاہ میر کی طرف نہیں تھا لہٰذا ایک بار پھر اس کی نظر بھٹک گئی تھی۔

باتیں کرنے سے وہ اسے کافی سلجھی ہوئی لگی تھی لہجے کا ٹھہراؤ بتاتا تھا کہ وہ ادب و آداب سے واقف ہے۔

وہ اس کی نظروں کو اپنے اوپر محسوس کر کے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ شاہ میر نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل دیا تھا۔

"میں جب سے آئی ہوں آپ مجھے اس طریقے سے کیوں دیکھتے ہیں؟" مشوی تھی کہاں بدل سکتی تھی۔

CamScanner

''جی.....'' وہ حیران ہوا۔ وہ اس سے اتنا برملا یہ کیسے پوچھ سکتی تھی؟

''جی..... جب سے میں یہاں آئی ہوں میں نے آپ کو اسی طرح سے گھورتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا میرے سر پر کوئی سینگ ہیں یا میں آپ سب سے الگ لگتی ہوں؟'' وہ بولی۔

وہ ہنسنے لگا۔ ''سب سے الگ تو آپ لگتی ہیں۔ آدھے لوگ آپ کو یہاں انگریز تصور کر رہے ہیں اور مجھے پوری امید ہے کہ یہاں گھومتے ہوئے بچے آپ سے ہاتھ ملانے بھی آئیں گے۔''

''یہ تو ہوا میرا مسئلہ۔ لیکن آپ کو کیا مسئلہ ہوا ہے وہ جاننے میں، میں زیادہ انٹرسٹڈ ہوں۔'' وہ بولی۔

وہ مزید حیران ہوا۔

''اصل میں، میں حیران ہوا تھا آپ کو دیکھ کر۔ کیونکہ ہم سارے کزنز ایک جیسے ہیں تقریباً اور مجھے امید نہیں تھی کہ پھوپھو کا کوئی بچہ اتنا ڈفرنٹ ہوگا۔'' اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا بولے۔

''حیرانی کی بھی الگ نہیں۔ میرا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا سب آپ لوگوں کی طرح ہی تو ہے۔ ہاں مگر میں ڈر گئی تھی کہ شاید آپ میرے نوالے گنتے ہیں۔'' وہ آنکھیں گھماتے ہوئے بولی اور پھر ہنستی ہی چلی گئی۔

''واٹ.....'' وہ تھوڑی دیر حیرانی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

''اب کیا ہوا؟'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''یقین نہیں آ رہا۔ آپ تو مجھے کافی سنجیدہ لگی تھیں۔'' وہ بولا۔

''میرا اور سنجیدگی کا دور دور تک کوئی رشتہ نہیں ہے ہاں پہلی دفعہ میں آپ لوگوں سے ملنے کی وجہ سے ذرا نروس تھی۔ لیکن اب اور نہیں رہ سکتی۔'' وہ بولی۔

''خیر..... یہ کون سی جگہ ہے جہاں ابھی بیٹھے ہیں؟'' اس نے خود ہی بات بدلی۔

''پھانسی گھاٹ ہے۔ جس چبوترے پر آپ بیٹھی ہیں یہاں ملزموں کو پھانسی دی جاتی تھی۔'' وہ نارمل لہجے میں بولا۔

''اُف اللہ.....'' وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ''آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا۔''

''اب یہاں کوئی مجرم تو ہے نہیں اور باقی سارے لوگ بھی یہیں گھوم رہے ہیں اس لیے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' وہ اس کے ڈرنے سے محظوظ ہوا۔

''چلیں چلتے ہیں۔ باقی سب کہاں رہ گئے؟'' وہ گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

''آپ کو ڈر لگتا ہے؟'' وہ ہنسنے لگا۔

''ہاں ظاہر ہے۔'' وہ شمر کو دور کھڑا دیکھ کر اس کی طرف چلنے لگی وہ بھی خاموشی سے اس کے پیچھے ہو لیا۔

''ایک بات پوچھوں؟'' وہ اس کے قریب پہنچا تو وہ بولنے لگی۔

''ہاں بالکل!'' وہ اب آہستہ آہستہ تکلف کی دیوار کو توڑ رہی تھی تو شاہ میر بھی اس کو بلاوجہ بیچ میں حائل نہیں رہنے دینا چاہتا تھا۔

''ہم یہاں آ رہے تھے تو سارے گھر والے عجیب طریقے سے کیوں برتاؤ کر رہے تھے؟ آپ نے مجھے کہا کہ میں ڈریس چینج کر لوں اور بڑی ممانی جان نے مجھے یہ دے دی۔'' اس نے ہاتھ میں پہنی ہوئی تسبیح اسے دکھائی۔

عشق زاد

"ایسے ہی ویران جگہ ہے۔ عرصہ دراز سے خالی پڑا رہا ہے۔ حفاظت کے لیے تو بزرگ اور گھر کے بڑے بزرگ چھوڑ دیتے ہی ہیں۔" وہ بولا۔

"ہاں مگر خوشبو کا اس چیز سے کیا تعلق؟" وہ شاید آسانی سے پیچھا چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھی۔

"اور ہاں کل جب میں صبح فجر کے وقت اٹھی تا تو میں نے ایک سیٹی کی آواز سنی تھی۔ وہ اسی قلعے کی طرف سے آ رہی تھی اور جب میں نے باقی سب سے اس بارے میں پوچھا تو وہ سب ہنس رہے تھے کیونکہ اکرم شاید ڈر گیا تو۔" وہ اسے بتانے لگی۔

"ہمارے گھر کے بڑے بزرگ کہتے ہیں کہ یہاں جنات کا ایک قبیلہ آباد ہے۔ جیسے ہم یہاں برسوں سے رہ رہے ہیں ویسے ہی ان کا خاندان یہاں برسوں سے رہ رہا ہے۔ مگر آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے انہوں نے آج تک کسی کو پریشان نہیں کیا۔" شاہ میر نے سوچا کہ اسے سچائی سے بے خبر رکھنا ٹھیک نہیں ہوگا۔

"کیا......" اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔

"جی اور یہ بات بالکل سچ ہے۔ ہم سب کو بچپن سے ہی یہ بات بتا دی گئی ہے۔ آپ کیونکہ یہاں پر نئی ہیں اس لیے آپ کو شاید آہستہ آہستہ اس حقیقت سے آگاہ کیا جاتا۔" وہ چلتے ہوئے باقی سب کے قریب پہنچنے والے تھے۔

"کیا آپ لوگوں نے کبھی دیکھا؟" اس کے اندر کا تجسس مزید بڑھ گیا تھا۔

"نہیں...... ہم نے تو کبھی نہیں دیکھا مگر سنا ہے کہ دادا جان نے شاید دیکھا ہے اور ملاقات بھی کی ہے۔" وہ بولا۔

"بغیر دیکھے آپ لوگوں نے کیسے یقین کر لیا اور نانا جان کہاں ملے تھے؟" وہ سوال پر سوال کر رہی تھی۔ وہ مسکرایا۔

"وہ سامنے ایک مسجد نظر آ رہی ہے آپ کو؟" اس نے قلعے کے اندر سے ہی دور ڈھلان کی طرف نظر آتی سفید مسجد کی طرف اشارہ کیا۔

"وہاں کے امام ہیں شاہ صاحب اور وہ اور ان کے آباؤ اجداد بھی ہماری طرح برسوں سے یہیں رہ رہے ہیں۔ وہی ان دونوں خاندانوں کے بیچ میں ایک سربراہ کی طرح ہیں۔ انسانوں اور جنات کے بچے ان سے قرآن پڑھتے ہیں اور وہ بھی ان سے ملاقات کرنے کے لیے آتے ہیں۔ یہاں سے ہمیں انہیں کوئی پیغام دینا ہو یا وہاں سے ان کی طرف سے کوئی پیغام آتا ہو ہمیں شاہ صاحب کے ذریعے ہی پتہ چلتا ہے۔ دادا جان کی ملاقات بھی ان ہی کے توسط سے ہوئی ہوگی۔" وہ اسے تفصیل سے بتاتے ہوئے بولا۔

"کیا میں ان سے مل سکتی ہوں؟" وہ خوشی سے بولی۔

"نہیں...... پہلی بات یہ کہ خواتین کا مسجد میں جانا منع ہے اور دوسرا ان کے حجرے میں بھی انہوں نے خواتین کے آنے پر پابندی لگا رکھی ہے۔ وہاں صرف مرد حضرات ہی جا سکتے ہیں۔ قلعے سے باہر نکلتے ہی میں آپ کو ان کا گھر دکھاؤں گا یہاں سے کافی قریب ہے۔ انہوں نے حد بندی کی ہوئی ہے۔ سو نہ ہم اپنی حد سے آگے نکلتے ہیں اور نہ وہ۔" وہ بولا۔

CamScanner

''کیوں.....خواتین کے آنے پر کیوں پابندی لگائی ہے؟'' اس کے چہرے پر مایوسی چھلکتی ہوئی نظر آئی۔

''اب یہ تو میں نہیں جانتا۔ میرے خیال سے ہمیں اب چلنا چاہیے کیونکہ یہاں شام اتر رہی ہے اور مغرب کے بعد انہوں نے یہاں ہر طرح کی ایکٹیوٹیز پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔'' اس کے قدم تیزی سے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اس نے باقی سب کو آوازیں لگانا شروع کر دیں اور سارے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔

مثنوی نے مڑ کر ایک بار پھر قلعے کی طرف دیکھا۔ گو کہ وہاں واقعی بہت رش تھا مگر ایسا لگتا تھا جیسے اس رش میں شامل بہت سے چہرے ایسے ہیں جو انسانوں سے الگ لگتے ہیں۔ اسے جھرجھری آ گئی اور وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی ان کے پیچھے پیچھے باہر نکل گئی تھی۔ گاڑیاں تیار کھڑی تھیں وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو گئے مگر وہ کھڑکی کے ساتھ لگ کر بیٹھی رہی اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی ابھی اسے کوہ قاف کی کوئی کہانی سنائی گئی ہو جسے وہ چاہ کر بھی ماننے کے لئے تیار نہ تھی مگر اس کی فینٹسی میں کھو گئی تھی۔ جنات کا خاندان کیسا ہوگا؟ کون کون ہوگا؟ اس کا ذہن نہ چاہ کر بھی اس طرح کی سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ شاہ میر نے بیک ویو مرر میں اس پر نظر ڈالی اور اسے قلعے کی طرف ٹرانس کی کیفیت میں نظریں گاڑے بیٹھا دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ اسے اتنی جلدی اس کی بتائی ہوئی باتیں ہضم نہیں ہوں گی مگر جس طرح سے ان سب کو بچپن سے ہی یہ بتا دیا گیا تھا تو اسے لگتا تھا کہ یہ سب اسے پہلے سے ہی اپنی کزن کو بتا دینا چاہیے تا کہ وہ ان کی طرح ہر چیز میں احتیاط سے کام لے۔

قلعے پر شام اتر رہی تھی۔

پر مثنوی کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہاں ایک نیا دن شروع ہونے والا تھا۔

O.....❖.....O

حویلی پہنچتے ہی گھر کی لڑکیاں ڈھولک لے کر بیٹھ گئیں تھیں اور مہمانوں کا آنا جانا شروع ہو چکا تھا۔

وہ اوپر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ مغرب کا وقت ہو چکا تھا اور گھر کے مرد نماز کے لیے جا چکے تھے۔

وہ نماز پڑھ کر اپنے کمرے کے ٹیرس پر آ گئی۔ وہاں سے وہ قلعہ صاف نظر آ رہا تھا۔ اندھیرے میں کسی مضبوط اور عالیشان عمارت کا منظر پیش کرتا۔ نہ جانے کیوں وہ اس کی طرف بے خیالی میں دیکھے گئی۔ شاید شاہ میر سے دوپہر میں ہوئی باتوں کا اثر تھا۔

''کیا اس جگہ کے بارے میں وہ سب سچ کہتے ہیں؟'' اس نے دل میں سوچا۔ ''اگر ایسی ہی بات تھی تو وہ ان لوگوں کو پریشان کیوں نہیں کرتے؟''

''اس وقت ٹیرس پر کیا کر رہی ہو؟'' اسے پیچھے مما کی آواز آئی۔

وہ چونک کر مڑی تھی۔

''اور کیا کروں مما؟ آپ تو یہاں آتے ہی مصروف ہو گئی ہیں۔ ہر وقت خالہ جان اور ممانیوں کے ساتھ مصروف نظر آتی ہیں۔'' وہ شکوہ کرنے لگی۔

''بیٹا اتنے عرصے کے بعد اپنے بہن بھائیوں سے ملی ہوں۔ ایسا لگتا ہے کتنے عرصے کی باتیں جمع تھیں تو اب بس اپنا دل ہلکا کرتی رہتی ہوں اور تم اسوقت یہاں کیا کر رہی ہو؟ نیچے ساری لڑکیاں ہلہ گلہ کر رہی ہیں جا کر ان کے ساتھ بیٹھو، ان سے دوستی کرو، گھلو ملو۔'' وہ اس کے قریب آ گئیں۔

CamScanner

"جی میں بس نماز پڑھ رہی تھی اب جاتی ہوں۔" وہ بولی۔

"مما ایک بات بتائیں۔ مجھے آج شاہ میر نے بتایا کہ قلعے میں۔" ابھی وہ اتنا ہی بول پائی تھی کہ رجین نے اس کی بات کاٹ دی۔

"جو کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے اور میرے خیال سے اس بات کو بار بار دہرانا نہیں چاہیے۔" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سختی سے بولیں۔

"آپ کو یہ سب پتا ہے؟ آپ نے ہمیں کبھی بتایا ہی نہیں؟" وہ حیران ہوئی۔

"مشوی..... میں کہہ رہی ہوں ناں اس بارے میں بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں بچپن سے ہی ہر چیز بتا دی جاتی ہے اور تم کوئی بچی نہیں کہ نہ ہی کسی سے اس کے بارے میں مزید کریدنے کی ضرورت ہے۔ تمہارے نانا جان کو پتا چلا تو وہ سخت ناراض ہوں گے۔ یہ کوئی عام بات نہیں ہے۔" وہ اس کو تنبیہہ کرتے ہوئے بولیں۔

"کیا آپ کی ان سے ملاقات ہوئی ہے؟" وہ کہاں کسی بات کو خاطر میں لاتی تھی۔

"مشوی میں تمہیں منع کر رہی ہوں ناں؟ اور اللہ نہ کرے جو میری کبھی کوئی ملاقات ہو۔ تمہارے نانا جان کی ہو چکی ہے اور میں تمہیں بتا رہی ہوں کہ یہ بات حرف بہ حرف سچ ہے لہٰذا تمہیں کسی سے بھی مزید لوہ لینے کی ضرورت نہیں ہے اور بلا ضرورت ٹیرس پہ کھڑی نہیں ہوا کرو۔ زیادہ تیز خوشبو کا استعمال بھی نہیں کرنا میں نے سوچا تھا یہاں آنے سے پہلے تمہیں یہ ساری باتیں بتا دوں گی مگر مجھے موقع نہیں مل سکا۔ اچھا ہے کہ شاہ میر نے تمہیں خود ہی بتا دیا۔" وہ بولیں۔

"مغرب کے بعد کمرے میں اکیلے نہیں ٹھہرا کرو اور نہ ہی ٹیرس پر جانے کی ضرورت ہے۔ میرے ساتھ نیچے چلو۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولیں۔

"اچھا ناں..... کیا ہو گیا آپ کو؟ کچھ نہیں پوچھوں گی کسی سے۔ چلیں آپ میں آ رہی ہوں برش کر کے۔" وہ عجلت میں ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔

انہوں نے اس کی طرف بے یقینی سے دیکھا۔ جانتی تھیں کہ وہ اتنی آسانی سے بات ماننے والی نہیں تھی۔

"میں جا رہی ہوں۔ پانچ منٹ کے اندر اندر تم نیچے آ ؤ گی سن لو تم۔" وہ اس کو گھورتے ہوئے بولیں اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

اس نے آگے بڑھ کر ڈریسنگ ٹیبل سے برش اٹھا لیا اور اپنے بالوں کو کنگھی کرنے لگی۔

"میں نے سنا ہے کہ جن لمبے بالوں پر عاشق ہو جایا کرتے ہیں۔" اس کے دل میں یہ خیال آیا اور یہ خیال آتے ہی اسے عجیب سے خوف نے گھیر لیا۔

"مما..... مما....." وہ وہاں سے تیزی سے انہیں آوازیں دیتی نیچے بھاگ گئی تھی۔

نیچے پہنچی تو وہاں سب ڈھولک لے کر بیٹھے تھے وہ بھی ان کی خوشی میں شامل ہو گئی۔ اس کی جھجک آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی اور اس کی وجہ یہاں کے لوگوں کی اپنائیت تھی۔

پانچ سے چھ دن میں شادی کی تقریبات شروع ہونے والی تھیں اور حویلی میں ابھی سے ہی رونق میلہ لگا ہوا تھا۔

CamScanner

ڈھولک بجا بجا کر وہ تھک گئی تو ایک طرف صوفے پر جا بیٹھی تھی۔ خاندان کے سبھی افراد ہال میں جمع تھے اور مہمان بھی آ کر بیٹھ رہے تھے۔ شاہ میر اس کے ساتھ والے صوفے پر آ بیٹھا۔

"کیا ہوا تھک گئی ہیں؟" وہ اس کو دیکھ کر مسکرایا۔

"ہاں ہاتھ تھک گئے۔" اس نے اپنے ہاتھوں کو دباتے ہوئے کہا۔

شاہ میر نے اس کے ہاتھوں کو دیکھا وہ سفید ہاتھ مسلسل ڈھول بجانے سے سرخ ہو رہے تھے۔

"ویسے حویلی کی سجاوٹ کس نے کروائی ہے؟" وہ گیندے کے پھولوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں نے کروائی ہے۔ کیوں آپ کو پسند نہیں آئی؟" وہ اس کی کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"بہت پسند آئی ہے۔ لیکن اگر یہاں گلاب اور چنبیلی کے پھول ہوتے تو مزید چار چاند لگ جاتے اور ان کی مہک سے پوری حویلی معطر ہو جاتی۔" وہ اپنی طرف سے مشورہ دیتے ہوئے بولی۔

"خوشبو والے پھولوں کا استعمال منع ہے۔" وہ بولا۔

وہ حیرت سے اس کی طرف پلٹی تھی۔ "کیا اس کی وجہ وہی ہے جو آپ نے مجھے قلعے میں بتائی تھی؟"

اس نے بغیر کچھ کہے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"اتنی بھی خوشبو نہیں ہوتی۔ قلعہ تو یہاں سے کافی دور ہے۔" اسے لگا ایک ہی شخص ہے جو اس کے سوالوں کا جواب دے سکتا ہے باقی سب تو اس بات کے ذکر سے ہی کترانے لگتے تھے۔

"ان کے لئے کچھ دور نہیں وہ ہمارے لئے دور ہے۔ اور ویسے بھی یہ حدود و پابندیاں شاہ صاحب نے مقرر کی ہیں۔ کچھ باتیں ہمیں ان کی ماننی پڑتی ہیں اور کچھ باتیں وہ ہماری مانتے ہیں۔ مگر میں آپ سے یہی کہوں گا کہ آپ اس بارے میں مزید کوئی بات نہیں کیجئے گا کیونکہ اگر دادا جان کو پتا چلا تو میری شامت آ جائے گی۔" وہ بولا۔

"آپ سے بھی نہیں پوچھوں، مما سے بھی نہیں پوچھوں اور کسی سے بھی نہیں پوچھوں۔ تو بھی اگر یہ اتنا بڑا سیکرٹ تھا تو مجھے بتانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔" اس کا موڈ بری طرح آف ہوا تھا۔

"بتانے کی ضرورت اس لیے تھی کہ کہیں آپ کوئی بچپنا نہ کر بیٹھیں۔" وہ اس کے اس طرح منہ بنانے پر ہنسنے لگا تھا۔

"اب اتنی بھی بے وقوف نہیں ہوں۔" وہ آنکھیں گھماتے ہوئے بولی۔

"یعنی کہ تھوڑی بہت ہیں۔" وہ مسکرایا۔

ماں جی نے دور سے ان دونوں کو باتیں کرتے دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے بیٹے اور اس کی نظر اتاری تھی۔ بہت عرصے سے وہ شاہ میر کو شادی کے لئے منا رہی تھیں۔ مگر اب انہیں ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ایک دو دن میں خود ہی ان سے بات کرے گا انہوں نے خود سے مہ جبین سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ دونوں بچے ایک دوسرے کو دیکھ اور سمجھ لیں اور اگر شاہ میر کی پسند کے ساتھ مثنوی کی پسند اس میں شامل ہو تو وہ بات کریں۔ انہیں معلوم تھا کہ انکار نہیں ہوگا۔

تمام لڑکے اٹھ کر مہندی کے ڈانس کی پریکٹس کرنے لگ گئے تھے تو شاہ میر بھی ان کے ساتھ ہی اٹھ گیا۔ وہ حیرت سے ان سب کو دیکھ رہی تھی۔ "ان لوگوں نے اتنے سالوں میں کتنا انجوائے کیا ہے اور میں اس سب سے محروم

CamScanner

رہ گئی ہوں۔ اب پتا نہیں ایک دو ہفتے سے زیادہ مما یہاں رکیں گی بھی یا نہیں۔" وہ سوچ کر دل ہی دل میں اداس ہو گئی تھی۔

"مثنوی تم بھی آؤ ہمارے ساتھ۔" ثمر نے لڑکیوں کی ڈانس پریکٹس کے لیے اسے بلایا۔

"میں....." اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ "نہیں..... نہیں..... مجھے نہیں آتا اور نہ ہی میں کروں گی۔" وہ بوکھلائی۔

"وہ کیسے نہیں کرو گی؟ سب کریں گے۔" اقراء نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا تھا اور اسے سکھانے لگی وہ اوٹ پٹانگ طریقے سے ہاتھ چلا رہی تھی اور وہ سب بے تحاشہ ہنس رہے تھے مگر اسے مزہ آنے لگا تھا اور اس نے سوچ لیا تھا کہ مہندی کے دن تک وہ یہ ضرور سیکھ لے گی۔

O.....❖.....O

وہ مغرب کی اذان پر باہر نکلا تھا۔ قلعہ خالی ہو چکا تھا۔ شاہ صاحب کی مقرر کی ہوئی حدود کے مطابق حویلی والے یہاں مغرب کے بعد کسی کو نہیں آنے دیتے تھے۔

اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی اس کے قبیلے کے لوگ جگہ جگہ ٹولیوں کی صورت میں بٹے ہوئے تھے وہ اذان کی طرف آ گیا۔

"ہم شاہ صاحب کی طرف جا رہے ہیں۔ عشاء کے بعد ان کا بیان سنیں گے۔ چلو ساتھ۔" وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولے۔

وہ بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا تھا مسجد پہنچتے ہی ان کا قافلہ ایک طرف کھڑا ہو جاتا تھا۔ نمازی، نماز کے لیے مسجد میں داخل ہو رہے تھے شاہ صاحب نے انہیں دیکھ کر سر سے اشارہ کیا اور وہ شاہ صاحب کے پیچھے جا کر کھڑے ہونے لگے۔ "آگے کی صفیں چھوڑ کر بیٹھیں۔" شاہ صاحب نے اعلان کیا۔ نمازی جلدی جلدی پیچھے ہٹنے لگے تھے وہ لوگ ان صفوں میں جا کر کھڑے ہو گئے اور شاہ صاحب کے پیچھے نماز ادا کرنے لگے۔

نماز کے بعد انہوں نے بیان کا اعلان کیا۔ حویلی میں شروع ہوئی شادی کی وجہ سے زیادہ لوگ نہیں رکے تھے لہٰذا مسجد جلدی ہی خالی ہو گئی تھی۔

وہ سب بیٹھ کر بیان سننے لگے اور بیان ختم ہوتے ہی ان کا قافلہ روانہ ہو گیا تھا مگر سلازار وہیں رک گیا تھا۔

مسجد کے خالی ہوتے ہی انہوں نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔

"کیا ہوا واپس کیوں نہیں گئے؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

"مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ آپ کو غیلان کی طرف سے کوئی خبر موصول ہوئی؟" وہ بولا۔

"نہیں وہ یہاں سے کافی فاصلے پر ہیں۔ میں نے عصر کے وقت ہی علاقے کا جائزہ لیا ہے۔ تمہاری طرف سے اس بات کا اظہار مجھے پریشانی میں مبتلا کر رہا ہے سلازار۔" وہ جانتے تھے کہ وہ ہر اچھی بری چیز کو پہلے سے محسوس کر سکتا تھا۔

"نہیں مجھے خطرے کا احساس نہیں ہو رہا شاہ صاحب! بس میں اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر ہوں۔" وہ بولا۔

وہ چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتے رہے پھر انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

CamScanner

تھوڑی دیر بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں وہ جوں کا توں وہیں بیٹھا تھا۔

"مجھے کوئی خطرہ آس پاس نظر نہیں آ رہا۔ اگر تم کچھ دن کے لئے آرام کرنا چاہتے ہو تو تم کر سکتے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم علاقے کی حفاظت کے لیے دن کے وقت میں دور دور تک سفر کر رہے ہو۔" وہ شفقت سے اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

"نہیں مجھے تھکن نہیں ہوئی نہ ہی میں اس کام سے اکتایا ہوں۔ آج شام کے وقت لگا تو مجھے ایسا لگا جیسے قلعے میں دن میں کچھ ہوا ہو۔ ہوا میں کچھ بدلاؤ لگا ہے۔" وہ شاید انہیں اپنی کیفیت سمجھانے سے قاصر تھا۔

"میں معلوم کرلوں گا اگر ایسی کوئی بات ہوئی ہے۔" وہ اسے یقین دلاتے ہوئے بولے۔

"میں چلتا ہوں۔" وہ بولا مگر نہ جانے کیوں وہ انہیں بے چین لگ رہا تھا۔

انہوں نے سر ہلا دیا اور وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

O......❖......O

رات کا پچھلا پہر تھا اس کی آنکھ کھلی اسے شدید پیاس محسوس ہو رہی تھی وہ بیڈ سے اتر کر ٹیبل پہ پڑے جگ سے گلاس میں پانی ڈالنے لگی اور تب اسے اچانک ایسا لگا جیسے باہر بہت سارے لوگ ہوں یا کوئی تقریب ہو رہی ہو اسے حیرت ہوئی رات کو تو وہ سب ڈھولک بجا کر کافی دیر سے سوئے تھے اور سب ایک ساتھ ہی اپنے اپنے کمروں میں گئے تھے پھر اس کے بغیر یہ کون ہلا گلا کر رہا ہے؟ وہ ٹیرس پر نکل آئی۔ حویلی کا صحن سنسان پڑا تھا۔ اس کی نظریں حویلی سے ہوتے ہوئے اس قلعے پر جا ٹھہریں۔ وہاں بہت روشنی تھی۔ اسے ایسا لگا جیسے وہاں بہت سارے لوگ ہیں جیسے وہاں کوئی تقریب ہو رہی ہو۔ مگر شاہ میر نے تو بتایا تھا کہ قلعے میں بجلی کا کوئی خاص انتظام نہیں۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑی۔

"اس کا مطلب ہے لوگ اس قلعے کے بارے میں سچ کہتے ہیں۔" وہ جلدی سے اپنے کمرے کے اندر آ گئی اور اس نے ٹیرس پر کھلنے والا دروازہ بند کر لیا تھا۔

اچانک ہی ہوا میں سیٹی کی آواز گونجی تھی اور وہ بیڈ سے باقاعدہ اچھل گئی تھی۔

"کل سے مما کو کہوں گی میرے ساتھ سویا کریں۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا اور سائیڈ ٹیبل پر پڑا لیمپ جلا لیا تھا۔ اسے اندھیرے میں ڈر لگا کرتا تھا۔ وہ لیٹ تو گئی تھی مگر اس کی نظریں ٹیرس کے دروازے پر ہی تھیں۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے کھول کر کوئی ابھی اندر آ جائے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا تھا اور اسی دروازے پر نظریں گاڑے گاڑے اس کی آنکھ دوبارہ لگ گئی تھی اور پھر فجر کے وقت ہی کھلی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ رات والی بات کا ذکر وہ کسی سے نہیں کرے گی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ رات کو اکیلے ٹیرس پر جانے پر دوبارہ ڈانٹ پڑے گی۔ وہ اٹھ کر فجر کی نماز پڑھنے چل دی۔ نماز پڑھ کر نیچے اتری تو گھر کی خواتین ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں وہ باہر نکل آئی۔ گھر کے مرد نماز پڑھ کر لوٹ رہے تھے۔ وہ صحن میں پڑی کرسیوں پر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا آپی جی؟ آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟" اکرم کسی کام سے اندر آیا تھا اور اسے اکیلے صحن میں بیٹھا دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"کچھ نہیں سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے تو میں نے سوچا تھوڑی دھوپ ہی لگا لوں۔" وہ اسے دیکھ

CamScanner

کر مسکرائی۔

''کیوں آپی جی! آپ اپنے آپ کو اس دھوپ سے کالا کرنا چاہتی ہیں؟'' وہ بولا۔

''نہیں ہوتی میں کالی اور ویسے بھی یہ دھوپ ہمیں کہاں دیکھنے کو ملتی ہے کلکتہ میں۔'' وہ چہنے لگی۔

''اچھا سنو میرا ایک کام کرو گے؟'' وہ اس کی طرف دیکھ کر سرگوشی میں بولی۔

''جی آپی جی۔'' وہ بھی خود بخود آہستگی سے بولنے لگا تھا۔ اسے ہنسی آ گئی۔

''تمہیں شاہ صاحب کا گھر پتا ہے؟'' مشنوی بولی اور اکرم اس بات کو سنتے ہی اچھل پڑا تھا۔

''آپی جی آپ کو اللہ کا واسطہ ہے مجھ سے اس بابے کا گھر نا پوچھنا۔'' وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

''کیوں..... تم بھی ایسے کرو گے اب۔ ایک تو میں یہاں نئی ہوں اوپر سے کوئی یہاں میری خواہشات پوری نہیں کر رہا۔ ایک مہمان جو یہاں اتنے کم دنوں کے لیے آیا ہوا ہے اس کے ساتھ اب تم سب اس طرح کا برتاؤ کر رہے ہو۔'' وہ دکھی ہونے کی اداکاری کرنے لگی۔

''نہیں آپی جی..... ایسی بات مت کریں۔ دیکھیں تو آپ کا سب یہاں کتنا خیال رکھتے ہیں اور آپ کا بھائی ہے نا۔ مجھے بتائیں کیا ہوا ہے؟'' وہ بولا۔

''میں ان لوگوں سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے شاہ صاحب کے گھر تک لے جائیں مگر کوئی مجھے وہاں لے جانے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا۔'' وہ مصنوعی اداسی سے بولی

''توبہ کریں آپی جی توبہ۔ کیسی باتیں کر رہی ہیں ان کے گھر عورتوں کا داخلہ منع ہے اور وہاں جن بھوت آتے رہتے ہیں۔ آپ وہاں جا کر کیا کریں گی؟'' وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولا۔

''ان کے گھر کے اندر داخلہ منع ہے مگر ان کے گھر کے باہر ایک جھیل ہے۔ میں اسی جھیل پہ جانا چاہتی ہوں اور دن کے وقت تو وہاں نانا جان بھی جانے سے منع نہیں کرتے۔ جانتے ہو نا اس بات کو؟'' وہ بولی۔

''جی جانتا ہوں آپی جی مگر چھوڑیں ناں آپ وہ بھی کوئی جھیل ہے؟ آپ کے علاقے میں اتنی بڑی بڑی جھیلیں ہوتی ہیں آپ کو اس سوکھی جھیل کو دیکھنے سے کیا ملے گا؟'' وہ کسی صورت راضی نہیں تھا۔

''یعنی کہ تم بھی اس مہمان کو مایوس کرو گے؟'' اس کے چہرے پر دوبارہ اداسی پھیلنے لگی تھی۔

''میں..... مگر میں نے کیا کیا آپی جی؟'' وہ بولا۔

''میں سوچ رہی تھی کہ ناشتے کے بعد تم مجھے وہاں لے جاؤ گے۔ میں ممانی سے کہوں گی کہ مجھے بازار جانا ہے اور تم تھوڑی دیر کے لیے گاڑی اس طرف موڑ دینا۔'' وہ بولی۔

''نا آپی جی..... کیوں میری جان کی دشمن ہوئی ہیں؟ ماں جی کو پتہ چلا تو دادا جان کی گن سے مجھے شوٹ کر دیں گی۔'' وہ بوکھلایا۔

''کچھ نہیں ہوتا۔ تم اتنا ڈرتے کیوں ہو؟ میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔ میں کون سا تمہیں ان کے حجرے میں لے کر جا رہی ہوں؟ میں تو بس وہ جھیل باہر سے دیکھ کر واپس آ جاؤں گی۔ پانچ منٹ سے زیادہ کا ٹائم نہیں لگے گا۔'' وہ اسے مناتے ہوئے بولی۔

CS CamScanner

''ماں جی آپ کو گھر سے اکیلے کبھی نہیں نکلنے دیں گی وہ ہمیشہ گھر کے کسی نہ کسی لڑکے کو ساتھ کرتی ہیں۔'' وہ بولا۔اس کی باتیں سن کر وہ پریشان ہو گیا تھا۔

''یہ میرا مسئلہ ہے نا۔میں کہہ رہی ہوں تم بس مجھے یہ بتاؤ کہ تم مجھے وہاں لے کر جا سکتے ہو یا نہیں؟'' نہ جانے وہ کیوں اتنی ضد کر رہی تھی۔

''آپ پہلے ماں جی سے اجازت لیں۔میری بات تو بعد میں آتی ہے۔'' وہ یہ بول کر باہر نکل گیا تھا۔مثنوی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ جانتی تھی کہ اسے اجازت کس طرح سے لینی ہے۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ حجرے میں جا کر ضرور دیکھے گی کہ دوپہر کے وقت سیپارہ پڑھنے آنے والے وہ جنات کس طرح کے لگتے ہیں۔اب بس وہ اجازت لینے کے لئے ان کی طرف جا رہی تھی۔

O.....❖.....O

''بڑی ممانی جان میں بازار جانا چاہتی ہوں۔'' وہ کچن میں آ کر ان کے پیچھے کھڑی ان سے پوچھ رہی تھی۔ وہ ملازماؤں سے ناشتہ بنوانے میں مصروف تھیں۔

''خیریت بیٹا کوئی ضروری کام پڑ گیا ہے کیا؟'' وہ اس کی طرف مڑیں۔

''جی بس کچھ ضروری چیزیں ہیں جو میں ساتھ نہیں لائی تھی اور اب مجھے ان کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔'' وہ بولی۔

''اچھا میں ثمریا افراء کو کہتی ہوں تمہارے ساتھ چلی جائیں اور کسی لڑکے کو تم لوگوں کے ساتھ کر دیتی ہوں۔''

''نہیں ممانی جان! کیوں تکلیف دیتی ہیں سب کو؟ میں اکرم کے ساتھ بازار چلی جاؤں گی۔ میں نے بازار دیکھا ہوا ہے۔'' وہ جلدی سے بولی۔

''نہیں بیٹا اس میں تکلیف کی کیا بات ہے اور اکیلے تو بالکل بھی نہیں جانے دیا جائے گا تمہیں۔تم جا کر افراء کو بولو کہ وہ تمہارے ساتھ جائے اور میں بول دیتی ہوں کسی لڑکے کو۔'' وہ عجلت میں کہتیں واپس ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔

وہ خاموشی سے باہر نکل آئی مگر اس نے افراء کو کچھ نہیں کہا تھا۔چاہے کچھ بھی ہو جائے آج اسے اکیلے ہی جانا تھا۔

بڑی ممانی جان ناشتے کی جلدی میں شاید یہ بات بھول گئیں تھیں۔وہ ناشتہ لگنے کے وقت باہر نکلی اور اکرم کو مخاطب کر کے بولی۔''میں نے ممانی جان سے اجازت لے لی ہے۔تم چاہو تو جا کر ان سے پوچھ سکتے ہو۔'' وہ جانتی تھی کہ اکرم ان سے پوچھنے نہیں جائے گا۔

''انہوں نے آپ کو اکیلے جانے کی اجازت کیسے دے دی؟'' وہ حیران ہوا۔

''اب تم سوال کرتے رہو گے یا مجھے لے کر بھی جاؤ گے؟'' وہ ناراض ہو رہی تھی۔

وہ کچھ دیر اسی کشمکش میں کھڑا رہا اور پھر جا کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔وہ جلدی سے دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گئی تھی۔وہ مسلسل دعا کر رہی تھی کہ گاڑی نکلنے سے پہلے پہلے حویلی کا کوئی فرد انہیں جاتا نہ دیکھے۔اس نے جان بوجھ کر اکرم کو پہلے بازار کی طرف چلنے کا کہا تھا اکرم نے بھی سکون کا سانس لیا۔بازار پہنچ کر وہ مال کے پاس اتر گئی اور ایک

CamScanner

دو دکانوں میں بلاوجہ گھومتے رہنے کے بعد اس نے کچھ خریداری کر لی تاکہ اکرم کو یہ نہ لگے کے وہ صرف جھیل کے بہانے سے نکلی ہے۔ دو شاپر لے کر واپس گاڑی میں بیٹھی تو اکرم بولا۔ "حویلی چلیں؟ اب تو کافی دیر ہوگئی ہے آپی۔" وہ کافی گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔

"جب میں کہہ چکی ہوں کہ کچھ نہیں ہوگا تو تم اتنا ڈرتے کیوں ہو؟ میں بس پانچ منٹ کے لیے جھیل دیکھ چاہتی ہوں اور یہ دن کا وقت ہے۔ رات یا شام نہیں ہے۔" وہ جھنجلائی۔

"اچھا آپی جی لے چلتا ہوں۔" وہ رونی صورت بنا کر بولا۔

اکرم نے گاڑی اسٹارٹ کر کے شاہ صاحب کے حجرے والے راستے پر ڈال دی تھی۔ ان کے حجرے سے چند قدم کے فاصلے پر ہی وہ جھیل تھی۔ اور وہاں بھی لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ اس نے دل سے دعا کی کے وہاں اس وقت رش ہو اور وہ مثنوی کو وہاں سے جلد از جلد گھما کر گھر واپس لے جائے۔

O.....❖.....O

وہ صحن میں بچوں کو قرآن پڑھا رہے تھے جب ان کے آس پاس وہی مخصوص خوشبو پھیل گئی۔ انہوں نے خاموشی سے بچوں کو سبق پڑھانا جاری رکھا۔ آدھے گھنٹے کے بعد بچے اپنا سبق لے کر جا چکے تھے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے میں آ گئے۔ یہ کمرہ ان کی عبادت کے لئے وقف تھا۔

"کیا ہوا سالار زار تم کل سے کچھ بے چین لگتے ہو؟" انہوں نے کمرے میں آ کر کہا اور وہ ان کے سامنے ظاہر ہو گیا تھا۔

"میں وجہ جاننے سے قاصر ہوں اس لیئے بار بار آپ کے پاس آ رہا ہوں۔ میں ابھی بھی سرحدوں کا جائزہ لے کر آیا ہوں۔ خیلان کے آنے میں وقت ہے مگر یہ نہ جانے کون سا طوفان ہے جو میری طرف بڑھ رہا ہے۔" وہ بولا انہیں اس کی آنکھوں کے جلتے شعلے مدہم نظر آئے۔

"تم بیٹھو میرے ساتھ! میں تمھیں تلاوت سناتا ہوں۔" وہ بولے۔

اور وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔

انہوں نے تلاوت شروع کر دی تھی۔

O.....❖.....O

اکرم نے گاڑی جھیل کے سامنے روک دی...... وہاں اکا دکا لوگ گھومتے نظر آ رہے تھے۔

"تم بیٹھو! مجھے پتا ہے تمہیں ڈر لگتا ہے۔ میں جھیل تک ہو کر آتی ہوں۔" وہ بولی۔

"نہیں آپی جی آپ میری ذمہ داری ہیں۔ مجھے اتنا ڈر نہیں لگتا۔ دن کا وقت ہے میں چلتا ہوں آپ کے ساتھ۔" وہ بولا۔

"ارے بھئی یہ تو رہی جھیل بالکل سامنے بیٹھے رہو چپ کر کے۔" وہ اسے بول کر گاڑی سے نیچے اتر آئی اور وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔

کیا کر سکتا تھا ایک تو یہ مہمان تھیں اور پھر حویلی کی بیٹی بھی تھیں۔ اس نے خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ کر ہی دور سے اس پر نظر رکھ لی کہ اگر مثنوی نے کسی شرارت کی کوشش کی تو وہ دوڑ کر اسے بلا لائے گا۔

CamScanner

وہ تیزی سے جھیل کی طرف چل رہی تھی مگر اس کی نظریں اسی حجرے پر لگی ہوئی تھیں۔ چند قدم کے فاصلے پر ہی ان کا حجرہ تھا زیادہ سے زیادہ دو سے تین منٹ لگتے وہاں تک جانے میں۔ کیا تھا اگر وہ جھانک ہی لیتی۔ جھیل پر زیادہ رش نہیں تھا مگر لوگ موجود تھے۔ اس کا ڈر ختم ہو گیا تھا۔ ویسے بھی اسے یہ پتہ چلا تھا کہ دوپہر کے وقت شاہ صاحب بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں تو جب بچے یہاں اکیلے آ سکتے ہیں تو اس کے جانے میں کیا مسئلہ تھا۔ اس نے ذرا سا مڑ کر اکرم کو دیکھا وہ گاڑی میں بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اس سے تھوڑا دور نکل آئی تھی جانتی تھی اگر اکرم نے اسے آ کر روکنے کی کوشش کی تو وہ اس سے پہلے ہی حجرے میں داخل ہو جائے گی۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اکرم کو رکنے کا اشارہ کیا اور تیزی سے چلتی ہوئی حجرے کی طرف بڑھنے لگی۔

اکرم کو لگا کہ اب اس کی روح پرواز کر جائے گی۔ حویلی کی عورت تو کیا کسی بھی عورت کو شاہ صاحب کی حجرے میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ بجلی کی تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر اترا تھا۔ مگر وہ سرعت سے پردہ ہٹا کر حجرے کے اندر داخل ہو چکی تھی۔ اکرم کو لگا کہ اب اس کی زندگی کوئی نہیں بچا سکے گا اسے اپنی گردن دادا جان کی بندوق کی نوک پر نظر آئی اور وہ تیزی سے بھاگتا ہوا حجرے کی طرف بڑھنے لگا۔

مشوی داخلی دروازے کا پردہ اٹھا کر اندر داخل ہوئی تو صحن خالی پڑا تھا۔ "لگتا ہے بچے جا چکے ہیں۔" اس نے دل میں سوچا۔

حجرے کے ساتھ ساتھ دو چھوٹے کمرے تھے جن میں سے ایک کمرے سے قرآن کی تلاوت کی آواز آ رہی تھی۔

"شاید ابھی کوئی موجود ہے۔ ایسا نہ ہو اکرم آ جائے۔" وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی اس کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کا ارادہ صرف اندر جھانکنے کا ہی تھا اور پھر وہ خاموشی سے پلٹ جاتی۔

سلازار آنکھیں بند کیے تلاوت سننے میں مصروف تھا اور پھر اچانک اسے اپنے آگ جیسے دہکتے وجود میں ٹھنڈک اترتی محسوس ہوئی۔ اس نے اپنی آنکھیں کھول دی تھیں۔ گہری سانس لے کر اس نے اس خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔ کسی نے تیز خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ شاہ صاحب نے تلاوت کرتے کرتے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولی تھیں۔ ان کے چہرے پر حیرانی اور غصے کی کیفیت تھی۔

"جہاں ہو وہیں بیٹھے رہو۔" انہوں نے شاید پہلی دفعہ سلازار کو تنبیہ کی تھی۔

اور پھر انہیں پردے کے پیچھے سے کسی کا سایہ نظر آیا۔ "کون کھڑا ہے باہر؟ جو بھی ہے وہیں رک جائے۔ اندر آنے کی غلطی مت کرنا۔" وہ رعب دار آواز میں بولے۔

اسی لمحے اکرم بھاگتا ہوا دروازے سے اندر داخل ہوا تھا اور صحن میں شاہ صاحب کو نا پا کر اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔ مشوی اسے ایک کمرے کے باہر پردے سے لگی نظر آئی وہ بھاگتا ہوا اس تک آیا تھا۔

"کیا کر رہی ہیں آپ جی! چلیں یہاں سے خدا کا واسطہ۔ کیوں میری نوکری کے پیچھے پڑی ہیں۔" وہ رونے والا ہو رہا تھا مگر تب بھی اس نے سرگوشی میں ہی بات کی تھی کہ کہیں شاہ صاحب نہ سن لیں۔

مشوی ویسے ہی اندر سے ڈانٹ کھا کر چپ کھڑی تھی۔ وہ ناگواری چہرے پر لیے مڑی اور ہاتھ کے اشارے سے اسے آگے چلنے کا کہہ کر خود بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی تھی۔ اکرم نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا تھا کہ شاہ

صاحب نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔
وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔
"سلازار بیٹھو!" وہ بولے۔
اور شاید زندگی میں پہلی دفعہ سلازار نے ان کا حکم ٹالا تھا۔ وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔
انہوں نے پریشانی سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ "یہ ٹھیک نہیں ہوا۔ یہ بالکل بھی ٹھیک نہیں ہوا۔" ان کے چہرے پر فکر کی لکیریں تھیں۔
اس چھوٹے سے گھر سے باہر قدم رکھتے ہی اکرم نے اسے بے تحاشہ سنانی شروع کر دی تھیں۔ اس کا لہجہ گستاخانہ نہیں تھا مگر وہ ناراضگی سے اسے یہ باور کرا رہا تھا کہ آئندہ وہ اس کے ساتھ کہیں نہیں جائے گا۔
وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ عین اسی لمحے سلازار اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے ہوا میں لہراتے بالوں سے اٹھتی وہ خوشبو، سلازار نے ایک دفعہ پھر گہری سانس لے کر اسے اپنے اندر اتارا تھا۔ اس کے ان گلابی ہونٹوں سے پھوٹتی وہ ہنسی۔
وقت کی سوئیاں رک گئیں۔ وہ صدیوں سے ایک نہ ختم ہونے والی پیاس میں مبتلا تھا اور آج اس کا یہ جلتا ہوا وجود جیسے سیراب ہو گیا تھا۔ وہ چلتی ہوئی اس کے آر پار ہو گئی تھی اسے ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ حیرانی سے پیچھے پلٹی۔ وہ اس کی پلکوں کے قریب کھڑا تھا۔
مشوی نے پلکیں جھپکائیں تھیں۔ اس کی پلکوں نے سلازار کے دائیں گال کو چھوا۔ سلازار کو لگا جیسے کسی نے اس کے اندر برف کی سلاخیں اتار دی ہوں۔
"کیا ہوا آپ آ کیوں نہیں رہیں؟ کھڑی کیوں ہو گئیں ہیں؟ جلدی چلیں۔" اکرم نے اسے ایک جگہ کھڑے دیکھ کر آواز دی۔
وہ واپس پلٹی۔ سلازار نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے بالوں کو چھوا۔ وہ آگے بڑھ گئی تھی۔
مگر وہ آگے نہیں بڑھ سکا تھا۔
مشوی کو ایسا لگا جیسے اس کی گردن پر سورج کی تپش کچھ زیادہ ہی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے جلدی سے اپنی چادر سر پر اوڑھی اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ وہ جن کے بچوں کو دیکھنے سے محروم رہ گئی تھی اور یہ آخری موقع بھی وہ گنوا چکی تھی۔ اکرم اب اس کے ساتھ اکیلے کہیں نہیں جانے والا تھا اور اسے پورا یقین تھا کہ یہاں سے جاتے ہی اس کی شکایت لگنے والی تھی...... وہ تو خیر وہ جیسے تیسے بھی سنبھال لیتی۔ مگر اب وہ پتا نہیں کبھی دوبارہ یہاں آ پائے گی کہ نہیں۔
اکرم نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی شکر پڑھا تھا کہ وہ جلدی ہی ادھر سے فارغ ہو گئے تھے اب وہ گاڑی حویلی کے راستے پر رواں دواں تھی۔

O......❖......O

سلازار کچھ دیر تک گاڑی کو دور جاتا دیکھتا رہا اور پھر وہ ہوا میں تحلیل ہو کر گاڑی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ گاڑی شاہ صاحب کی مقرر کردہ حد سے آگے نکل گئی تھی۔ وہ اس حد پر آ کر رک گیا۔ پر وہ خوشبو کسی بیل کی طرح اس کے

وجود کو جکڑ رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر اس اذیت سے اپنے آپ کو چھڑانے کی سعی کرتا رہا۔ مگر اس کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ اسے ایسا لگا جیسے اس کا وجود جگہ جگہ سے چیخ رہا ہو۔ اور پھر نا چاہ کر بھی اس نے وہ کر دیا جو اعد قبیلہ کبھی کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ شاہ صاحب کی مقرر کردہ حد کو پار کر کے حویلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

وہ جسے صدیوں تک کوئی قید نہ کر سکا تھا آج خود اپنے وجود کو اس قید میں سونپنے جا رہا تھا۔

O.....❖.....O

حویلی کے سامنے گاڑی روک کر اکرم پیچھے مڑا۔

"دیکھیں آپی جی! بازار لے جانے والی بات پر تو ویسے ہی میری شامت آنی ہے مگر شاہ صاحب کے حجرے والی بات نہ آپ کسی کو بتائیں گی اور نہ میں بتاؤں گا۔" وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

"دادا جان، ماں جی یا کسی کو بھی یہ پتا لگا کہ آپ شاہ صاحب کے حجرے کے اندر چلی گئی تھیں تو سمجھ لینا کے اس حویلی میں وہ دن میرا آخری دن ہوگا۔" وہ بولا۔

"آپ بھی کہتے ہو اور پھر اس طرح کی باتیں بھی کرتے ہو؟ تم فکر ہی نہ کرو۔ میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔ اور ویسے بھی وہاں کچھ نہیں تھا تم لوگ بلا وجہ ہی ڈرتے ہو اور ہاں تمہیں بازار لے جانے والی بات پر بھی ڈانٹ نہیں پڑے گی میں کہہ دوں گی کہ میں نے ضد کی تھی۔" وہ یہ کہہ کر گاڑی سے نیچے اتری اور حویلی کے اندر چلی گئی۔

"کہاں چلی گئی تھی تم؟ سب ڈھونڈ رہے تھے۔" ممانی جو ہال میں باقی سب کے ساتھ پریشان بیٹھی تھیں۔ اسے دیکھ کر صوفے سے کھڑی ہو گئی تھیں۔

"ممانی میں بڑی ممانی جان کو بتا کر تو گئی تھی کہ میں بازار جا رہی ہوں۔" وہ نارمل لہجے میں بولی۔

"بیٹا لیکن میں نے آپ کو کہا تھا کہ اکیلے نہیں جانا چاہیے آپ کسی کو ساتھ لے کر جاتیں آپ۔" وہ بولیں۔

"جی مگر بازار میرا دیکھا ہوا تھا اور اس وقت یہ سب مصروف تھے۔ مجھے پریشان کرنا اچھا نہیں لگا لہٰذا میں سیدھا اکرم کے پاس چلی گئی تھی۔ اور وہ بھی مجھے بازار لے جانے کے لیے راضی نہیں تھا مگر میری ہی ضد تھی جس کی وجہ سے وہ لے گیا۔" اس نے ساری بات اپنے اوپر لے لی تھی اور ویسے بھی اس سارے معاملے میں اکرم کا کوئی قصور نہیں تھا۔

ممانی اسے گھور کر رہ گئیں۔ ان کے اتنے سمجھانے کے باوجود بھی اس نے یہ بچگانہ حرکت کی تھی۔

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹا اور اکیلے جانے میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن بازار یہاں سے کافی دور ہے۔ اچھا ہے کہ آپ کسی کو ساتھ لے لیا کریں۔" ممانی جان نے اسے پیار سے سمجھایا۔

"سوری ممانی جان آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب کبھی اکیلے نہیں نکلوں گی۔" وہ کان پکڑتے ہوئے بولی اور ویسے بھی اس کا اکیلے اب کہیں جانے کا ارادہ نہیں تھا جو اسے دیکھنا تھا وہ دیکھ کر آ چکی تھی۔

اس کے کان پکڑنے پر ان سب کی ہنسی نکل گئی تھی۔

وہ ممانی کو دیکھ کر مسکرائی اور خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گئی۔ کمرے میں آ کر اس نے خریداری والے شاپر ایک طرف رکھے اور بیڈ پر ڈھے گئی۔ اسے بے انتہا تھکن محسوس ہو رہی تھی حالانکہ وہ اتنی جلدی تھکنے والوں میں سے نہیں تھی۔

اس نے حجرے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ دیکھنے میں تو وہ عام سی جگہ لگتی تھی مگر وہاں سے باہر نکلتے ہی اسے ایسا لگا تھا جیسے وہ کسی سے ٹکرائی تھی اور یہ چیز اس نے بہت واضح طور پر محسوس کی تھی مگر پیچھے پلٹنے پر وہاں کسی کو نا پا کر اسے تسلی ہوئی تھی کہ شاید یہ اس کا وہم بھی ہو سکتا ہے۔ انہی سوچوں میں گھرے ہوئے اسے نیند نے آلیا تھا۔

آج اس نے بہت دنوں بعد وہی خواب دوبارہ دیکھا تھا۔ انھی برف زاروں میں بھاگتے وہ ننگے پاؤں۔ بھاگتے ہوئے وہ کہاں آ گئی تھی۔ وہی جلتے ہوئے ہاتھ جنہوں نے اس کے پیروں کو تھام لیا تھا۔

اور پھر اچانک اس نے اپنے خواب میں ان دو کانچ جیسی آنکھوں کو دیکھا۔

وہ کانچ کی طرح روشن تھیں۔

''مشوی.....'' کسی نے اس کے کان کے قریب آ کر سرگوشی کی تھی۔

اس کی آنکھ کھل گئی۔ چھت پر موجود پنکھا بند تھا۔ اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیرا وہ پسینہ پسینہ ہو رہی تھی۔ اس نے سر ادھر اُدھر گھمایا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ اس کا نام نیند میں پکارا گیا تھا یا حقیقت میں! کمرے میں کوئی تھا جو اسے پکار رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔ نہ جانے وہ کتنی دیر سوتی رہی تھی۔ اچانک ہی ٹیرس پر کھلنے والا دروازہ ہوا سے کھڑکھڑایا تھا۔ جیسے تیز ہوا کا جھونکا اس سے ٹکرایا ہو۔

''اوہ یہ میں نے کب کھلا چھوڑ دیا۔'' وہ خود سے بولتی بیڈ سے نیچے اتری اور دروازے کو کنڈی لگا دی۔

''کتنی بری بات ہے کہ میں دن چڑھے سو رہی ہوں اور شادی والا گھر ہے سب کو میری ضرورت ہو گی۔'' اس نے دل میں سوچا اور فریش ہونے چل دی تھی۔

ٹیرس کا دروازہ کھلا تھا اور کوئی اس کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

O..... ❖ .....O

شاہ میر نے اکرم کی اچھی خاصی کلاس لی تھی۔ بھلے ہی مشوی نے اس سے ضد کی تھی پھر بھی اسے اکیلے جانے کی ضرورت کیا تھی۔

''آپی جی اتنی ضد کر رہی تھیں اور مجھے یہ بول رہی تھیں کہ انہوں نے ماں جی سے اجازت لی ہوئی ہے۔'' وہ بے چارگی سے بولا۔

''جب کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے ماں جی بھی کسی کو اکیلے جانے کی اجازت نہیں دیتیں۔'' وہ غصہ نہیں تھا مگر ناراض ضرور تھا۔

''اچھا آئندہ نہیں لے کر جاؤں گا۔'' اس نے اسے منانے کی کوشش کی اور شاہ میر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

وہ آج ناشتے کی ٹیبل سے غائب تھی اور پھوپھو جان کے کہنے پر اسے پوری حویلی میں ڈھونڈ آگیا تھا۔ تب پتہ چلا تھا کہ اکرم بھی گاڑی لے کر کہیں نکلا ہوا ہے۔ وہ بے انتہا پریشان ہو گیا تھا۔ اس کی یہ پریشانی سب نے محسوس کی تھی۔ اور ماں جی نے اسے اپنے کمرے میں بلا بھیجا تھا۔

''شاہ میر! میں تم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ اسے سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''جی ماں جی۔'' وہ بولا۔

''تمہیں مشوی پسند ہے تو میں مہ جبین سے بات کروں؟'' وہ اسے جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"جی ماں جی۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ اسے اچھی طرح جان لوں۔ خالی میں ہی نہیں وہ بھی مجھے اچھی طرح سے جان لے۔ میرے خیال میں کسی رشتے کو جوڑنے کے لئے باہمی رضامندی کا ہونا بہت ضروری ہے۔" وہ بات کو گھمانے کا قائل نہیں تھا لہذا صاف صاف بول دیا۔

"ٹھیک ہے مجھے تمہاری بات اچھی لگی ہے۔ ابھی مہ جبین دو ہفتے تک یہیں ہے۔ جب تک تم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لو پھر میں بڑوں سے بات کروں گی۔" وہ مسکرائیں۔

اسے اندر ہی اندر اطمینان ہو گیا تھا کہ اس نے اپنے بڑوں کو بتا دیا تھا۔

"کسی کو پا لینا اتنا آسان ہوتا ہے؟" اس نے دل میں سوچا۔

وہ اسے پہلی نظر میں دیکھتے ہی دل ہار بیٹھا تھا اور پھر اس کی چھوٹی چھوٹی شرارتوں اور ہر بات کا برملا اظہار کر دینے سے بہت محظوظ ہوا تھا۔ بس اب اسے مشوی کے دل کی بات معلوم کرنی تھی اور پھر شاید وہ ہمیشہ کے لئے اس کے نام لکھ دی جاتی۔ یہ احساس اتنا خوبصورت تھا کہ وہ نہ چاہ کر بھی اس پر اپنا حق جتانے پر مجبور ہو رہا تھا اور اسی وجہ سے اس نے اکرم کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ شادی کے فوراً بعد ہی وہ ماں جی سے کہے گا کہ وہ بڑی پھوپھو سے مشوی کو اس کے لیے مانگ لیں۔

O.....❖.....O

سلازار حویلی سے ہوتا ہوا مشوی کے کمرے میں جا پہنچا تھا۔ وہ کمرے میں آ کر ابھی ابھی لیٹی تھی اور چھت کو تکتے ہوئے اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

وہ کہاں سے آئی تھی۔ اتنی صدیوں بعد کوئی سلازار کے لیے بھی بھیجا گیا تھا۔ اسے لگا جیسے اس کی تھکن ختم ہو گئی ہو۔

وہ خاموشی سے اس کی آنکھوں کے قریب آیا اور اس کے کان میں سرگوشی کی "مشوی"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ چلتی ہوئی ٹیرس کے دروازے تک گئی تھی اور اس کو بند کر کے واپس مڑ گئی تھی۔

اسی لمحے سلازار کو ازلان نے پکارا تھا۔ اور وہ حویلی سے نکلنے کے لئے مجبور ہو گیا تھا۔

وہ ٹیلے پر پہنچا تو ازلان اس کا انتظار کر رہے تھے۔

"کہاں تھے تم؟ ہم تم کو کتنی دیر سے پکار رہے ہیں۔" وہ بولے۔

"میں سرحدوں پر تھا۔" وہ بس اتنا ہی بول سکا۔

"کیا ہوا؟ شاہ صاحب کی طرف گئے تھے؟" ازلان کو آج سلازار ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ بلکہ وہ انہیں دو دن سے ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

"جی گیا تھا۔ میں کچھ دیر آرام کروں گا۔" وہ یہ بول کر آگے بڑھ گیا تھا۔

ازلان خاموش کھڑے اسے دیکھتے رہے۔ انہوں نے کبھی سلازار کے منہ سے تھکن جیسا لفظ نہیں سنا تھا۔ جب سے وہ آیا تھا انہیں کچھ بدلا بدلا سا لگا تھا۔ کیا انہوں نے اسے یہاں بلا کر غلطی کی تھی؟ کیا واقعی سلازار تھک چکا تھا۔

"مگر یہ تو وہ سلازار ہے جس کی وجہ سے شیاطین جنات اس طرف کا رخ نہیں کرتے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ پھر کیا

بات ہو سکتی ہے؟'' وہ سوچ میں پڑ گئے تھے۔ سلازار کے ذہن تک رسائی اتنی آسان نہیں تھی۔ جب بھی کوئی اس کے ذہن تک رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا وہ اپنے اردگرد ایک خول چڑھا لیتا تھا ایک خاص مقام تک اس کی سوچ تک رسائی ممکن نہ رہتی تھی۔ شاید یہ اس کی اتنے سالوں کی ریاضتوں کا صلہ تھا۔

پر ازلان جانتے تھے کہ کہیں کچھ گڑبڑ ضرور ہوئی ہے۔

O......❖......O

وہ فریش ہو کر باہر نکلی تو ٹیرس کا دروازہ دوبارہ کھلا ہوا تھا وہ حیرانی سے چلتی ہوئی دروازے تک آئی اور دروازہ بند کر کے واپس نیچے اتر آئی۔ حویلی میں چہل پہل شروع ہو چکی تھی دو دن بعد مہندی تھی۔

وہ نیچے اتری تو شاہ میر سیڑھیوں کے پاس ہی کھڑا تھا۔

''کہاں گئی تھی تم بغیر بتائے؟'' وہ سیدھا آپ سے تم پر آ گیا تھا۔

''میں بازار گئی تھی۔ کیا ہوا؟'' اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ ایسے کیوں بات کر رہا تھا۔

''آئندہ کہیں جانا ہو تو مجھے بتا دیا کرو میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''مگر مجھے اکیلے آنے جانے کی عادت ہے۔ میں گھر پر بھی اپنے سارے کام خود کیا کرتی ہوں۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''وہ تمہارا گھر تھا مگر یہاں حویلی میں سب ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اگر تم بتا دو گی تو کوئی مسئلہ نہیں ہو جائے گا۔'' وہ یہ بول کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر چلا گیا تھا۔

''اسے کیا ہوا؟'' وہ حیرت سے بولی اور آگے بڑھ گئی۔

باقی کا سارا دن وہ گھر والوں کے ساتھ مختلف کاموں میں مصروف رہی تھی۔ شادی کے کام کافی حد تک ختم ہو چکے تھے۔ آج اسماء کو مایوں بٹھایا جانا تھا۔ وہ مغرب کے بعد سارے کام نمٹا کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی تا کہ تیار ہو کر نیچے جا سکے۔

اس کے کمرے میں قدم رکھتے ہی اسے احساس ہوا جیسے کمرے میں تیز خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔ اسے یہ خوشبو مانوس سی لگی مگر اسے یاد نہیں آیا کہ یہ خوشبو اس نے پہلے کہاں محسوس کی تھی۔ اس نے الماری سے آج دوپہر کو ہی لیا گیا پیلے رنگ کا سوٹ نکالا اور بیڈ پر رکھ کر فریش ہونے چل دی۔ وہ نہا کر نکلی تو اس کے سوٹ کے اوپر موتیے کے پھولوں کے گجرے رکھے ہوئے تھے۔

وہ حیران ہوئی۔ ''یہ کون رکھ گیا؟''

اس نے بیڈ کے قریب آ کر گجرے اٹھائے اور انہیں سونگھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہزاروں پھولوں کی خوشبو ان گجروں میں موجود ہو۔ اس نے گجرے بیڈ پر ہی رکھے اور کپڑے اٹھا کر واش روم سے ملحقہ چینج روم میں چلی گئی۔ چینج کر کے باہر نکلی تو وہ گجرے جوں کے توں رکھے تھے۔ اس نے جلدی جلدی پیلی چوڑیاں نکال کر پہنیں اور ان گجروں کو چوڑیوں کے اوپر ہی پہن لیا۔ ''شاید لڑکیوں میں سے کوئی رکھ گیا ہوگا۔'' اس نے سوچا۔ آئینے کے قریب آ کر اس نے ہلکا گلابی میک اپ کیا۔ آج اس کا ارادہ بالوں کو کھلا چھوڑنے کا تھا وہ اپنا تفصیلی جائزہ لے ہی رہی تھی کہ اچانک اسے ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے بالوں کو کان کے پیچھے سے نکال کر اس کے چہرے پر ڈال دیا ہو۔ وہ گھبرا کر

CamScanner

پلٹی تھی مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے اپنے بالوں کو دوبارہ کان کے پیچھے کر دیا، شاید یہ اس کا وہم تھا۔ کمرے میں اچانک گرمی بہت بڑھ گئی تھی۔ اس نے آخری بار اپنے بالوں میں برش مارا اور کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

سلازار وہیں کھڑا رہا۔ وہ اس کے دیئے گجرے پہن چکی تھی۔ وہ یہ پھول اس کے ہاتھوں کے لیے چن کر لایا تھا جبکہ حویلی والوں کو خوشبو والے پھول پہننا منع تھا۔

O.....❖.....O

وہ نیچے اتری تو اس وسیع و عریض ہال نما لاؤنج میں ہی پیلے پھولوں سے ایک لکڑی کے جھولے کو سجایا گیا تھا اور پورے لاؤنج میں دریاں بچھا کر ان پر پیلی چاندنیاں اور گاؤ تکیے رکھ دیئے گئے تھے۔ گاؤ تکیوں پر چمکتے ستاروں جیسے رنگین غلاف چڑھے تھے۔ آج دوپہر کو ہی پورے گھر میں لڑیوں کی صورت میں لگے گیندے کے پھولوں کو دوبارہ تبدیل کیا گیا تھا۔ اور گھر کے اندرونی حصے کو بھی برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا۔ وہ ستائشی نظروں سے ماحول کا جائزہ لے رہی تھی جب شاہ میر اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیسا لگا۔" وہ بولا۔

"وہ چونک کر پیچھے پلٹی اور وہ لمحے بھر کو سانس لینا بھول گیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے سفید سنگ مرمر کو کسی نے سورج مکھی کے پتوں سے لپیٹ دیا ہو۔

"بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔ آپ اس کام میں ایکسپرٹ لگتے ہیں۔" وہ بولی۔

"ہم...... ہاں......" وہ اتنا ہی بول سکا۔ شاید وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا حسن مرعوب کر دینے کی حد تک متاثر کن تھا۔

"باقی سب کہاں ہیں؟" وہ بولی۔

"تیار ہو رہے ہوں گے۔ بس آنے ہی والے ہوں گے۔ میں ذرا باہر مہمانوں کو دیکھ کر آتا ہوں۔" وہ یہ بول کر تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔ وہ نہیں چاہ رہا تھا کہ آج بھی اس کے اس طرح گھورنے پر مشوی اسے غلط سمجھے۔ کیونکہ وہ چاہ کر بھی اپنے آپ کو روک نہیں پاتا۔ حویلی سے باہر قدم رکھتے ہی اسے کرنٹ لگا تھا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے اس کے ہاتھوں میں گجرے دیکھے تھے وہ واپس پلٹا۔

وہ اندر آیا تو وہ مایوں کے تھال پر جھکی اس میں چیزیں سیٹ کر رہی تھی۔

"مشوی!" اس نے اسے پکارا۔

"یہ تمہیں گجرے کس نے دیئے ہیں؟" وہ اس کے گجروں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"یہ...... پتا نہیں۔ میں چینج کر کے باہر نکلی تو بیڈ پر رکھے تھے۔ شاید لڑکیوں میں سے کوئی رکھ گیا ہوگا۔" وہ بولی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ حویلی میں خوشبو والے پھول لانا منع ہے۔ اور یہ بات یہاں ہر کوئی جانتا ہے۔ اتارو انہیں اور مجھے دو فوراً۔ اگر ماں جی یا کسی اور کی نظر پڑ گئی تو تمہاری شامت آ جائے گی۔" وہ اس کے قریب چلتا ہوا آیا۔

وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں یہ نہیں اتاروں گی۔" نہ جانے اس نے یہ لفظ اتنی سختی سے کیوں ادا کیے تھے۔

CamScanner

وہ لمحے بھر کو سن ہوا۔
"مشوی..... تم ٹھیک تو ہو؟" وہ بولا۔
"ہاں مجھے کیا ہوگا؟" وہ اچانک جیسے ہوش میں آئی تھی۔ "یہ لو۔" اس نے جلدی سے گجرے اتار کر اسے تھما دیے تھے۔ وہ چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا اور پھر فوراً ہی حویلی سے باہر نکل گیا تھا۔ کچھ تو گڑبڑ ہوئی تھی۔ وہ گیٹ سے باہر نکلا اور حویلی سے چند قدم دور جا کر اس نے سوکھی جھاڑیوں میں وہ گجرے پھینک دیے اور واپس پلٹ آیا تھا۔ اس کے جاتے ہی وہ گجرے وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔ اور تب وہاں سالازار نمودار ہوا تھا۔ پر اب اس کے قدم حویلی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

وہ ایک عام دیہاتی کے روپ میں تھا۔ وہ خاموشی سے حویلی کے اندر داخل ہو گیا تھا۔ گاؤں کے لوگ وہاں رات کے کھانے کے لیے مدعو تھے۔ ان کے لیے صحن میں ہی انتظام کیا گیا تھا۔ وہ اندر جا کر ایک طرف بیٹھ گیا تھا۔

شاہ میر اندر تو آ گیا تھا مگر اس کا دھیان انہی گجروں کی طرف تھا۔ "کون ہو سکتا ہے جو حویلی کے اندر یہ لے کر آیا؟" وہ مسلسل مشوی کو اپنی نظروں کے حصار میں لیے ہوئے تھا۔ مگر وہ بڑھ چڑھ کر مایوں کی رسومات میں حصہ لے رہی تھی۔ اسے اس طرح مصروف دیکھ کر اسے اطمینان ہوا۔ ماں جی کو بتانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے وہ واپس باہر مردانے کی طرف آ گیا۔ جہاں گاؤں کے مردوں کو کھانا پروسا جا رہا تھا۔ اس کی نظریں چاروں طرف دوڑتے ہوئے کونے میں بیٹھے ہوئے اس آدمی پر ٹھہر گئیں جس کے آگے پلیٹ تھی مگر وہ کچھ کھا نہیں رہا تھا اور اس کی نظریں شاہ میر پر لگی ہوئی تھیں۔ وہ بغیر پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ شاہ میر کو حیرت ہوئی۔ وہ چلتا ہوا اس کی طرف آیا۔

"کیا ہوا کھانا کیوں نہیں کھا رہے ہو؟" شاہ میر کو لگا کہ اس کی آنکھیں ضرورت سے زیادہ روشن تھیں۔ گاؤں، دیہاتوں میں کام کرنے والے مردوں کی آنکھیں عموماً زرد پڑ جاتی ہیں۔

"میں کھا چکا ہوں۔" اس نے اتنا ہی بولا جبکہ اس کے آگے کی پلیٹ بھری ہوئی تھی۔

"کوئی کام ہے مجھ سے؟" شاہ میر کو ایسا لگا جیسے وہ اس سے کچھ کہنا چاہتا ہو۔

"شاہ میر! ماں جی بلا رہی ہیں۔" احمد نے آ کر اسے آواز لگائی تھی۔

"اچھا آتا ہوں۔" وہ مڑ کر اسے بولا اور پھر واپس اس آدمی کی طرف پلٹا پر اسے جھٹکا لگا تھا۔ وہاں پر کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ اس نے جلدی سے دروازے کی طرف نظریں دوڑائیں کہ شاید وہ باہر جانے والے مردوں میں شامل ہو۔ مگر اسے وہ کہیں نظر نہیں آیا..... وہ حیران ہوا۔ "اگر اسے مجھ سے بات کرنی ہی تھی تو رک تو جاتا۔" وہ کندھے جھٹک کر اندر چلا آیا۔

احمد کی رسم شروع ہونے والی تھی اور سارے لڑکے اسے مل کر ہال تک لائے تھے۔ وہ سب رات دیر تک اسی تقریب میں مصروف رہے اور پھر آخرکار تھک ہار کر اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لیے چل دیے۔

شاہ میر نے سوچا کہ ماں جی کو اس بارے میں مطلع کر دے مگر رات بہت ہونے کی وجہ سے وہ رک گیا اور اس بات کو صبح کرنے کا سوچ کر آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

مشوی کمرے میں داخل ہوئی تھی اور ٹیرس کا دروازہ پھر سے کھلا ہوا تھا۔

"اوہ ہوا کتنی دفعہ بند کروں۔ مجھے لگتا ہے اس کی کنڈی ڈھیلی ہو گئی ہے۔" وہ بولی۔

CamScanner

اس نے دروازے کے قریب جا کر اس کی چٹخنی چڑھائی اور چینج کرنے کے لئے چینج روم میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سونے کے لباس میں باہر نکلی اور آکر بیڈ پر دراز ہو گئی۔ اسے کافی تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ مگر آج اس نے بہت انجوائے کیا تھا اتنے عرصے بعد اپنے قریبی رشتوں کے ساتھ اس طرح کی تقریب اٹینڈ کرنے کا اس کا یہ پہلا تجربہ تھا اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اس کے برابر آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے معصوم سے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ نے اس کے وجود کو مزید جکڑ لیا۔ وہ نہ جانے کن سوچوں میں گم، نیند کی وادی میں اتر چکی تھی مگر سلازار نے آج اس کو نہیں جگایا تھا۔ ہاں مگر آج اسے ازلان کی آواز بھی واپس نہیں لے جا سکی تھی۔ وہ فجر سے تھوڑا پہلے ہی اس کے کمرے سے نکلا تھا اور قلعے کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

O.....❖.....O

شاہ صاحب نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا۔ حویلی کے تقریباً تمام لوگ ہی وہاں موجود تھے انہوں نے ان کے چہرے پڑھنا چاہے مگر وہاں اطمینان کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ وہ یہ جانتے تھے کہ اس دن حویلی سے کوئی لڑکی ان کے حجرے کی طرف آنکلی تھی۔ مگر وہ کون تھی اس بات کا اندازہ وہ نہیں لگا سکے اور وہ کسی سے اس بارے میں بات کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ بس وہ یہ دیکھنا چاہ رہے تھے کہ کہیں سلازار اپنی حدود کو پار تو نہیں کر گیا۔ خوشبو جنات کی کمزوری ہے اور حسن بھی۔ انہوں نے اس لڑکی کا چہرہ تو نہیں دیکھا تھا مگر خوشبو سلازار پا چکا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس پر خوشبو اتنی جلدی اثر کر جایا کرتی تھی۔ اس کا گزر کئی ایسے مقامات سے ہوا کرتا تھا جہاں لوگ خوشبو لگائے پھول پہنے گھوم رہے ہوتے تھے پر مصنوعی خوشبو سے زیادہ وجود سے اٹھتی خوشبو ان کو متاثر کیا کرتی تھی۔ جنات اور انسان کے درمیان ایک لنک ہوتا ہے یہ کسی مصنوعی خوشبو سے نہیں جڑتا یہ انسان کے وجود سے اٹھتی خوشبو سے جڑا کرتا ہے اور پھر جب دو خوشبوؤں کا ملاپ ہو جائے تو کبھی کبھی جنات کو بھی اپنی حدود توڑنی پڑتی ہیں یہ ایسے ہی ہوتا ہے جیسے نشہ ٹوٹنے کی کیفیت ہو اور آپ کا جسم جگہ جگہ سے چٹخنے لگے انہیں بھی اپنے اوپر اختیار کھونا پڑتا ہے۔ اور سلازار کو تو اپنے اوپر قابو رکھنے میں کمال حاصل تھا پر جس طرح اس دن وہ وہاں سے گیا تھا شاہ صاحب سمجھ گئے تھے کہ کچھ ہونے والا ہے۔ اس دن کے بعد سے وہ ان کے حجرے میں نہیں آیا تھا اور وہ اس سے خود جا کر ملاقات کرنے کا سوچ رہے تھے۔ مگر حویلی والوں کے چہروں پر پھیلا سکون دیکھ کر انہوں نے اس سے بات کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ شاید اس دن وہ ان کے حجرے سے قلعے کی طرف چلا گیا تھا۔ نمازی مسجد سے باہر نکل رہے تھے اسی لمحے احد قبیلہ اندر داخل ہوا۔ انہوں نے انہیں اشارے سے اپنے سامنے آکر بیٹھنے کو کہا اور وہ سب ایک ایک کر کے ان کے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ مسجد خالی ہوتے ہی وہ ازلان کی طرف متوجہ ہوئے۔

''السلام علیکم کیسے ہیں آپ سب؟'' وہ مسکرائے۔

''الحمدللہ!'' ازلان بولے۔

''سلازار کہاں ہے؟'' انہوں نے باقی سب پر نظر ڈالی۔

''وہ مسلسل سرحدوں پر ہے۔ کل رات بھی سارا وقت باہر تھا اور پھر فجر پڑھ کر دوبارہ روانہ ہو گیا۔ وہ آرام نہیں کر رہا اور مجھے کچھ پریشان بھی لگتا ہے۔'' وہ بولے۔

''قرطاس تم اس کے ساتھ کیوں نہیں جاتے؟'' انہوں نے ازلان کے ساتھ بیٹھے ایک وجیہہ نوجوان کی طرف

CamScanner

عشق زاد

اشارہ کیا جو شاید اسی روپ میں ان کے سامنے آیا کرتا تھا۔

"سالازار کہتے ہیں انہیں کسی کی ضرورت نہیں۔" وہ مسکرایا۔

"میں سالازار سے کہوں گا۔ بیشک اسے ضرورت نہیں لیکن غیاثان قبیلہ تعداد میں کافی بڑا ہے۔ وہاں اس طرح اکیلے چکر لگانا اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ ہمارا سرمایہ ہے بھلے ہی وہ پوری فوج کو ساتھ لے کر نہ جائے مگر اب سے ہم تمہاری ذمہ داری لگاتے ہیں کہ تم اس کے ساتھ جاؤ گے۔" وہ قرطاس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے اور قرطاس نے سر ہلا دیا تھا۔

"وہ آئے تو آپ اسے کہیں کہ ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔" انہوں نے ازلان کی طرف دیکھا۔

ازلان نے اثبات میں سر ہلایا تھا اور پھر وہ سب مسجد سے روانہ ہو گئے تھے۔

O.....◆.....O

CamScanner

اکرم نے مسجد سے حویلی پہنچ کر گاڑی روک دی اور شاہ میر گاڑی سے نیچے اتر آیا۔ وہ ہمیشہ اسی کے ساتھ بیٹھنے کا عادی تھا باقی سب بھی گاڑیوں سے اتر کر حویلی کے اندر جا رہے تھے۔ شاہ میر نے بھی اندر کی طرف قدم بڑھائے مگر وہ ٹھٹک کر رکا تھا۔ وہ سوکھی جھاڑیاں جہاں کل وہ گجرے پھینک کر گیا تھا آج وہاں موتیے کے پودے اگے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں...... حویلی اور اس کے آس پاس کسی بھی قسم کے خوشبودار پودے لگانا سخت ممنوع تھا اور یہ راتوں رات کیسے ہوا تھا کہ وہ پودے بھی اگ آئے تھے اور ان پر پھول بھی کھلے ہوئے تھے۔ وہ جھاڑیاں ان پھولوں سے مہک رہی تھیں۔

''اکرم یہاں آؤ۔ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا مالی کو پتا نہیں کہ یہاں پھول لگانا منع ہے۔'' اس نے اکرم کو آواز دے کر بلایا۔

اکرم بھی جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر حیران کھڑا تھا۔

''پتا نہیں کون لگا گیا۔ مالی نے تو آج باہر کا کام کیا ہی نہیں۔ میں صبح سے یہیں ہوں۔ وہ اندر کے پودے دیکھ کر چلا گیا تھا۔ اور یہ تو ایسا لگ رہا ہے جیسے کئی دنوں سے یہاں اُگے ہیں۔ ان پر پھول دیکھیں۔'' وہ بولا۔

''یہ نکلوا کر پھینکو۔ اگر ماں جی کو پتہ چلا تو ہم سب کی شامت آ جائے گی۔'' وہ یہ بول کر اندر کی طرف چلا گیا تھا۔

''میں تو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ مالی کو بلا کر لاتا ہوں۔'' اکرم خوف سے وہیں کھڑا تھا۔ شاہ میر کو آس پاس نہ پا کر وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

شاہ میر حویلی کے اندر آتے ہی تیزی سے مثنوی کے کمرے کی طرف بڑھا۔ رات کو گجرے اسے ہی ملے تھے۔ اسے کسی شدید قسم کی گڑبڑ کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے کمرے کے باہر پہنچ کر دروازہ بجایا۔

''مثنوی!'' اس نے اسے آواز دی۔ تھوڑی دیر بعد اسے دروازے کے پیچھے سے قدموں کی آواز آئی اور دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ اس نے نماز کا دوپٹا لپیٹا ہوا تھا۔ وہ شاید نماز پڑھ رہی تھی۔ شاہ میر نے سکھ کا سانس لیا۔

''جی! کیا ہوا؟'' وہ اسے وہاں کھڑے دیکھ کر حیران ہوئی۔

''کچھ نہیں...... وہ...... میں ناشتے کے لیے تمہیں بلانے آیا تھا۔'' اس سے کوئی جواب نہ بن پایا۔

''ناشتے کے لئے آپ کیوں بلانے آئے؟ بلکہ ابھی تو ناشتے میں وقت ہے۔ میں خود ہی نیچے آ جاتی۔'' وہ ہنسی۔

''ہاں بس ایسے ہی۔ چلو تم نیچے آ جانا۔'' یہ کہہ کر وہ مڑا اور تیزی سے سیڑھیاں اتر گیا۔

وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے واپس پلٹی۔ کل رات اس نے پھر سے وہی خواب دیکھا تھا۔ اس بار اس نے وہ چہرہ دیکھا تھا جو اس کے برف پڑتے قدموں کے نیچے اپنے ہاتھ رکھ دیتا تھا۔

خواب میں دیکھے جانے کے باوجود بھی اسے وہ آنکھیں نہیں بھولیں تھیں۔ اور نماز پڑھنے کے بعد وہ کافی دیر جا ءنماز پر بیٹھی رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار وہ چہرہ اتر رہا تھا۔ نہ جانے ان آنکھوں میں کیسی کشش تھی۔ کانچ جیسی وہ آنکھیں جن میں جلتے شعلوں کا گمان ہوتا تھا۔

''کون ہو تم؟'' اس نے آنکھیں موند کر کہا۔

اور وہ جو صحراؤں میں بھٹک رہا تھا ایک جگہ ٹھہر گیا۔

اسے ایسا لگا تھا جیسے اسے پکارا گیا تھا۔ ''کیا وہ مجھے پکار رہی ہے؟ کیا وہ جانتی ہے کہ میں کون ہوں؟''

اس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور مشوی اسے آنکھیں بند کیے جا ءنماز بیٹھی نظر آئی تھی۔

''میں آج تم سے ملنے آؤں گا مشوی۔ میں آج تم پر ظاہر ہوں گا اور اس کے بعد تم صرف سلازار کی مشوی ہوگی۔''

O.....❖.....O

کمرے میں ہر طرف دھواں پھیلا ہوا تھا۔ ماحول میں اتنی گھٹن تھی کہ سانس لینا مشکل تھا۔ کمرے کے وسط میں پڑی تغاری میں لوبان جل رہا تھا۔

ایک بائیس سے تئیس سال کا لڑکا زنجیروں میں بندھا چیخ رہا تھا اور اس کے منہ سے نکلنے والی آوازیں انتہائی بھیانک تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے اس لاغر جسم کے اندر سے کوئی بھاری بھرکم وجود بول رہا ہو۔ وہ الفاظ کسی عجیب زبان میں بولے جا رہے تھے۔

''کون ہے تو؟ جلدی بتا۔'' سفید کرتے میں ملبوس، چہرے پر گھنی سیاہ داڑھی والا وہ آدمی اس کے قریب چلتا ہوا آیا اور اسے بالوں سے پکڑ کر بولا۔

اس لڑکے نے چلانا شروع کر دیا تھا اور اس کے منہ سے اسی عجیب زبان میں کچھ الفاظ نکلے۔

وہ آدمی بڑبڑاتا ہوا گیا اور بوتل میں رکھے پانی پر پھونک مار کر اس پانی کے چھینٹے اس نے اس لڑکے کے منہ پر مارے۔ وہ لڑکا مزید بھیانک طریقے سے چلانے لگا تھا۔

''جلدی بتا۔ ورنہ تجھے بھسم کر دوں گا۔'' وہ اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''ہاہاہا'' وہ لڑکا ہذیانی انداز میں ہنسنے لگا۔

''کیوں ہنس رہا ہے خبیث!'' اس نے دوبارہ اس کے بال جکڑ لیے۔

''تو اور مجھے بھسم کرے گا؟ تیری اوقات کیا ہے؟'' اب کی بار وہ اردو میں بولا تھا۔ مگر آواز اب بھی بھاری تھی۔

''شیطان ہو کر مجھ سے میری اوقات پوچھتا ہے تو!'' کالی داڑھی والا آدمی جلال سے بولا۔

CamScanner

وہ لڑکا برے طریقے سے چیخنے لگا تھا اس آدمی نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کر دیا لڑکا چیختے چیختے رک گیا تھا۔

"کیا جاننا چاہتا ہے؟" وہ بولا۔

"بتا کہاں سے آیا ہے۔ کون ہے تو؟ کیا نام ہے تیرا؟" اس آدمی نے جلدی جلدی سوال کیے۔

اس لڑکے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی پر آنکھوں میں بے انتہا وحشت دیکھی جا سکتی تھی۔

"ہارث..... ہارث نام ہے میرا۔ میں جو غیلان سے ہوں۔ اب تو پوچھے گا وہ کیا ہے۔ تو وہ میرا قبیلہ ہے۔"

"کون ہے تیرا سردار؟" وہ آدمی بولا۔

وہ لڑکا پھر ہذیانی انداز میں چیخنے لگا تھا۔

"شیطان..... تیرا باپ۔" اور پھر زور زور سے چیخنے لگا۔

اس آدمی نے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک اور تھپڑ لگا دیا تھا۔

اب کی بار وہ لڑکا غصے سے گھورا۔

"اپنے ہاتھ قابو میں رکھ۔ بہت دیکھے ہیں تیرے جیسے پر ہیرو کار اس نے ایک منٹ نہیں لگا تم جیسوں کو اس کے آگے گھٹنے ٹیکنے میں مجھے میرا کام کرنے دے۔ یہ تیری خوش قسمتی ہے جو میں تیرے قابو آ گیا۔ مگر یاد رکھ تو مجھے زیادہ دیر تک اس طریقے سے قابو نہیں رکھ پائے گا۔" وہ غرایا۔

"ابلیس کے چیلے۔ بتا کہاں رہتا ہے وہ۔" اس نے پانی کے چھینٹے اس کے منہ پر مارے۔

پر اب کی بار اس لڑکے پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"کیا تو نہیں جانتا؟ سمندر کے بیچوں بیچ تخت ہے اس کا اور ہم اس کے غلام..... سب جانتا ہے تو۔ ملاقات کرنا چاہتا ہے اس سے؟ وہ تو تم جیسے بڑے بڑوں سے نہیں ملا کرتا۔ پوری دنیا پر راج کرتا ہے وہ راج۔" وہ بولتے بولتے کھڑا ہو گیا تھا اور پھر اس نے وہ زنجیریں ایک جھٹکے سے توڑ دیں۔

"میں نے کہا تھا نا تو مجھے زیادہ دیر تک قابو میں نہیں رکھ پائے گا۔ ہارث کو قابو کرنا اتنا آسان نہیں۔ وہ تو تیری تہجد کی نماز تھی جو مجھے قابو کر گئی پر ابھی ابھی تیرے دل میں جو تکبر آیا تھا نا کہ وہ جو بڑے بڑے شیطان کے قریب نہ پہنچ سکے اور تو پہنچ گیا بس یہیں تیری یہ زنجیر کمزور پڑ گئی۔"

"مجھے کچھ مت کہنا۔" کالی داڑھی والا آدمی ڈر کر پیچھے ہٹنے لگا۔

"تجھے کچھ کہہ کر کوئی فائدہ نہیں ہم نے تیرا نقصان کروا دیا۔" اس نے ایک ہاتھ سے اسے ہوا میں اٹھا کر دیوار سے دے مارا تھا۔ اور وہ آدمی گر کر بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس کی ناک سے خون جاری ہو گیا تھا۔

اچانک اس لڑکے کے جسم سے ایک شعلہ برآمد ہوا اور ہارث باہر نکل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ لمبا چوڑا اور طاقتور جن تھا۔ پر اس وقت انسانی شکل میں تھا۔ اس کے وجود سے ہلکے ہلکے شعلے برآمد ہو رہے تھے۔ وہ چلتا ہوا اس آدمی کے قریب گیا اور اس پر تھوک کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

O.....✿.....O

CS CamScanner

یہ بنجر کالی چٹانیں تھیں۔ جو ہزاروں میل تک پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ تیزی سے ان چٹانوں کے اوپر سے ہوتا ہوا ایک قدرے کھلی جگہ پر آ گیا اور ان چٹانوں کے بیچ بنی ایک ان دیکھی وادی میں اتر گیا۔ یہ وادی انسانوں کی پہنچ سے دور تھی۔ ویسے بھی اتنی اونچائی تک کسی کی رسائی ممکن نہ تھی۔ وہاں ہزاروں کی تعداد میں "وہ" گھوم رہے تھے۔ ان کے جسم آگ کے بنے ہوئے تھے۔

یہ ہوفیان تھا۔ جادوگر جنات کا قبیلہ۔ شیاطین کا قبیلہ۔ وہ جنہیں پہاڑوں پر رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اور ہارث ان کا سردار......

اس کے اترتے ہی وہ سب اس کے اردگرد جمع ہونے لگے تھے۔

جیسے اس کے حکم کے منتظر ہوں۔

"کہاں رہ گئے تھے؟" ان میں سے ایک اور طاقتور جن جو اس سے مشابہہ تھا آگے بڑھ کر اس سے پوچھنے لگا۔

"قید کیا گیا تھا۔" وہ نخوت سے بولا۔

"ہارث کو کون قید کر سکتا ہے؟" وہ ہنسا۔

"شیطان سے ملنا چاہتا تھا۔" وہ بھی ہنسنے لگا۔

پورا مجمع ان کے کریہہ قہقہوں سے گونج اٹھا تھا۔

"اس کے سامنے جانے کی مجال تو ہماری نہیں؟ اب تک ہم میں سے صرف تم ہی ہو جو اس تک ہو کر آئے ہو۔" وہ بولا۔ وہ مرزہ تھا۔ ہارث کا بھائی!

"میں نے اسے کہا سمندر کے بیچ میں تخت ہے۔ جا...... جا کر مل لے۔" وہ یہ بول کر ہنسنے لگا تھا۔

"کیا یہ نہیں جانتے جو ہمیں پکڑ پکڑ کر پوچھتے ہیں۔" مرزہ نخوت سے بولا۔

"جو جان کر بھی انجان بنتا ہو وہ سب سے زیادہ نقصان میں ہے۔ یہ لوگ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ اس دنیا پر کس طرح سے راج کر رہا ہے۔" وہ ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے فخر سے بولا۔

"یہ بتاؤ کہ جو کام میں کہہ کر گیا تھا وہ ہوا؟" وہ مرزہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"بنو احد نے سلازار کو واپس بلوا لیا ہے۔ ہم ویسے ہی اس بوڑھے کی وجہ سے اس جگہ پر اتنے عرصے سے کام کرنے میں ناکام رہے ہیں اور اب جب کہ ہم آس پاس کے لوگوں کو بھڑکانے میں کامیاب ہو گئے تھے تو وہ لوگ سلازار کو واپس بلا لائے ہیں۔" مرزہ بولا۔

"سلازار......" وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"اس سے تو بہت پرانے حساب کتاب چکانے ہیں۔ میرا کام ختم ہو گیا ہے۔ اب میں چلوں گا تم لوگوں کے ساتھ۔ شاید سلازار یہ نہیں جانتا کہ ہمیں نوازنے والا بھی موجود ہے۔ میری طاقتیں اس وقت سے لے کر اب تک کئی گنا بڑھ چکی ہیں۔ پہلے ہی اس نے مجھے مار بھگایا تھا پر اب ایسا نہیں ہو گا اور اس بار ہم اس کا خاتمہ کر کے ہی لوٹیں گے۔" ہارث بولا۔

"میں اس سے مل کر آگے کا لائحہ عمل پوچھتا ہوں اور ہم اسی کے مطابق چلیں گے۔" وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا اور باقی سب نے بھی سر ہلا کر تائید کی تھی۔

CamScanner

○ ◆ ○

وہ نماز پڑھ کر ناشتے کے لیے نیچے اتر آئی۔ ناشتے کے بعد وہ سب گھر کے آنگن میں آ بیٹھے۔ اگلے دن مہندی تھی اور وہ سب اسی بارے میں بات کر رہے تھے۔

مہندی کے دن گاؤں والوں کو مدعو نہیں کیا گیا تھا اور یہ تقریب صرف اور صرف گھر والوں اور قریبی عزیزوں کے لیے مخصوص کر دی گئی تھی لہٰذا اس کا انتظام آنگن میں ہی ہونا تھا۔ شاہ میر، اسد اور اسفر کے ساتھ کل کے اگلے دن کی ارینجمنٹ پلان کر رہا تھا۔ اور لڑکیاں آپس میں مہندی کے گانوں کی لسٹ تیار کر رہی تھیں۔

اسماء کو تو مایوں بٹھا دیا گیا تھا لہٰذا اس کا باہر نکلنا منع تھا۔

احمر اور احد بھی لڑکیوں کے ساتھ ہی آ کر بیٹھ گئے تھے۔

اور لڑکیاں لسٹ بنانے کے ساتھ ساتھ احمر کو چھیڑتی بھی جا رہی تھیں تبھی اچانک اکرم باہر سے بھاگتا ہوا آیا تھا۔

"شاہ میر..... جلدی باہر آئیں۔" اس نے بوکھلاہٹ سے کہا اور واپس باہر بھاگ گیا تھا۔

وہ سارے لڑکے تیزی سے اس کے پیچھے باہر نکلے۔

جبکہ لڑکیاں وہیں حیران کھڑی تھیں۔

"کیا ہوا؟" اس نے باہر نکل کر اکرم سے پوچھا اور اکرم نے انہی جھاڑیوں کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔

وہاں وہ پودے جڑوں سے کٹے ہوئے تھے۔

"کیا مذاق ہے؟ میں تم سے کہہ کر نہیں گیا تھا کہ انہیں نکلواؤ؟" وہ غصے سے اکرم کی طرف مڑا۔

"ابھی آدھا گھنٹہ پہلے مالی نکال کے لے گیا تھا۔ یہی تو آپ کو بتانا چاہ رہا ہوں یہ دوبارہ اگ آئے ہیں۔" وہ بہت ڈرا ہوا لگ رہا تھا۔

"فضول باتیں مت کرو۔" اسد کو اکرم کی بات پر غصہ آیا تھا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ آپ مالی سے پوچھ لیں۔" وہ بولا۔

"میں خود نکال دیتا ہوں۔" شاہ میر آگے بڑھنے لگا۔

"شاہ میر ٹھہرو۔ بالکل نہیں کرنا یہ۔" احمر نے اسے وہیں روک دیا تھا۔

"چلو گھر کے بڑوں کو بتاتے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا گھر کے اندر چلا گیا اور باقی سب بھی اس کے پیچھے چل دیے تھے۔

وہ سب ماں جی کے کمرے میں جمع تھے۔

"تمہیں یہ بات مجھے رات کو ہی بتا دینی چاہیے تھی شاہ میر۔" وہ ساری بات اس کی زبانی سننے کے بعد بولیں۔

"میں آپ کے آرام کے خیال سے رات کو نہیں آیا تھا۔" وہ جانتا تھا اس سے غلطی ہوئی ہے۔

"جاؤ مشتری کو بلا لاؤ۔" انہوں نے احد کو اشارہ کیا اور وہ سر ہلا کر باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد مشتری اس کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہوئی تھی۔

"السلام علیکم!" اسے سب کو اس کمرے میں جمع دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔

CamScanner

''وعلیکم السلام! آؤ بیٹا ادھر بیٹھو۔'' انہوں نے اپنے ساتھ اس کی جگہ بناتے ہوئے کہا۔

''جی۔'' وہ خاموشی سے چلتی ہوئی آئی اور بیڈ پر ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''تم لوگ جاؤ۔ مجھے مثنوی سے کچھ بات کرنی ہے۔'' انہوں نے باقی سب کی طرف دیکھا کہ کہیں وہ ان کی موجودگی میں کوئی بات چھپا نہ جائے۔

''اور سنو۔ گھر میں باقی کسی بڑے کو اس بات کی خبر نہیں ہونی چاہیے۔'' انہوں نے لڑکوں کو ہدایت کی اور وہ سب سر ہلا کر خاموشی سے باہر نکل گئے تھے۔

''بیٹا رات کو آپ کو گجرے کون دے کر گیا تھا؟'' وہ سیدھا مدعے پر آ گئیں۔ جانتی تھیں کہ اس بات میں ہیر پھیر والے مشغول سے کام لینا مناسب نہیں۔

''میں نہیں جانتی۔ میں کپڑے چینج کر کے باہر نکلی تو وہ بیڈ پر رکھے تھے۔'' وہ چونکی۔

''آپ نے کمرے میں کسی کی موجودگی محسوس کی تھی؟'' وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''نہیں...... بالکل نہیں۔'' وہ حیران ہوئی۔ یہ سب اس سے کیوں پوچھا جا رہا تھا۔

''اس کے علاوہ رات کو نیند میں سوتے ہوئے ڈر لگنا یا کوئی ایسی چیز دیکھنا جو آپ نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی ہو؟'' وہ یہ سارے سوال اس سے نہایت سنجیدگی سے کر رہی تھیں۔

''نہیں ایسا تو کچھ نہیں دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو۔'' وہ اس خوب کے بارے میں انہیں بتانا نہیں چاہتی تھی کیونکہ یہ خواب اسے یہاں آنے سے پہلے بھی آیا کرتا تھا۔ اور نہ ہی اسے اپنے کمرے میں کبھی ڈر لگا تھا۔

''آپ چند دن تک خوشبو لگانا بند کر دیں۔ حویلی میں یہاں کی بچیوں کو خوشبو لگانا منع ہے اور میں بچوں کو بھی لگانے نہیں دیتی۔'' وہ بولیں۔

''جی ٹھیک ہے! میں نہیں لگاؤں گی۔'' اسے یاد آیا کہ مما نے بھی اسے اس بات سے منع کیا تھا پر یہ اس کی عادت تھی کہ وہ ہر جگہ پرفیوم لگا کر جاتی تھی تو نہ چاہتے ہوئے بھی تیاری کے وقت اس کا ہاتھ پرفیوم کی بوتل کی طرف بڑھ جاتا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ اگر اب بھی تمہیں کچھ ایسا لگے جو غیر معمولی ہو تو مجھے آ کر سب سے پہلے بتانا۔ تم جا سکتی ہو۔'' وہ بولیں۔

''کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ کیا ہوا ہے؟'' وہ نوٹ کر رہی تھی کہ لڑکے جب سے گھر کے اندر آئے تھے وہ ماں جی کے کمرے میں تھے اور اس کے بعد سے اس سے یہ سوالات کیے جا رہے تھے۔

''ایسا کچھ خاص نہیں ہوا۔ چلو بیٹا تم اب جاؤ۔ پریشان مت ہونا۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

''گجروں کو انہوں نے اتنا مسئلہ بنا لیا۔ ان کو کیا لگتا ہے کہ میرے لیے وہ گجرے کوئی لڑکا رکھ کر گیا ہوگا؟ بھی شادی والا گھر ہے کوئی لے آیا ہوگا۔'' اسے کوفت ہوئی۔ وہ بات کو دوسرے پیرائے میں سوچ رہی تھی۔

ماں جی اس سے بات کرتے ہی سید عابد بابا جان کے کمرے کی طرف چلی گئیں اور انہیں اس مسئلے سے آگاہ کیا۔

''یہ تو پریشانی والی بات ہے۔'' وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

CamScanner

"شاہ صاحب کو بتانا پڑے گا مگر آج انہوں نے حجرے میں آنے سے منع کیا تھا۔ شاید وہ کسی خاص عبادت میں مشغول ہوں۔ میری آج صبح ہی ان سے بات ہوئی تھی۔ کل صبح نماز کے بعد میں سب سے پہلے انہیں اس بات سے آگاہ کروں گا۔" وہ بولے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ بات جتنی جلدی شاہ صاحب کو پتہ چلے اتنا اچھا ہوگا۔ مگر حجرے میں جانے کی ممانعت کے حکم پر وہ فی الحال کل تک کا انتظار کرنے پر مجبور تھے۔

O.....❖.....O

مثنوی وہاں سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

"آپ نے کمرے میں کسی کی موجودگی محسوس کی تھی؟" اس کے ذہن میں ماں جی کا کیا گیا سوال آیا اور پھر اسے یاد آیا کہ اسے ایسا لگا تھا جیسے کسی نے اس کے بالوں کو کان کے پیچھے سے نکال کر اس کے چہرے پر کر دیا ہو۔ اسے جھرجھری آ گئی مگر یہ اس کا وہم بھی تو ہو سکتا ہے۔ اچانک کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی وہ اچھل گئی۔

"کون ہے؟" اس نے آواز دے کر پوچھا۔

"میں ہوں۔ شاہ میر۔ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟" باہر سے شاہ میر کی آواز آئی۔ اس کی جان میں جان آئی۔

"جی دروازہ کھلا ہے۔" وہ بولی۔

وہ اندر داخل ہو گیا تھا۔

"آپ کو بھی مجھ سے کچھ پوچھنا ہے؟ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے ماں جی نے پوچھا؟" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں بالکل نہیں۔ بلکہ میں تمہارا موڈ اچھا کرنے آیا ہوں۔ مجھے لگا تم اکیلی بیٹھی ہو گی یا پریشان ہو گی۔" وہ مسکرا کر بولا اور اس کے بیڈ کے سامنے پڑی کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا۔

"اکیلی تو تھی پر پریشان نہیں تھی۔" وہ آنکھیں گھما کر بولی۔

"اصل میں جیسا کہ میں نے تمہیں اس دن بتایا تھا کہ یہاں ہمارے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے اور کیونکہ تم نئی ہو اس لئے تمہیں عادت نہیں۔ مگر ہمیں ہر طرح کی احتیاط کی عادت ہے۔ ہمیں پتا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔ مگر تمہیں نہیں پتا۔ اس لئے سب یہاں تمہیں نصیحت کرتے نظر آتے ہیں۔ تم ہرگز پریشان مت ہو۔ آہستہ آہستہ جب ساری چیزیں سمجھ جاؤ گی تو کوئی کچھ نہیں بولے گا۔" وہ بولا۔

"مگر مجھے یہ بات جھوٹ لگتی ہے۔ یہاں پر ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"اور یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟" وہ اسے دیکھ کر بولا۔

"کیونکہ میں...... کیونکہ میں نے ایسی کوئی چیز محسوس نہیں کی۔" وہ اس دن والی بات بتاتے بتاتے دانستہ رک گئی۔ اسے ڈر تھا کہ اگر اس کی شکایت ہو گئی تو اچھی خاصی ڈانٹ پڑ سکتی ہے۔

"ہاں مگر باقی سب نے محسوس کیا ہے۔" وہ بولا۔

"چلو ہمارے ساتھ نیچے چلو۔ سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا تو وہ بھی اس کے ساتھ چل دی۔

سالار زار چلتا ہوا اس کے بیڈ تک آیا۔

CamScanner

وہ جانتا تھا اگر یہ بات شاہ صاحب تک پہنچی تو کیا ہوگا پر اب یہ چیز اس کے اختیار میں نہیں رہی تھی۔

''اگر ان سب کو پتہ چل گیا ہے تو مجھے اپنا آپ ظاہر کر دینے میں کوئی دقت نہیں۔ میں جانتا ہوں وہ سرف میری ہے۔ اور میں دیکھوں گا کہ یہ وہاں تک کیسے جائیں گے۔'' وہ اس کے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

O......✤......O

وہ آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے۔ ان کے آس پاس خوشبو پھیل گئی وہ مسکرائے۔

''اگر آج تم نہیں آتے تو میں خود آنے والا تھا۔'' وہ بولے۔

سلازار ان کے سامنے ظاہر ہو گیا تھا۔

''میں آنے والا تھا۔ بس کچھ معلومات اکٹھی کرنا چاہ رہا تھا۔ ہارت واپس آ گیا ہے۔ وہ بہت عرصے سے ''اس'' کے ضروری کام تمتا رہا تھا اور پھر کسی عامل کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ پر وہ عامل زیادہ دیر اس پر قابو نہیں رکھ پایا اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہارت کو بنو غیلان کی سرداری واپس مل گئی ہے ورنہ اب تک وہ مرہ کے کہنے پر چل رہے تھے۔ اس سے میری پرانی دشمنی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اسے یہاں آنے سے کیسے روکنا ہے۔'' وہ بولا۔

''ہارت!'' شاہ صاحب کے چہرے پر پریشانی پھیل گئی۔

''سلازار تب کی بات اور تھی۔ تم جانتے ہو وہ ''اس'' کے ساتھ رہا ہے اور یقیناً اس نے اس کو دگنی طاقت سے نوازا ہوگا۔ وہ خباثت میں اپنی مثال آپ ہے۔ اگر وہ یہاں آیا۔'' وہ اتنا ہی بولے تھے کہ سلازار نے ان کی بات کاٹ دی۔

''جب تک سلازار ہے یہاں کوئی نہیں آ سکے گا۔ پھر چاہے اس کے لئے مجھے فنا ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔'' وہ بولا۔

''ایسا مت بولو۔'' وہ اس پر ناراض ہوئے تھے۔ ''تم جانتے ہو مجھے یہ بات پسند نہیں۔'' ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''تم جانتے ہو تمہارے آباؤ اجداد وفد نصیبین (نبی ﷺ سے قرآن سننے والے جنات) سے ہیں۔ انہوں نے انہیں دیکھا ہے۔ تمہارے وجود میں وہی عقیدت ہے۔ مجھے تم سے ان کی خوشبو آتی ہے۔'' وہ رونے لگے تھے۔

سلازار نہیں جانتا تھا رونا کیا ہوتا ہے پر اسے ایسا لگتا تھا جیسے اندر سے اسے کچھ محسوس ہوتا ہو۔ کوئی فخر یا غرور؟ اور کیوں نہ ہوتا۔ وہ اپنی نسبت پر۔ اس شان پر غرور کرتا تھا۔ ازلان نے اسے وفد کے بہت سے واقعات بتائے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس سفر پر خود ہی نکل گیا تھا اور دو صدیوں سے عام جنات کی زندگی گزارنے کے بجائے شیاطین سے لڑتا آیا تھا۔ بنو غیلان آسمان کے قریب بھٹکتے تھے اور وہاں سے خبریں چرا کر ان کاہنوں کو دیا کرتے تھے جو لوگوں کو دنیا میں بیوقوف بنایا کرتے ہیں۔ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے جن قابو کیا ہوا ہے۔ ان خبروں میں اپنی طرف سے ملاوٹ کی گئی ہوتی جس کی وجہ سے نہ جانے کتنے لوگ دین سے بھٹک جاتے۔ ''غیب کی خبریں دینے والا۔'' اس کاہن کو مان لیتے۔ سلازار نہ جانے ایسے کتنے شیاطین جنات کا خاتمہ کر چکا تھا۔ اور پھر وہ عبادت ہو یا اللہ اور اس کے نبی ﷺ سے عقیدت۔ وہ اپنے قبیلے میں سے ان معاملات میں سب سے آگے تھا اور اسی وجہ سے وہ ان سب کا فخر تھا۔

"سالار زار ان احد۔" اس جیسا کوئی نہ تھا۔

پر اب اس کا مقابلہ شیطان کے سب سے بڑے چیلے سے ہونے والا تھا۔

شاہ صاحب نے گیلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا اور اگر ہوتا بھی تو سالار زار ان کے لیے اس سے بھی بڑھ کر ہوتا۔

"اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔" انہوں نے اسے دعا دی اور سالار زار کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

وہ جانتا تھا ہارت حملہ سب سے پہلے شاہ صاحب پر ہی کرے گا اس لیے اس نے اپنے قبیلے کے کئی جنات کو حجرے کے آس پاس رہنے کا حکم دیا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اب سے قرطاس تمہارے ساتھ رہے۔" شاہ صاحب بولے۔

"آپ جانتے ہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بولا۔

"مگر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ میری خواہش ہے۔" وہ بولے۔

"تو آج سے یہ میرا فرض ہوا۔" وہ مسکرایا۔ "میں قرطاس کو بتا دیتا ہوں۔"

"میں بات کر چکا ہوں! صبح نماز کے بعد وہ مسجد آئے تھے۔" وہ بولے۔

وہ سر ہلا کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ انہوں نے خاموشی سے تسبیح اٹھالی۔ آج انہیں علاقے کے گرد حصار کھینچنا تھا۔

ہارت کا اس علاقے بلکہ کسی بھی علاقے کی طرف رخ کرنا خطرناک تھا اور اب یہ حصار ضروری ہو گیا تھا۔

O.....✧.....O

آج کی رات وہ اس پر ظاہر ہونے والا تھا۔ وہ شام تک ان سب کے ساتھ نیچے ہی مصروف رہی۔ اس کا دن آرام کرنے کے لیے ہوتا تھا مگر وہ اس کے کمرے میں ہی موجود رہا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ سب کے سامنے ظاہر نہیں ہو سکتا تھا پر وہ اس لمحے میں کسی کی شراکت نہیں چاہتا تھا یہ لمحہ صرف اس کا اور عشنوی کا ہونا تھا۔ وہ اس پر جبری قبضہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے دل سے لگتا تھا کہ وہ اس کی ہے اور وہ خود اسے بغیر کسی ڈر کے قبول کرے گی۔ پر شام ہوتے ہی علاقے کو لال آندھی نے گھیر لیا تھا۔ رات اترنے کے قریب تھی۔

"غیلان" اس کے ذہن میں ایک ہی لفظ آیا تھا اور وہ اس کے کمرے سے نکل کر شاہ صاحب کے حجرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ کچھ بھی تھا پر وہ اپنے فرض سے پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھا۔

وہ لوگ رات دیر تک ہلا گلا کرتے رہے اور پھر بڑوں کے کہنے پر اپنے اپنے کمروں میں آگئے۔ اگلے دن مہندی تھی لہٰذا وہ اپنے کمرے میں آتے ہی دوسرے دن کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ اس نے اپنا وہ ہرا اور شوخ گلابی غرارہ نکال لیا تھا۔

"میں اسے ابھی استری کر کے لٹکا دیتی ہوں۔" اس نے سوچا اور استری نکال کر اسے استری کرنے لگی۔ ٹیرس کا دروازہ پھر سے کھڑکھڑایا تھا۔

"اوہ ہو..... یہ پھر کھل گیا ہے۔" اس نے جا کر چٹخنی چڑھائی پر واپس پلٹتے ہی اسے اندازہ ہوا کہ باہر تیز ہوا ہے وہ کھڑکی کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ باہر بہت تیز آندھی تھی۔ ماموں جان نے اسے بتایا تھا کہ یہاں آندھی آنا

معمول کی بات ہے۔ ان کی حویلی میں تو پتا نہیں چلتا ہوگا مگر جو لوگ اپنے چھوٹے چھوٹے گھروں میں رہتے ہوں گے ان کے لیے حقیقی مصیبت بنتی ہوگی۔ اس نے دل میں سوچا۔

شیشے کے پار سے اس کی نظریں اس قلعے پر جا ٹھہریں۔

وہ غیر ارادی طور پر اسے دیکھے گئی۔

اور پھر نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں میں وہ چہرہ اتر آیا جو اس نے اس رات خواب میں دیکھا تھا۔

نہ جانے یہ چہرا صرف میرے خواب کی زینت بنا ہے یا اس دنیا میں بھی کہیں موجود ہے۔

''تم جو بھی ہو اور جہاں بھی ہو اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے۔'' اس کے دل سے دعا نکلی۔

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی تھی وہ جلدی سے ٹیرس کے پاس سے ہٹ گئی کہ ایسا نہ ہو اسے کوئی وہیں کھڑے دیکھ کر پھر سے ڈانٹے۔

''کون ہے؟ آ جائیں۔'' وہ چلتی ہوئی استری اسٹینڈ کی طرف آئی اور استری کا سوئچ بند کر دیا تھا۔

مما کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ ''السلام علیکم...... آپ کو دستک دینے کی کیا ضرورت تھی آپ یوں ہی آ جاتیں۔'' وہ انہیں اس وقت دیکھ کر حیران ہوئی۔

''مجھے لگا تم سو گئی ہو...... استری کر رہی تھی؟'' انہوں نے اس کے غرارے پر نظر ڈالی۔

''جی...... میں نے سوچا کل کے لئے استری کر کے رکھ لوں تا کہ دن کے وقت گھر والوں کا باقی کاموں میں ہاتھ بٹا سکوں۔'' وہ مسکرائی۔

''اچھا کر لینا۔ ادھر آؤ میرے ساتھ بیٹھو۔ مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔'' وہ اس کے بیڈ پر بیٹھ گئیں تھیں۔

''جی بولیں۔'' وہ چلتی ہوئی ان کے برابر جا کر بیٹھ گئی۔

''تمہیں شاہ میر کیسا لگتا ہے؟'' انہوں نے اس سے پوچھا۔

''اچھا لگتا ہے۔ جیسے باقی سارے کزنز ہیں ویسے وہ بھی ہے۔'' اس نے عام سے لہجے میں جواب دیا۔

''میں اور تمہارے بابا سوچ رہے ہیں کہ اگر۔'' انہوں نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

''کیا؟'' وہ ان کی طرف دیکھ کر بولی۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے۔'' وہ سیدھا مدعے پر آ گئیں۔

''ماما پلیز! آپ اپنی طرف سے تو اس طرح کی باتیں نہ سوچیں۔ میں یہاں انجوائے کرنے آئی ہوں۔ اتنے عرصے بعد اپنے کزنز سے ملی ہوں۔'' وہ ناراض ہوئی۔

''تمہیں نظر نہیں آتا لیکن ہمیں نظر آتا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ بھابھی مجھ سے آج کل میں اس بارے میں بات کریں گی۔ پر میں پہلے یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اگر انہوں نے یہ بات کی تو تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔'' وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''پتہ نہیں۔ میں نے اس کے بارے میں کبھی اس طریقے سے نہیں سوچا۔ مما پلیز۔'' وہ کھڑی ہو گئی۔

''نہیں سوچا تو اب سوچ لو ابھی ہم یہاں ہیں کچھ دن۔ میں چاہتی ہوں کہ جانے سے پہلے ہم تمہاری کوئی رسم

CamScanner

کرتے جائیں۔ میری ہمیشہ سے خواہش رہی ہے کہ تم اس حویلی میں آؤ اور اب جب اللہ خود راستے بنا رہا ہے تو میں کیوں نہ اس بارے میں سوچوں؟" وہ چلتی ہوئی اس تک آئیں۔

"ماما آپ لوگوں کو ان کا جواب نہیں پتا۔ نہ جانے وہ میرے بارے میں ایسا سوچتا بھی ہے کہ نہیں اور آپ ہم تک پہنچ گئی ہیں۔ اتنی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔" اس نے انہیں سمجھانا چاہا۔

"میں خود سے ایسا نہیں سوچ رہی۔ اگر بھابھی جان نے بات کی تو میں تمہارا جواب پہلے سے جاننا چاہتی ہوں۔" وہ اپنی بات پر تصدیق کی مہر خود ہی لگا چکی تھیں۔

"میں نے اسے کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا لہٰذا میں کسی بھی طرح کی رائے دینا مناسب نہیں سمجھتی۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"تو پھر بتاؤ کہاں سے ملیں گے اچھے رشتے؟ تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں دوبارہ لے کر گھر چلی جاؤں؟ کتنے عرصے سے وہاں رشتے ڈھونڈ رہے ہیں۔ مجھے وہاں کوئی بھی ڈھنگ کا رشتہ نہیں ملا تمہارے لیے۔" وہ اسے آمادہ کرنے کا سوچ کر ہی آئی تھیں۔

"مما مجھے تھوڑا وقت تو دیں۔" اسے غصہ آیا تھا۔

"تم کیا کسی کو پسند کرتی ہو یا کوئی اور بات ہے جو تمہیں وقت چاہیے؟" وہ اسے کھوجتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ کیا بات ہوئی؟ اگر میں وقت مانگوں گی تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ میں کسی کو پسند کرتی ہوں۔ میں نے اسے اس نظر سے کبھی نہیں دیکھا تو اب اسے دیکھنے کی کوشش کروں گی۔ آپ چاہتی ہیں کہ میں ابھی کھڑے کھڑے ہاں کر دوں تو ایسا نہیں ہوگا۔ اور جیسے اللہ نے میرے نصیب لکھا ہوگا وہ گلگت میں بھی چل کر آئے گا۔" وہ اب واقعی ناراض ہوئی تھی۔

"اچھا ناراض تو مت ہو۔ تم کچھ وقت لے لو۔" وہ اسے مناتے ہوئے بولیں۔

اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا وہ کمرے سے چلی گئیں۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا اور سوئچ آن کر کے دوبارہ سے اپنا غرارہ استری کرنے لگی مگر اب ذہن الجھا ہوا تھا۔ اس نے جھنجھلا کر سوئچ آف کر دیا۔ ٹیرس کا دروازہ کھڑکھڑایا تھا مگر کھلا نہیں۔ باہر زوروں کا طوفان تھا اور شاید اس سے زیادہ اس کے اندر تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے شاہ میر پسند نہیں تھا یا وہ اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ پر پوری زندگی کسی ایک شخص کے نام کر دینا وہ بھی اسے اچھی طرح جانے بغیر اسے یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ نہ جانے دل کیوں ڈوب رہا تھا۔

"اگر تم کسی اور کو پسند کرتی ہو تو بتا دو۔" اس کے ذہن میں ماما کا جملہ گونجا۔

آنکھوں میں وہ خواب والا چہرہ اتر آیا تھا۔ اس نے سر جھٹک دیا۔ ایک خیالی چہرے کو وہ اپنے جذبات کیسے سونپ سکتی تھی۔ جبکہ ابھی وہ مما سے شاہ میر کو اچھی طرح جاننے کے لیے بحث کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے حیرت سے اپنی انگلیوں کی پوروں سے اپنے آنسو صاف کیے۔ "میں رو کیوں رہی ہوں۔ اور کس کے لیے رو رہی ہوں۔"

نہ جانے اس کا دل کیوں اتنا بے چین ہو رہا تھا۔ اس نے وضو کیا اور جاء نماز بچھالی۔

CamScanner

''یا اللہ آپ تو دلوں کا حال جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ مشتوں کے جذبات کسی کے تابع نہیں۔ بس جو میرے حق میں بہتر ہو وہ کر دیجئے۔'' اس نے دل سے دعا کی اور پھر اس کے اندر سکون اتر آیا تھا۔

جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اس نے جاء نماز سمیٹی اور سونے کے لئے بیڈ پر لیٹ گئی۔

○ ❖ ○

غیلان آئے ضرور تھے مگر حملہ کرنے نہیں بلکہ انہوں نے اپنے کچھ چیلے اس طرف بھیجے تھے۔ تاکہ وہ اطراف کا جائزہ لے کر پوری تیاری کے ساتھ حملہ کر سکیں۔ مگر وہ رات بھر حجرے کی چھت پر کھڑا رہا تھا۔ اعد قبیلہ پوری توانائی کے ساتھ چاروں اطراف پھیلا ہوا تھا اور ہلکی سی جھڑپ کے بعد وہ انہیں وہاں سے بھگانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ پر وہ پھر بھی صبح تک وہیں کھڑا رہا۔ تہجد کے قریب وہ ان کے حجرے میں آ گیا۔ وہ عبادت میں مصروف تھے۔ سلازار خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گیا۔

انہوں نے تہجد پڑھ کے سلام پھیرا اور اس کو بیٹھا دیکھ کر مسکرائے۔

''تم نے آرام نہیں کیا نا؟'' وہ شفقت سے بولے۔

''ان کے حملے بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس کا مطلب وہ پوری تیاری سے آئیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے یہاں آنے سے پہلے میں وہاں چلا جاؤں۔ مجھے اس کے لئے آپ کی اجازت درکار ہے۔'' وہ بولا۔

''میں ہرگز تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ وہ کوئی چھوٹا قبیلہ نہیں ہے۔'' وہ بولے۔

''آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں رہا ہے۔'' وہ شاید ناراض تھا۔

''نہیں میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ میں جانتا ہوں تم ان کے لیے اکیلے ہی کافی ہو۔ تب بھی میں تمہیں وہاں اکیلے نہیں جانے دوں گا۔ بات صرف یہ ہے کہ تم ہمیں بہت عزیز ہو اور تمہیں ہلکا سا بھی نقصان پہنچے یہ ہم سے برداشت نہیں ہو گا۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے اور پھر اچانک چونک پڑے تھے۔

''سلازار تم ٹھیک ہو؟'' انہوں نے اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھا۔

اس نے سر اثبات میں ہلا کر نظریں جھکا لی تھیں۔

''تم جانتے ہو تمہارے ذہن تک رسائی آسانی سے ممکن نہیں۔ اگر تم مجھے خود بتا دو گے تو مجھے اچھا لگے گا۔'' وہ بولے۔

اس نے دوبارہ اپنی نظریں اوپر اٹھائی تھیں مگر کچھ بولا نہیں تھا۔

نہ جانے اس کی جلالی آنکھوں میں یہ خمار کا تاثر کہاں سے آیا تھا۔

''تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟'' انہوں نے اس سے دوبارہ پوچھا۔

اس نے نفی میں سر ہلا دیا اور ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ انہوں نے ایک طرف پڑی اپنی تسبیح اٹھائی اور کھڑے ہو گئے۔ فجر کا وقت قریب تھا اور انہیں مسجد کے لیے نکلنا تھا۔ سلازار کا یہ رویہ ان کے لیے پریشان کن تھا۔ ازلان کی طرح وہ بھی اس کے ذہن تک رسائی حاصل نہیں کر پاتے تھے۔ فجر کا وقت تھا۔ وہ جانتے تھے کہ غیلان اب اس طرف کا رخ نہیں کریں گے لہٰذا وہ حجرے سے باہر نکل آئے اور مسجد کی طرف چل دیے۔

مسجد پہنچے تو مؤذن اذان دے رہا تھا۔ وہ ایک طرف بیٹھ گئے اور نمازیوں کا انتظار کرنے لگے۔ نمازی ایک

ایک کر کے مسجد میں داخل ہو رہے تھے اور بالآخر حویلی کے لوگ بھی داخل ہوئے وہ سب کے چہرے پڑھنے لگے۔
سب سے آخر میں احمد ہمدانی داخل ہوئے تھے اور ان کا چہرہ دیکھتے ہی انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کے خدشات درست ثابت ہوئے ہیں۔ ان کا دل آنے والے وقت کا سوچ کر ہی لرز اٹھا تھا۔ جماعت ختم ہوتے ہی سب ایک ایک کر کے باہر نکلنے لگے تھے۔ وہ جاء نماز پر بیٹھ کر اپنی تسبیح پھیرنے لگے اور پھر ان کی توقع کے عین مطابق احمد ہمدانی ان کے قریب آئے تھے۔

''شاہ صاحب مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔'' انہوں نے کہا۔

انہوں نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا ان کے لہجے سے ہی انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کیا بات کرنے والے ہیں۔

انہوں نے مثنوی کے بیڈروم سے گجرے ملنے سے لے کر ان جھاڑیوں میں موتیے کے پودوں کے اگنے کی ساری بات ان کے گوش گزار کر دی تھی۔

شاہ صاحب کے سامنے سلازار کی آنکھیں گھوم گئیں۔

''ہم سے کوئی بے احتیاطی نہیں ہوئی ہے۔ شادی والا گھر ہونے کے باوجود ہم نے ہر طرح کی احتیاط سے کام لیا ہے اگر ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو ہم ازالہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔'' وہ پریشانی سے بولے۔

''آپ لوگوں سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ مجھے کچھ وقت دیں۔ میں اس بات کا کوئی حل نکالتا ہوں۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ جو بھی ہے آپ لوگوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔'' وہ بولے۔

''کیسی غلطی شاہ صاحب؟'' وہ شاہ صاحب کے منہ سے ایسی بات سن کر مزید پریشان ہو گئے تھے۔

''یہ وقت نہیں ہے بتانے کا۔ مجھے اس کا حل نکال لینے دیجیے۔ وجہ کے بارے میں جاننے کے لیے بہت وقت پڑا ہے۔'' وہ یہ بول کر اپنی تسبیح پھیرنے لگے۔

احمد ہمدانی اٹھ کر مسجد سے باہر آ گئے۔ انہوں نے شاہ صاحب کے منہ سے کبھی ایسی بات نہیں سنی تھی۔

''نہ جانے ہم سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ اگر شاہ صاحب نے کہہ دیا کہ وہ ہمیں پریشان نہیں کریں گے تو کیا ہمیں پریشان ہونا چاہیے یا نہیں؟'' وہ اسی سوچ میں اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے تھے۔

''سلازار!'' جاء نماز پر بیٹھے شاہ صاحب کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے تھے۔

O......❖......O

آج رات اسے وہ خواب نہیں آیا تھا۔ اذان کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی تو اسے اندازہ ہوا کہ نیند کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

اسے عجیب سی اداسی نے گھیر لیا۔ نیند تو اس کے لیے اس چہرے سے ملاقات کا ایک ذریعہ تھی۔ وہ اس کے خواب میں نہیں آیا تھا جبکہ وہ شدت سے اسے دیکھنے کی خواہش میں سوئی تھی۔ سونے سے پہلے وہ دیر تک اس چہرے کو سوچتی رہی تھی۔ اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور نیچے اتر آئی۔ حویلی میں مہندی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ صحن دھل رہا تھا اور وہیں پر قناطیں لگنی تھیں کیونکہ یہ عام دعوت نہیں تھی لہٰذا سارے مہمانوں کو صحن میں ہی جمع ہونا تھا۔ گھر کے مرد مسجد سے نہیں لوٹے تھے۔ وہ صحن میں پڑی کرسیوں پر بیٹھ گئی۔ ماں جی قرآن پڑھ کر کچن میں جا چکی تھیں۔

CamScanner

نہ جانے کیوں اس کا دل حویلی اور اس کی چیزوں سے اچاٹ ہو رہا تھا۔ تو کیا اس کا دل گھر جانے کو چاہ رہا ہے؟ اس نے سوچا۔

''نہیں مجھے گھر کی بھی یاد نہیں آ رہی۔ پھر کیا مسئلہ ہے مثنوی؟'' وہ خود سے الجھی۔

اچانک تیز ہوا کا جھونکا اس کے بالوں سے ٹکرایا اور اس کے آس پاس وہ مانوس سی خوشبو پھیل گئی۔ وہ چونک گئی۔

اس نے آس پاس دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ گھر کے ملازم اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

پوری رات چاہ کر بھی وہ اس کے پاس نہیں آ سکا تھا۔ پر فجر کی نماز ادا کرتے ہی سیدھا اس کی طرف آیا تھا۔ اس نے رات کو اسے پکارا تھا۔ وہ سن سکتا تھا اس کی پکار۔ پر اپنے فرض کے آگے اس نے اس کی ہر وہ پکار ان سنی کر دی تھی جو وہ اسے اپنے کمرے سے دیتی رہی تھی۔

پر آج وہ اس کے آنے سے چونکی تھی۔ کیا وہ واقعی اس کو محسوس کر سکتی تھی؟ اس کی بے چین وجود میں یہ سوچ سکون بن کر اتری۔ جانے کتنے دنوں سے وہ بغیر آرام کیے فرض اور عشق کے بیچ کی اس راہ پر کھڑا تھا۔ اس کا وجود جگہ جگہ سے چیخ رہا تھا۔ ابھی تو یہ جنگ شروع ہوئی تھی۔ اس کا وجود تو جنگوں کا عادی ہو چکا تھا پر وہ جانتا تھا کہ یہ جنگ اب تک کی لڑی ہوئی ہر جنگ سے مشکل ثابت ہونے والی ہے۔ کیونکہ یہ وہ واحد جنگ تھی جو اس نے اپنے لیے لڑنی تھی۔

وہ اسے ڈرانا نہیں چاہتا تھا لہٰذا خاموشی سے اس کی کرسی کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

تبھی حویلی کا دروازہ کھلا تھا اور گھر کے مرد ایک ایک کر کے اندر داخل ہو رہے تھے اس کی نظر احمد ہمدانی پر پڑی۔

شاہ صاحب تک بات پہنچ گئی ہے۔ اس نے ان کا چہرہ پڑھا۔

''یہاں کیا کر رہی ہو؟'' شاہ میر اس کے پاس چلتا ہوا آیا۔

''بس میری طبیعت کچھ بے چین ہو رہی تھی اس لئے باہر آ کر بیٹھ گئی۔'' وہ بولی۔

''چلو ڈاکٹر کو دکھا لاتے ہیں۔'' وہ پریشان ہوا تھا۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔ ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔ کچھ دیر اکیلے بیٹھوں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔'' وہ بولی۔

وہ سر ہلا کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔

مثنوی میں نے گہرا سانس لے کر وہ خوشبو اندر اتاری۔

سالار کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ شاہ صاحب کے بعد صرف وہی تھی جو اس کی خوشبو کو محسوس کر سکتی تھی۔

اسے اذان کی پکار سنائی دی تھی۔

''میں آج آؤں گا تم سے ملنے۔'' وہ یہ بول کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ یہ اور بات تھی کہ مثنوی وہ الفاظ نہیں سن سکتی تھی پر اس کے پاس پھیلی خوشبو اچانک ہی غائب ہو گئی تھی۔ اس نے گہرے گہرے سانس لے کر اس خوشبو کو ڈھونڈنا چاہا پر اب وہ موجود نہیں تھی۔ وہ اکتا کر وہاں سے اٹھ آئی تھی۔

O.....❖.....O

احمد ہمدانی نے گھر کے باقی افراد کو شاہ صاحب کی بتائی ہوئی باتوں کے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔ لہذا پوری احتیاط سے کام لیا جا رہا تھا اور خوشبو والے پھولوں کا لانا سخت ممنوع کر دیا گیا تھا۔ گھر سے پرفیومز کی ساری بوتلیں ہٹا دی گئی تھیں اور مثنوی کے کمرے سے بھی ساری بوتلوں کو اکٹھا کر وا کر باہر پھنکوا دیا گیا تھا۔ وہ کوفت سے کھڑی دیکھتی رہی۔

ویسے بھی اس کا موڈ آج سارا دن آف رہا تھا۔ وہ سارے کام نمٹا کر اپنے کمرے میں ہی بند رہی تھی۔ شام ہوتے ہی حویلی میں مہمانوں کا آنا جانا شروع ہو چکا تھا۔ وہ فریش ہو کر باہر نکلی اور اپنا غرارہ زیب تن کر کے چوڑیاں پہننے لگی۔ گہری گلابی چوڑیاں اس کے گورے گورے ہاتھوں میں گلابوں کی قطار کی طرح چمک رہی تھی۔ اس نے آج ڈارک میک اپ کرنے کا سوچا تھا اور میک اپ ختم کرنے کے بعد جب اس نے اپنے سراپے پر ایک آخری نظر ڈالی تو آئینے کے سامنے کھڑی وہ خود کی ہی نظر اتارنے لگی۔ اس کا موڈ ایک دم ہی اچھا ہو گیا تھا۔ مما نے اسے کبھی اتنے گہرے رنگ پہننے نہیں دیئے تھے۔ اور ویسے بھی وہاں کوئی ایسی تقریب نہیں ہوتی تھی جو وہ اتنے اہتمام سے تیار ہوتی پر آج مہندی، چوڑیاں اور یہ زرق برق کپڑے۔ تیز گلابی رنگ کی لپ اسٹک! اس نے خوشی سے خود کو دیکھا۔

''کیا اکیلے اکیلے خود کو سراہا جا رہا ہے؟'' اقراء اچانک ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی اور اسے تیار دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ بلاشبہ ان کی یہ کزن سب سے الگ اور سب سے حسین تھی۔

وہ ہنسنے لگی۔

''ہاں میں نے سوچا آج اپنی تعریف خود بھی کر لیتی ہوں۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''اس روپ کے ساتھ تو تمہیں ہر کوئی سراہے گا۔'' وہ اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے بولی۔

''یہاں کون ہے بھلا مجھے سراہنے والا۔'' وہ آنکھیں گھماتے ہوئے بولی۔

''کیوں شاہ میر بھائی ہیں نا! دیکھا نہیں تمہیں کیسے دیکھتے ہیں۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''مذاق مت کرو۔ بری بات ہے! جاؤ میں آ رہی ہوں۔'' اس نے اسے کمرے سے باہر نکالا اور وہ ہنستی ہوئی سیڑھیاں اتر گئی تھی۔

اس نے ایک نظر اپنے سراپے پہ ڈالی۔ ''کاش مجھے سراہنے کے لیے وہ چہرا یہاں موجود ہوتا۔'' جانے کیوں اس کے دل میں یہ خواہش جاگی تھی۔ وہ اس خیالی پیکر کو حقیقت بنا رہی تھی۔ اسے اپنی بیوقوفانہ سوچ پر خود ہی ہنسی آ گئی۔

''دیکھا نہیں تم نے کہ کیسے دیکھتے ہیں وہ؟'' اس کے ذہن میں اقراء کا جملہ گونجا۔

''کیسے دیکھتا ہے شاہ میر؟ کل مما بھی یہی کہہ رہی تھیں۔ آج دیکھتے ہیں۔'' وہ یہ کہہ کر باہر نکل آئی تھی۔

سیڑھیاں اتر کر ہال سے ہوتی ہوئی وہ سیدھا باہر آ گئی تھی جہاں مہندی کے لیے انتظام کیا گیا تھا۔

وہ اسٹیج کی سجاوٹ کروا رہا تھا۔ بلیک کرتے کے اوپر میرون شال لیے۔ اس نے بھی وہی تھیم ڈریس پہن رکھا تھا جو لڑکوں نے سب کے لئے لیا تھا۔

چوڑیوں کی کھنک پر وہ پیچھے گھوما تھا اور سانس لینا بھول گیا تھا۔

وہ جو اسے ہی نوٹ کرتی آ رہی تھی اس کے اس طرح مبہوت کھڑے رہ جانے پر لمحے بھر کو ٹھٹکی تھی وہاں کافی لوگ موجود تھے۔ پر وہ تھا کہ جیسے کسی سکتے کی کیفیت میں آ گیا تھا۔

CamScanner

اسفر نے قریب آ کر اس کو ٹہوکا مارا۔

"شاہ میر کنٹرول۔" وہ زیرِ لب مسکرایا۔

وہ ہوش میں آ کر اسٹیج کی طرف گھوم گیا تھا اسے پھر سے مثنوی کو اس طرح گھورنے پر شرمندگی ہوئی تھی۔

وہ ویسے ہی اس کے اس طرح دیکھنے پر بوکھلائی ہوئی تھی جلدی سے جا کر ایک طرف بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا بیٹھ کیوں گئی ہو؟ چلو ڈانڈیا اٹھاؤ ہمارا گانا آنے والا ہے۔" ثمر اس کے قریب چلتی ہوئی آئی تھی۔

ممانی جان نے آ کر اس کی بلائیں لیں تھی اور گھر کے باقی لوگ بھی اس کی تعریف کر رہے تھے وہ شرمندہ سی ہوگئی۔

اس نے کیوں اتنے گہرے رنگ کی لپ اسٹک لگالی۔ اسے دل ہی دل میں افسوس ہو رہا تھا۔ کیا سوچتے ہوں گے سب میرے بارے میں؟ کہ اسے تیار ہونے کا کتنا شوق ہے۔

"چلو بھی اب۔" افراء نے اسے دوبارہ آواز لگائی۔

وہ ڈانڈیا لے کر کھڑی ہوگئی تھی۔ گانا چل پڑا تھا وہ باقی سب کے ساتھ ملکر ڈانڈیا کرنے لگی اور تب ہی وہ حویلی کی چھت پر آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

سلازار کو وہاں اور کوئی نظر نہ آیا۔ بس اس پورے صحن میں وہ اکیلی ڈانڈیا کر رہی تھی۔ وہ نہ جانے کس شدت سے اسے تک رہا تھا۔ ڈانڈیا کھیلتی مثنوی کو اپنی پشت پر بے انتہا تپش کا احساس ہوا تھا۔ حالانکہ ہوا میں ہلکی خنکی تھی۔ وہ ڈانڈیا روک کر ایک طرف کھڑی ہوگئی۔ باقی سارے گھر والے اس خوشی کو بھرپور طریقے سے منانے میں مصروف تھے۔ اسے ایسا لگا جیسے کوئی اسے دیکھ رہا ہو۔ اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ شاہ میر بھی ان سب کے ساتھ ڈانڈیا کھیلنے میں مصروف ہو چکا تھا۔ وہ اچانک پیچھے پلٹی تھی اور اس کی نگاہ حویلی کی چھت کی طرف گئی تھی۔ وہاں کوئی نہ تھا پر اسے ایسا لگا جیسے وہاں کوئی ہے۔ وہ اس اندھیری چھت کو دیر تک تکتی رہی۔

اور وہ جو اوپر کھڑا کب سے اس میں گم تھا اس کے اس طرح پلٹ کر دیکھنے پر حیران ہوا تھا۔

"تو کیا یہ مجھے محسوس کر سکتی ہے؟ کیا مثنوی کا دل بھی میری طرح ہی بے چین ہے۔ میرے اندر جو آگ لگی ہے وہ مثنوی کو بھی محسوس ہوتی ہے۔" وہ خاموشی سے چھت سے ہوتا ہوا اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اچانک مثنوی کے کمرے میں روشنی ہوئی تھی۔ اس کی نظریں چھت سے ہوتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف گئیں۔ وہ تو لائٹ بند کر کے آئی تھی اور گھر کے تمام لوگ بھی نیچے تھے پھر یہ لائٹ کس نے جلائی۔ کوئی انجانی طاقت اسے کھینچ رہی تھی۔ اس نے ایک نظر سب پر ڈالی۔ اور حویلی کے اندر قدم بڑھا دیے تھے۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اچانک اسد کی آواز نے اس کے قدم روکے تھے۔

"میں اپنے کمرے میں۔ بس ذرا واش روم سے ہو کر آ رہی ہوں۔" وہ ایسے بوکھلائی جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔

اور وہ اسے جلدی آنے کا کہہ کر دوبارہ سے مصروف ہو گیا تھا۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر آئی۔ اور اپنے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر اپنا سانس بحال کرنے لگی۔ اسے ایسا لگا جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ کوئی انہونی۔

اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے اپنے کمرے کا دروازہ کھول دیا تھا۔
وہاں وہی مانوس سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔
وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اندر آئی اور دروازہ بند کر دیا۔
اس نے گہری سانس لے کر اس خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔
اور پھر کسی نے اس کے کان کے پیچھے سے بالوں کو نکال کر اس کے چہرے پر کر دیا تھا۔
"کون ہے؟" اسے خود پر قابو نہ رہا تھا۔
تب ہی اسے ایسا لگا جیسے اس کے آس پاس تیز روشنی ہو گئی ہو۔
وہ نہ جانے کون تھیں؟ سفید لباس میں ملبوس۔ گلاب کے پھولوں سے بھری ٹوکریاں لیے اس کے آس پاس گھوم رہی تھیں۔ گلاب کی پتیاں اڑا اڑ کر اس کے قدموں میں گرتی جا رہی تھیں۔ اس نے ان کے چہروں پر نظر ڈالی۔ وہ ہنس رہی تھیں کھلکھلا رہی تھیں۔ نیچے گلاب کی پتیوں کا ڈھیر لگتا جا رہا تھا۔ وہ خوف سے آزاد ہوئی تھی یا کر دی گئی تھی۔ مثنوی نے اپنے قدم ان پتیوں پر رکھنا شروع کر دیے۔ وہ جیسے اس کے لیے کوئی راستہ بنا رہی تھیں۔ اور پھر ایک ایک کر کے وہ ہٹتی گئیں۔
اور ان کے ہٹتے ہی اسے وہ نظر آیا۔
وہ چہرہ جو اس کے خوابوں سے اس کے دل میں اتر گیا تھا۔ وہ ٹرانس کی کیفیت میں اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ آس پاس کیا ہو رہا تھا اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ نہ جانے اس کی آنکھوں میں کیسی کشش تھی۔ اور وہ بغیر پلکیں جھپکائیں اسے دیکھ رہا تھا۔
وہ اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ بہت قریب۔
وہ اس کی سانسوں کی خوشبو کو محسوس کر سکتا تھا۔ مثنوی کو اندازہ ہوا کہ جو خوشبو اتنے دنوں سے اس کا احاطہ کیے ہوئے تھی وہ اس کے وجود سے اٹھتی ہے۔
"کون ہو تم؟" عالم خود سپردگی کی کیفیت تھی۔ وہ آنکھیں تھیں یا کوئی گہری وادی۔
"میں..... سلازار ہوں۔"
"مثنوی کا سلازار....."
مثنوی کو لگا کہ اس نے آج تک اتنی خوبصورت آواز نہیں سنی ہو گی۔
"کہاں سے آئے ہو تم؟" اس نے اس کے چہرے کو چھونے کی کوشش کی۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔
"تمہارے خوابوں سے۔" وہ بولا۔ اس کا وجود مثنوی کے حواسوں پر سوار ہو رہا تھا۔
تب اچانک ہی کسی نے زور زور سے مثنوی کے کمرے کا دروازہ بجایا تھا۔ وہ جیسے ہوش میں آ کر پلٹی تھی۔
"کون ہے؟"
"میں..... شاہ میر! اویر کیوں آ گئی ہو؟" اسے شاہ میر کی آواز سنائی دی۔
وہ واپس پلٹی۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی وہاں نہ پھول تھے نہ وہ لڑکیاں۔ اس نے اس جگہ ہاتھ لہرایا جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ کھڑا تھا۔

CamScanner

''کیا ہوا جواب کیوں نہیں دے رہی؟'' باہر سے شاہ میر نے پکارا۔
''تم چلو میں آ رہی ہوں۔ میک اپ ٹھیک کر رہی ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔
''میں یہیں کھڑا ہوں۔ ماں جی نے کہا ہے کہ تمہیں اپنے ساتھ لے کر آؤں۔'' وہ بولا۔
مثنوی کو غصہ آیا تھا۔
تھوڑی دیر وہ اسی کیفیت میں کھڑی رہی اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔
''کیا میں اپنی مرضی سے اپنے کمرے میں نہیں بیٹھ سکتی؟'' وہ بولی۔
''کیا ہوا اتنی ناراض کیوں ہو رہی ہو؟ ساری حویلی خالی پڑی ہے۔ اسی لئے ماں جی نے مجھے بھیج دیا۔'' وہ بولا۔

وہ سر ہلا کر اس کے ساتھ چل پڑی مگر اس کا ذہن کمرے میں ہی تھا۔ کیا یہ اس کا وہم تھا یا حقیقت۔
سب کے درمیان ہو کر بھی وہ وہاں نہیں تھی۔ کیا اس نے کوئی خواب دیکھا تھا۔
اس نے وہیں کھڑے کھڑے اپنے کمرے کے ٹیرس پر نظر ڈالی۔
نہیں یہ اس کا وہم نہیں تھا وہ وہاں کھڑا تھا اور اسے دیکھ رہا تھا۔
''سلازار!'' اس کے لبوں سے یہ نام ادا ہوا۔
اور ایسا لگا جیسے وہ صدیوں سے یہی نام پکارتی آئی ہو۔
سلازار کو اتنے شور میں بھی لیا گیا اس کا یہ نام صاف سنائی دیا تھا۔
''مثنوی سلازار!'' وہ مسکرا کر بولا۔
اور مثنوی کو ایسا لگا جیسے اسے مکمل کر دیا گیا ہو۔

O.....❖.....O

مہندی کی رسمیں عروج پر تھیں۔ ہر کوئی احمر اور اسماء کو مہندی، تیل لگا رہا تھا ہر طرف خوشی، کھلکھلاہٹ اور گانوں کی محفل سجی تھی پر اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ اسے واپس اپنے کمرے میں جانا تھا۔ سلازار کے پاس سے اٹھتی خوشبو اس کے حواسوں پر سوار ہو چکی تھی۔ وہ بہت دیر تک ان آنکھوں کو دیکھنا چاہتی تھی۔ اس کو چھو کر محسوس کرنا چاہتی تھی۔ وہ جو اس کے خوابوں سے مجسم اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ بس اب اس کو گھنٹوں سننا چاہتی تھی۔ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ مثنوی کا سلازار کیوں ہے۔ ہر کوئی اسے ہاتھ پکڑ کر ادھر اُدھر کھینچ رہا تھا اور وہ غائب دماغی کی کیفیت میں اِدھر اُدھر ڈول رہی تھی۔

اس نے بارہا اپنے ٹیرس کی طرف پلٹ کر دیکھا تھا پر اب وہ وہاں موجود نہیں تھا۔
وہ سب سے نظر بچا کر ایک بار پھر اندر کی طرف بڑھی تھی...... وہ اس تقریب کے ختم ہونے کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ کوئی طاقت تھی جو اسے اندر کی طرف کھینچ رہی تھی۔ اس نے اوپر جانے والی سیڑھیوں پر قدم رکھا ہی تھا کہ شاہ میر کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لئے۔
''مثنوی کہاں جا رہی ہو؟''
وہ پیچھے پلٹی۔ وہ سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔

''میں بس اپنے کمرے میں میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔'' وہ ہچکچائی۔

''چلو ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں۔ ابھی اتنی رات نہیں ہوئی ہے۔'' وہ سنجیدہ تھا۔

''نہیں میں نیند پوری کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔'' وہ بولی۔

وہ چند لمحے اسے تکتا رہا اور پھر چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔

''نظر لگ گئی ہے تمہیں۔ آج بہت حسین لگ رہی ہو۔ آئندہ اتنا گہرا رنگ مت لگانا ہونٹوں پر۔ باہر سب تمہیں ہی دیکھ رہے تھے۔'' اس کی آواز جذبات سے گندھی ہوئی تھی۔

مثنوی کی آنکھوں میں حیرت تیر گئی۔ اتنا برملا اظہار۔

اسے مما کی بات یاد آئی۔

وہ بغیر کچھ کہے پلٹنے لگی تھی کہ شاہ میر نے اس کا بازو تھام لیا۔

''ماں جی کل پھپھو سے تمہیں میرے لئے مانگ لیں گی۔ مگر میرے لیئے تمہاری رائے سب سے زیادہ اہم ہے۔ کیا تم میرے نام کے ساتھ اپنا نام جوڑنا پسند کرو گی؟'' وہ اس کے بے حد قریب آ گیا تھا۔

''مثنوی سلازار'' مثنوی کے ذہن میں یہ نام گونجا۔

''نہیں.....'' وہ دوٹوک لہجے میں بول کر پلٹنے ہی لگی تھی کہ اس نے اس کا بازو مزید مضبوطی سے تھام لیا۔

''شاہ میر! کیا کر رہے ہو؟'' اس نے احتجاج کیا۔

''وجہ.....!'' نہ جانے شاہ میر کی نظروں میں ایسا کیا تھا کہ وہ لمحے بھر کو دہل کر رہ گئی تھی۔

''وجہ کچھ بھی نہیں ہے۔ مجھے کچھ وقت چاہیے۔'' وہ اس سے اپنا بازو چھڑانے کی کوششوں میں تھی۔

''وقت بعد میں لے لینا۔'' اس نے اس کا بازو چھوڑ دیا تھا۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی گئی تھی۔ وہ نیچے کھڑا اسے اوپر جاتا دیکھتا رہا اور پھر باہر نکل آیا۔

مثنوی کو سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے رونا آ گیا تھا۔ شاہ میر ایسے کیسے اس پر اپنا حق جتا سکتا تھا۔

اس نے اوپر آ کر ایک جھٹکے سے اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا اور کنڈی لگا دی تھی۔ اس کی نظریں سلازار کو ڈھونڈ رہی تھیں مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی اور پھر بے اختیار ہی اس کے آنسو نکل آئے تھے۔ وہ رونے لگی۔ یہ کیسی بے بسی تھی وہ چلتے پھرتے خواب دیکھ رہی تھی۔ کبھی وہ اسے نظر آتا تھا اور کبھی نہیں۔ وہ حقیقت ہے یا خیال؟ اور یہاں ماں جی صبح اسے مما سے شاہ میر کے لئے مانگنے والی تھیں۔ وہ کیا جواب دیتی۔ اور تب اچانک اس کے آس پاس وہی خوشبو پھیل گئی تھی۔ وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔ سلازار ٹیرس کے دروازے کے ساتھ کھڑا تھا۔

مثنوی کو لگا کے کمرے میں دوبارہ سے روشنی بھر گئی ہو۔ اس پر گلاب کی پتیوں کی بارش ہونے لگی تھی۔

''سلازار!'' اس کے لبوں سے سرگوشی کی صورت میں یہ نام ادا ہوا۔

وہ بھاگتی ہوئی اس تک گئی تھی اور اس بار اس نے اسے چھونے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ اس کے کندھے سے لگ کر رو پڑی تھی۔

سلازار کو ایسا لگا جیسے اس کے جلتے تپتے وجود میں کسی نے برف کی سلیں گاڑ دیں ہوں۔

اس کا صدیوں سے پیاسا اور تھکا ہوا وجود آج کسی شفاف اور معطر جھیل سے سیراب ہو رہا تھا۔

CamScanner

یہ کیسی خود سپردگی تھی؟ اس نے تو مثنوی کو اپنے بارے میں کچھ بتایا بھی نہیں تھا۔ پر اس لمس نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ ہمیشہ سے اسی کی تھی۔ اس کی آنکھوں میں جلتے شعلے اچانک سرد پڑ گئے تھے۔ پھر جیسے وہ ہوش میں آیا تھا۔

اس نے ایک جھٹکے سے اسے خود سے الگ کیا۔ اور تب مثنوی کو اندازہ ہوا کہ وہ کیا کر بیٹھی ہے۔

اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا پر وہ حیرت کی تصویر بنی اسے تک رہی تھی۔

وہ تو اس لمحے کی قید میں تھا۔ اپنی صفائی کیا دیتا۔

کمرے میں باہر کا شور آنا بند ہو گیا تھا۔ بس ان کے آس پاس ایک سفید شور تھا۔

''کون ہو تم؟'' وہ جیسے کسی جادو کے اثر میں تھی۔

''سلازار......'' جادو اس پر بھی چلا تھا۔

''کہاں سے آئے ہو تم؟'' دوسرا سوال آیا تھا...... کیفیت وہی تھی۔

''تمہاری خوابوں سے۔'' وہ سراپا جواب بنا کھڑا تھا اور شاید ساری رات اسی طرح گزار دیتا۔

''خواب سے حقیقت کیسے بنے۔ کیا تم حقیقت ہو؟'' وہ بولی۔ آنسو اس کے چہرے پر تھم رہے تھے۔

''تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ جو چاہو بنا لو۔ خیال کہو گی تو خیال بن جاؤں گا اور حقیقت بولو گی تو حقیقت۔''

وہ مسکرا دیا۔

''کیا یہ تمہارے اختیار میں ہے؟'' اس کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی تھی۔

''شاید......'' اس کی آنکھوں کی چمک بڑھی تھی۔

''کیا میں تمہیں چھو سکتی ہوں؟'' وہ اس کی طرف بڑھی تھی۔

وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

''ابھی نہیں میں جل رہا ہوں۔'' سلازار کو لگا کہ اس سے رکا نہیں جائے گا۔

''ابھی تو میں نے تمہیں چھوا تھا۔'' وہ شاید دوبارہ اسی کیفیت میں جانا چاہ رہی تھی۔

''تم کسی ٹھنڈی پہاڑ سے پھوٹتے جھرنے جیسی ہو۔ سلازار کا وجود برف ہو گیا تھا۔'' سلازار کو لگا کہ وہ اب زیادہ دیر رکا تو اس کو ابھی اور اسی وقت اپنے ساتھ لے جائے گا۔

وہ پلٹنے لگا۔

''رکو...... کہاں جا رہے ہو؟'' وہ تیزی سے بولی۔ ابھی تو اس کا دل نہیں بھرا تھا نہ اس کی آنکھیں سیراب ہوئی تھیں۔

''مجھے جانے دو۔ اس وقت میں نہیں رک سکتا۔ سلازار کے حواس ہمیشہ بہت مضبوط رہے ہیں پر تم انہیں شکست دے رہی ہو۔'' وہ نہ جانے کیا بول رہا تھا۔

''کیا تم دوبارہ آؤ گے؟'' اس کے لہجے میں آس تھی۔

وہ پلٹا۔ ''تم چاہتی ہو کہ میں دوبارہ آؤں؟''

''میں چاہتی ہوں کہ تم نہ جاؤ۔'' وہ آہستہ آہستہ اس کے قریب آ رہی تھی۔

''تم نے مجھے بتایا نہیں کہ کیا تم حقیقت ہو؟'' وہ اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ اس کی آنکھیں دیکھتا

CamScanner

چاہتی تھی۔

"ہاں حقیقت ہوں۔ پر پوشیدہ حقیقت۔ میں چاہتا ہوں۔ مجھے آواز نہ دینا۔ میں خود آؤں گا۔ پر آج کی رات آواز نہ دینا۔ تمہاری آواز مجھے سکون نہیں لینے دیتی۔ میرا وجود چٹخنے لگتا ہے۔ میں مجبور ہو کر ادھر آ جاتا ہوں۔ پر آج رات یہ نہ کرنا۔" مثنوی نے دیکھا اس کی آنکھوں کی چنگاریاں بڑھ رہی تھیں۔

اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

"اپنی آنکھیں بند کرو مثنوی۔" وہ بولا اور مثنوی نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ چند لمحے اس کے چہرے کو تکتا رہا اور پھر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس سے پہلے ہی دن ڈر جائے۔ پر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ مثنوی کی روح کے اندر اتر چکا تھا۔

مثنوی نے آنکھیں کھولیں تو کمرے میں کوئی نہ تھا۔ وہ خوشبو ختم ہو چکی تھی۔

اچانک ٹیرس کا دروازہ کھڑکھڑایا تھا۔

وہ پھر کھل گیا تھا۔ وہ چلتی ہوئی ٹیرس میں آ گئی۔ نیچے بہت شور تھا گھر والے اپنی خوشی منا رہے تھے۔ اس کی نظریں اندھیرے کے پردے چیرتی ہوئیں اس قلعے پر جا ٹھہریں تھیں۔ نا جانے کیوں اسے لگا تھا کہ سلاذار وہیں رہتا ہے۔

وہ ٹیرس سے اندر آ گئی اور دروازہ بند کر لیا۔

چینج کر کے وہ بیڈ پر بیٹھ کر اپنی چوڑیاں اتارنے لگی۔ اچانک اندر اتنا سکون کیوں پھیل گیا تھا۔ اس نے بیڈ کی پشت سے سر لگا دیا اور اس لمحے کو محسوس کرنے لگی۔ اس کی وجود سے اٹھتی خوشبو مثنوی کی سانسوں میں بس گئی تھی۔ وہ لو بھر کے لیے بھی اس سے ڈری نہیں تھی۔

اس کے دل نے شدت سے اسے دوبارہ محسوس کرنے کی خواہش کی پر وہ اسے بول کر گیا تھا کہ آج رات وہ اسے آواز نہ دے۔

"تو کیا وہ اسے جتنی دفعہ بھی آواز دے گی وہ آئے گا؟" یہ سوچ اس کے چہرے پر کئی رنگ بکھیر گئی تھی۔ "کیا وہ اس کی ایک آواز پر آئے گا۔"

پر اس نے دوبارہ اسے آواز نہیں دی۔ آج کی رات وہ اس لمحے کو جینا چاہتی تھی جو اب سے تھوڑی دیر پہلے گزرا تھا۔ اس نے کمرے کی لائٹ آف کر دی تھی وہ اپنی اور اس کی سوچوں کے بیچ میں اور کسی کو نہیں آنے دینا چاہتی تھی۔ اس کے حواسوں پر وہ خوشبو دوبارہ سوار ہو رہی تھی۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔

O.....◆.....O

اس کی آنکھ اذان کی آواز سے کھلی تھی۔ وہ اٹھ کر ٹیرس میں آ گیا۔ رات کو مثنوی جلدی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ اور وہ پوری تقریب میں بے چین پھرتا رہا تھا۔ پچھلے دو دن سے وہ اسے ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ اس نے رات سونے سے پہلے ماں جی کو اپنے فیصلے کے بارے میں بتا دیا تھا اور پھوپھو سے مثنوی کی مرضی معلوم کر کے جواب دینے کا کہا تھا۔ پر اب اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا اگر اس نے انکار کر دیا تو۔

نیچے صحن میں قناطیں ابھی تک لگی ہوئی تھیں جبکہ باقی کی صفائی ملازم کر چکے تھے۔ وہ ایک نظر سب پر ڈال کر

پلٹنے ہی لگا تھا کہ مشوی نیریں میں آکر کھڑی ہوگئی تھی۔ اس کی نظریں قلعے کی طرف تھیں۔ شاہ میر اسے دیکھ رہا تھا مگر وہ اور کسی کو دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔ اسے اس طرح سے کھویا دیکھ کر شاہ میر کا دل پریشان ہوا تھا۔ وہ وضو بنانے کے لیے اندر آگیا۔

وضو بنا کر نیچے اترا تو بابا اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ لوگ مسجد کے لیے نکل آئے تھے مگر اس کا دل وہیں لگا ہوا تھا۔

اس نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا اور وہیں بیٹھ گیا۔ اس کا دل گھر جانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ شاہ صاحب جانماز پر بیٹھے تسبیح پھیر رہے تھے۔ وہ ان کی پشت کو تک رہا تھا کہ انہوں نے اسے آواز دی۔

''کیا ہوا شاہ میر؟'' وہ حیران ہوا کیونکہ وہ اس کی طرف پشت کیے بیٹھے تھے۔

وہ خاموشی سے چلتا ہوا ان کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔

''السلام علیکم!'' اس نے انہیں سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''کیا ہوا۔ کیوں پریشان ہو؟'' وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

''میں نہیں جانتا! مجھے عجیب سی بے چینی ہے۔''

وہ چند لمحے اسے تکتے رہے اور پھر انہوں نے خاموشی سے نظریں جھکا لی تھیں۔ اسے لگا جیسے وہ اس کی پریشانی کے بارے میں جانتے ہوں۔

''مجھے کوئی حل نہیں بتائیں گے؟'' وہ بولا۔

''میں حل خود نکالوں گا۔'' وہ یہ بول کر تسبیح پر جھک گئے تھے۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر باہر آگیا اسے سمجھ نہیں آیا کہ شاہ صاحب نے اس سے اس طریقے سے برتاؤ کیوں کیا تھا۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ جانے کیا بات تھی۔ باہر نکلا تو اکرم اس کا انتظار کر رہا تھا جبکہ باقی سب وہاں سے جا چکے تھے وہ آکر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

''کیا ہوا؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟'' شاید اکرم نے بھی اس کے چہرے کی پریشانی محسوس کر لی تھی۔

اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔ اکرم سے کیا ذکر کرتا۔

پر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اگر وہ اکرم سے ذکر کر لیتا تو شاید وہ بات کی تہہ تک پہنچ سکتا تھا۔ اکرم نے ایک نظر اس پر ڈال کر گاڑی گھر والے راستے پر ڈال دی تھی۔

O.....❖.....O

وہ نماز پڑھ کر اٹھی ہی تھی کہ مما اس کے کمرے میں آگئیں۔

''کیا ہوا؟ رات کو تم جلدی اوپر آگئی تھیں۔ میں آ رہی تھی تمہیں دیکھنے مگر شاہ میر نے بتایا کہ تمہارے سر میں درد ہے اور تم دوائی لے کر سو گئی ہو۔'' وہ اسے دیکھ کر پریشانی سے بولیں۔

''جی بس ہلکا سا درد تھا سر میں۔'' اس نے نظریں چرائیں۔

''نظر لگ گئی ہو گی۔ اسی لیے میں تمہیں گہرے رنگ نہیں پہننے دیتی۔'' وہ اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

''بخار نہیں ہے مجھے۔'' وہ بولی۔

''اب تو طبیعت ٹھیک ہے نا؟'' وہ ابھی تک فکر مند تھیں۔

''جی میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' وہ مسکرائی۔

''اچھا میری بات سنو۔ بھابھی نے مجھ سے شاہ میر کے لیے تمہیں مانگا ہے مگر اس سے پہلے مجھے تمہاری رائے جاننے کا بولا ہے۔'' ان کی آنکھوں میں خوشی واضح طور پر دیکھی جاسکتی تھی۔

''خیال کہو گی تو خیال بن جاؤں گا اور حقیقت بولو گی تو حقیقت۔'' اس کے کانوں میں سالار کا جملہ گونجا۔

''مما مجھے کچھ وقت چاہیے۔ آپ پلیز جلدی مت کیجئے گا۔'' وہ ان کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''ٹھیک ہے بیٹا! انہوں نے بھی مجھے یہی کہا تھا کہ تم پر زور نہ ڈالوں۔ پر مجھے امید ہے کہ تم اس رشتے کے لیے نہ نہیں کرو گی۔ اچھی طرح سوچ لو۔ شاہ میر سلجھا ہوا، پڑھا لکھا لڑکا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ خاندان کا ہے۔ مجھے تمہاری طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی فکر نہیں رہے گی۔'' وہ ہر ماں کی طرح اسے خاندانی رشتے کی اچھائیاں بتا رہی تھیں۔

اس نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ یہ کس مشکل میں ڈال دیا تھا شاہ میر نے اسے۔ اور وہ جو خیال سے حقیقت بن کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ وہ شک و یقین کی کشتی میں ڈول رہی تھی۔ ماما اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔ آج اسماء کی برات تھی۔ وہ جانتی تھی گھر میں بہت کام ہو گا اور اس کا اس طرح سے کمرے میں طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے پڑے رہنا کسی بھی طرح مناسب نہیں تھا۔ ویسے بھی اسے اپنی رات والی حرکت پر شرمندگی ہو رہی تھی۔ پر جو اس نے کیا تھا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ وہ ناشتے کے لیے ان کی مدد کروانے کا سوچ کر نیچے اتر آئی۔

وہ ڈائننگ روم میں ناشتے کے لیے پلیٹس لگا رہی تھی جب شاہ میر ڈائننگ روم میں داخل ہوا تھا۔

مثنوی کے کانوں میں اس کے رات کے کہے گئے جملے گونجے۔

وہ جلدی سے پلیٹ رکھ کر پلٹنے لگی تھی کہ وہ اس کے سامنے آ گیا۔

وہاں اس وقت کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

''کیسی طبیعت ہے تمہاری؟'' وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''اب بہتر ہے۔'' مثنوی نے نظریں نہیں اٹھائی تھیں۔

''ڈاکٹر کے پاس لے چلوں؟'' وہ اس کے اس طرح دیکھنے سے ڈسٹرب ہو رہی تھی۔

''نہیں۔'' وہ یہ بول کر چپ ہو گئی۔

''رات کو میں نے جس طرح تمہارے ساتھ برتاؤ کیا اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن کسی بھی رشتے میں بندھنے سے پہلے ہم کزن ہیں اور اس سے پہلے اچھے دوست۔ میں نہیں جانتا کہ یہ رشتہ بن پائے گا یا نہیں پر میں تمہارے لیے دوست بن کر ہمیشہ موجود رہوں گا اور میں یہی چاہوں گا کہ اگر تمہیں ایک مخلص دوست کی ضرورت پڑے تو تمہارے ذہن میں سب سے پہلے میرا نام آئے۔ اس بات کے لئے تم مجھے آزما سکتی ہو۔'' وہ نرم لہجے میں بولا۔

CamScanner

اور مشوی کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ وہ دوست ہی تو ڈھونڈ رہی تھی۔ دل کی کیفیت کسی کو بتانا چاہتی تھی۔

وہ اسے اس طرح روتے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

''کیا ہوا تمہیں؟ تم رو کیوں رہی ہو؟''

''مشوی مجھے بتاؤ۔'' وہ کسی مہربان دوست کی طرح اس سے پوچھ رہا تھا۔

''دیکھو تم پریشان مت ہو۔ تمہیں کوئی مجبور نہیں کرے گا۔ میں ماں جی سے کہتا ہوں کہ وہ یہ معاملہ روک دیں۔'' کچھ بھی تھا پر وہ اسے روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

مشوی نے روتے ہوئے سر ہلا دیا تھا۔

''تم جاؤ منہ دھو لو۔ کوئی دیکھے گا تو بلاوجہ سوال کرے گا۔ ہم آرام سے بیٹھ کر بات کریں گے۔'' وہ اسے راستہ دیتے ہوئے بولا اور وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ وہ اس کے اوجھل ہونے تک اس کی پشت کو تکتا رہا پھر ڈائننگ روم میں ہی بیٹھ گیا۔ کچھ اور نہ سہی کم از کم وہ اسے دوست سمجھنے پر تو راضی ہوئی تھی اور اس کے لئے یہ بھی بہت تھا۔ بھلے ہی وہ اس کے دل تک رسائی حاصل نہ کر سکا تھا مگر کم از کم اس کے دماغ تک تو کر سکتا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

O.....❖.....O

وہ اپنے کمرے میں آ کر اچھی طرح روئی تو اس کا دل ہلکا ہو گیا۔ اس کے سر سے وہ بوجھ اتر گیا تھا کہ ممااسے شاہ میر کے رشتے کے لئے مزید مجبور کریں گی۔ وہ جانتی تھی کہ شاہ میر نے جو کہا ہے وہ کر کے دکھائے گا اور ماں جی کو یہ بات واپس لینے کے لیے ضرور کہے گا۔ اب کم از کم وہ سکون سے اپنے ساتھ گزرے واقعات پر غور کر سکتی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس کا دل کیا کہ وہ سلازار کو آواز دے پر اس نے یہ بات رات پر ڈال دی تھی۔ وہ اس سے سکون سے بات کرنا چاہتی تھی۔ گھر میں آج شادی کی گہما گہمی تھی لہٰذا وہ باقی لوگوں کے ساتھ کاموں میں مصروف ہو گئی۔ اور پھر جیسے دن گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔

شاہ میر اس سے وقتے وقتے سے ہلکے پھلکے مذاق کرتا رہا تھا اور باقی سارے کزنز بھی اس کا موڈ اچھا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان سب کی کوششیں رنگ لائیں تھیں۔ شام ہونے تک اس کا موڈ اچھا خاصا خوشگوار ہو چکا تھا۔ وہ تیار ہونے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اور پھر اس میرون اور رسٹ کلر کے سوٹ میں قیامت ڈھاتی نیچے اتری تھی۔ شاہ میر نے نیلے رنگ کی شیروانی پہن رکھی تھی۔ پر آج وہ اسے دیکھ کر اس طرح مبہوت نہیں ہوا تھا یا شاید ہوا بھی تھا تو اس نے مشوی پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ ہاں مگر اس کے قریب آ کر یہ ضرور بول گیا تھا کہ اس نے اسے ڈارک لپ اسٹک لگانے سے منع کیا تھا اور وہ ہنس دی تھی۔

اسماء بے انتہا خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ تیار ہو کر پارلر سے آ چکی تھی اور نیچے دلہا دلہن کا فوٹو سیشن چل رہا تھا وہ بھی سب کے ساتھ اس سیشن میں شامل ہو گئی۔ بالآخر دعاؤں اور خوشیوں کے ساتھ یہ تقریب اپنے اختتام کو پہنچی تھی۔ اسماء کو اس کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ گھر کے بڑے شکرانے کے نفل ادا کرنے چل دیے۔ اور لڑکے اپنے اپنے کمروں میں آرام کرنے کیونکہ اگلے دن ولیمے کی تقریب تھی۔ اور شام میں گھر والوں کی تقریب سے پہلے دن کے

رات سارے گاؤں کو طعام کی دعوت دی گئی تھی لہٰذا انہیں صبح ہی سے مصروف ہو جانا تھا۔

وہ بھی اپنے کمرے میں آ گئی۔ دروازہ بند کر کے وہ اپنے بیڈ کی طرف چلتی ہوئی آئی۔ اس نے یہ پورا دن مشکل سے گزارا تھا، اب اس کا دل مزید کسی انتظار کا متحمل نہیں تھا۔

"سالار زار۔" اس نے آنکھیں بند کر کے اسے آواز دی اور اس کے آس پاس وہی خوشبو اتر آئی۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی مگر اس نے اپنی آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

"کیا آج آنکھیں نہیں کھولو گی؟" اس کی آواز نے اس کے کانوں میں رس گھولا۔

"ڈر لگتا ہے کہیں تم حقیقت سے خواب نہ بن جاؤ۔" وہ آنکھیں بند کیے بولی۔

"خواب بند آنکھوں سے دیکھے جاتے ہیں حقیقت کو کھلی آنکھوں سے۔" مشری نے اس کے اس جملے پر آنکھیں کھول دی تھیں۔

وہ ایک بار پھر تیار ہوئی تھی! اس کا وجود اتنا سحر انگیز کیسے تھا۔ اتنا روشن۔ اتنا معطر اور پھر اس کی وہ آنکھیں۔

وہ بہت دیر تک خاموشی سے ایک دوسرے کو تکتے رہے۔ سالار زار تو یہ کام کئی راتوں سے کرتا آ رہا تھا اور وہ شاید صبح تک بھی اسے ایسے ہی دیکھتا رہتا پر مشری کا دل اس بات کے لئے حال ہی میں مجبور ہوا تھا۔

"کیا میں تمہیں چھو سکتی ہوں؟" اس نے پھر وہی سوال دہرایا۔

سالار زار نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم کہاں سے آئے ہو؟" پھر سے وہی سوال۔ شاید سالار زار کے آگے اس کے بولنے کی طاقت ختم ہو جایا کرتی تھی۔

"کیا تم واقعی جاننا چاہتی ہو؟" وہ بولا۔

مشری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ بولتا جائے اور وہ سنتی رہے۔

اسے سالار زار کے آگے اپنی آواز بھی اچھی نہیں لگتی تھی۔

"میں نہیں چاہتا کہ تم مجھ سے خوفزدہ ہو جاؤ۔ اگر ایسا ہوا تو میں ٹوٹ جاؤں گا۔" وہ بولا۔ مشری نے دیکھا وہ پلکیں نہیں جھپکاتا تھا۔

"اگر میں تم سے خوفزدہ ہوتی تو تمہیں اس طرح آواز نہ دیتی۔" وہ بولی۔

"تم نے وہ قلعہ دیکھا ہے؟" اس نے اس کے پیچھے سے باہر دور نظر آتے اس قلعے کی طرف اشارہ کیا۔

مشری نے اثبات میں سر ہلا دیا مگر اس سے نظریں نہیں ہٹائی تھیں۔ وہ ان لمحوں کو ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں وہاں سے آتا ہوں۔ میں وہاں رہتا ہوں۔" وہ چاہتا تھا کہ وہ خود ہی سمجھ جائے۔

"پر تم ہو کون؟" مشری اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

وہ کچھ خاموشی کے بعد بولا۔

"میں جن زاد ہوں مشری۔" اس نے انکشاف کیا۔ شاید وہ دوسری طرف خوف اور نفرت کی کیفیت جنم لے گی اور یہ لمحوں کا انتظار اس پہ بہت بھاری گزر رہا تھا۔

''کیا تم میرے ہو؟'' اگلے ہی لمحے کیا گیا یہ سوال اسے حیران کر گیا تھا۔ اس کا وجود اندر سے ہل گیا تھا۔ اس سے خوفزدہ نہیں ہوئی تھی بلکہ اس سے یقین مانگ رہی تھی۔

''میں تو صدیوں سے تمہارے انتظار میں تھا۔ تم نے ہی آنے میں دیر کر دی مشتوی۔ سلازار تو کبھی کسی کا ہوا ہی نہیں۔ کیونکہ اسے صرف مشتوی کا ہونا تھا۔'' وہ بولا۔

''مجھ سے کبھی دور تو نہیں جاؤ گے۔'' وہ دوبارہ بولی۔

سلازار سے مزید بولا نہ گیا اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

''تو پھر ابھی اتنے دور کیوں ہو؟'' وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

''میں جل رہا ہوں۔ تم جل جاؤ گی۔'' وہ بولا۔

''میں جلنا چاہتی ہوں۔ آج مجھے ایک لمحے کو ایسا لگا تھا جیسے شاید مجھے تم سے دور کیا جا رہا ہے۔ تم جانتے ہو میری روح میرے جسم سے الگ ہو رہی تھی۔ میں نہیں جانتی تم کب سے میرا انتظار کر رہے ہو۔ پر مشتوی اب صرف تمہاری ہے۔ میں تم سے الگ ہوئی تو مجھے کچھ ہو جائے گا۔'' وہ چلتی ہوئی اس تک آئی تھی اور پھر اگلا لمحہ ان دونوں کے لیے غیر متوقع تھا وہ اس سے لپٹ گئی تھی۔ اور سلازار کو ایسا لگا تھا کہ اس کے اندر برسوں سے جلتی یہ آگ ٹھنڈی پڑ گئی ہے۔

''تم جانتی ہو نا کے جن زاد کسے کہتے ہیں؟'' وہ اسے ساتھ لگائے ایک بار پھر یقین کی منزل کے دروازے پر کھڑا تھا۔

''میں صرف یہ جانتی ہوں کے میں تم سے عشق کر بیٹھی ہوں۔'' وہ شاید اس کی خوشبو کو اپنے اندر اتار رہی تھی۔ منزل کا دروازہ کھل گیا تھا۔

''نہ میں یہ جانتی ہوں کے میں کون ہوں اور نہ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کے تم کون ہو۔''

''تم نے مجھے آزاد کر دیا مشتوی! میں آج ہر زادیت سے آزاد ہوا۔ آج سے میں عشق زاد ہوا۔''

O.....❖.....O

اذان ہو رہی تھی اس کی آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں اب بھی اس کی ہلکی ہلکی خوشبو تھی۔ وہ مسکرائی۔ سرشاری کا عالم تھا۔

وہ کل رات زیادہ دیر نہیں رکا تھا اور جتنی دیر بھی رکا تھا وہ ایک دوسرے کو تکتے ہی رہے تھے۔ وہ تو ویسے ہی صدیوں سے پیاسا تھا پر مشتوی کا دل بھی اسے دیکھنے سے نہیں بھرتا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ اس کی تپش سے پگھل جاتی وہ اس کے سامنے ہی ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ وہ اس جگہ پر کتنی ہی دیر کھڑی ہاتھ لہراتی رہی تھی جہاں وہ تھوڑی دیر پہلے موجود تھا۔

''میں جن زاد ہوں مشتوی!'' اس کے کانوں میں وہ جملہ گونجا۔

''وہ انسان نہیں ہے۔'' وہ اٹھ کر ٹیرس پر آ گئی۔ ڈیراور کا قلعہ اسی شان و شوکت سے کھڑا تھا۔

''میں نہیں جانتی کہ میں کس آگ میں کود گئی ہوں۔ پر مجھے تمہیں دیکھتے ہی تم سے عشق ہو گیا تھا سلازار!'' وہ قلعے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میں یہ بھی نہیں جانتی کہ آگے کیا ہوگا۔ پر مشتوی کے ساتھ اب صرف تمہارا نام ہی

CamScanner

کو ... [illegible] ... اور پھر ایک خفگی ہوا ... [illegible] ... وہ ... [illegible] ... سالار
نے اس کی بات سن لی ہے۔

اس نے کمرے میں آ کر نماز پڑھی اور پھر ... [illegible] ... ناشتہ ... [illegible] ...
بیٹھنے کے لیے خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ وہ ڈائننگ روم میں کھڑی ... [illegible] ... رہی تھی جب شاہ ... [illegible] ... داخل ہوا تھا۔

"السلام علیکم کیسی ہو؟" وہ مسکرایا۔

"میں بالکل ٹھیک!" اس کا موڈ آج بہت خوشگوار تھا وہ حیران ہوا۔

"خیریت ہے نا؟" وہ اس کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں سب خیریت ہے۔" وہ پھر مسکرائی تھی۔ وہ کندھے اچکا کر باہر نکل گیا تھا۔ آج ویسے بھی اس سے پاس بہت کام تھا اور پہر ہونے سے پہلے ہی گاؤں والوں کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا لہٰذا وہ سارے انتظامات اسے ہی دیکھنے تھے اور پھر شام کو ولیمے کی تقریب کی تیاری۔

ان سب نے خوش گوار ماحول میں ناشتہ کیا تھا۔ اسماء کے چہرے سے پھوٹتے رنگ اس کی اندرونی خوشی ظاہر کر رہے تھے۔ وہ اسے غور سے دیکھنے لگی۔ کیا واقعی محبت اس طرح رنگ بن کر چہرے پر اترا کرتی ہے۔ کیا سالار کی محبت سے میرا چہرہ بھی ایسے ہی دمک رہا ہوگا؟ وہ سوچنے لگی۔ آج سب کچھ اتنا اچھا کیوں لگ رہا ہے۔ وہ بلا وجہ ہی مسکرا رہی تھی۔

شاید محبت ایسی ہی ہوتی ہے آپ کو خوش ہونے کے لئے کسی وجہ کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ خوشی بن کر آپ کے انگ انگ سے پھوٹتی ہے۔ چہرے پر دھنک بن کر اترتی وہ کسی حسین قوسِ قزح کی طرح آپ کے پورے وجود پر چھا جاتی ہے اور مشعل کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

O.....◆.....O

شاہ صاحب نے چاشت کی نماز پڑھ کر سلام پھیرا تھا کہ حجرے میں وہ خوشبو پھیل گئی۔ وہ خاموشی سے اپنی تسبیح پھیرتے رہے۔

"آج آپ میرے آنے سے خوش نہیں ہوئے۔" وہ ان کے سامنے ظاہر ہوا تھا۔

وہ تب بھی خاموشی سے اپنی تسبیح پھیرتے رہے۔

"آپ مجھ سے ناراض نہیں ہو سکتے۔" وہ بولا۔

ان کے تیزی سے تسبیح پھیرتے ہاتھ رک گئے تھے۔ انہوں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جب تم مجھ سے باتیں چھپا سکتے ہو تو میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتا؟" وہ بولے۔

"میں جانتا ہوں آپ کو سب پتہ چل چکا ہے اور میں نے کچھ چھپایا نہیں۔ بس آپ کو بتایا نہیں۔" وہ بولا۔

"سالار اسماء جہاں ہو وہیں رک جاؤ۔ تم جانتے ہو کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔" ان کے لہجے میں التجا تھی۔

"آپ جانتے ہیں یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ میں خود سے وہاں نہیں گیا تھا مجھے اس خوشبو نے کھینچا تھا اور اب یہ چیز میرے بس سے باہر ہو چکی ہے۔" وہ بولا۔

"تمہاری برداشت کی طاقت کب سے اتنی کمزور ہو گئی کہ سلازار کو کسی چیز کے لیے یوں کہنا پڑا ہے کہ وہ اس کے بس سے باہر ہے؟" ان کی آواز میں حیرانی تھی۔

"میں کسی کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اور میں اپنے فرض سے بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ آپ کو مجھ سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" وہ بولا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ مجھے تم سے یہی شکایت ہے تو کیا تم میری بات مانو گے؟" وہ بولے۔

دوسری طرف گہری خاموشی تھی۔

"آپ سلازار سے اس کی جان مانگ لیں میں اپنے وجود کو فنا کر دوں گا۔ پر اس چیز پر میرا اختیار نہیں ہے۔ میں صدیوں سے ایک ہی مقصد کے لیے جی رہا ہوں اور اب میرے وجود پر تھکن غالب آنے لگی تھی۔ اور شاید یہاں آنا اس بات کا اشارہ تھا کہ مجھے اس سے ملنا تھا۔" وہ بولا۔

"میرا سلازار ایسا نہیں بول سکتا۔ تم کسی کے آگے بے بس نہیں ہو سکتے۔"

"میں بس آپ کو یاد دلانا چاہوں گا کہ میں فانی ہوں۔ ایک نہ ایک دن فنا ہو جاؤں گا۔ میں نہیں جانتا کتنے وقت کے لیے میرا وجود اس قید میں ہے پر میں آپ سے صرف یہی کہوں گا کہ مجھے نہ روکیں۔ سلازار کو تھوڑا سا وقت اس کے لیے جی لینے دیں۔ کون جانے آگے سلازار رہے گا بھی یا نہیں۔" وہ یہ کہہ کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تو وہ شاہ صاحب اپنی جاء نماز پر بیٹھے پھوٹ پھوٹ کر رو دیے تھے۔ بس یہی تو وہ بات تھی جو وہ کبھی بھی نہیں سننا چاہتے تھے۔

وہ حقیقتاً اپنے لیے کبھی نہیں جیا تھا اور اب اگر اپنے لئے جی بھی رہا تھا تو ایک آدم زادی کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ چکا تھا اور وہ جانتے تھے کہ اس رشتے میں نقصان کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ روکتے تو وہ تب جب وہ کسی کو نقصان پہنچاتا۔ ہاں مگر اس سب میں سلازار کو کتنا نقصان پہنچنا تھا یہ سوچ ہی ان کے لئے تکلیف دہ تھی۔ ان کی جاء نماز ان کے آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔

O.....✧.....O

وہ قلعے میں داخل ہوا تو آج وہاں ضرورت سے زیادہ مجمع تھا۔ وہ سب سے ملتا ملاتا ازلان کی طرف آ گیا۔ وہ سب کے ساتھ ہی کھڑے تھے۔ اسے دیکھ کر باقی سب نے اسے سر کے اشارے سے سلام کیا۔

"تم کہاں تھے رات بھر سلازار۔" وہ بولے۔

"کیا بات ہوئی ہے؟" وہ بغیر جواب دیے ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہمیں پتا چلا ہے کہ حارث، غیلان کی سربراہی کر رہا ہے۔" ازلان بولے۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔ میں یہ بات بہت پہلے ہی شاہ صاحب کو بتا چکا ہوں۔ آپ لوگ پریشان نہ ہوں میں نے ان سب پر نظر رکھی ہوئی ہے۔ آپ لوگ اپنی تیاری پوری رکھیں اور سلازار پر پورا بھروسہ بھی۔" وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا اور ازلان مسکرا دیے تھے۔

"شاہ صاحب کا حکم ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں۔" قرطاس آگے بڑھا تھا۔

"جانتے بھی ہیں کہ مجھے ضرورت نہیں ہے لیکن ٹھیک ہے۔ اب سے میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا۔" وہ

مسکرایا۔ قرطاس حیران ہوا تھا۔ سلازار آج سے پہلے اسے کبھی بھی اپنے ساتھ لے جانے کے لیے راضی نہیں ہوتا تھا پر اسے سلازار کی مسکراہٹ عجیب لگی تھی۔

وہ ایک نوجوان جن تھا۔ اور اس کی طبیعت میں تھوڑی شرارت بھی تھی پر وہ کسی کو اذیت نہیں پہنچاتا تھا۔

سلازار کے ساتھ کسی کی بھی ہمراہی اس کے لئے فخر کا باعث ہوتی تھی۔ قرطاس نے سلازار کی طرف سے اجازت ملتے ہی سب کو اپنی بڑائی کے قصے بتانا شروع کر دیے تھے اور سلازار وقتاً فوقتاً وہاں سے گزرتا ہوا اس کی یہ باتیں سن کر کھلکھلا رہا تھا۔ اسے شام ہونے کا انتظار تھا جب وہ اس کے چہرے کو پریشان ہوتا دیکھ کر مزید محظوظ ہوتا۔

O……❖……O

حویلی پر شام اتر آئی تھی اور ولیمے کی تقریب کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔

مشری نے اپنا وہ حسین جوڑا نکال کر بیڈ پر رکھا۔ "آج میں سب سے پہلے اپنی تیاری سلازار کو دکھاؤں گی۔" وہ سوچ کر مسکرائی۔ اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ اس کالے رنگ کی حسین میکسی میں تیار کھڑی تھی۔

اس نے آنکھیں بند کر کے اسے پکارا۔

وہ اس کی خوشبو پا کر مسکرائی تھی اور آنکھیں کھول دیں۔ وہ سامنے کھڑا تھا۔

"تم اتنی جلدی کیسے آ جاتے ہو؟" وہ اس سے پوچھنے لگی وہ ہنس پڑا۔

"ہماری رفتار تیز ہوتی ہے۔" وہ اپنے آپ کو ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو اسے بتانے کے لئے تیار کرنے لگا۔

"تم تک میری پکار کیسے پہنچتی ہے؟" اس نے پھر پوچھا۔

"یہ تم نہیں سمجھو گی۔" وہ مسکرایا۔

"کیا میری آواز آتی ہے تمہیں؟" وہ پھر پوچھنے لگی۔

"کوئی اتنا حسین لگ رہا ہو اور سوال کرے تو وہ بھی میری رفتار کے بارے میں۔"

وہ شرم سے سرخ پڑ گئی تھی۔

وہ ساکت ہوا۔ اس کے چہرے پر قوس قزح اتری ہوئی تھی۔ حسین تو وہ پہلے ہی تھی پر آج اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔

"میں چلتا ہوں۔ پھر آؤں گا۔" وہ یہ کہہ کر ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

وہاں کوئی نہیں تھا اب۔ مگر اس کی خوشبو اب بھی کمرے میں موجود تھی وہ جلدی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آئی اور شاہ میر سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی جو سیڑھیاں چڑھ کر اوپر ہی آ رہا تھا۔

"اوہ سوری......" وہ پیچھے ہٹی۔

"نہیں کوئی بات نہیں۔" اس کے آگے اس سے بولا نہ گیا۔ جانے اور کتنی دفعہ اسے اپنے جذبات پر قابو رکھنا تھا۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی تھی کہ شاہ میر کی آواز نے اس کے قدم روکے۔

"مشری تم نے خوشبو لگائی ہے؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

CS CamScanner

''نہیں تو! تم لوگوں نے میرے کمرے سے پرفیوم کی بوتل اٹھائی تھیں۔'' وہ حیرانی سے پلٹی۔

''تم سے خوشبو آرہی ہے۔'' وہ بولا۔

''پتہ نہیں۔ خود ہی ختم ہو جائے گی۔'' اس نے نظریں چرائیں اور تیزی سے نیچے اتر گئی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ سلازار کی خوشبو ہے۔ اس کے نیچے اترنے تک وہ غائب ہو گئی تھی اور وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ چلا گیا ہے۔ شاید کمرے سے باہر نکلنے تک وہ اس کے ساتھ ہی تھا۔ اس نے سکون کا سانس لیا کیونکہ اگر باقی گھر والوں کو یہ خوشبو آجاتی تو اس کے لیے مسئلہ بن جاتا تھا۔

شاہ میر کو مثنوی ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ ویسے سے فارغ ہوتے ہی اس نے اس سے تسلی سے بات کرنے کا سوچا تھا۔ آج وہ پھر سے سب کی مرکز نگاہ تھی۔ شاہ میر نے ماں جی کو اسے کچھ وقت دینے کے لیے کہا تھا اور وہ بھی زبردستی کی قائل نہیں تھیں۔ لہٰذا انہوں نے مہ جبین کو کہا تھا کہ وہ مثنوی پر زور نہ ڈالیں اور اسے اچھی طرح سوچنے دیں۔

مہ جبین بھی اس معاملے پر خاموشی اختیار کر چکی تھیں۔ اس نے آج کا دن بھرپور طریقے سے انجوائے کیا تھا سب کے ساتھ تصویریں، باتیں، قہقہے اور کھانا...... وہ ہر چیز کو بھرپور طریقے سے جی رہی تھی۔

O......❖......O

وہ قلعے کے اردگرد چکر لگا رہا تھا اور جانتا تھا کہ مثنوی اسے کسی بھی وقت آواز دے گی۔ تب اچانک ہی قرطاس اس کے ساتھ آملا تھا۔

''سلازار آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ میں کب سے آپ کو ڈھونڈ رہا تھا۔ بتائیں آج ہم کس سرحد پر جائیں گے؟'' وہ بولا۔

''عشق سرحد پر۔'' وہ ہوا میں ٹھہر کر مسکرایا۔

قرطاس رک کر سوچنے لگا۔ ''یہ کون سا علاقہ ہے؟''

''یہ سلازار سے شروع ہو کر مثنوی پر ختم ہونے والا علاقہ ہے۔''

''مثنوی......'' وہ حیران ہوا۔ ''یہ کیا ہے؟''

''آؤ میرے ساتھ......''

وہ اسے لے کر حویلی کی طرف بڑھ رہا تھا جب قرطاس ایک جگہ آکر رک گیا۔

''ٹھہریں سلازار! ہم اپنی حد سے آگے نکل رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے یہاں سے آگے جانے سے منع کیا ہوا ہے۔'' وہ بولا۔

''تو تم یہیں رکو میں آتا ہوں۔''

وہ یہ بول کر اس سے آگے نکل گیا تھا۔

''شاہ صاحب ناراض ہوں گے سلازار!'' وہ اسے روک تو نہیں سکتا تھا لہٰذا اس نے شاہ صاحب کی ناراضگی کا حوالہ دیا۔

''وہ جانتے ہیں اور ان کے بعد صرف تم جانتے ہو۔ اگر تم چاہو تو واپس جا سکتے ہو میں آجاؤں گا۔'' وہ یہ بول

CamScanner

کر آگے بڑھ رہا تھا۔

''آپ جائیں میں یہیں کھڑا ہوں۔ قرطاس کو سلازار کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' وہ بولا۔

سلازار مسکرا کر حویلی کی طرف بڑھ گیا تھا جبکہ قرطاس وہیں کھڑا رہا وہ نہیں جانتا تھا کہ سلازار وہاں کیوں گیا ہے پر وہ یہ ضرور جانتا تھا کہ سلازار کچھ غلط نہیں کر سکتا۔ وہ سلازار پر نظر رکھنے کے لیے اس کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اس کی مدد کے لیے اس کے ساتھ تھا لہٰذا وہ انہی حدود کے پاس چکر کاٹنے لگا۔

O.....◆.....O

وہ حویلی کی چھت پر پہنچا تھا اور آج بھی مثنوی نے پلٹ کر دیکھا تھا گو کہ وہ کسی پر بھی ظاہر نہیں ہوا تھا پر وہ حیران ضرور ہوا تھا۔ وہ اس کی خوشبو اور اس کی موجودگی کو اس کے ظاہر نہ ہونے سے بھی محسوس کر سکتی تھی۔ اسے اندر سے یہ یقین ہو چلا تھا کہ وہ اسی کے لئے بنائی گئی تھی۔ وہ ایک نظر چھت پر ڈال کر دوبارہ مصروف ہو گئی تھی۔

وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ انتظار اور پھر شدت سے انتظار۔ سلازار بھی مثنوی کی طرح نئی نئی کیفیات سے روشناس ہو رہا تھا۔

اور پھر کتنی ہی دیر کے بعد وہ اپنے کمرے میں آئی تھی اس نے کمرہ بند کر کے اس خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔

''میں جانتی ہوں تم بہت دیر سے یہاں ہو۔'' وہ بولی۔

وہ اس کے سامنے ظاہر ہوا۔

''تمہیں کیسے پتہ چل جاتا ہے؟'' اس دفعہ سوال سلازار نے کیا تھا۔

''تمہیں پتا ہے تمہارے وجود سے خوشبو اٹھتی ہے۔''

''جانتا ہوں۔ شاہ صاحب بھی یہی کہتے ہیں۔'' وہ بولا۔

وہ شاہ صاحب کے ذکر پر چونکی تھی۔

''تم نے مجھے کہاں دیکھا تھا سلازار؟'' وہ چلتی ہوئی اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

''اس دن جب تم شاہ صاحب کے حجرے میں آئی تھی میں وہیں موجود تھا۔'' وہ بولا۔

''تمہیں میری کیا بات اچھی لگی؟'' اس کا دل آج ساری باتیں جاننا چاہتا تھا۔

''تمہاری خوشبو۔ میں خوشبو کے پیچھے باہر نکلا تھا۔'' وہ اسے بتانے لگا۔

''آج مت جانا۔ ہم ساری رات باتیں کریں گے۔'' وہ کہنے لگی حالانکہ وہ سارے دن کی تھکی ہوئی تھی پر سلازار کو دیکھتے ہی اس کی ساری تھکن غائب ہو گئی تھی۔

''کیا باتیں کریں گے؟'' وہ پوچھنے لگا۔

''بس جو میں پوچھوں تم جواب دینا اور جو تم پوچھو گے وہ میں جواب دوں گی۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ سلازار نے اپنی نظریں جھکا لیں۔

''کیا ہوا؟'' وہ بے چین ہوئی۔

''تم میری آنکھوں کو زیادہ نہیں دیکھا کرو۔ تمہاری آنکھوں میں میری شبیہ دکھنے لگے گی۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کو اتنی جلدی پتہ چلے۔'' اس نے نظریں دوبارہ اٹھالیں۔

''اور اگر جلدی پتہ چلے گا تو کیا ہوگا؟'' وہ پھر سے اس کی آنکھوں کے سحر میں کھو رہی تھی۔

''شاید ہمارا ملنا مشکل ہونے لگے۔'' اسے یہ بولتے ہوئے مشکل ہوئی تھی۔

''مگر تمہارے لئے تو کچھ مشکل نہیں۔ تم تو ہر جگہ آ جا سکتے ہو۔'' مشوی کا دل ڈوبا تھا۔

''پھر بھی سمجھاؤں گا۔'' وہ بولا۔

''میں تمہیں چھو لوں؟'' وہ اس کے چہرے کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی۔

''نہیں...... رکو۔ اب نہیں میں نے شاہ صاحب سے وعدہ کیا ہے کہ میں کسی کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔''

''مگر مجھے تمہیں چھونے سے تکلیف نہیں ہوتی۔'' اس نے احتجاج کیا۔ وہ اس بے خودی کو محسوس کرنا چاہتی تھی۔ اس کے وجود سے اٹھتی مہک میں کھو کر اس دنیا کو بھلا دینے کا وہ احساس سب سے الگ تھا۔

''مت کرو مشوی۔'' وہ بولا۔

وہ خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگی

پھر نہ جانے کتنے ہی لمحے گزر گئے۔

''کیا تم چیزیں بھی غائب کر سکتے ہو؟'' یہ سوال سنتے ہی وہ ہنس پڑا تھا۔

''میں کرتب نہیں دکھایا کرتا۔'' کاش وہ اس کو بتا سکتا کہ وہ کیا تھا۔

''تو کیا کرتب دکھانے والے جن الگ ہوتے ہیں؟'' وہ حیران ہو کر پوچھنے لگی۔

وہ اپنے آپ کو اس کے ہر الٹے سیدھے سوال کے لئے تیار کرنے لگا۔

''کرتب دکھانے والے نہیں وہ بچے ہوتے ہیں شرارت کرتے ہیں۔'' وہ بولا۔

''تمہاری عمر کیا ہے؟'' وہ اس کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتی تھی۔

''بتاؤں گا کبھی۔'' وہ اسے کیا بتاتا۔

وہ مسلسل اس کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ سلازار نے اپنی آنکھوں کا زاویہ بدلا۔

''میں اس وقت کو تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ کسی سوال جواب میں ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے بارے میں کوئی بھی ایسی بات، جسے جان کر تم مجھ سے دور ہو جاؤ، اس کے بارے میں ہم بات کریں۔''

''لیکن میں تمہارے بارے میں کوئی بھی بات جان کر تم سے دور نہیں ہوں گی سلازار۔ تمہیں پتا ہے یہاں آنے سے پہلے مجھے خواب آیا کرتا تھا جس میں، میں برف زاروں میں بھاگتی جاتی تھی۔ میرے پیر برف سے سڑنے لگتے تھے اور پھر کوئی مہربان ہاتھ مجھے بچا لیتے تھے۔ اور جب میں اس حویلی میں آئی تو مجھے اس مہربان شخص کا چہرہ نظر آیا تھا۔ جانتے ہو کس کا چہرہ تھا؟'' وہ اس کی آنکھوں کے سامنے دوبارہ آ گئی تھی۔ اس نے بے بس ہو کر دوبارہ اس پر نظر ڈالی۔

''کس کا؟'' وہ جاننا چاہتا تھا۔

''تمہارا..... تمہیں دیکھنے سے پہلے میں نے تمہیں اپنے خوابوں میں دیکھا ہے۔ شاید اسلئے تمہیں دیکھتے ہی میں اپنے حواسوں پر قابو نہیں رکھ سکی تھی۔ مجھے ایسا لگا تھا جیسے مجھے اس سے ملا دیا گیا ہے جو صرف میرے ہی لیے بنا

''وہ بولتی گئی اور وہ مجسم حیرت بنا یہ سب سن رہا تھا۔
اس کا مطلب تھا کہ یہ لکھ دیا گیا تھا۔ پر یہ تو اس خواب کا پہلا حصہ تھا اور وہ دونوں انجام سے بے خبر تھے۔
''میں چلتا ہوں۔'' سلازار کی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔
''تم آؤ گے نا دوبارہ؟'' وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔
سلازار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
''میرے آواز دینے پر مجبور ہو کر؟''
''میں مجبور ہو کر نہیں آتا۔ سلازار یہاں مثنوی کے لیے آتا ہے۔ اور وہ یہاں بغیر کسی مجبوری کے آتا رہے گا یہاں تک کہ وہ فنا نہ ہو جائے۔'' وہ یہ بول کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔
اور مثنوی کو لگا تھا کہ وہ مل نہیں سکے گی۔

O.....◆.....O

''سلازار.....سلازار.....'' اس نے آواز لگائی پر وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ وہ جا چکا تھا۔
مثنوی کا دل بری طرح بے چین ہوا۔ اس نے سانس لے کر اس کی خوشبو کو اپنے اندر اتارنا چاہا مگر اس کی خوشبو بھی کمرے میں موجود نہیں تھی۔ وہ اس سے ایسی بات کر کے کیوں گیا تھا؟
وہ مقرر کی ہوئی حد پر پہنچا.....وہاں اسے قرطاس پہرا دیتا نظر آیا تھا۔
''آ گئے آپ؟'' قرطاس بولا۔
''ہاں.....'' وہ بولا۔ ''آؤ سرحدوں پر چلیں۔''
اور قرطاس اس کے ساتھ چل پڑا۔
اسے مثنوی کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں۔ اسے لگا جیسے اس کا وجود جگہ جگہ سے چیخ رہا ہو۔ وہ ایک جگہ رک گیا۔
''کیا ہوا؟ سلازار؟'' قرطاس اسے رکتا دیکھ کر پلٹ آیا تھا۔
''کچھ نہیں۔'' وہ جیسے برداشت کی آخری حدوں پر تھا۔
''کیا بات ہے؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟'' وہ اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہوا تھا۔
''میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' وہ اتنا ہی بول سکا۔
''چلیں قلعے واپس چلتے ہیں۔ یا آپ کہتے ہیں تو میں وہاں سے کسی کو بلاتا ہوں۔'' وہ اس کو دیکھ کر فکرمند تھا۔
''بالکل نہیں! اس بات کا ذکر تم کسی سے نہیں کرو گے۔'' وہ بولا۔
''جیسے آپ کہیں!'' وہ تو بس سلازار کا حکم مان کر چلنے والوں میں سے تھے۔
شاید وہ اسے آواز دیتے دیتے تھک گئی تھی اس کی پکار بند ہو چکی تھی۔
''چلو اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اس سے آگے نکل گیا تھا۔ قرطاس تھوڑی دیر وہیں رکا رہا اور پھر وہ تیزی سے سلازار کے ہمراہ ہو لیا تھا۔
وہ کافی دیر کھڑکی سے لگی قلعے طرف دیکھتی رہی مگر وہ واپس نہیں آیا تھا۔ آج وہ اس کے بلانے پر بھی نہیں آیا تھا۔ اتنی جلدی اس نے اپنا وعدہ توڑ دیا تھا۔ مگر کیوں؟ اور وہ اس سے فنا ہونے کی بات کر کے کیوں گیا تھا اس کی

CamScanner

آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ آج تو وہ اس سے ساری رات باتیں کرنا چاہتی تھی۔ اب کہاں ڈھونڈ ے کہاں جائے؟ بے بسی!

وہ آ کر بیڈ پر لیٹ گئی۔ اس کا چینج کرنے کا دل نہیں تھا۔ سلازار کو سوچتے اور یاد کرتے اسے نیند نے آلیا تھا۔

اس نے آنکھیں موند کر اسے دیکھا وہ سو چکی تھی۔ سلازار کو تکلیف کا احساس ہوا۔

''ایک بات پوچھوں سلازار؟'' اچانک قرطاس کی طرف سے سوال آیا تھا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''آپ حویلی کیا کرنے گئے تھے؟'' وہ بولا۔

''ایک وقت آتا ہے جب اللہ کی بنائی مخلوق پر تھکن غالب ہونے لگتی ہے۔ تو بس جب سلازار پر تھکن غالب ہونے لگی تو وہ جینے کے لیے نئے بہانے ڈھونڈنے لگا۔ کیونکہ مقصد تو اس کے پاس بہت پہلے سے تھا۔ بس یوں سمجھ کہ میں تھکنے سے پہلے اپنے وجود کو خود ہی پگھلا رہا ہوں۔'' وہ بولا۔

قرطاس کو تو سلازار کی عام باتیں سمجھ نہیں آتی تھیں وہ یہ بات بھلا کیسے سمجھتا خاموشی سے سر ہلا دیا۔

''مگر میں نے تو آپ کو وہاں سے آنے کے بعد بہت تکلیف میں دیکھا تھا۔'' تھوڑی دیر بعد اس سے رہا نہیں گیا تھا۔

''وہ تکلیف نہیں تھی۔ میں دیکھنا چاہ رہا تھا کہ شاہ صاحب کی بات کتنی سچ ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''کون سی بات؟'' قرطاس بولا۔

''وہ کہہ رہے تھے کہ اب تک ایسی کوئی چیز نہیں جس کے بارے میں سلازار کو یہ کہنا پڑے کہ اس کی برداشت سے باہر ہے۔'' وہ بولا۔

''پھر آپ کو اس بات میں کتنی سچائی لگی؟'' وہ شاہ صاحب کی بات پر من وعن یقین رکھتا تھا۔

''وہ سچ کہتے ہیں ایسی کوئی چیز نہیں جو میری برداشت سے باہر ہو۔ پر شاید صرف آج تک۔ آج کے بعد سلازار اپنی برداشت کھو دے گا۔'' وہ بولا۔

قرطاس کو اس کے اس جملے سے بے انتہا خوف محسوس ہوا۔ اس نے سلازار کو برداشت کھوتے دیکھا تھا۔ اس کی ایک دو لڑائیوں میں وہ اس کے ساتھ تھا۔ مگر بہت پیچھے۔ پر اس نے دیکھا تھا کہ جب وہ اپنی برداشت کھو دیتا تھا تو اسے اپنی جان کی فکر بھی نہیں ہوتی تھی۔

قرطاس خاموش ہو گیا۔

''کیا ہوا چپ کیوں ہو گئے؟'' سلازار بولا۔

''مجھے آپ سے ڈر لگتا ہے۔'' وہ بولا اور سلازار ہنس پڑا تھا۔

''یہ تو میں جانتا ہوں کوئی نئی بات بتاؤ۔''

اور جواب میں قرطاس بھی ہنس پڑا تھا۔

وہ سرحدوں کی طرف محو پرواز تھے۔ اور سلازار وہاں اٹھتی لال آندھی دیکھ کر چونکا تھا۔ اس کا شک صحیح تھا۔ حویلی سے وہ یہی محسوس کر کے نکلا تھا۔ اگر آج وہ مشوی کے آواز دینے پر واپس پلٹ جاتا تو شاید وہ اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر پاتا کیونکہ سلازار کے لئے فرض ہر چیز سے پہلے آتا تھا۔

وہ قرطاس کو وہیں روک کر اس لال آندھی میں داخل ہو گیا تھا۔ قرطاس نے اس طوفانی آندھی کو دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ اب وہاں سے صرف سلازار ہی باہر نکلے گا۔

O..❖..O

وہ تہجد کی نماز پڑھ کر سلام پھیر رہے تھے کہ انہیں سلازار کی خوشبو آئی۔ عام طور پر وہ اس وقت نہیں آتا تھا۔ انہوں نے سلام پھیرا اور اسے آواز دی۔ ”کیا ہوا؟ آج اس وقت کیسے آئے؟“

ویسے بھی وہ اس سے ناراض نہیں رہ سکتے تھے۔

”میں آج قرطاس کے ساتھ سرحدوں پر تھا۔ غیلان سے کچھ لوگ اس طرف آئے تھے پر اب وہ موجود نہیں۔ لیکن اب وہ پوری طاقت سے آئیں گے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ ہارث کو شکست قبول کرنا مشکل لگتا ہے۔ میں نے ازلان سے کہا ہے کہ وہ دن اور رات میں پہرے سخت کروا دیں۔ آپ بھی احتیاط کیجئے گا۔“ وہ بولا۔

”تم ہو تو مجھے کسی چیز کی فکر نہیں۔ چاہے ہارث پورے قبیلے کے ساتھ ہی کیوں نہ آ جائے۔“ وہ مسکرائے۔

”آپ کا اعتماد مجھ پر بحال ہوا مجھے اچھا لگا۔“ وہ بولا۔

”میرا اعتماد تم پر سے کبھی کم نہیں ہوا سلازار۔ میں اگر کوئی بات بولتا ہوں تو تمہاری فکر میں بولتا ہوں۔ کسی چیز سے روکتا ہوں تو اس کے پیچھے وجہ تمہاری سلامتی ہوتی ہے۔“ وہ بولے۔

”آپ سچ کہتے تھے مجھے کوئی چیز بھی مجبور نہیں کر سکتی پر آپ جانتے ہیں آج مجھے اس طرف جاتے ہوئے تکلیف ہوئی تھی۔ وہ مجھے آواز دے رہی تھی اور میں رکا نہیں۔“ وہ اپنا دل ان کے سامنے کھول کے رکھ رہا تھا وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔

”میں جانتا ہوں سلازار اپنے فرض سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔“ انہوں نے دانستہ اس کا ذکر نہیں کیا۔

”سلازار اپنے وعدے سے بھی نہیں پھرتا اور میں اسے یقین دلا کر آیا تھا کہ جب وہ مجھے آواز دے گی میں وہاں موجود ہوں گا۔“ اس نے پھر سے اس کا ذکر کیا اور انہوں نے خاموشی سے نظریں جھکا لیں۔

”سلازار کی محبت ایسی نہیں کہ کسی کو اس کے بارے میں بات کرنے کے بجائے اپنی نظریں جھکانی پڑیں۔“ نہ جانے اس کے لہجے میں کیا تھا کہ انہوں نے اپنی نظریں اٹھائی تھیں پر وہ اس سے پہلے ہی وہاں سے جا چکا تھا۔

انہیں دکھ ہوا وہ اپنا دل ان کے سامنے کھول کر رکھ رہا تھا پر وہ اس بارے میں بات کرنے سے ہچکچائے نہیں تھے وہ اسے کچھ وقت دینا چاہ رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اسے سمجھانے کا اس وقت کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ پر اس بار وہ ان سے ناراض ہو کر گیا تھا۔ ان کا دل اداس ہوا۔ وہ شام کو اس کی طرف جانے کا ارادہ کر کے دوبارہ جاء نماز کی طرف متوجہ ہو گئے۔ انہیں سلازار کے لئے بہت کچھ مانگنا تھا۔

O......❖......O

وہ وہاں سے نکل کر حویلی آ گیا۔ اس کا وجود رات سے تکلیف میں تھا اور اب اسے اس کی دوا کرنی تھی۔ اس نے ٹیرس کا دروازہ کھول دیا ابھی فجر میں وقت تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر نیم دراز تھی۔ شاید وہ بیڈ سے ٹیک لگائے ہی سو گئی تھی۔ وہ جس حالت میں اسے چھوڑ کر گیا تھا وہ اسی حالت میں ہی سو گئی تھی۔ اسے عجیب کیفیت نے گھیر لیا۔ دکھ یا ملال؟

باہر سے آتے ہوا کے جھونکوں سے اس کے چہرے پر پڑے بال اڑ رہے تھے اور وہ چاند سا چہرہ اس کے سامنے روشن ہو گیا تھا۔ وہ مبہوت ہو کر اسے تکتا رہا۔ آج شدت سے اسے چھونے کی خواہش اجاگر ہوئی تھی۔

مثنوی کو نیند میں اپنے چہرے پر تپش محسوس ہوئی تھی اور پھر اس کے وجود پر وہ خوشبو حاوی ہونے لگی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ اس کے سامنے کھڑا تھا اسے لگا جیسے وہ خواب دیکھ رہی ہو۔ اس نے اپنی آنکھیں ملیں مگر وہ وہیں موجود تھا

اس نے اس کی خوشبو کو اپنے اندر اتارا اور وہ اس کی اس ادا پر ہمیشہ ہی مسکرا دیا کرتا تھا۔

"تم آ گئے سلازار؟" اس کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"اور جاتا بھی کہاں؟" وہ بولا۔

"پر تم اپنی بات پر قائم رہنے والے نہیں ہو۔ میں نے تمہیں آوازیں دیں اور تم نہیں آئے۔" وہ شکوہ کر رہی تھی۔

"میں یہاں نہ ہو کر بھی یہیں تھا مثنوی۔ بس سلازار اپنے فرض سے پیچھے نہیں ہٹتا۔" وہ بولا۔

"کیسا فرض؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"پھر کبھی بتاؤں گا۔" اس وقت وہ صرف اسے دیکھنا چاہتا تھا۔

"تم فنا ہونے کی بات کیوں کر کے گئے تھے؟ تم لوگ بھی فنا ہوتے ہو؟ مجھے بتاؤ۔" وہ ابھی تک ناراض تھی۔ اور اس پر رعب جما رہی تھی۔

وہ ہنس پڑا

"یہ دنیا فانی ہے اور یہاں پر رہنے والی ہر مخلوق فنا ہو گی۔ اور میں بھی انہی مخلوقات میں شامل ہوں۔" وہ بولا۔

"تم وعدہ کرو کہ ایسی کوئی بات آئندہ میرے سامنے نہیں کرو گے۔ تم جانتے ہو میرا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔" وہ چلتی ہوئی اس کے قریب آ رہی تھی وہ پیچھے ہٹنے لگا۔

وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"تو کیا اب تم مجھے خود کو چھونے نہیں دو گے؟"

سلازار نے نفی میں سر ہلایا۔

"ایک بات پوچھوں؟" وہ بولی۔

"تم پوچھتی ہی تو ہو۔" اسے لگا وہ اور قریب آئی تو شاید وہ اپنے وعدے سے پھر جائے گا لہٰذا وہ اس سے تھوڑا اور دور ہو گیا تھا۔

"میں تمہیں جاننا چاہتی ہوں سلازار۔" وہ بولی۔

صحرا کی ٹھنڈی ہوا اور سلازار کی خوشبو۔ وہ اس کے منع کرنے کے باوجود اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"جان لو مجھے۔" اس نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"آنکھیں کیوں بند کر لیتے ہو؟" وہ شاید اس کے طلسم سے باہر آئی تھی۔

"میں نے تمہیں کہا ہے کہ میری آنکھوں میں نہ دیکھا کرو تمہارے حواس تمہارا ساتھ نہیں دیتے اور سلازار کا

CamScanner

برداشت جواب دینے لگتی ہے مثنوی۔" وہ بولا۔

"مجھے لے چلو اپنے ساتھ۔" اس کا اگلا جملہ اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر گیا تھا۔

"تم جانتی ہو تم کیا کہہ رہی ہو؟" وہ بولا۔

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میرا ہر لمحہ اب صرف تمہارے نام سے بندھ گیا ہے۔ یہ دل اور یہ جسم اب کسی اور کا نہیں ہوگا۔ مجھ سے نہیں رہا جاتا تم سے دور۔ مثنوی کو اس آگ میں جلنا ہے تم مجھے روکو مت۔" اس کی آواز اس کے جذبات کی شدت سے لرز رہی تھی۔

"میں یہ نہیں کر سکتا۔" وہ اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ یہ شدت خود بھی اس کی ذات کا حصہ تھی۔ یہ دونوں طرف ایک جیسی آگ ہو تو جذبات اکثر بھڑک جایا کرتے ہیں۔ اور آگ جیسے جذبات اگر بھڑک جاتے تو سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ کمرے میں حدت بڑھ گئی تھی۔

"کیوں نہیں کر سکتے؟ میں نے سنا ہے جن جس پر قبضہ کر لیں اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔" وہ بولی۔

سلازار سن ہوا تھا۔

وہ اس کی طرف پلٹا۔ "میں نے تم پر قبضہ نہیں کیا مثنوی! میں نے تمہیں اختیار دیا ہے۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ تم کسی طلسم کی قید میں گرفتار ہو کر مجھ سے عشق کر بیٹھی ہو؟ اگر ایسی بات ہے تو میں یہاں آنا چھوڑ دوں گا۔" اس کی آنکھیں جل اٹھی تھیں۔

مثنوی کو لگا کہ اس کے دل کی دھڑکن رک جائے گی۔

"نہیں میں کسی طلسم کی زیر اثر نہیں ہوں۔ میرا دل تم سے ملنے سے پہلے ہی تم سے محبت کر بیٹھا تھا سلازار۔ تم اس رشتے کو اتنا عام نہ سمجھو۔" اسے دکھ ہوا تھا۔

"تم جانتی ہو میں کبھی دکھ کی کیفیت سے نہیں گزرا۔ مجھے نہیں پتا دکھ کیسا ہوتا ہے پر میں نے شاہ صاحب کو کئی دفعہ دکھ کی کیفیت میں روتے دیکھا ہے اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ تمہارے ملنے سے مجھے وہ کیفیت بھی محسوس ہوگی۔" وہ اس کے قریب آ گیا تھا۔ اس سے زیادہ برداشت اس کے وجود پر بھاری پڑ رہی تھی۔

مثنوی اس کی خوشبو سے بے قابو ہونے لگی۔

"اگر میں تمہارے دکھ کی وجہ بنی تو میری دعا ہے کہ میں تم سے پہلے فنا ہو جاؤں۔" وہ بولی اور سلازار نے بے اختیار اپنے ہاتھ اس کے لبوں پر رکھ دیئے تھے۔ وہ کبھی بھی مثنوی کے منہ سے یہ بات نہیں سننا چاہتا تھا۔ اسے اندازہ ہوا کہ شاہ صاحب کو اس کی باتوں پر کیسا لگتا ہوگا اور وہ جو دیسے ہی اس کے لمس کے لئے بے تاب ہو رہی تھی اس تپش کو برداشت نہ کر پائی اور بے اختیار اس کی طرف بڑھی تھی پر وہ لمحوں میں پیچھے ہٹا تھا۔

"نہیں مثنوی! یہ آگ تمہیں پگھلا دے گی۔ اگر سلازار یہ اختیار رکھتا بھی ہے کہ وہ کسی بھی وقت تم سے ملنے آ سکتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی حدود بھول گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہم میں سے کچھ قبضہ کرنے کے لیے طلسم سے کام لیتے ہیں مگر سلازار تمہیں ہمیشہ آزاد رکھے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مثنوی صرف اسی کی ہے۔" وہ بولا۔

تمہیں مجھ سے جدا کروانے کے لئے کوئی تمہارے جسم کو تکلیف دے یا اس کا جادو تم پر چل جائے میں یہ موقع ہی نہیں دوں گا۔ مثنوی کو سلازار سے دور کرنے کے لئے کوئی منتر نہیں بنا۔"

"ہم ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ہر وقت؟" وہ تو بس اس کی تھی اور اب اسی کی ہو کر رہنا چاہتی تھی۔

"تم اس وقت کو پوری طرح محسوس کرو مشوی! کل کیا ہوگا یہ نہ میں جانتا ہوں اور نہ تم۔" وہ اب اس کے اردگرد چکر لگا رہا تھا۔

"مگر تم لوگ تو سب کچھ جانتے ہو۔" وہ بولی۔

"ہم سب کچھ نہیں جانتے! اور سلازار ان میں سے ہے جو "ہم سب کچھ جانتے ہیں" کا دعویٰ کرنے والوں کا خاتمہ کرتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ حیران ہوئی۔

"میں پھر یہی کہوں گا کہ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔" وہ اس کے بالوں سے کھیلتے ہوئے مخظوظ ہوا۔

"تو پھر یہ وقت کن باتوں کا ہے؟ نہ میں تمہیں چھو سکتی ہوں۔ نہ میں تمہارے بارے میں زیادہ سوال کر سکتی ہوں۔ نہ تم مجھے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو اور نہ ہی تم مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ ہم اس رشتے کو آگے لے کر کیسے چلیں گے؟ میرے لیے ایک لمحہ بھی تمہارے بغیر گزارنا مشکل ہو رہا ہے۔" وہ رونے لگی۔

"میری بے بسی اور میری بے چینی کو تم محسوس کر سکتے ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ میں کس ذہنی اذیت سے گزر رہی ہوں۔ میں اپنے گھر والوں کو کیا بتاؤں؟ کہ میں اپنے خوابوں میں آئے اس چہرے سے محبت کر بیٹھی ہوں جو حقیقت بن کر میرے سامنے موجود ہے۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ ہم ساتھ کیسے رہیں گے اور کب تک رہیں گے؟ میں کچھ نہیں جانتی! تم کہتے ہو کہ تم مجھے آواز دو گی تو میں آ جاؤں گا اور کل میں ساری رات تمہیں آواز دیتی رہی۔ مجھے ان سوالات کی اذیت سے نکالو۔ میری مدد کرو! اتنا تو کر سکتے ہو نا؟" وہ رو رہی تھی۔

"میں نہیں چاہوں گا کہ میری وجہ سے تمہیں اتنی تکلیف ہو مشوی۔ رونا بند کرو۔ میں تمہیں سارے سوالوں کے جواب دوں گا۔ کل میں اسلئے نہیں آیا کہ میں اپنے فرض کے آگے کچھ نہیں دیکھتا۔ تم یوں سمجھو جیسے تمہارے ملک کی سرحدوں کی حفاظت ایک فوجی کرتا ہے میں اپنے قبیلے کی حفاظت اسی طرح کرتا ہوں اگر میں تمہارے آواز دینے پر نہ آؤں تو تم سمجھ لینا کہ میں وہاں موجود ہوں۔ مگر سلازار فرض پورا کرتے ہی آئے گا۔ تم سے کوئی سوال نہیں پوچھے گا اور تم کسی کو جواب نہیں دو گی۔ ابھی تو میں خود نہیں جانتا کہ ہم اپنے رشتے کو کیا نام دیں گے پر میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔" وہ واقعی اسے روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"پھر مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم کہاں سے آتے ہو۔" وہ ضد کر رہی تھی۔

اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ جس کے سامنے پورا قبیلہ خاموش کھڑا رہتا تھا آج اس آدم زادی کے آگے مجبور کھڑا تھا۔

"ٹھیک ہے مگر آج نہیں! میں کل تمہیں لے کر جاؤں گا۔ اور تم وعدہ کرو کہ تم اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کرو گی۔"

مشوی نے آنسو پونچھتے ہوئے سر ہلا دیا تھا۔

"اب میں چلتا ہوں فجر کا وقت ہو رہا ہے اور حویلی والے اٹھنے والے ہیں۔" وہ یہ بول کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا اور مشوی خوشی سے اپنے کمرے میں جھومنے لگی۔

CamScanner

وہ سالار کے ساتھ اس کی دنیا میں جانے والی تھی اور اس نے سوچ لیا تھا کہ وہاں جانے کے بعد اسے یہاں واپس نہیں آنا ہے۔

O.....◆.....O

وہ سب نماز پڑھ کر حویلی کے اندر داخل ہوئے تھے۔ بابا جان باقی سب کے ساتھ اندر چلے گئے تھے مگر وہ وہیں رک گیا۔ اسے حویلی کی چھت سے کسی کا آنچل لہراتا نظر آیا تھا۔ اس وقت چھت پر کون جا سکتا ہے؟ وہ سوچنے لگا اور پھر اس کے ذہن میں وہ نام بجلی کی طرح کوندا تھا۔ ''مثنوی!''

''یہ جانے اور کتنے پچھتاوے کرے گی یہ۔'' وہ سوچتا ہوا تیزی سے اندر گیا تھا اس سے پہلے کسی اور کی نظر اس پر پڑتی وہ جا کر اس کو نیچے بلا لاتا۔

اس کے قدم تیزی سے حویلی کی چھت کی طرف جانے والی سیڑھیوں پر پڑ رہے تھے اور پھر اس نے اچانک مثنوی کے گنگنانے کی آواز سنی تھی۔ وہ چھت کی طرف کھلنے والے دروازے کے پیچھے رک گیا۔ اس کی آواز بھی بہت خوبصورت تھی۔

وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ ماں جی کو پتہ چلے کہ وہ چھت پر موجود ہے اور وہ بھی اکیلے۔

لہٰذا دروازہ کھول کر چھت پر آ گیا اور وہ اسے چھت کے ایک کونے میں کھڑی نظر آ گئی۔ اس کا منہ قلعے کی طرف تھا اور اس کے لب مسلسل کچھ گنگنانے میں مصروف تھے۔ شاہ میر کو خوف محسوس ہوا۔

وہ چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا اور اسے آواز دی ''مثنوی!''

پر وہ اسے سن رہی ہوتی تو پلٹتی۔

''مثنوی!'' اس نے اسے دوبارہ آواز دی اور اس کی دوسری آواز پر وہ پلٹ گئی تھی۔

''السلام علیکم!'' اس نے پلٹتے ہی سلام کیا تھا۔

شاہ میر نے سکھ کا سانس لیا۔ ورنہ اسے یقین ہو چلا تھا کہ مثنوی کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہو چکی ہے۔

''تم اس وقت اکیلے اوپر کیا کر رہی ہو؟'' وہ بولا۔

''بس یوں ہی۔ کھلی ہوا میں سانس لینے کے لئے آ گئی تھی۔'' اس نے بات بنائی۔ وہ یہاں قریب سے اس قلعے کو دیکھنے آئی تھی۔ جہاں اس کا سالار رہتا تھا اور اس ہوا میں اس کی خوشبو بستی تھی۔

''کھلی ہوا تمہیں اپنے کمرے کے ٹیرس سے بھی محسوس ہو سکتی ہے۔'' وہ بولا۔

''یہاں ہر بات پر اتنی پابندیاں کیوں لگائی جاتی ہیں؟ نہ اکیلے کہیں آ سکتے ہیں نہ جا سکتے ہیں۔ اب گھر سے باہر تو نہیں ہوں گھر کے اندر ہی ہوں نا۔'' وہ اکتائی۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ یہاں کسی پر کوئی پابندی نہیں ہے مگر تم جانتی ہو اس کے پیچھے کیا وجہ ہے اور میں تمہیں یہ بات بہت تفصیل سے بتا چکا ہوں۔'' وہ اپنے سوال پر شرمندہ ہوا تھا۔

پر وہ دوبارہ قلعے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ سالار اس پر کیا جادو کرتا اس نے اپنے آپ کو خود اس کی قید میں دے دیا تھا۔

''مثنوی تم ٹھیک ہو؟'' شاہ میر کو نہ جانے کیوں اپنے خدشے صحیح ثابت ہوتے لگ رہے تھے۔

CS CamScanner

''بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس نے اس دفعہ قلعے سے نظریں نہیں ہٹائی تھیں۔
''چلو چلیں! ناشتے کا ٹائم ہو رہا ہے۔'' وہ بولا۔
''آپ جائیں میں آ جاؤں گی۔'' وہ بولی۔
''میں یہیں کھڑا ہوں جب تمہارا دل بھر جائے تو مجھے بتا دینا۔'' وہ بولا۔
''آخر مسئلہ کیا ہے آپ کے ساتھ؟ آپ مجھ پر اپنا حق کیوں جتانے لگتے ہیں؟ جب میں کہہ رہی ہوں کہ میں آ جاؤں گی تو میں آ جاؤں گی۔'' وہ زور دے کر بولی۔
''تم نے حق جتانے کی مہلت نہیں دی ہے مثنوی اور یہ حق جتانے والی بات نہیں ہے۔ یہاں بات تمہاری حفاظت کی آتی ہے میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ میں تمہارا دوست ہوں اور اگر تمہیں کچھ ہوا تو میں تمہیں بچانے کے لئے سب سے آگے کھڑا نظر آؤں گا۔'' وہ بولا۔
''مجھے کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ آپ مجھے تھوڑی دیر کے لئے اکیلا چھوڑ دیں۔'' وہ اس کی موجودگی سے ڈسٹرب ہو رہی تھی۔
''میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہیں اور کتنا وقت چاہیے؟'' نہ جانے کس جذبے کے تحت وہ اس وقت یہ سوال کر بیٹھا تھا۔
وہ حیرت سے پلٹی ''کس چیز کے لئے وقت؟''
''ہماری شادی کے لیے!'' وہ صاف بات کرنے کے موڈ میں تھا۔
''آئی ایم سوری! میں یہ نہیں کر سکتی۔'' وہ بول کر دوبارہ پلٹ ہی رہی تھی کہ وہ اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔
''وجہ...... اب میں وجہ جاننا چاہتا ہوں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔
عین اسی لمحے مثنوی کے آس پاس وہ خوشبو پھیل گئی۔ سلازار آ رہا تھا یا شاید آ چکا تھا مثنوی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اسے اس طرح چھت پر نہیں آنا چاہیے تھا اگر آ ہی گئی تھی تو شاہ میر کو وہاں دیکھتے ہی اسے نیچے چلے جانا چاہیے تھا۔
''میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں۔'' وہ صاف صاف بول گئی۔
اور وہ سکتے میں آ گیا تھا۔
''میں نہیں مانتا اس بات کو۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔'' اسے شدید غصہ آیا تھا۔
اور اسی وقت مثنوی کو شاہ میر کی پشت پر سلازار ہوا میں معلق نظر آیا تھا۔
اس کی آنکھوں میں حیرانی، خوشی اور انہونی کا ڈر ایک ساتھ ظاہر ہوا اور وہ جو ویسے ہی اس کی آنکھیں پڑھ رہا تھا کن ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ اس کے پیچھے کسی کو دیکھ سکتی تھی وہ پلٹا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔
سلازار نے مثنوی کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔
وہ ایک نظر شاہ میر پر ڈال کر نیچے جاتے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ شاہ میر اسے جاتا دیکھ رہا تھا اور پھر واپس پلٹا تھا۔ سلازار اس کے بالکل سامنے تھا۔ پر وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔
ہاں اسے اپنے چہرے پر بے پناہ حدت کا احساس ہوا تھا۔

CamScanner

وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔ ماں جی کو بتانا ضروری ہو گیا تھا۔
وہ فوراً پلٹ کر نیچے اتر آیا۔

ملازاد اس کے دل کا حال جان گیا تھا۔ مگر اب اسے مثنوی سے الگ کرنا ناممکن تھا۔ وہ ہر جنگ میں قہر بن کر ٹوٹنے والوں میں سے تھا۔ اور یہ تو اس کی اپنی جنگ تھی۔

O....❖.....O

شاہ میر چھت سے نیچے آیا پر ماں جی کچن میں ناشتہ بنوانے میں مصروف تھیں۔ وہ انہیں مصروف دیکھ کر خاموشی سے پلٹ آیا۔ وہ ناشتے کے فوراً بعد ان سے بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ناشتہ کرنے کے دوران وہ اسے نوٹ کرتا رہا مگر وہ عام انداز میں ناشتہ کر رہی تھی اور پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ جبکہ عام طور پر اس وقت وہ صحن میں بیٹھا کرتی تھی۔ وہ ماں جی کے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہا اور پھر جیسے ہی وہ اپنے کمرے میں گئیں تھیں وہ ان کے کمرے کے باہر کھڑا دستک دے رہا تھا۔

''آجاؤ اندر!'' اندر سے ماں جی کی آواز آئی۔

اور وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا تھا

''السلام علیکم ماں جی۔'' وہ بولا۔

''وعلیکم السلام بیٹا۔'' وہ اسے دیکھ کر مسکرائیں۔

''ماں جی میں آپ سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ بولا۔

''ہاں بولو کیا بات ہے؟'' وہ اسے غور سے دیکھنے لگیں۔

اور اس نے مثنوی کے رویے میں آئی تبدیلی اور چھت پر ہونے والے واقعے کے بارے میں انہیں بتا دیا۔ ان کے چہرے پر فکرمندی کے تاثرات ابھر آئے۔

''تمہیں یہ بات مجھے پہلے بتانی چاہیے تھی۔'' وہ بولیں۔

''پہلے مجھے اس بارے میں یقین نہیں تھا مگر آج کے واقعے کے بعد مجھے یقین ہو چلا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی گڑبڑ ضرور ہوئی ہے۔'' وہ بولا۔

''ٹھیک ہے تم مثنوی کو میرے پاس بھیجو بلکہ نہیں۔ تم نہیں۔ میں ملازم کے ہاتھ کہلواتی ہوں۔ ایسا نہ ہو تمہیں دیکھ کر وہ مزید ناراض ہو جائے۔ ان معاملوں میں زبردستی یا غصہ کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ پہلے میں اس سے بات کر لیتی ہوں۔'' وہ بولیں۔

اور وہ ان سے اجازت لے کر باہر نکل گیا تھا۔ انہوں نے ملازم کو آواز دی اور مہ جبین کو بلوانے کا کہا تھا۔ مثنوی سے پہلے وہ اس کی ماں سے بات کرنا چاہتی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی مہ جبین کمرے میں داخل ہوئیں تھیں۔

''السلام علیکم! بھابھی آپ نے مجھے یاد کیا؟'' وہ بولیں۔

''ہاں مہ جبین! مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔'' وہ بولیں۔

''جی بولیں خیریت ہے؟'' آج سے پہلے بھابھی نے انہیں اس طریقے سے نہیں بلوایا تھا۔

اور جواب میں انہوں نے شاہ میر کی بتائی ساری باتیں ان کے سامنے رکھ دی تھیں۔ اور وہ اپنا دل پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

''حوصلہ رکھو مہ جبین۔ ابھی ہمیں یہ نہیں پتہ کہ اس بات میں کتنی سچائی ہے اور تم ابھی سے ہمت ہار بیٹھی ہو۔ تم جانتی ہو ان معاملات میں بے احتیاطی ٹھیک نہیں ہوتی۔ اور وہ ویسے بھی یہاں نئی ہے۔ مجھے ذرا اس بات کی تہہ تک جانے دو۔ اس کے بعد ہم بابا جان کے پاس چلیں گے۔'' وہ انہیں دلاسہ دیتے ہوئے بولیں۔

''میں مثنوی کو بلاتی ہوں۔ بہتر یہی ہوگا کہ تمہارے سامنے بات کرلوں۔'' وہ بولیں اور مہ جبین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

انہوں نے ملازم سے مثنوی کو بلانے کا کہلوا بھیجا۔

اور تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

''آجاؤ۔'' انہوں نے آواز دی اور مہ جبین کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

مثنوی کمرے میں داخل ہوئی تھی پر وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی ٹھٹھک کر رکی۔ مما بھی وہاں موجود تھیں۔ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ اس پر شاہ میر کے رشتے کے لیے زور دیا جانا تھا۔

''آؤ..... رک کیوں گئیں؟'' وہ بولیں۔

''نہیں کچھ نہیں.....'' وہ یہ بول کر خاموشی سے مہ جبین کے برابر آکر بیٹھ گئی۔

''بیٹا میں تم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔'' ماں جی نے بات شروع کی۔

''جی بولیں؟'' وہ ان کے آگے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی لہٰذا مختصراً جواب دے کر خاموش ہوگئی۔

''تمہارا ان دنوں میں اکیلے قلعے کی اطراف میں جانا ہوا ہے یا تم نے کوئی خاص بات محسوس کی؟'' وہ بولیں اور مثنوی چونکی تھی ان کی نظروں سے اس کا چونکنا چھپا نہیں تھا۔

''نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ میں حویلی کے اندر ہی رہی ہوں۔'' وہ بولی۔

''کیا تم اب بھی خوشبو کا استعمال کر رہی ہو؟'' وہ اسے اب جانچتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

''نہیں وہ تو میں نے اسی دن سے چھوڑ دیا تھا جس دن سے یہ سب میرے کمرے سے پرفیوم کی بوتلیں اٹھا کر لے گئے تھے۔ آپ میرے کمرے کی تلاشی دلوا سکتی ہیں۔'' وہ مما کے سامنے ان سے بحث نہیں کر سکتی تھی لہٰذا جو وہ پوچھ رہی تھیں وہ اس کا سیدھا سیدھا جواب دے رہی تھی۔

''کیا تمہیں نیند میں ڈر لگا یا کمرے میں کوئی ایسی چیز جو تم نے محسوس کی ہو؟'' وہ بولیں۔

''آپ لوگوں نے اس دن بھی مجھ سے اس طرح کے سوال کیے تھے اور میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں نے اس طرح کا کچھ بھی محسوس نہیں کیا۔'' اسے کوفت ہوئی۔

''تم نماز باقاعدگی سے پڑھ رہی ہو؟'' اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ مگر اس سوال پر اسے غصہ آیا تھا۔

''جاؤ بیٹا قرآن پاک اٹھا لاؤ۔'' انہوں نے اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے چلتی ہوئی ان کی الماری تک گئی اور الماری کھول کر قرآن پاک نکال لائی۔

''بیٹھو۔'' انہوں نے اشارہ کیا اور وہ بیٹھ گئی تھی۔ مما دم سادھے اسے تک رہی تھیں۔ ''سورہ بقرہ کی تلاوت کرو۔'' وہ حیران نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

''دیکھو بیٹا ہمیں کچھ چیزیں معلوم کرنی ہیں اور یہ بہت ضروری ہے۔ تم اس بارے میں سوچ کر پریشان مت

ہونا اور اپنی ماں سے ناراض نہ ہونا۔" وہ اسے سمجھانے لگیں۔
وہ سر جھکا کر قرآن کی تلاوت کرنے لگی۔ تلاوت کرتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں کوئی جنبش تھی نہ ہی اس کے چہرے پر کوئی پریشانی۔ وہ دونوں اسے نوٹ کرتی رہیں مگر وہ عام انداز میں تلاوت کر رہی تھی۔
"بس ٹھیک ہے تم جا سکتی ہو۔" انہوں نے کہا اور وہ قرآن بند کر کے وہاں سے باہر نکل گئی۔
"یہ تو بالکل نارمل انداز میں ہر کام کر رہی ہے۔" مہ جبین بولیں۔
"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شاہ میر کو کوئی وہم ہوا ہو...... لیکن پھر بھی میں بابا جان تک یہ بات پہنچا دوں گی۔ تم بے فکر رہو۔" وہ انہیں تسلی دینے لگیں۔ مہ جبین نے سکون کا سانس لیا تھا۔

O......◆......O

وہ تیزی سے اپنے کمرے میں آئی اور دروازہ بند کر لیا۔ کمرے میں آتے ہی اس نے سلازار کو پکارا۔
اور اس کی آنکھیں کھولنے سے پہلے وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ مسکرائی!
"مجھے دن کے وقت یہاں نہ بلایا کرو۔ اگر تمہاری آواز کسی تک چلی گئی تو انہیں تم پر شک ہو جائے گا۔" وہ بولا۔
"شاید انہیں شک ہو گیا ہے۔" وہ کندھے اچکا کر بولی۔
"وہ مجھ سے قرآن کی تلاوت کروا رہے تھے۔" اور یہ سنتے ہی سلازار ہنسنے لگا۔ وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی وہ شاید کھل کر ہنس رہا تھا۔ سلازار کی ہنسی۔ مثنوی کے دل کی دھڑکن مس ہوئی۔
"کیا ہوا؟" وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ اس میں ایسی کیا بات تھی جو سلازار کو اتنی ہنسی آئی۔
"میں کوئی شیطان جن تو ہوں نہیں اور نہ ہی میں نے تمہارے جسم پر قبضہ کر رکھا ہے۔ تو میں بھلا تلاوت سے کیسے بھاگوں گا؟ جبکہ سلازار کا وجود اس تلاوت سے معطر ہے۔ ان کی غلطی نہیں۔ لوگ جن بھگانے کے لیے اکثر یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ ہر جن قبضہ کرنے والا نہیں ہوتا۔" وہ ہنسنے لگا تھا۔
وہ اسے آنکھوں میں جذب کرنے لگی۔
وہ ہنستے ہنستے رکا تھا اور اس کی آنکھوں کے آگے اپنے ہاتھ سے رکاوٹ کھڑی کر دی تھی۔
"کیوں...... اب تمہیں چھونے کے ساتھ ساتھ دیکھنا بھی منع ہو گیا ہے؟" وہ ویسے ہی کھڑی رہی اس نے ہاتھ ہٹا دیا تھا۔
"نہیں...... مگر تمہاری نظروں کی تپش سلازار کی نظروں سے زیادہ ہے۔" وہ بولا۔
"اچھا ایک بات بتاؤ۔" وہ چلتی ہوئی اس کے قریب آ رہی تھی وہ پھر سے پیچھے ہٹ گیا۔ مگر اس بار وہ مسکرا رہا تھا اور ہمیشہ اسے چھونے کی کوشش کرتی تھی جیسے وہ کوئی قیمتی چیز ہو اور سلازار کو اسے باز رکھنے کے لیے پیچھے ہٹنا پڑتا تھا۔
"پوچھو سلازار تمہارے ہر سوال کا جواب دے گا۔" وہ بولا۔
"مجھے تو لگا تھا تم شاہ میر کو زندہ نہیں چھوڑو گے۔" وہ بولی۔
سلازار اس کی بات سن کر بے تحاشہ ہنسا تھا۔

''میں کسی کو بلاوجہ نقصان نہیں پہنچاتا۔'' وہ بولا۔

''بلاوجہ..... کیا تمہیں پتا نہیں چلا کہ وہ مجھ سے کیا بات کر رہا تھا۔ تم اس کے دل کا حال جان گئے تھے نہیں؟'' وہ بولی۔

''ہاں میں اس کے دل کا حال جان گیا تھا مگر اس سے پہلے میں مشوی کے دل کا حال جانتا ہوں۔ اور جب مجھے یہ پتہ ہے کہ وہ صرف میری ہے تو میں کسی کو نقصان کیوں پہنچاؤں گا۔'' وہ بولا۔

''تمہیں جلن نہیں ہوتی؟'' اور اس بات پر سلازار کو لگا کہ وہ آگے بڑھ کر اس کو خود سے لگا لے۔

وہ ہنستا ہی چلا گیا۔

مشوی کے چہرے پر ناراضگی آئی تھی۔ جسے دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا۔

''تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟'' وہ خفگی سے بولی۔

''جلنے والے کو کیا جلن ہوتی ہوگی؟ اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟'' وہ مسکرایا۔

''تم مجھے کہانیوں میں پڑھے ہوئے جن کی طرح سمجھتی ہو۔ جبکہ ہمارے اپنے قبیلے ہوتے ہیں۔ خاندان ہوتا ہے۔ ہمارے رہنے سہنے کے طریقے کھانا پینا، شادی بیاہ سب کچھ تم لوگوں کی طرح ہی ہوتا ہے۔'' وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔ ''تم نے مجھے کہا تھا کہ تم مجھے لے کر جاؤ گے اپنے ساتھ۔''

''ہاں آج رات لے کر جاؤں گا۔'' اس بار وہ اپنا وعدہ پورا کر کے دکھانے والا تھا۔

''ٹھیک ہے میں تیار رہوں گی۔'' وہ بولی۔

''تمہیں میرے قبیلے سے ملنے کے لیے کسی تیاری کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تمہارے حسن کو کسی آرائش کی ضرورت نہیں۔ جیسی ہو ویسے ہی چلنا۔'' وہ بولا۔

''ہم کیا اڑ کر جائیں گے؟'' وہ پوچھنے لگی۔

''میرے خیال سے مجھے چلنا چاہیے اور ہم وہاں کیسے جائیں گے اس کی فکر تم مجھ پر چھوڑ دو۔ اب میں جاتا ہوں مجھے آواز نہ دینا۔ مجھے تمہارے آنے کی تیاری کرنی ہے۔'' وہ یہ بول کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ اس نے اس کی جاتی خوشبو کو اپنے اندر اتارا اور خوشی سے بیڈ پر لیٹ گئی۔ آج رات وہ سلازار کے ساتھ جانے والی تھی۔ کبھی واپس نہ آنے کے لئے۔

O.....❖.....O

شاہ میر بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ ماں جی نے اسے بتایا تھا کہ فکر کی کوئی بات نہیں ہے مگر اس کی نظروں کے سامنے سے مشوی کی وہ آنکھیں نہیں ہٹتی تھیں۔ یہ ٹھیک تھا کہ اس نے اسے پریشان دیکھ کر اپنے دل کو تسلی دے دی تھی کہ شاید وقت کے ساتھ ساتھ چیزیں ٹھیک ہو جائیں مگر اب وہ کسی ریت کی مانند اس کی مٹھی سے پھسلتی جا رہی تھی۔ وہ اسے اپنے لئے لازم و ملزوم کر بیٹھا تھا...... انجانے میں ہی سہی مگر اب یہ اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ وہ تو کتنے دن سے یہ سوچ کر پریشان تھا کہ اگر وہ واپس چلی گئی تو وہ یہ وقت کیسے گزارے گا۔ اسی لیے جانے سے پہلے وہ اسے اپنے نام سے منسوب کرنا چاہتا تھا مگر وہ اسے صاف انکار کر چکی تھی یہ بول کر کے وہ کسی اور کو

CamScanner

پسند کرتی ہے جبکہ وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ جب وہ یہاں آئی تھی وہ کسی کو پسند نہیں کرتی تھی۔ تو اب یہ بات وہ اتنی بہادری سے کیسے بول سکتی تھی اس کی آنکھوں کے آگے بار بار چھت والا وہ منظر آ رہا تھا۔ اس نے خود وہاں کسی کی موجودگی محسوس کی تھی۔

"کیا مجھے مثنوی سے خود بات کرنی چاہیے؟" وہ سوچنے لگا۔

"نہیں میرے خیال سے میرے بات کرنے سے وہ مزید ناراض ہو گی تو پھر یہ بات میں کس سے کروں۔"

"شاہ صاحب!" اچانک اسے خیال آیا تھا۔ وہ حویلی سے باہر آ گیا۔ اکرم اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"کہاں چلنا ہے؟" وہ پوچھنے لگا۔

"مجھے شاہ صاحب کے حجرے لے چلو۔" وہ سنجیدگی سے بولتا ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر جا بیٹھا۔

اکرم اسے حیرت سے تکتا رہا کیونکہ شاہ میر کو اچھی طرح پتا تھا کہ اکرم وہاں جانے سے گھبراتا ہے۔

"اگر تم نہیں آ رہے تو میں خود چلا جاتا ہوں۔" وہ اسے وہیں کھڑے دیکھ کر بولا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ یہ کہہ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ آج شاہ میر ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ اس نے راستے میں بھی کوئی بات نہیں کی تھی لہٰذا اکرم خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔

گاڑی رکتے ہی وہ بغیر کچھ کہے اتر کر حجرے میں داخل ہو گیا تھا۔ اکرم خاموشی سے اسے اندر جاتا دیکھتا رہا۔

حجرے کے صحن میں دوپہر اتر رہی تھی اور بچے اپنا سبق لے کر جا رہے تھے۔ شاہ صاحب اسے اپنی مخصوص نشست پر بیٹھے نظر آئے وہ خاموشی سے جا کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ انہوں نے ایک نظر اس پر ڈالی اور بچوں کو جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔

بچے ایک ایک کر کے وہاں سے نکلنے لگے اور صحن کے خالی ہوتے ہی وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کیسے آنا ہوا میرے بچے؟" وہ شفقت سے بولے۔

"میں آپ سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں پر اس سے پہلے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہمارے علاوہ یہاں کوئی اور موجود ہے؟" اس کا اشارہ دوسری مخلوقات کی طرف تھا۔ وہ چونکے اور نفی میں سر ہلا دیا۔ کیونکہ اس وقت وہاں واقعی کوئی موجود نہیں تھا۔

"بڑی پھوپھو بہت عرصے کے بعد گلگت سے حویلی آئی ہیں اور ان کا مقصد شادی میں شرکت کرنا تھا۔ ان کی سب سے بڑی صاحبزادی مثنوی پہلی دفعہ یہاں آئی ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی حد بندی سے باہر نکل آیا ہے۔ کوئی ہے جو حویلی آتا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا اور شاہ صاحب خاموش ہو گئے تھے۔

"کیا آپ نے کچھ دیکھا یا محسوس کیا؟" تھوڑی دیر بعد وہ بولے۔

"نہیں...... اور گھر والے بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ میرا وہم ہے مگر آج صبح کچھ ایسا ہوا جو مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر گیا کہ یہ میرا وہم نہیں ہے۔" وہ بولا اور اس نے چھت والا واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا تھا۔ وہ خاموشی سے ساری بات سنتے رہے۔

"کیا آپ کے گھر میں کسی کو نقصان پہنچا ہے؟" وہ جانتے تھے سالار ایسا کچھ نہیں کرے گا۔

"نہیں بالکل نہیں۔" وہ بولا۔

CamScanner

''ٹھیک ہے میں اس معاملے کو دیکھ لیتا ہوں۔ میں آج شام کو ان کی طرف جاؤں گا۔'' وہ اس سے زیادہ اسے کوئی تسلی نہیں دے سکتے تھے۔

''کیا میں بے فکر ہو جاؤں؟'' وہ پوچھنے لگا۔

''کیا تمہیں اس لڑکی کی فکر ہے؟'' انہوں نے جواباً اس سے سوال کیا۔

اور اس نے خاموشی سے نظریں جھکا دی تھیں۔

''میری محبت ایسی نہیں کہ کسی کو اس کے بارے میں بات کرنے کے بجائے اپنی نظریں جھکانی پڑیں۔'' ان کے کانوں میں سلازار کا جملہ گونجا۔

''تم جا سکتے ہو۔'' وہ بولے۔

وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔

معاملات ان کی سوچ سے زیادہ گھمبیر ہو چکے تھے۔

انہوں نے اپنی زوجہ کو آواز دے کر بیٹھا بنانے کا کہا تھا اور وہ سمجھ گئی تھیں کہ وہ شام کو سلازار کی طرف جانے والے تھے لہٰذا وہ باورچی خانے کی طرف چل دیں۔ مگر وہ خاموش بیٹھے تھے۔

شاید زندگی میں پہلی بار انہیں سوچنا پڑ رہا تھا کہ وہ سلازار سے کیا بات کریں گے۔

O......❖......O

مغرب کی اذان سنتے ہی وہ واپس قلعے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ مشوی سے ملنے کے بعد سے اب تک مسلسل سرحدوں پر تھا۔ پر اب اسے ازلان سے بات کرنی تھی۔

وہ قلعے میں داخل ہوا تو اس کی توقع کے عین مطابق نماز کے بعد قبیلے کے لوگ باہر نکل آئے تھے۔ بوڑھے، بچے، عورتیں، نوجوان سب ہی اِدھر اُدھر مشغول تھے۔ وہ ان کے درمیان سے ہوتا ہوا ازلان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

نماز پڑھتے ہی وہ بیان دینے کے عادی تھے اور ان کے اردگرد جنات اکٹھا ہو کر بیٹھے رہتے تھے۔

پر ان کے قریب پہنچتے ہی وہ رک گیا تھا۔ اسے شاہ صاحب، ازلان کے برابر بیٹھے نظر آئے تھے۔

''آؤ سلازار۔ رک کیوں گئے؟'' وہ اسے رکتا دیکھ کر خود اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ خاموشی سے ان کے برابر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ ازلان کا بیان سننے میں مصروف ہو گئے وہ بھی گردن جھکائے بیٹھا رہا۔

وہ وقتاً فوقتاً اس پر نظر ڈال لیتے تھے۔

بیان ختم ہوتے ہی جنات اپنے اپنے خاندانوں کی طرف بڑھ گئے۔ اب وہاں ازلان، سلازار اور شاہ صاحب موجود تھے۔

''یہ دیکھو میں تمہارے لئے کھیر لایا ہوں۔'' وہ اس کی طرف کھیر کا ڈبہ بڑھاتے ہوئے بولے۔

اس نے خاموشی سے کھیر لے کر ایک طرف رکھ دی تھی ازلان حیران ہوئے۔

شاہ صاحب نے انہیں آنکھوں سے تنہائی دینے کی درخواست کی تھی وہ سر ہلا کر وہاں سے اٹھ گئے۔

''تم ناراض ہو مجھ سے؟'' وہ تنہائی پا کر اس سے بولے۔

اس نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔

''آج میرے پاس حویلی سے شاہ میر آیا تھا۔'' وہ بولے۔ وہ سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگا۔

''میں اس کے دل کا حال پڑھ چکا ہوں۔'' وہ بولا۔

''پھر بھی تم چاہتے ہو کہ......'' انہوں نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

''زیادہ اہم یہ ہے کہ مشتوی کیا چاہتی ہے۔'' اس نے بھی وہی نام لیا جو شاہ میر ان کے سامنے لے رہا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔

''تم کیا چاہتے ہو سالازار؟ یہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں۔ اس طرح اشاروں میں بات کریں گے تو کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکیں گے۔'' اس دفعہ وہ اسے پیار سے سمجھانا چاہتے تھے۔

''کیا میں یہ وقت اپنے لیے نہیں جی سکتا؟ یہ حدود کوئی ختم نہیں کر سکتا؟ کیا میری برسوں کی ریاضتوں کے صلے میں مجھے وہ نہیں مل سکتی؟'' وہ ان سے پوچھ رہا تھا۔

ان کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔ ان کا بس چلتا تو وہ ساری دنیا کی خوشیاں اٹھا کر اس کے سامنے ڈھیر کر دیتے۔

''وہ آدم زادی ہے سالازار!'' انہوں نے اسے یاد دلانا چاہتا۔

''اور میں کون ہوں؟'' وہ بولا۔

''جن زاد اور آدم زاد کا ملنا ناممکن ہے۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولے۔

''میں عشق زاد ہوں۔ مجھے نہیں فکر آدم زاد یا جن زاد کی۔ عشق کے اپنے اصول ہوتے ہیں وہ ان سب باتوں کی قید سے آزاد ہے۔'' وہ بولا پر اب اسے بے چینی نے گھیر لیا تھا۔

''تم وعدہ کرو کہ تم اب وہاں نہیں جاؤ گے۔'' وہ شفقت سے اسے سمجھانے لگے۔

''میں وہاں جاؤں گا اور اسے یہاں لے کر آؤں گا۔'' وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

انہوں نے دیکھا اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھی۔

''سالازار تم اپنے قبیلے میں کھڑے ہو۔'' انہوں نے اسے یاد دلانا چاہا۔

''سن لیں سب۔ میں اسے یہاں لے کر آؤں گا۔ وہ میری ہے۔'' وہ آپے سے باہر ہو رہا تھا شاید اتنے دن سے اندر پلتی وہ اذیت اب لاوا بن کر باہر نکل رہی تھی۔

وہ کھڑے ہو گئے۔ سالازار کا جلال سب کو نظر آ رہا تھا اس کے وجود سے آگ نکلنے لگی تھی۔ ازلان جو دور سے یہ سب دیکھ رہے تھے فوراً ان کے قریب آئے تھے۔

''کیا بات ہے؟ کیا ہوا ہے؟'' وہ اس کی طرف دیکھ کر بولے۔

اور جواباً اس نے منہ پھیر لیا تھا۔ پر اس کے وجود سے نکلتی آگ یہ باور کرا گئی تھی کہ سالازار کو کسی بات پر بے تحاشہ جلال آیا تھا۔

وہ شاہ صاحب کی طرف پلٹے۔

''کیا بات ہوئی ہے؟ آپ بتائیں۔'' وہ پریشان ہو رہے تھے۔

''میں چلتا ہوں۔'' وہ یہ بول کر مڑنے لگے تھے کہ ازلان نے انہیں روک لیا۔

CamScanner

''کیا اس نے آپ سے گستاخی کی ہے؟'' ان کے چہرے پر غصہ آیا۔
''نہیں ....مگر یہ اپنے آپ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔'' وہ بولے۔
''سلازار کیا بات ہوئی ہے؟'' وہ ان کی باتیں سن کر پریشان ہو گئے تھے۔
وہ بغیر جواب دیے خاموش کھڑا رہا۔ قبیلے کے جنات آہستہ آہستہ وہاں جمع ہونے لگے تھے۔ انہوں نے سلازار کو اس جلال کی کیفیت میں بہت کم ہی دیکھا تھا۔
قرطاس مجمع سے نکل کر سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔
''پھر کبھی بات کریں گے۔'' وہ جانے لگے۔ وہ نہیں چاہ رہے تھے کہ سب کو خبر ہو۔ پر اچانک ہی وہ دہاڑا تھا۔ قلعے کی دیواریں اور مجمع کے دل دہل گئے تھے۔
''یہ بات آج ہی ہوگی۔'' سلازار بولا۔ ''میں نے آپ کو کہا تھا کہ میری محبت ایسی نہیں کہ اس کے بارے میں بات کرنے کے بجائے کسی کو اپنی نظریں جھکانی پڑیں۔ تو یہ بات آج ہی ہوگی۔'' وہ زور دے کر بولا۔
ازلان اس کی بات سن کر حیرت زدہ تھے۔
''محبت..... سلازار یہ میں کیا سن رہا ہوں؟'' وہ بولے۔
''کوئی بات نہیں ہے۔ ہم اس بارے میں بعد میں بات کریں گے۔'' شاہ صاحب نے سلازار کو اشارہ کیا۔
''جی محبت..... میں مثنوی سے محبت کرتا ہوں۔ عشق..... عشق کرتا ہوں میں۔'' وہ بولا۔
''کس سے؟'' وہ اس سے پوچھ رہے تھے اور شاہ صاحب نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ یہ وہ منظر تھا جو وہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔
''کس قبیلے سے ہے وہ؟'' وہ پوچھنے لگے کیونکہ ان کے قبیلے میں یہ نام کسی کا نہیں تھا۔
''وہ آدم زادی ہے۔'' وہ بولا اور مجمع کو سانپ سونگھ گیا تھا ازلان کو لگا شاید ان کے لئے اب ہلنا ناممکن ہوگا۔
''سلازار تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟'' وہ بولے۔
''جی میں جانتا ہوں اور عشق پر کسی سرحد کی کوئی قید نہیں۔ مجھے پورا حق ہے اپنی مرضی سے کوئی بھی فیصلہ لینے کا۔'' وہ بولا۔
انہوں نے ایک نظر شاہ صاحب پر ڈالی وہ خاموش کھڑے تھے۔
''کیا آپ جانتے ہیں یہ پہلے سے؟'' انہوں نے پوچھا۔
انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ وہ بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگے۔
''کیا تم جانتے ہو یہ بات تمہارے لئے کتنی نقصان دہ ہے؟'' وہ بولے۔
''آپ نے سمجھایا کیوں نہیں؟'' ازلان دوبارہ شاہ صاحب کی طرف پلٹے مگر وہ اب بھی خاموش تھے۔
''انہوں نے مجھے سمجھایا تھا پر یہ چیز میرے بس سے باہر ہو چکی ہے۔'' وہ بولا۔
پورا قبیلہ آہستہ آہستہ جمع ہو چکا تھا۔
''یہ نہیں ہو سکتا سلازار۔'' وہ بولے۔
''کیوں نہیں ہو سکتا؟ میں سب کے لیے اتنا کچھ کر سکتا ہوں تو پھر آپ لوگ میرے لیے یہ نہیں کر سکتے؟ میں

CamScanner

اپنے مقصد کے لیے اتنے عرصے سے لڑ رہا ہوں تو کیا اب مجھے اس بات کا حق نہیں کہ میں اپنی مرضی سے کسی کو چن سکوں؟" وہ بولا۔

"تمہیں حق ہے۔ مگر وہ جن زادی ہی ہو۔" وہ بولے۔

"میں صرف مثنوی کا ہوں۔ سلازار صرف مثنوی کا ہے۔ بس وہی ہے جو میرے وجود کا حصہ بنے گی ورنہ سلازار اپنے وجود کو فنا کر دے گا۔" یہ بولتے ہوئے اس کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں تھیں۔ قرطاس کانپ گیا۔ اس کے وجود سے آگ نکل رہی تھی۔ اور اب وہ پوری طرح جل رہا تھا۔ وہ تیزی سے اس چبوترے سے اتر کر مجمع کی طرف بڑھا اور مجمع اس کے لیے رستہ بنانے لگا۔ وہ ایک ایک کر کے اس کے سامنے سے ہٹ رہے تھے اور وہ تیزی سے ان کے بیچ سے نکل رہا تھا۔ جاتے جاتے وہ پلٹا۔ ازلان اور شاہ صاحب اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"میں آج رات اسے یہاں لے کر آؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سب لوگ اس کے آنے کی تیاری کر لیں۔" وہ یہ بول کر وہاں رکا نہیں تھا۔ شاہ صاحب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔ اور ازلان جانتے تھے کہ وہ جو کہہ کر گیا ہے کرے گا ضرور۔ پورے قبیلے میں ایسا کوئی نہیں تھا جو اسے روک سکتا۔

وہ خاموشی سے اس کے دہکتے وجود کو وہاں سے جاتا دیکھ رہے تھے اور تھوڑی دیر بعد وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

O.....❖.....O

قرطاس خاموشی سے سلازار کو قلعے سے نکلتے دیکھتا رہا پھر وہ دوبارہ ازلان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ وہ شاہ صاحب کو دیکھ رہے تھے۔

انہوں نے شاہ صاحب کو تسلی دی اور پھر وہ دونوں ایک طرف کو چل دیے۔ شاید وہ تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتے تھے۔ پورے قبیلے میں چہ مگوئیاں شروع ہو چکی تھیں۔ وہ سب آپس میں سلازار کی محبت کے بارے میں بات کر رہے تھے مگر اس سے اس بارے میں بات کرنے کی ہمت کسی میں نہ تھی۔ وہ مجمع سے ہوتا ہوا قلعے سے باہر نکل آیا۔ اسے سلازار کی تلاش تھی۔ کچھ دور پرواز کرنے کے بعد وہ اسے جھیل کے ساتھ بیٹھا نظر آیا تھا۔ اس نے اسے اس کے جسم سے نکلتے شعلوں سے پہچانا تھا۔ وہ ابھی تک دہک رہا تھا۔

وہ خاموشی سے اتر آیا اور تھوڑی دیر اس کی پشت پر کھڑا رہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" سلازار بغیر مڑے بولا تھا۔

"میں بس آپ کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہوں۔" وہ بولا۔ اسے ویسے بھی سلازار سے بہت انسیت تھی۔ اسے ہی نہیں قبیلے کے ہر جن کو اس سے بہت انسیت تھی۔ وہ ان کے لیے معتبر تھا۔ سلازار نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا وہ خاموشی سے جا کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"کیسی ہے وہ سلازار؟" قرطاس نے تھوڑی دیر بعد ہمت کر کے پوچھا تھا۔

اور قرطاس نے دیکھا کہ سلازار کے وجود سے دہکتی آگ ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

اور وہ جو شاید بات کرنے کے لیے کسی کو ڈھونڈ رہا تھا اسے قرطاس کی صورت میں وہ مل گیا تھا۔

آج پہلی بار کسی نے اسے روکا نہیں تھا بلکہ اس کی پسند کے بارے میں جاننے کی بات کی تھی۔ سلازار نے ابھی

بھی جواب نہیں دیا تھا۔

"آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں سلازار! میں یہ بات کسی مخبری کے لئے نہیں پوچھ رہا میں تو بس جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے جو سالازار کی پسند بنی ہے؟" اس کے لہجے میں بے حد عزت تھی۔ سلازار اس کے لہجے سے پگھلا۔

"مشوی ہے وہ...... چاند سے زیادہ چمکتا چہرہ ہے اس کا۔ اس کی آنکھوں میں آسمان کے سب سے روشن ستارے جیسی چمک ہے۔ جانتے ہو اس کی زلفوں سے خوشبو آتی ہے اور سلازار اسی خوشبو کا اسیر ہوا تھا۔" وہ جیسے اپنے دل کی بات کر کے ہلکا ہوا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ وہ کوئی عام شخصیت نہیں ہوگی جو ہمارے سلازار کے وجود کا حصہ بنے گی۔" وہ بولا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ ایسا ہوگا قرطاس؟" قرطاس کو لگا کہ اس کے لہجے میں دکھ تھا۔

"میں نہیں جانتا سلازار۔ میں تو کم علم ہوں۔ پر میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ یہ سلازار کا جنون ہے تو ضرور پورا ہوگا۔ ہم نے آج تک سلازار کو ناکام نہیں دیکھا۔ آپ انہیں لے کر آئیں ہم پوری تیاری کریں گے۔" وہ بولا۔

سلازار اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"آئیں قلعے واپس چلتے ہیں تیاری کرنی ہے نا۔" وہ اسے منانے آیا تھا اور وہ سر ہلا کر اس کے ساتھ قلعے کی طرف بڑھ گیا۔ شاہ صاحب جا چکے تھے مگر ازلان ایک طرف خاموش بیٹھے تھے وہ انہیں دیکھ کر ان کے قریب آ گیا۔

انہوں نے اس کی طرف دیکھا تھا مگر کچھ بولے نہیں تھے۔

قبیلے کے جنات قرطاس کے ارد گرد جمع تھے اور وہ انہیں نہ جانے کیا کیا ہدایات دینے میں مصروف تھا۔ وہ ایک نظر اس پر ڈال کر ان کے برابر جا بیٹھا۔

"آپ ناراض ہیں مجھ سے؟" وہ بولا۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتا سلازار۔" ازلان بولے۔

"تم نے شاہ صاحب کا دل دکھایا ہے اور یہ بات مجھے اچھی نہیں لگی۔" وہ بولے۔

"ان کا دل میری خوشی سے کیسے دکھ سکتا ہے؟ وہ مجھے اپنا فخر اپنا مان کہتے ہیں۔ پھر میری خوشی پر انہیں اتنا دکھ کیوں؟" وہ بولا۔

"میں نہیں چاہتا کہ تمہیں دوبارہ ناراض کروں۔ لہٰذا اس بات کو یہیں ختم کر دو۔" وہ اٹھ کر جانے لگے تھے پر اچانک سلازار ان کے سامنے آیا تھا۔

"ازلان؟" اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"آپ دونوں میرے بارے میں اتنا غلط گمان رکھتے ہیں؟" اس کے لہجے میں کرب تھا انہیں احساس ہوا کہ وہ ان کا ذہن پڑھ چکا ہے۔

وہ خاموشی سے اسے تکتے رہے۔

"آپ مجھے اس سے دور کرنے کے بارے میں سوچ بھی کیسے سکتے ہیں؟ مشوی کی طرف جو کھنچے والے ہاتھ اس سے پہلے میری طرف بڑھیں گے۔ آپ دونوں نے جو سوچا ہے آپ اس کو پورا کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جائیں گے تو آپ سن لیں آج سلازار ہر حد اور ہر قید سے آزاد ہوا۔ جب اس کے اپنے ہی اس کے بارے میں ایسا

CamScanner

گمان رکھنے لگے ہیں تو پھر وہ مشوی کو حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جائے گا۔ اسے میرا جنون بنانے والے آپ لوگ ہی ہیں۔ میں تو اسے یہاں لا کر واپس چھوڑ آتا۔ اس کی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا بس۔ مگر۔" وہ یہ بول کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا اور وہ اسے روکنے کے لیے آگے بڑھے تھے۔ انہیں افسوس ہوا۔ وہ یہ کیسے بھول گئے تھے کہ وہ ان کے ذہنوں تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔

شاہ صاحب عشاء کی نماز پڑھ کر سلام پھیر رہے تھے اور اس وقت سلازار کی خوشبو نے انہیں چونکایا تھا وہ سمجھ رہے تھے کہ شاید اب وہ اس طرف آنا چھوڑ دے گا۔

انہوں نے سلام پھیرتے ہی اسے آواز دی تھی۔ "سلازار!"

اور وہ انہیں کونے میں کھڑا نظر آیا تھا مگر آج اس کی آنکھوں میں کچھ تھا۔ کچھ ایسا جو شاید وہ کبھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"آپ جانتے ہیں کہ میں نے حد توڑی تھی مگر اپنی حدود سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا۔ میں نے آپ کو کہا تھا نا کہ وہ میری ہے اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں اسے کسی طلسم کے تحت اپنا بناتا۔ وہ بہت پہلے سے میری ہے۔ میں نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ میری محبت پاک ہے اور یہ بھی کہ میں کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ پر مجھے بہت دکھ ہوا اس بات کا کہ آپ دونوں میرے بارے میں اتنا غلط گمان رکھتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں میری ذہنوں تک رسائی ہے مجھے لگا تھا میں نے ازلان کا ذہن پڑھنے میں کوئی غلطی کی ہے پر آپ سے ملنے کے بعد مجھے یقین ہو چلا ہے کہ میرے اپنے ہی میرے نہیں تھے۔ یہ کیسا بھروسا تھا جو پل بھر میں ٹوٹ گیا؟ آپ کو کیوں لگا کہ میں نے اس پر قبضہ کیا ہے؟ آپ لوگوں نے اسے مجھ سے دور کرنے کے لیے ایسی تجویز سامنے رکھی ہی کیوں؟ آپ جانتے ہیں نا کہ سلازار نے آج تک آپ لوگوں سے کچھ نہیں مانگا بلکہ سلازار نے تو آج تک کسی سے کچھ نہیں مانگا تو پھر آپ لوگ اس سے اس کی یہ واحد خوشی بھی چھیننا چاہتے تھے؟ ٹھیک ہے تو پھر یہ غلط گمان میں سچ کر کے دکھاؤں گا۔ آج سے میں ہر حد اور ہر قید سے آزاد ہوا۔ آج سے مشوی پر سلازار کی مہر ثبت ہو گئی۔ اور اب مجھے اس سے الگ کرنے کے لئے میرے راستے میں جو بھی آیا میں اس پر قہر بن کر ٹوٹوں گا۔" اس کا وجود پھر سے آگ ہو رہا تھا۔ وہ ان کی بات سنے بغیر ہی ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ اور وہ جہاں تھے وہیں کھڑے رہ گئے انہوں نے سلازار کو ایسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اتنا ناراض تو وہ تب بھی نہیں تھا جب قلعے سے روٹھ کر نکلا تھا۔ تب وہ ضد کر رہا تھا مگر اب وہ انہیں یقین دلا کر گیا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ اب وہی ہوگا جو سلازار چاہے گا۔ وہ ازلان کو یہ تجویز دے کر آئے تھے کہ سلازار کے سرحدوں پر جاتے ہی وہ حویلی جا کر انہیں سارے مسئلے سے آگاہ کریں گے اور شاہ نصر سے مشوی کے فوری نکاح کا مشورہ دیں گے۔ تب تک ازلان، سلازار کو روکیں گے۔ مگر وہ سب جان چکا تھا۔ اور اب کل تک کی مہلت بھی نہیں ملنے والی تھی۔

O.....◆.....O

وہ سب رات کے کھانے کے بعد لاؤنج میں ہی بیٹھ گئے تھے۔

انکل صاحب آج واپس گلگت کے لئے نکل رہے تھے جبکہ مہ جبین دو ہفتے مزید یہیں رکنا چاہ رہی تھیں۔ ویسے

CamScanner

بھی مثنوی کی چھٹیاں تھیں۔ عمیر، اکمل صاحب کے ساتھ ہی روانہ ہونے والا تھا۔ شادی ختم ہو چکی تھی لہٰذا اب یہاں مزید رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا انہیں سب نے روکا تھا مگر انہوں نے کام کے حرج کا کہہ کر سب کو منالیا تھا۔ احمد ہمدانی نے انہیں کاروبار رحیم یار خان میں شروع کرنے کی تجویز دی تھی۔ جس کے بارے میں انہوں نے سوچنے کا وعدہ کیا تھا پر ظاہر ہے وہ ایک دم سے سب کچھ ختم کر کے یہاں نہیں آ سکتے تھے۔

مثنوی ان کے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔

''آ ئمیں! بس کا وقت ہونے والا ہے۔'' مبین احمد کھڑے ہوئے تھے اور وہ ان سب سے مل کر روانہ ہو گئے تھے۔ مثنوی کا دل اداس تھا۔ آج اسے سلازار کے ساتھ ہمیشہ کے لیے چلے جانا تھا۔ وہ بابا سے مل کر بہت روئی تھی اور وہ اس بات کو ان کے اس طرح پہلی دفعہ دور ہونے کی وجہ سمجھ کر ہنس دیئے تھے۔ شاہ میر خاموشی سے یہ سارے جذباتی مناظر دیکھتا رہا اور پھر گھر کے بڑے ان کے ساتھ بس کے اڈے روانہ ہو گئے تھے جبکہ باقی سب لاؤنج میں ہی بیٹھ گئے۔

اچانک ہی بڑی چچی نے اسفر کے لیے چھوٹی چچی سے ثمر کو مانگا تھا اور ثمر شرما کر وہاں سے اٹھ گئی تھی جبکہ باقی لوگ اسفر کو چھیڑنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ چھوٹی چچی نے ہاں کر دی تھی اور مبارک سلامت کا شور گونج اٹھا تھا۔ ہاں جی نے مٹھائی منگوائی۔

وہ بڑی چچی کا منہ میٹھا کرانے لگیں تو وہ بولیں۔ ''بھابھی آپ بھی اب شاہ میر کے لیے کوئی لڑکی دیکھ لیں۔'' وہ مثنوی کو دیکھتے ہوئے بولیں اور انہوں نے مسکرا کر سر ہلا دیا تھا۔

مرا اس کی طرف دیکھنے لگیں تھیں وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ شاہ میر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''گھر کے بچے گھر میں ہی رہ جائیں تو اس حویلی کی خوشیاں برقرار رہیں گی۔'' چھوٹی چچی دعا دیتے ہوئے بولیں اور ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا ان کا ارادہ بھی اسد کے لیے اپنی چھوٹی نند کی بیٹی یعنی اسماء کی بہن اقراء کو مانگنے کا تھا پر ابھی انہوں نے یہ ارادہ اسد کے سیٹل ہونے تک پس پشت ڈال رکھا تھا۔ اب انہیں اپنی بیٹی کی شادی کی تیاری کرنی تھی۔ حویلی میں یہ خبر خوشی کی لہر ساتھ لے کر آئی تھی۔ منگنی کی تاریخ ٹھہرائی جا رہی تھی۔ وہ لوگ رات دیر تک شور شرابا کرتے رہے۔ اس کی کمی کو سب نے محسوس کیا تھا مگر وہ اپنے کمرے میں بند تھی۔ اسے ایک ایک پل گزارنا مشکل لگ رہا تھا۔ آج رات وہ اپنے سلازار کی ہونے والی تھی۔ ہمیشہ کے لئے۔ یہ سوچ ہی اس کے انگ انگ سے خوشی بن کر پھوٹ رہی تھی اسے ان سب کے سونے کا انتظار تھا۔ اس نے وارڈ روب کھولا۔

''تمہارے حسن کو کسی آرائش کی ضرورت نہیں۔'' اس کے کانوں میں سلازار کا جملہ گونجا۔

اس نے وارڈ روب سے ایک سفید رنگ کا جوڑا نکال لیا۔ جس کے گلے پر ستاروں کی ایک بیل لگی تھی۔ سفید رنگ میں تو وہ پرستان سے آئی اپسرا لگا کرتی تھی۔ یہ بات اسے اس کی یونیورسٹی کی سہیلیاں بھی کہا کرتی تھیں۔ اس نے وہ ڈریس نکال کر ایک طرف رکھ دیا۔ آج رات وہ یہی پہننے والی تھی۔ گھر میں آہستہ آہستہ خاموشی چھا رہی تھی یعنی وہ سب سونے کے لئے اپنے کمروں میں جا رہے تھے۔ مثنوی کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ اس کی نظریں گھڑی پر ٹکی ہوئی تھیں۔ دس بجے کے قریب وہ چینج روم میں داخل ہوئی اور سفید رنگ کے سوٹ میں باہر نکلی۔ آئینے کے

CamScanner

سامنے آ کر اس نے اپنے سراپے پر ایک نظر ڈالی۔ اپنی آنکھوں میں کاجل بھرا اور کانوں میں سفید موتیوں کی بالیاں ڈال کر خود کو دیکھا۔ کیا کمی تھی؟ ہاں۔ اس نے کانوں کے پیچھے سے بال نکال کر چہرے پر ڈال دیے تھے۔ سلازار کو اس کے بال ایسے ہی اچھے لگا کرتے تھے۔ اس نے آج اپنی زلفوں کو کھلا چھوڑ دیا تھا۔

اس نے دوبارہ گھڑی پر نظر ڈالی۔ ساڑھے دس ہو رہے تھے۔ اسے حویلی میں مکمل خاموشی کا انتظار تھا۔ تاکہ اس کے اور سلازار کے بیچ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ "آج وہ اس کی کوئی بات نہیں سنے گی۔" اس نے سوچا۔

آج وہ اس میں کھونا چاہتی تھی۔ وہی بے خودی کی کیفیت جو اس پر پہلے دن طاری ہوئی تھی وہ اسے دوبارہ محسوس کرنا چاہتی تھی۔ وہ سوچ کر مسکرائی۔ اب وہ بیڈ پر نیم دراز تھی اور اس کے دل کی دھڑکن گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی۔

O.....❖.....O

اس کی آنکھ کھلی۔ وہ سو گئی تھی شاید۔ اس نے جلدی سے گھڑی پر نظر ڈالی بارہ بج رہے تھے۔ شکر ہے کہ زیادہ رات نہیں ہوئی تھی وہ اٹھ کر چلتی ہوئی اپنے کمرے کے دروازے تک آئی اور کھول کر باہر جھانکا حویلی میں مکمل خاموشی تھی سب سونے جا چکے تھے اس نے دروازہ لاک کر کے شکر پڑھا اور چلتی ہوئی اپنے بیڈ تک آئی۔

"سلازار......" اس نے آنکھیں بند کر کے اس کا نام پکارا تھا۔

اور اچانک ٹیرس کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا۔ اس نے آس پاس نظریں دوڑائیں۔ سلازار کہیں نہیں تھا نہ اس کی خوشبو۔ اس کا دل بیٹھنے لگا وہ جلدی سے ٹیرس پر آئی۔

اور جو منظر اس نے وہاں دیکھا تھا وہ اس کے ہوش گم کرنے کے لیے کافی تھا وہ جو نہ جانے کیا کیا سوچ کر بیٹھی تھی جیسے کسی طلسم میں چلی گئی تھی۔

آسمان پر چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا پر اس چاند کو جس چیز نے آدھا ڈھکا تھا وہ سلازار تھا۔ ہوا میں معلق! چاند کے سامنے وہ اپنے جلال کے ساتھ موجود تھا۔

مثنوی نے دیکھا آج اس کی آنکھوں کا رنگ بدلا ہوا تھا اس کی آنکھوں سے نکلتی چمک ہر چیز کی روشنی کو ماند کر رہی تھی۔ جس طرح وہ اسے دیکھ رہا تھا مثنوی کو لگا کہ وہ اگلا سانس لینا بھول جائے گی۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے ٹیرس پر اترا تھا اور چلتا ہوا اس تک آیا تھا۔ مثنوی نے دیکھا اس کے چہرے پر جنون تھا۔

دو دو قدم پیچھے ہٹی تھی پر وہ اس سے پہلے ہی اس تک پہنچ چکا تھا۔

مثنوی کو اپنے چہرے پر اس کی نظروں کی تپش محسوس ہو رہی تھی۔ اور پھر وہ آہستہ سے اس کے کان کے قریب گیا تھا۔ اتنا قریب کے مثنوی کو اس کی خوشبو اپنے حواسوں پر سوار ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے اس کے کان میں سرگوشی کی "مثنوی"

یہی تو وہ لمحہ تھا جسے وہ کب سے ڈھونڈ رہی تھی وہ سرگوشی کر کے اس کے بالوں میں گم ہو چکا تھا۔

مثنوی کو اپنے پورے جسم میں سنسناہٹ محسوس ہوئی۔ وہ شاید اس کے بالوں کو سونگھ رہا تھا۔ اور پھر وہ اس کی گردن سے ہوتا ہوا دوبارہ اس کے چہرے کی طرف آیا۔ وہ سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم مجھے چھونا چاہتی تھی نا مثنوی؟" وہ بولا۔ آواز میں جذبات کی حدت اگر کوئی حقیقت رکھتی تھی تو وہ سلازار

CamScanner

کی آواز تھی۔

اس نے بغیر کچھ کہے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"تو چلو پھر!" وہ بولا اس کے لب مثنوی کے لبوں سے اتنے قریب تھے کہ وہ اس کی سانسوں کی مہک اپنے چہرے پر محسوس کر سکتی تھی۔ وہ چلتا ہوا ٹیرس تک گیا تھا اور وہ بے قرار ہو کر اس کے پیچھے گئی تھی۔ اب وہ اس خوشبو کو اپنے آپ سے جدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ٹیرس پر پہنچ کر وہ ہوا میں معلق ہو گیا تھا۔ وہ چلتی ہوئی ٹیرس پر آئی تھی۔ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"اپنی آنکھیں بند کرو مثنوی۔" وہ بولا۔ اور پھر اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما۔

مثنوی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور سلازار کو وہ گرفت احساس دلا گئی تھی کہ وہ آج اس کی ہونے جا رہی تھی۔

"اپنی آنکھیں کھولو مثنوی۔" اسے سلازار کی آواز دوبارہ آئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔

وہ صحرا کی ٹھنڈی ریت پر کھڑی تھی اور پورا چاند اس ریت کو کسی چاندی کے تخت جیسا منور کیے ہوئے تھا۔ ہوا کے تیز جھونکے اس کے بالوں کو اڑا رہے تھے۔ اس نے دیکھا سلازار ہوا میں اس کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا مگر اس کی نظریں اس سے ہٹ نہیں رہی تھیں۔ وہ جیسے جیسے چکر لگاتا وہ اس کے ساتھ گھومتی جاتی اور پھر اچانک اس پر بارش برس پڑی تھی۔ وہ رک گیا تھا۔

ہوا میں کوئی موسیقی تھی وہ آنکھیں بند کر کے بارش میں جھومنے لگی..... اس پر وجد طاری ہوا تھا..... یہ کیسی دیوانگی تھی؟ وہ مسکرایا۔

وہ اس کے عشق میں مست رقص جھوم رہی تھی۔

اس کی آنکھیں بند تھی۔ اور وہ اسے مبہوت ہو کر تک رہا تھا۔ چاند کی اس چاندنی میں صحرا کے بیچ جھومتی۔ سفید لباس میں وہ اپسرا۔ جس کے بھیگے وجود کی خوشبو نے سلازار کے حواس بھی معطل کر دیے تھے۔ اس نے ہوا میں ہاتھ لہرائے۔ بارش کے قطرے اب اپنے ساتھ گلاب کی پتیاں برسا رہے تھے۔ وہ نیچے اتر آیا۔ اس نے جھومتی ہوئی مثنوی کا ہاتھ تھاما۔ وہ رک گئی مگر اس نے اپنی آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ سلازار نے ہاتھ پکڑ کر اسے خود سے قریب کیا۔ وہ تو ویسے ہی اس کی خوشبو سے مدہوش تھی مگر سلازار اس کے گیلے بالوں کی خوشبو سے بے خود ہوا تھا۔ بارش تیز ہو گئی تھی۔ سلازار اپنے ہاتھوں سے اس کے چہرے پر موجود پتیاں چننے لگا۔ ہاں ایک آخری پتی جو اس کی آنکھ پر تھی۔ وہ بے خود ہوا۔ اس نے اپنے ہونٹوں سے اس پتی کو چنا۔ مثنوی نے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔ اس کا سلازار اس کے ساتھ تھا۔ یہی تو وہ ہمیشہ چاہتا تھا اسے خود سے اتنا قریب کر لیتا کہ وہ بے خود ہو جائے۔ اس کے جذبات بہکنے لگے تھے۔ سلازار کا وجود بری طرح چٹخنے لگا تھا یہ اس کی برداشت کی آخری حد تھی پر وہ بول کر آیا تھا کہ آج سے وہ ہر حد اور ہر قید سے آزاد ہو گا۔ مثنوی اسے بغیر پلکیں جھپکائے دیکھ رہی تھی۔ سلازار نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے تھے اور پھر اس نے ہاتھ ہٹایا تھا۔

مثنوی نے دیکھا۔

وہ کسی اونچی پہاڑ پر تھے۔

CamScanner

[illegible]

[illegible] ہوا جیسے پہاڑ [illegible]
کا ہونٹ تل تھا۔ [illegible] وہ کبھی پارل میں [illegible]

آسمان تاروں [illegible] [illegible]
لے دیکھا وہاں ۔ چھوڑی اور کھڑا تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی اس تک پہنچی تھی۔

اور جب سالار زار نے اس کے لیے اپنی بانہیں پھیلائی تھیں [illegible]
سے ڈوب رہی تھی کسی بے تاب روح کی طرح اس سے لپٹ گئی تھی۔

ہوا بہت تیز تھی۔ اس کے پیروں کے نیچے گہری کھائی اور بلا کی [illegible]
احساس یکلخت ختم ہو گئے تھے۔ اس کا وجود آہستہ آہستہ پگھل رہا تھا۔ وہ چاہ رہی تھی [illegible] مشنوی [illegible]
پل یہیں رک جائے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسے ہی رہ جائیں۔

سالار زار نے اسے خود سے الگ کیا تھا اور اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا دل بھر کر۔

شدت جذبات سے مشنوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اس نے انگلیوں کی پوروں سے ان آنسوؤں کو چنا اور اس سے دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر پہاڑ کے ایک کونے کی طرف چل پڑا۔ وہ تو آج بس اس کے ہر حکم پر سر خم کیے ہوئے تھی۔ یہاں گہری کھائی تھی۔ وہ اس کھائی کے ایک کنارے پر کھڑے تھے۔

"تمہیں سالار زار پر کتنا بھروسہ ہے مشنوی؟" وہ بولا۔

"خود سے بھی زیادہ۔" سالار زار کو اپنے جذبات اس کے اندر بولتے ہوئے نظر آئے تھے۔ اس کے لہجے میں وہی شدت تھی جو سالار زار کے اندر دوڑ رہی تھی۔

"اگر میں تمہیں کہوں کہ میرا ہاتھ تھام کر یہاں سے نیچے اترو تو تم اترو گی؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

اس نے سالار زار کا ہاتھ تھامے ہوئے ہی آگے کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے اور سالار زار نے اسے روک لیا تھا۔

وہ نفی میں گردن ہلانے لگا۔

مشنوی اس کا ہاتھ تھامے وہیں بیٹھ گئی۔

وہ ان لمحوں کو محسوس کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر اس کی پشت سے پشت لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اسے محسوس کرنے لگی۔ اور پھر وہ سرک کر وہیں لیٹ گئی۔

اب وہ سر سے سر ملائے لیٹے تھے۔

تاروں بھرا آسمان اس عشق کو دیکھ کر عش عش کر رہا تھا۔ وقت سرک رہا تھا۔

"سالار زار۔" وہ بولی۔

"ہم....." اس سے زیادہ وہ بول نہیں سکتا تھا۔

"میں جلنا چاہتی ہوں۔" وہ بولی۔

سالار زار نے اپنی آنکھیں موند لیں تھیں۔

CamScanner

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے برابر آ بیٹھی اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ اور وہ جو مسلسل اپنے آپ کو روک رہا تھا اٹھ بیٹھا۔

''کیا ہوا؟'' وہ اس سے پوچھنے لگی۔

اس نے مثنوی کی طرف دیکھا اور پھر اسے لگا کہ وہ لمحہ آ گیا ہے۔

اس نے مثنوی کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ مثنوی نے اپنی مٹھیاں بھینچ لی تھی اس کے ہاتھوں میں پھنسی وہ گویا گھاس اس کشتی پہ احتجاجاً اپنی جگہ سے اکھڑ آئی تھی۔ اور پھر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ وہ اس کے بے حد قریب بیٹھا تھا۔

سلازار نے اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی ملا دی۔ وہ اس حدت سے اپنی آنکھیں کھلی نہیں رکھ پائی تھی۔

''اپنی آنکھیں کھولو مثنوی۔'' وہ بولا۔ وہ اس کے اتنا قریب تھا کہ اس کے بولنے سے اس کے لب اس کے رخساروں کو چھو رہے تھے۔ مثنوی نے آنکھیں کھولیں۔

سلازار کی آنکھیں۔

وہ آنکھیں اپنا رنگ بدل چکی تھیں۔

ان آنکھوں میں وہ جنون تھا۔

وہ آگ تھی۔

وہ شدت تھی۔

ان آنکھوں میں کوئی دوسری دنیا تھی۔

ان آنکھوں میں عشق تھا۔ مثنوی کی آنکھوں کا رنگ تبدیل ہو رہا تھا۔ سلازار تو ویسے ہی پلکیں نہیں جھپکتا تھا پر آج وہ بھی بغیر پلکیں جھپکائے اس کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ اور اس کی آنکھوں کا تبدیل ہوتا رنگ سلازار کو مثنوی کے اس کے ہونے کا یقین دلا رہا تھا۔

وہ اس کی آنکھوں کے راستے آہستہ آہستہ اس کے خون میں شامل ہو رہا تھا۔

وہ مثنوی کے وجود کے اندر سرایت کر رہا تھا۔

وہ اس کی نسوں سے ہوتا ہوا اس کے خون میں شامل ہو رہا تھا۔

اور پھر اس نے اپنے لب مثنوی کے لبوں پر رکھ دیے تھے۔ مثنوی کے وجود میں سنسناہٹ ہو رہی تھی اس نے سلازار کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا تھا۔ اس کا جسم یہ حلاوت برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ پر اس کا دل اس نشے کی زد میں تھا۔ اس نے اپنے لب اس کے لبوں سے آزاد کیے تھے۔ مثنوی کی سانسیں بحال ہونے سے پہلے اس کے جسم میں ایک جھٹکا لیا تھا۔

وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ مثنوی نے آنکھیں کھولی تھیں۔

سلازار مسکرایا۔

وہ مثنوی کی آنکھوں میں تھا۔ وہ اس کی روح میں سرایت کر چکا تھا۔

اب لوگ مثنوی کی آنکھوں میں صرف سلازار کو دیکھ سکتے تھے۔

CamScanner

وہ اس کی ہو چکی تھی۔ اور اب اس کا جسم تو کیا اس کی روح کو بھی کوئی سالازار سے جدا نہیں کر سکتا تھا۔

O......◆......O

وہ بے خود ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر موجود سالازار کے لمس نے اس کے اندر آگ لگا دی تھی۔ وہ اسے اپنے خون میں دوڑتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کے جسم سے روح نکال کر سالازار کی اندر ڈال دیا ہو۔

"یہ تم نے کیا کیا ہے سالازار؟" وہ بے خودی کی کیفیت میں بولی۔

"خود کو تمہارے اندر بسا لیا ہے مشوی تم بھی چاہتی تھی نا؟" وہ بولا۔

مشوی نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"تم جانتی ہو اب کیا ہوگا؟ سالازار تمہارے پاس نہ ہو کر بھی وہیں ہوگا۔ جب جب مجھے تم سے الگ کرنے کی کوشش کی جائے گی تم خود سالازار بن کر ان کے سامنے کھڑی ہو جاؤ گی۔ اور سالازار کا کام ہی شکست دینا ہے پھر چاہے وہ دین کے منکر ہوں یا عشق کے۔" وہ بولا۔

مشوی کو لگ رہا تھا جیسے اسے مکمل کر دیا گیا ہو۔ وہ اپنی کیفیت خود بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی پر کچھ تھا۔ سرور تھا۔ وہ محسوس کر سکتی تھی۔ سالازار کے عشق کو۔ اس کی شدت کو۔

"آؤ چلو میرے ساتھ۔" وہ کھڑا ہو گیا۔

مشوی نے سر اٹھا کر دیکھا مگر وہ کھڑی نہیں ہوئی۔ اس کے وجود پر وہ نشہ ابھی بھی غالب تھا۔ وہ وہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی۔ یہ ستاروں بھری رات اور اس کا سالازار اس کے ساتھ تھا۔

"کہاں؟" وہ اتنا ہی بول سکی۔

"میں تمہیں اپنے قبیلے میں لے کر جاؤں گا مشوی، سالازار اپنا وعدہ نہیں بھولتا۔" اس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

مشوی نے خاموشی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

سالازار نے اسے خود سے قریب کیا تھا۔

"بنو احمد نے تمہارے استقبال کی تیاریاں کی ہوئی ہیں۔ اور سالازار انہیں بول کر آیا ہے کہ تم اس کے ساتھ آؤ گی۔" وہ بولا۔

"اپنی آنکھیں بند کرو مشوی۔" اور مشوی نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ اسے خود سے قریب کر چکا تھا اور ایک بار پھر وہ اس کے وجود کی خوشبو میں کھو گئی تھی۔ اور اس کے بعد کسے ہوش رہتا تھا کہ وہ آنکھیں کھولے۔

تھوڑی دیر بعد اسے سالازار نے پکارا۔

"مشوی۔" اور اس نے آنکھیں کھولیں۔

وہ قلعے کی دیوار پر کھڑی تھی۔

قلعے کا اندرونی حصہ روشنیوں سے نہایا ہوا تھا۔

وہ حیرانی سے یہ منظر دیکھنے لگی۔

یہ قلعہ بالکل بھی ویسا نہیں تھا جیسا اس دن اس نے شاہ میر کے ساتھ دیکھا تھا۔

یہاں سفید لباس میں لوگ ادھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ہزاروں کی تعداد میں دو کسی تقریب کے لیے وہاں جمع ہوئے ہوں۔ قلعے کی ہوا خوشبو سے معطر تھی جیسے وہاں عطر کا چھڑکاؤ کیا گیا ہو۔

جگہ جگہ بچے، عورتیں اور آدمی گھوم رہے تھے۔

اسے طرح طرح کی مٹھائیاں اور انواع و اقسام کے پکوان ایک طرف رکھے نظر آئے۔

اس نے حیرت سے سلازار کی طرف دیکھا۔

''یہ میرا قبیلہ ہے مثنوی! قبیلہ احد! یہاں کے سردار میرے دادا ہیں اور میں انہیں ازلان کہہ کر بلاتا ہوں۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ تم لوگوں کی طرح ہمارے بھی قبیلے اور خاندان ہوتے ہیں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''کیا یہ سب جن ہیں؟'' وہ اس سے پوچھ رہی تھی وہ ہنس پڑا۔

''ہاں مگر یہ اس وقت انسانی حالت میں ہیں۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ تم آنے والی ہو تا کہ کوئی کچھ شرارت نہ کر بیٹھے۔ تمہیں ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں یہ میرا قبیلہ ہے اور اس سے بڑی بات یہ کہ تم یہاں سلازار کے ساتھ آئی ہو۔'' وہ بولا۔

''آؤ میرا ہاتھ تھامو۔'' اس نے ہاتھ بڑھایا اور مثنوی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ قبیلے کی دیوار سے میدان میں اترے تھے۔

قرطاس کو اس کی خوشبو آئی تھی وہ پلٹا۔ سلازار کسی لڑکی کے ساتھ کھڑا تھا۔

''سلازار آگئے ہیں۔'' اس نے آگے بڑھ کے اعلان کیا اور پھر وہ سب ان کی طرف آ کر ان پر پھول برسانے لگے تھے۔ سلازار مسکرایا۔ قرطاس نے اس سے اپنی سچی عقیدت کا ثبوت دیا تھا۔

وہ اس سارے منظر کو دیکھ کر مبہوت تھی۔

کچھ عورتیں اور بچے اس کے قریب آگئے تھے۔ ان سب کی آنکھیں سلازار کی طرح تھیں۔

''آؤ میں تمہیں بابا سے ملواؤں۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ گیا۔

''مٹھائی تقسیم کرنے کا وقت ہو گیا ہے۔'' قرطاس نے اعلان کیا اور وہ سارے ایک طرف جمع ہونے لگے۔

مثنوی نے پلٹ کر انہیں دیکھا۔

وہاں کسی دعوت جیسا سماں تھا۔ پر ان میں افراتفری نہیں تھی۔ وہ قطار در قطار اپنی مٹھائی لے کر ایک طرف جا رہے تھے۔

سلازار نے اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ وہ دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''تمہیں ڈر تو نہیں لگ رہا؟'' وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

''تمہارے ساتھ ہوتے ہوئے بھی مجھے کسی سے ڈر لگ سکتا ہے؟'' وہ بولی۔

وہ اندر تک نہال ہوا۔

جب اس کے اپنے ہی اس پر اعتماد کرنا چھوڑ چکے تھے تب مثنوی اسے صرف چند ہفتوں سے جاننے کے باوجود اس پر اتنا اعتبار کر رہی تھی۔

CamScanner

"تم جانتی ہو شاید یہی وجہ ہے کہ تمہیں سالازار کے لیے بنایا گیا ہے۔ خدا کی بنائی ہر مخلوق کو ایسے ساتھی کی ضرورت ہوتی جس کا ساتھ اس کی ذات کو تقویت بخشے اور اس سے زیادہ اس کے ساتھ ہونے پر خود کو محفوظ تصور کرے۔

سالازار تم پر کا بعض نہیں ہوا مشوی۔ سالازار تمہارا غلام ہوا ہے۔" وہ رک کر اس کے حسین چہرے کو تک رہا تھا۔ اگر کبھی تمہیں یہ لگے کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی تکلیف دے رہا ہے تو یاد رکھنا یہ غلام تمہارے ایک دفعہ کہنے پر خود کو آزاد کرا لے گا۔" وہ اسے دیکھنے لگی۔

"آؤ تمہیں بابا سے ملواتا ہوں۔" وہ خاموشی سے ایک طرف بڑھ گیا مشوی نے دیکھا وہ سفید داڑھی والے بزرگ تھے اور ان کے آس پاس کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ انہوں نے سالازار کو دیکھتے ہی انہیں جانے کا اشارہ کیا تھا اور وہ لوگ اٹھ کر ایک طرف کو چل دیے۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

"السلام علیکم!" مشوی نے قریب پہنچ کر سلام کیا۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ اور وہ کیا کہے۔

"وعلیکم السلام!" انہوں نے جواب دے کر اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور پھر ایک نظر سالازار پر ڈالی۔

"ازلان یہ مشوی ہے۔" وہ بولا۔

وہ خاموش رہے۔

مشوی جواب تک نظریں جھکائے کھڑی تھی ان کے چہرے کے تاثرات دیکھنے کے لیے اپنی نظریں اٹھائیں۔

ازلان کی نظر مشوی کی آنکھوں پر پڑی تھی۔

"سالازار....." انہوں نے حیرت سے سالازار کو دیکھا۔

"تم یہ نہیں کر سکتے۔" وہ بولے۔

"میں یہ کر چکا ہوں اور میں یہ کر سکتا ہوں! فخر اور غرور کے نام پر کسی سے اس کی خوشی نہیں چھینی جا سکتی۔ میں نیلان سے نمٹنے کے بعد مشوی کو ہمیشہ کے لیے اپنا بنا لوں گا۔" وہ بولا۔

مشوی کو کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا بات ہو رہی ہے اس لیے وہ خاموش کھڑی رہی۔

ازلان اس کے بعد کچھ بولے نہیں تھے۔ سالازار اس کا ہاتھ تھام کر ایک طرف کو چل دیا۔ مشوی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ پیچھے پلٹ کر ازلان کو دیکھتی۔

وہ ایک جگہ جا کر رک گیا۔ یہاں پر کچھ بوڑھی عورتیں بیٹھی تھیں۔

"یہ مشوی ہے۔ سالازار کی مشوی۔" وہ بولا۔

وہ عورتیں بھی سفید لباس میں ملبوس تھیں اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئیں۔

ان میں سے ایک خاتون نے آگے بڑھ کر مشوی کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ مسکرایا۔

"چلو تمہیں واپس چھوڑ دیتا ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ رہا تھا۔

"آپ جا رہے ہیں؟" قرطاس اس کے پیچھے آیا تھا۔

"ہاں..... مجھے مشوی کو اس کے کمرے تک چھوڑنا ہے۔ مشوی یہ قرطاس ہے۔ سالازار کا سب سے قریبی اور بھروسے مند ساتھی۔" وہ بولا اور قرطاس کو لگا تھا جیسے وہ ہوا میں اڑ رہا ہو۔ سالازار نے آج تک کسی کے لیے یہ الفاظ

استعمال نہیں کیئے تھے۔

سلازار اس کے چہرے کی خوشی دیکھ کر ہنس پڑا تھا۔

''آپ کے یہ الفاظ میرے لئے سند ہیں۔ یہ اعزاز میں زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔'' وہ خوشی سے بولا۔ مشوی حیران ہو کر اس وجیہہ نوجوان کو دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں بھی وہی چمک تھی۔

وہ آگے سے ہٹ کر سلازار کو راستہ دے رہا تھا۔ سلازار نے اس کا ہاتھ تھاما اور قلعے سے باہر آ کر اسے آنکھیں بند کرنے کا کہا تھا اس کی آنکھ دوبارہ اپنے کمرے میں کھلی تھی۔

''میں چلتا ہوں مشوی۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

''مت جاؤ۔'' اس نے اپنے ہاتھ کی گرفت سلازار کے ہاتھ پر مضبوط کر دی۔

''آج سے سلازار ہر وقت تمہارے ساتھ ہوگا مشوی۔'' وہ بولا۔

''کیا تمہارے بابا ناراض ہیں تم سے؟'' وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

وہ ہنس پڑا۔

''مجھے انہیں منانا آتا ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔'' وہ یہ بول کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا اور وہ جواسے روکنے کا سوچ ہی رہی تھی اس کے قیام کی جگہ پر ہاتھ لہرا کر رہ گئی۔

وہ آ کر اپنے بیڈ پر لیٹ گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا جسم کسی نشے سے چور ہو۔ یہ رات اس کی زندگی میں اب تک کی اور آنے والی ساری راتوں سے زیادہ حسین تھی۔ اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلیاں پھیر کر سلازار کے لمس کو محسوس کرنا چاہا۔ اور اس کو یاد کرتے کرتے اس پر نیند مہربان ہو گئی تھی۔

O.....◆.....O

وہ تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ان کا ذہن مسلسل سلازار کی طرف تھا۔ اسی لیے اس کی خوشبو ان کے حجرے میں پھیل گئی۔

وہ خاموش بیٹھے رہے۔

تھوڑی دیر بعد وہ خود ان کے سامنے ظاہر ہوا تھا۔ وہ سر جھکائے اپنی تسبیح کے دانے پھیرتے رہے۔

وہ بھی خاموش بیٹھا رہا۔ کتنی دیر تک وہ دونوں ایسے ہی بیٹھے رہے۔

''تم اپنی ضد پوری کر آئے ہو؟'' آخر انہوں نے ہی بات شروع کی کیونکہ وہ تو ان سے ناراض ہو کر گیا تھا نا۔

سلازار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انہوں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

وہ رو رہا تھا۔

ان کا دل کسی نے مٹھی میں دبوچ لیا۔ انہوں نے کبھی سلازار کو روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ شاید وہ رونے کی کیفیت سے واقف نہیں تھا۔

انہوں نے اس کا جلال اور اس کی خوشی تو دیکھی تھی پر آج وہ رو رہا تھا۔

''سلازار کیوں خود پر یہ ظلم کر رہے ہو؟ کیوں کیا تم نے یہ؟'' وہ اس سے پوچھ رہے تھے۔

''آج میں نے ایک بات جانی ہے۔ ضروری نہیں کہ جنات ہی انسانوں پر قابض ہوں۔ کبھی کبھی انسان بھی

CamScanner

جنات پر قابض ہو جاتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں اب کیا ہوگا؟ وہ مجھ پر قابض ہو جائے گی۔ اور وہ یہ کر سکتی ہے۔ پھر بھی آج سالار نے اس پر قبضہ نہیں کیا بلکہ اپنا آپ اس کی غلامی میں دے دیا ہے۔" وہ ان کے سامنے ٹوٹ رہا تھا۔

"یہ کیا کر آئے ہو تم۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیے تھے۔

"یہ نہیں کرنا تھا سالار ایسا نہیں کرنا تھا۔" وہ زار و قطار رو رہے تھے۔ وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

"یا اللہ ہمیں اس مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ دکھائیں۔ سالار کو سکون عطا فرمائیں۔ میرے سالار کو سکون عطا فرمائیں۔" انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے پر ان کی آنکھوں کے آنسو اب تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

O.....❖.....O

آج فجر کی نماز کے وقت شاہ صاحب مسجد میں موجود نہیں تھے۔ موذن نے بتایا تھا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور ان سب نے موذن کی امامت میں ہی نماز پڑھی تھی۔

وہ حویلی واپس آ کر ناشتہ کر رہے تھے جب اکرم نے انہیں شاہ صاحب کے آنے کی اطلاع دی اور گھر کے سارے افراد اپنی اپنی کرسیاں چھوڑ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ شاہ صاحب آتے اور وہ بھی خود چل کر۔ احمد ہمدانی بھاگتے ہوئے باہر گئے تھے اور ان کے پیچھے وہ سارے باہر نکل گئے تھے۔

وہ دروازے سے اندر داخل ہو ہی رہے تھے کہ احمد ہمدانی نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"آپ کیسے آئے؟ مجھے بلا لیا ہوتا۔" وہ بولے۔

"سوالی کو خود آنا چاہیے۔" ان کا یہ جملہ سنتے ہی احمد ہمدانی سن ہو گئے تھے۔

"آپ آئیں! میرے کمرے میں چلیں۔" وہ ان کو لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے اور باقی سب کو انہوں نے باہر ہی رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی انہوں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔

"آئیں بیٹھیے۔" انہوں نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے اس کرسی پر جا کر بیٹھ گئے اور بہت دیر سر جھکائے بیٹھے رہے۔

احمد ہمدانی کے چہرے پر کسی انہونی کا ڈر واضح طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے سر اٹھایا۔

"آپ کی حویلی میں مہمان آئے ہوئے ہیں؟" وہ بولے

"جی شادی میں آئے تھے اب تو سب جا چکے ہیں۔" انہوں نے پریشان ہو کر جواب دیا۔

"مشتری کون ہے؟" یہ نام سن کر وہ اندر سے ہل گئے۔

"مہ جبین کی بیٹی ہے۔" ان سے الفاظ صحیح طرح ادا نہیں ہو رہے تھے۔

"کچھ دن پہلے وہ میرے حجرے کی طرف آ نکلی تھی اس وقت میرے ساتھ احد سے کوئی تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے وہاں خواتین کا داخلہ ممنوع کر رکھا ہے۔ اس عرصہ میں، میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے پر معاملات میرے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔" وہ بولے۔

احمد ہمدانی کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"لیکن مثنوی نے تو ہمیں نہیں بتایا۔" وہ بولے۔

"اب اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس نے اس وقت آپ کو بتایا تھا یا نہیں! فرق اس بات سے پڑتا ہے کہ معاملات انتہائی حد تک گھمبیر ہو چکے ہیں۔" ان کا یہ کہنا احمد ہمدانی کو اندر تک ہلا گیا تھا۔

"ایسا مت بولیں شاہ صاحب! اس بچی سے غلطی ہوئی ہے۔ اور ایسا کون ہوگا احد قبیلے میں جو آپ کی بات ٹالے گا۔" وہ بولے۔

شاہ صاحب کرسی سے کھڑے ہو کر چلتے ہوئے ان تک آئے۔

"سلازار....!"

اور احمد ہمدانی کو لگا تھا کہ ان کا وجود کسی زلزلے کی زد میں ہے۔

"سلازار....!" ان سے شاید یہ نام صحیح طرح ادا بھی نہ ہو پایا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ کب آئے؟ کہہ دیں کہ یہ نام صحیح نہیں لیا آپ نے۔" وہ شاید کسی بھی وقت رو پڑتے۔

"غم تو یہی ہے احمد ہمدانی کہ میں سلازار کا نام کبھی غلط نہیں لے سکتا۔" ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔

احمد ہمدانی لڑکھڑاتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئے۔

شاہ صاحب نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ہمت کرو۔ مشکل وقت ابھی شروع ہوا ہے۔ تم جانتے ہو وہ ہمارا مان اور ہمارا فخر ہے۔ وہ میرا حکم کبھی نہیں ٹالتا پر میں نے سلازار کو آج تک ضد کرتے نہیں دیکھا ہے۔" وہ انہیں دلاسہ دے رہے تھے یا انہیں حالات کی ہولناکی سے آگاہ کر رہے تھے وہ سمجھ نہ پائے۔

"میں تو ویسے ہی ان کا قرضدار ہوں پر اس قرضے کی اتنی بڑی قیمت دینی پڑے گی یہ اندازہ نہیں تھا۔" وہ اب واقعی رو پڑے تھے

"سلازار احسانوں کے بدلے نہیں لیا کرتا احمد ہمدانی! اور تم جانتے ہو وہ مانگتا نہیں ہے۔ میں نے اسے لڑتے دیکھا ہے مانگتے نہیں۔ وہ میرا غرور ہے۔ اور اب بھی میں اس کے بارے میں ایسی کوئی بات سننا پسند نہیں کرتا۔" وہ بولے۔

"اب میں کیا کروں؟ آپ ہی مجھے کوئی راستہ دکھائیں۔" وہ ان سے پوچھ رہے تھے۔

"کیا میں اس بچی سے مل سکتا ہوں؟" وہ بولے۔

"جی....مگر آج اس کی طبیعت کچھ ناساز تھی تو وہ ناشتے کے لیے نیچے نہیں اتری۔ میں کسی سے کہہ کر اسے کمرے سے بلواتا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔ کمرے کے باہر گھر کے سارے افراد موجود تھے۔

"کیا ہوا ہے بابا؟" مبین احمد ان کی طرف بڑھے۔

CamScanner

"میری مشری کو بلا لاؤ۔" انہوں نے بغیر جواب دیئے سنجیدگی سے کہا۔ ان کا لہجہ سن کر گھر والوں کے دل بیٹھ گئے۔ اور حجین نے اپنا دل تھام لیا تھا۔

شاہ میر جو ویسے ہی بہت دنوں سے کسی انہونی کا سوچ کر پریشان گھوم رہا تھا مشری کا نام سنتے ہی سمجھ گیا تھا کہ اس کے سارے خدشے درست ثابت ہوئے تھے۔

"میں بلا کر لاتا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ آج وہ ناشتے کے لیے نہیں اتری تھی اور اس نے ملازم سے کہلوا بھیجا تھا کہ وہ تھوڑی دیر بعد خود ہی ناشتہ کر لے گی۔ وہ اس کے کمرے کا دروازہ بجا رہا تھا پر اس نے دروازہ نہیں کھولا۔

"مشری....." وہ اسے آوازیں دینے لگا......اور پھر دروازے کے پیچھے سے قدموں کی آواز آئی۔

دروازہ کھل گیا تھا۔

"کیا بات ہے؟" وہ آنکھیں مسلتے ہوئے بولی ایسا لگا جیسے وہ نیند سے جاگی ہو۔

"دادا جان تمہیں بلا رہے ہیں۔" وہ یہ بول کر پلٹنے ہی لگا تھا کہ اسے جھٹکا لگا۔ اس نے مسلتے ہوئے آنکھیں کھولی تھیں۔ اور وہ شاید پلٹنے کی طاقت کھو گیا تھا۔ مشری کی آنکھوں کا رنگ۔

کچھ تھا وہاں!

کچھ ایسا جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ چلیں میں آتی ہوں۔" وہ یہ کہہ کر واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ پر شاہ میر وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ منہ دھو کر کنگھی کرتی باہر نکلی تھی۔

"آپ گئے نہیں؟" وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

"دادا جان نے کہا تھا کہ ساتھ لے کر آؤں۔" وہ بولا اور وہ سر ہلا کر اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔ زینہ اترتے ہی اسے دادا جان کے کمرے کے باہر سارے گھر والے جمع نظر آئے۔ اور وہ اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے وہ کسی اور مخلوق میں تبدیل ہو چکی ہو۔

وہ خاموشی سے سب کو دیکھتی ہوئی نانا جان کے کمرے کا دروازہ بجانے لگی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ وہ اندر داخل ہو گئی اور نانا جان نے کمرہ بند کر لیا تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹکی۔ وہاں کوئی بزرگ موجود تھے۔

"السلام علیکم!" اس نے سلام کیا انہوں نے اپنی نظریں نہیں اٹھائی تھیں اور سر ہلا کر اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔

وہ نہ سمجھنے والی نظروں سے نانا جان کی طرف دیکھنے لگی۔

"بیٹا یہ شاہ صاحب ہیں اور تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔" وہ بولے۔

مشری کو لگا جیسے وہ روتے رہے ہوں۔

"ممی....." وہ بس اتنا ہی بول سکی۔

CamScanner

شاک لگا تھا۔

"سلازار سے ملے آپ کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟" یہ سوال سنتے ہی اسے شاک لگا تھا۔

اس نے نانا جان کو دیکھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی کہ ان کے چہرے کی کیفیات کیا تھیں۔

"جواب دو بیٹا۔" وہ بولے۔

"کچھ ہفتوں سے۔" اس کے یہ بولتے ہی احمد ہمدانی لڑکھڑا کر کرسی پر بیٹھ گئے تھے۔

وہ اس کی طرف سے تردید کے منتظر تھے مگر وہ تو بلا جھجک اس بات کی تصدیق کر رہی تھی۔

شاہ صاحب نے ایک نظر احمد ہمدانی پر ڈالی۔

"آپ جانتے ہیں سلازار کسی بات کا اقرار کرنے سے ڈرا نہیں کرتا۔ ساتھی بھی ویسا ہی چنے گا۔" وہ انہیں بتا رہے تھے یا سمجھا رہے تھے وہ انہیں دیکھ کر رہ گئے۔

انہوں نے نظریں جھکا کر اس سے دوسرا سوال کیا۔

"کیا آپ ازلان سے ملی ہیں؟" انہوں نے نظریں جھکا کر اس سے دوسرا سوال کیا۔

"جی کل رات۔" وہ اتنا ہی بولی۔

"کیا آپ اپنی مرضی سے اس کے ساتھ گئی تھیں؟" تیسرا سوال آیا۔

"یہ میری ضد تھی کہ میں ان کے ساتھ جانا چاہتی تھی۔" وہ بولی۔

"کیا آپ جانتی ہیں کہ وہ جن زادہ ہے؟" وہ بولے۔

"جی یہ بات انہوں نے مجھے پہلے ہی دن بتا دی تھی۔" وہ آرام سے ان کے سارے سوالوں کے جواب دے رہی تھی نا جانے یہ ہمت اس کے اندر کہاں سے آئی تھی۔

"تو پھر آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ ایسا ممکن نہیں۔" وہ بولے۔

"میں صرف یہ جانتی ہوں کہ سلازار نے کہا ہے کہ ایسا ہوگا تو ضرور ممکن ہوگا۔" اور شاہ صاحب نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

وہ سلازار تھا جو ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"ٹھیک ہے آپ جائیں اور میں امید کرتا ہوں کہ اس بات کا ذکر اب آپ کسی سے نہیں کریں گی۔" وہ بولے۔

"مشوری کی محبت ایسی نہیں کہ اسے کسی سے چھپانا پڑ جائے۔" وہ یہ بول کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی اور احمد ہمدانی سن رہ گئے۔

شاہ صاحب نے ایک نظر ان پر ڈالی۔

"کچھ اس بچی کی اپنی شدت بھی زیادہ ہے سلازار کی طرف اور پھر اس کے وجود میں وہ سرایت کر گیا ہے۔ کل اس کے خون میں شامل ہو کر باہر نکلا ہے۔ مجھے کوئی حیرت نہیں کہ سلازار کی پسند ایسی ہی ہونی تھی پر آدم زادی ہوگی یہ نہیں جانتا تھا۔ وہ سلازار ہی کیا جو مشکل کام پسند نہ کرے۔" وہ سنجیدگی سے بولے۔

احمد ہمدانی ان پر نظر ڈال کر رہ گئے۔

"میں چلتا ہوں۔ میں نہیں چاہوں گا کہ آپ اپنے گھر میں کسی قسم کی کوئی پریشانی پھیلائیں۔ ہمیں مل کر اس کا حل نکالنا ہوگا۔ آپ شام کو تشریف لے آئیں۔ میں ازلان کو بھی بلا لوں گا۔ اور کوشش کروں گا کہ سلازار اس وقت

وہاں موجود ہو۔" وہ بولے۔
اور وہ سر ہلا کر رہ گئے تھے۔اس سے زیادہ ان کے وجود میں کوئی طاقت باقی نہیں رہی تھی۔

O.....◆.....O

شاہ صاحب جا چکے تھے مگر احمد ہمدانی کے پاس سوچنے کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے تھے۔
شاہ صاحب کے جاتے ہی گھر والے ان کے کمرے میں داخل ہوئے۔
"کیا ہوا ہے بابا؟"
مبین احمد ان کی طرف پریشانی سے بڑھے۔
"کچھ نہیں میں شام کو شاہ صاحب کی طرف جاؤں گا اس کے بعد بات کریں گے۔" وہ اس وقت کچھ بھی بتانے کی حالت میں نہیں تھے۔
"مگر بابا آپ نے مشوی کو اندر کیوں بلایا تھا؟" مہ جبین کے چہرے پر پریشانی واضح طور پر دیکھی جا سکتی تھی۔
"کیا اس سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔
"بس آپ دعا کریں کہ معاملات اتنے خراب نہ ہوں جتنے میں سمجھ رہا ہوں۔لیکن فی الحال میں کچھ نہیں بتا سکتا۔اور مشوی سے کوئی کچھ نہیں پوچھے گا۔" انہوں نے سب کو تنبیہ کی۔
ان سب نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔
"دادا جان میں آپ کے ساتھ چلوں؟" شاہ میر آگے بڑھا تھا۔
"ابھی نہیں......لیکن اگر مجھے کسی کو لے جانے کی ضرورت پڑی تو میں تمہیں ہی لے کر جاؤں گا۔" وہ بولے۔
اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔
مشوی اپنے کمرے میں آ گئی اور دروازہ بند کر دیا۔
اس نے بار ہا سلازار سے شاہ صاحب کا نام سنا تھا اور وہ گھر والوں سے بھی ان کے بارے میں کئی دفعہ سن چکی تھی۔
ان کا یہاں آنا اور اس سے سلازار کے بارے میں پوچھنا اسے پریشان کر گیا تھا۔مگر سلازار کی دی ہوئی ہمت سے اس کے اندر کا خوف ختم ہو چکا تھا۔"کیا مجھے اس وقت سلازار کو بلانا چاہیے؟" اس نے سوچا۔
"نہیں اس وقت اسے بلانا ٹھیک نہیں ہوگا ایسا نہ ہو وہ کسی ضروری کام میں مصروف ہو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے آنے کی خبر شاہ صاحب کو ہو جائے میں کسی صورت بھی سلازار کو مشکل میں نہیں ڈال سکتی۔" وہ سوچنے لگی۔
اس کے کمرے کا دروازہ بجا تھا اس نے جا کر دروازے کا لاک کھول دیا۔باہر شاہ میر کھڑا تھا۔"کیسی ہو؟" وہ پوچھ رہا تھا۔"میں بالکل ٹھیک ہوں۔مجھے کیا ہوگا۔" وہ بولی۔
"شکل دو......صبح تم نے کہا تھا کہ ناشتہ نہیں کرو گی اور تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو میں ناشتہ یہیں لے آیا ہوں۔" اس کے ہاتھ میں ناشتے کی ٹرے دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔
اس نے دروازے کے آگے سے ہٹ کر اس کے لیے جگہ چھوڑ دی وہ اندر داخل ہو گیا۔اس نے بیڈ کے ساتھ رکھی میز پر ناشتے کی ٹرے رکھ دی اور اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

CamScanner

""آؤ ناشتہ کرو۔"

""آپ رکھ دیں۔ میں کرلوں گی۔"

اسے اس کی موجودگی سے الجھن ہو رہی تھی۔

""میں یہاں ایک دوست کی حیثیت سے آیا ہوں مثنوی۔" وہ بولا وہ خاموشی سے چلتی ہوئی آئی اور ٹیبل پر رکھی ٹرے کھسکا کر ناشتہ کرنے لگی۔ وہ اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔

""میں نہیں جانتا شاہ صاحب یہاں کیوں آئے تھے یا دادا جان نے تمہیں کمرے میں کیوں بلایا تھا مگر مجھے تمہاری آنکھوں میں کچھ ایسا نظر آیا جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا مثنوی۔" وہ بول رہا تھا۔

وہ نوالہ کھاتے کھاتے رک گئی پر اس نے سر اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"تمہیں یاد ہے اس دن چھت پر تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم کسی اور کو پسند کرتی ہو مگر جب تم یہاں آئی تھی تو میں نے تمہاری آنکھوں میں یہ چمک نہیں دیکھی تھی۔ کیا میں جان سکتا ہوں کہ وہ خوش نصیب کون ہے۔" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

اس نے بغیر جواب دیئے جوس کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

""میں یہ اس لیے نہیں پوچھ رہا کہ تمہارے لئے کوئی مشکل کھڑی کر دوں بلکہ میں یہ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ شاید میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد کرسکوں یا پھوپھو جان اور گھر کے بڑوں کو تمہاری بات سمجھانے میں تمہاری مدد کرسکوں۔" وہ بولا اور مثنوی کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے تھے۔

وہ جانتی تھی کہ وہ کتنی اکیلی تھی۔ سالار زار کے علاوہ کوئی بھی تو نہیں تھا جو یہ رشتہ سمجھتا۔ اس نے تو کل رات سالار زار کے ساتھ جانے کا فیصلہ کرلیا تھا مگر وہ اسے واپس چھوڑ گیا۔ اور اب وہ یہی سوچ رہی تھی کہ وہ اس بات کو کیا کے سامنے کیسے رکھے گی۔ اسے واقعی کسی دوست کی ضرورت تھی جو اس کی دلی کیفیات کو سمجھ سکتا۔

وہ خاموشی سے اس کے گرتے آنسو دیکھتا رہا۔ کاش وہ اس کے آنسو پونچھ سکتا مگر وہ اسے یہ حق دینے کے لیے تیار نہیں تھی اور وہ زبردستی کا قائل نہیں تھا۔

وہ پہلا شخص تھا جس نے اس کے بدلتے رویے کو محسوس کیا تھا۔

""کیا تم میری بات کا یقین کرو گے؟ بغیر مجھ پر تنقید کئے؟ کیا تم یہ یقین کرو گے کہ جو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں وہ سچ ہے؟" وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

اس کا دل بیٹھنے لگا شاید وہ اسے بتانے جا رہی تھی اور وہ جس مقصد سے اس کے کمرے تک آیا تھا اسے اس پر ڈٹے رہنا تھا۔ وہ مثنوی کو اس طرح سے نہیں دیکھ سکتا تھا وہ اسے اندر ہی اندر گھلتے دیکھ رہا تھا۔ اس کا بدلتا رویہ، دن بہ دن خاموش ہوتی جا رہی تھی زیادہ تر وقت اپنے کمرے میں گزارتی۔ کہیں بیٹھی ملتی بھی تو کھوئی کھوئی رہتی، اس نے گھر کے لوگوں کے ساتھ وقت گزارنا کم کر دیا تھا۔ بات کرنے سے پہلے ہی وہ لڑنا شروع ہو جاتی۔ پر آج شاہ صاحب کی آمد اور دادا جان کا اسے کمرے میں بلوانا یہ بات سب کو باور کروا گیا تھا کہ وہ واقعی کسی مشکل میں گرفتار ہو چکی ہے۔ وہ ہرگز اس مقصد سے نہیں آیا تھا کہ اس کی بات سن کر وہ اس کے لیے مزید مشکلیں کھڑی کرتا بلکہ وہ اس کی مدد کرنا چاہتا تھا۔

CamScanner

''ہاں میں یقین کروں گا۔تم ایک بار اپنے اس دوست پر بھروسہ کر کے تو دیکھو۔'' وہ یقین سے بولا۔

''تم صحیح کہہ رہے ہو یہاں آنے سے پہلے میں اس سے نہیں ملی تھی۔ میں یہاں آنے سے پہلے ایک خواب دیکھا کرتی تھی۔ وہ خواب ادھورا تھا مگر یہاں آتے ہی مجھے وہ خواب مکمل نظر آنے لگا اور پھر میں نے اس خواب میں وہ چہرہ دیکھا۔ایسا چہرہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ایسا نہیں ہے کہ میں نے کوئی خیالی پیکر بنایا اور میں اس کو پوجتی آئی ہوں۔ پرتم جانتے ہو میرے ساتھ کیا ہوا؟ مجھے وہ چہرہ اپنے خوابوں سے نکل کر حقیقت میں کھڑا نظر آیا۔ پہلے تو مجھے خود بھی یہ خواب لگ رہا تھا مگر یہ خواب نہیں تھا شاہ میر۔وہ چہرہ نہیں ہے وہ حقیقت ہے اور مشنوی اس حقیقت سے عشق کر بیٹھی ہے۔محبت تو بہت چھوٹا لفظ ہوگا میں اس کے بغیر اب نہیں رہ سکتی۔'' وہ بولتے بولتے رو پڑی تھی۔

شاہ میر کا دل اندر سے کٹ کر رہ گیا۔ وہ اپنی محبت کا اقرار کر رہی تھی مگر اس سے نہیں کسی اور سے۔ وہ اپنی ساری برداشت کو آج آزما لینا چاہتا تھا۔

''کیا میں اس کا نام جان سکتا ہوں؟ اور یہ اس لیے نہیں کہ میں تمہارے لئے کوئی مشکل کھڑی کروں گا بلکہ اس لیے کہ شاید میں پھوپھو جان کو منا سکوں۔'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''وہ نہیں مانیں گی شاہ میر۔'' وہ بولی۔

''بالکل مانیں گی۔تم مجھ پر بھروسہ رکھو۔کون ہے وہ؟'' اس نے دوبارہ پوچھا۔

''سلازار!'' وہ بولی۔

''سلازار.....کون ہے یہ؟'' اس نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سنا تھا نہ تو حویلی میں یہ کسی کا نام تھا اور نہ ہی ان کے کسی رشتے داروں میں سے۔

''وہ احد قبیلے سے ہے۔'' وہ بولی۔اور شاہ میر کو لگا کہ اس نے سننے میں غلطی کی ہے۔

''کیا کہا تم نے؟'' اس نے دوبارہ پوچھنا چاہا۔

وہ سلازار ہے۔احد قبیلے سے۔'' اس نے دوبارہ دہرایا۔

''احد قبیلہ۔کیا تم جانتی ہو کہ تم کس کی بات کر رہی ہو؟'' اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئی تھیں۔

''ہاں میں بہت اچھے طریقے سے جانتی ہوں۔تم نے یہ نام بالکل صحیح سنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم نے یہ نام کئی دفعہ سنا ہو اپنے گھر کے بزرگوں سے۔'' وہ بولی۔

''تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ سلازار جن زاد ہے؟'' اس دفعہ وہ اس سے کھل کر پوچھ رہا تھا۔

مشنوی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور وہ اپنا سر تھام کر بیٹھ گیا۔

وہ چند لمحے اسے تکتی رہی پھر بولی۔''میں نے کہا تھا نا کہ تم میری مدد نہیں کر سکو گے۔تم بھی دوسرے لوگوں کی طرح مجھے قتل دلانے کی کوشش کرو گے۔'' وہ بولی۔

''میں وہاں سے کسی کو نہیں جانتا۔ یہ نام میں پہلی دفعہ تم سے ہی سن رہا ہوں۔احد کا ذکر دادا جان نے مجھ سے ایک دو دفعہ کیا تھا مشنوی۔مگر تم جانتی ہو کہ ایسا ممکن نہیں ہے میں کوشش بھی کروں تو کسی کو نہیں منا سکوں گا۔'' وہ بولا۔

CamScanner

اسے غصہ آیا۔
"تو پھر مجھے یہ یقین کیوں دلا رہے تھے کہ تم ہر حال میں میرے ساتھ کھڑے رہو گے۔"
"میں ہر حال میں تمہارے ساتھ کھڑا رہوں گا مشوی!اس بات سے پیچھے نہیں ہٹا ہوں۔"
"کیا تمہیں ڈر نہیں لگا؟" وہ اس سے دوبارہ پوچھ رہا تھا۔اس کا دماغ یہ بات سن کر ماؤف ہو چکا تھا۔
"وہ مجھے ڈراتا نہیں ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔
"شاہ صاحب آج دادا جان کو اپنے حجرے میں بلا کر گئے ہیں۔" وہ اسے بتا رہا تھا۔
"مجھے کوئی پریشانی نہیں۔سلازار نے کہا ہے کہ وہ دیکھ لے گا۔" وہ اعتماد سے بولی وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔اتنا
کیسی لڑکی تھی اور کیا بات کر رہی تھی۔
اعتماد وہ بھی ایک جن پر۔اسے واقعی حیرت ہوئی۔یہ
کی تمہیں گھر والوں کو اپنی بات کیسے سمجھانی
"اچھا آج کے بعد کم از کم تم اس بات کے لئے پریشان نہیں ہونا کہ تمہیں گھر والوں کو اپنی بات کیسے سمجھانی
ہے۔میں ہمیشہ تمہیں،تمہارے ساتھ کھڑا ملوں گا۔اور گھر والوں کو تم سے کوئی بھی بات پوچھنے سے پہلے مجھ سے بات
کرنی ہوگی۔لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ تم مجھے ہر چیز بتاؤ مشوی۔" وہ بولا۔
"ٹھیک ہے۔" اس نے سر ہلایا اسے تسلی ہوئی کم از کم اس گھر میں کوئی تو تھا جو اسے سمجھ سکتا تھا بلکہ گھر میں ہی کیا
اس دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا انسان جو اسے سمجھ سکتا تھا اس کے لیے نعمت تھا۔اسے بس اب رات کا انتظار تھا جب وہ
وہ سلازار سے ملاقات کرتی اور اسے شاہ صاحب سے ہونے والی بات چیت کے بارے میں بتاتی اور یہ بھی بتاتی کہ
نانا جان،شاہ صاحب سے مل آئے ہیں۔اس کا دل بیٹھ رہا تھا نا جانے وہاں کیا بات ہونے والی تھی اور شاہ میر جو اس
کی بات سن کر حیرت سے گم تھا یہ سوچ رہا تھا کہ وہ ان معاملات کو کیسے سنبھالے گا۔

O……❖……O

وہ اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئے۔سب وہاں سے جا چکے تھے۔ان کا ذہن ماضی کے در کھول رہا تھا۔انہوں
نے سوچا بھی نہیں تھا کہ سلازار سے اس طرح دوبارہ آمنا سامنا ہو سکتا ہے۔
ان کی عمر بیس یا اکیس سال تھی۔وہ اکثر صحرا میں شکار کے لئے نکل جایا کرتے تھے۔ان کے ساتھ ان کے
دوست احباب بھی ہوتے۔حویلی میں یہ رواج اب تک قائم تھا اور عرب سے کافی مہمان شکار کے لئے آیا کرتے
تھے۔حویلی والوں کے ساتھ شکار کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ایسی ہی ایک دوپہر انہوں نے شکار کا پروگرام بنایا تھا۔
عرب سے کچھ شہزادے آئے ہوئے تھے اور بابا جان کی طبیعت ناساز تھی۔
"احمد میں چاہوں گا کہ آج تم شکار کے لیے مہمان شہزادوں کے ساتھ جاؤ۔میری طبیعت آج ٹھیک نہیں۔" بابا
اس کے کمرے میں آئے تھے۔
"جی بابا آپ آرام کریں۔میں شکار کے انتظامات مکمل کروالوں گا اور ساتھ اپنے دوستوں کو بھی لے چلتا
ہوں۔" وہ بولا۔
اس کے لئے شکار کرنا ہمیشہ سے بہترین مشغلہ رہا تھا۔وہ شکار کی تیاریاں کر کے جیپوں میں صحرا کی طرف روانہ
ہوئے اور شہزادے بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔
چولستان کا صحرا تلور،تیتر،خرگوش اور ہرن کے شکار کے لیے بہت مشہور ہے۔یہاں آج بھی عرب سے شاہی
خاندان شکار کے لیے آ کر رکتے ہیں اور سال کے شروع میں یہاں شکاریوں کا رش لگ جاتا ہے۔

وہ اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان وافر مقدار میں لائے تھے ان کا رات وہیں رکنے کا ارادہ تھا اور دوسرے دن صبح شکار کے بعد واپس حویلی لوٹنے کا پلان بنایا گیا تھا۔ وہ لوگ خیمے لگا کر شکار کے لیے نکل گئے تھے اور پورا دن تلور اور خرگوش کا شکار کرتے رہے مگر ہرن ان کی نظروں سے کہیں گزرا۔ شام ڈھلنے سے ذرا پہلے کی۔ تب ایک مہمان نے دور دوڑتے ہرن کی طرف اشارہ کیا تھا۔ مگر باقی سب اتنا تھک چکے تھے انہوں نے اس کے پیچھے جانا مناسب نہ سمجھا پر احمد ہمدانی اپنے مہمان کو اداس نہیں دیکھ سکتے تھے۔

''شہزادے میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔'' وہ بولے اور وہ خوش ہو گیا تھا۔ وہ دونوں اس ہرن کے پیچھے کافی دور تک آئے تھے مگر اب وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا اور پھر اچانک ہی وہ تیزی سے ان کے سامنے سے گزرا تو شہزادے کے بجائے احمد ہمدانی نے اپنی بندوق سے نشانہ لیا۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا تھا پر عین اسی لمحے ان کے سامنے ایک سانپ پھن پھیلائے کھڑا تھا۔ ''سانپ'' وہ عربی شہزادہ چلایا تھا اور اپنی بندوق اس پر تان دی تھی۔

''رکیے شہزادے.....'' احمد ہمدانی کو اپنے بڑوں کی نصیحت اچھی طرح یاد تھی۔ صحرا میں گھومتے کسی بھی سانپ پر نشانہ لینا سختی سے ممنوع تھا۔ ''آپ رکیں میں اس سے بات کرتا ہوں۔'' ابھی وہ یہ بول ہی رہے تھے کہ شہزادے کی بندوق سے نکلی گولی سانپ کے سر سے آر پار ہو گئی تھی اور وہ اپنی جگہ جم کر رہ گئے تھے۔ ان سے ایک بہت بھیانک غلطی سرزد ہو گئی تھی۔ شہزادہ سانپ کا سر اڑا کر ہرن کی طرف بڑھ گیا تھا۔ انہوں نے خیموں میں پہنچتے ہی سب کو حویلی چلنے کا حکم دیا تھا کیونکہ اب وہاں مزید رکنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ وہ جلد از جلد بابا جان تک پہنچ کر انہیں معاملے کی سنگینی سے آگاہ کرنا چاہتے تھے۔

حویلی پہنچتے ہی وہ سیدھا بابا جان کے کمرے میں گئے اور اس سانحے کے متعلق سنتے ہی ان کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی۔ انہوں نے فوراً جیپ نکلوا کر شاہ صاحب کے حجرے جانے کا فیصلہ کیا تھا اور وہ وقت احمد ہمدانی کبھی نہیں بھول سکے تھے۔

آندھی بہت تیز ہو گئی تھی اور حویلی تیز جھکڑوں کی لپیٹ میں تھی۔ وہ بہت مشکل سے جیپ چلاتے حجرے تک پہنچے تھے۔ رات اتر چکی تھی انہوں نے تیزی سے حجرے کا دروازہ بجانا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی شاہ صاحب باہر آئے تھے۔

''جی فرمائیں؟'' انہوں نے بابا جان کو دیکھ کر کہا۔

احمد ہمدانی ان کے پیچھے کھڑے تھے۔

''بچے شکار کے لیے گئے تھے۔ ایک غلطی ہو گئی ہے۔'' انہوں نے بابا کے لہجے میں چھپی پریشانی محسوس کر لی تھی اور دروازے سے ہٹ کر ان کے لیے راستہ چھوڑ دیا تھا۔ شاید وہ معاملے کی نوعیت سمجھ گئے تھے۔

وہ اندر جا کر ان کے حجرے میں بیٹھ گئے۔

انہوں نے آندھی کا زور دیکھ کر دروازہ بند کر لیا۔

''بچے شکار کے لیے گئے تھے اور مہمان نے سانپ پر گولی چلا دی۔'' وہ بولے۔

یہ سنتے ہی شاہ صاحب کے چہرے پر پریشانی آئی تھی۔ ''یہ آپ لوگوں نے کیا کر دیا۔'' وہ بولے۔

''وہ ہمارے مہمان ہیں شاہ صاحب! میں نہیں چاہتا کہ ان پر کوئی آنچ آئے آپ جانتے ہیں کہ انہیں علم نہیں

CamScanner

تھا۔" وہ بولے۔

"میرا بیٹا اس مہمان کے ساتھ تھا۔" انہوں نے احمد ہمدانی کی طرف اشارہ کیا اور وہ انہیں دیکھ کر رہ گئے۔

پھر اچانک ہی وہ چونکے تھے۔ "آپ لوگ خاموش بیٹھے رہیے۔ مجھے بات کرنے دیجیے۔" وہ پریشانی سے بولے اور پھر ایسا لگا جیسے حجرا کسی زلزلے کی زد میں ہو۔

اچانک ہی وہاں آوازوں کا ہجوم بڑھ گیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے بہت سے لوگ بین کر رہے ہوں۔ وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکل گئے تھے۔ پر وہ آوازیں ان لوگوں کو خوف میں مبتلا کر گئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آئے تھے۔

"آپ لوگوں سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے وہ عورت اپنے بچوں کے لیے کھانا ڈھونڈنے نکلی تھی۔ آپ کو اس سے بات کرنی چاہیے تھی۔ اسے دیکھتے ہی گولی چلا دینا ٹھیک نہیں تھا۔ ان دونوں کی جان کو شدید خطرہ ہے۔" وہ بولے۔

"ایسا مت بولیں شاہ صاحب! میں کچھ بھی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ اس معاملے کو کسی طریقے سے حل کیجیے۔ آپ کے علاوہ ہمارا کوئی مددگار نہیں۔" وہ روتے ہوئے بولے۔

"اللہ کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہمدانی! ایسے نہ بولو۔" ان کے چہرے پر ناراضگی آئی تھی۔ حجرے کے دروازے کھڑکھڑانے لگے تھے ایسا لگتا تھا جیسے باہر کئی لوگ موجود ہوں۔ انہوں نے بابا کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

شاہ صاحب ایک بار پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے باہر کوئی احتجاج کیا جا رہا ہو۔ پھر وہ تیزی سے اندر آئے اور انہوں نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ "یہاں معاملہ خون کا ہے بھلے ہی بچوں سے بے دھیانی اور کم علمی میں ایسا ہوا لیکن آپ کے بیٹے کو یہ سارے معاملات اچھی طرح پتہ تھے۔ انہیں مہمانوں کو پہلے سے یہ بات بتا دینی چاہیے تھی۔" ان کے چہرے کی پریشانی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

ہمدانی ان کے آگے ہاتھ جوڑ کر رونے لگ گئے تھے انہوں نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھام لئے۔

"ایسا نہ کریں۔ مجھے اس معاملے کا کوئی حل سوچنے دیں۔ اور پھر اچانک ہی وہ چونکے تھے۔ "سلازار کر سکتا ہے یہ کام۔" انہوں نے آنکھیں بند کر کے سلازار کا نام لیا تھا اور پھر حجرے میں تیز خوشبو پھیل گئی تھی۔

وہ ایک طرف کو دیکھ کر مسکرائے مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے بیٹھے تھے۔

"سلازار ان بچوں سے غلطی ہوئی ہے۔ تم چاہو تو اس کا ذہن پڑھ سکتے ہو۔

میں جانتا ہوں تمہارا اس قبیلے سے کوئی تعلق نہیں لیکن اس کا کوئی حل تو ہوگا۔" وہ بولے۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی ان سے بات کر رہا ہو۔

"ٹھیک ہے۔" انہوں نے سر ہلایا اور اس کے بعد ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

"سلازار ان کے سردار سے بات کرنے جا رہے ہیں۔ آپ لوگ تب تک حجرے میں ہی رہیں ورنہ اس بچے کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ خوشبو دوبارہ آئی تھی۔

CamScanner

وہ کچھ دیر سر ہلا کر کسی کی بات سنتے رہے پھر بولے۔

''سلازار وہاں از لان اور اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ کوئی بات بن جائے گی۔ آپ لوگ صبح تک یہیں رکیں اور مہمان کو یہیں بلا لیجیے۔'' وہ بولے۔

ہمدانی، احمد کو چھوڑ کر حویلی کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ وہ مہمان کو با حفاظت حجرے تک لانا چاہتے تھے۔ حویلی پہنچتے ہی انہیں اطلاع ملی تھی کہ مہمان کی طبیعت بگڑنا شروع ہو گئی ہے اور وہ خون کی الٹیاں کر رہا ہے وہ اسے جیسے تیسے وہاں تک لے کر آئے تھے۔ تب تک اس کی حالت مزید بگڑ گئی تھی۔ مگر حجرے کے اندر داخل ہوتے ہی اس کی حالت سنبھلنے لگی تھی انہوں نے اسے حجرے میں ایک طرف لٹا دیا تھا۔ احمد اس کی حالت دیکھ کر خوف سے گنگ رہ گئے تھے۔ شاید وہ بھی حویلی میں رکتے تو ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا۔ اب وہ سب ایک طرف بیٹھ کر دعائیں مانگ رہے تھے اور پھر فجر کے قریب وہی مانوس خوشبو دوبارہ سے حجرے میں پھیلی تھی۔

شاہ صاحب اس طرف کی بات سن کر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ''معاملات سنبھال لیے گئے ہیں اور احمد قبیلے نے یہ ذمہ داری لے لی ہے۔ آپ لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کے بدلے میں آپ لوگوں کو ہدیہ کے طور پر گوشت اور مٹھائیوں کی کثیر تعداد وہاں بھجوانی ہوگی۔ دوسری بات میں حد بندی کر رہا ہوں۔ اب آپ شکار کے لیے اس طرف نہیں جا سکیں گے۔ جہاں تک حد مقرر ہے آپ کے نوجوان وہیں تک شکار کریں۔ اس مہمان اور اس بچے کو کچھ دن سورہ بقرہ کی تلاوت روز کرنی ہوگی اور پانی پر دم کر کے وہ پانی بھی پینا ہوگا۔'' انہوں نے ہدایات جاری کیں اور ان سب نے سر ہلا دیا تھا۔ مہمان کی حالت کافی سنبھل چکی تھی۔

''اب آپ جا سکتے ہیں۔'' وہ بولے۔ ہمدانی مہمان کو اٹھا کر باہر نکل گئے تھے البتہ احمد وہیں رک گیا تھا۔

''کیا میں اپنے محسن سے مل سکتا ہوں؟'' انہوں نے ڈرتے ڈرتے شاہ صاحب سے پوچھا تھا۔

شاہ صاحب نے اس جگہ دیکھا جہاں وہ تھوڑی دیر پہلے بات کر رہے تھے اور اچانک وہاں ایک وجیہہ مرد کا سراپا ظاہر ہوا تھا۔

وہ مسکرایا تھا۔

''احمد ہمدانی کو یہ سلسلہ آگے لے کر چلنا ہے شاہ صاحب۔'' وہ بولا۔ اس کی آواز انتہائی حسین تھی۔ وہ جیسے اس کے سحر میں کھو گئے تھے۔ شاہ صاحب نے سر ہلا دیا تھا۔

''اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ جب تک سلازار ہے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔'' وہ یہ بول کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا اور وہ جہاں تھے وہیں کھڑے رہ گئے تھے۔ انہوں نے اپنے بابا سے یہ سب سنا تو بہت تھا پر آج دیکھا پہلی دفعہ تھا اور یہ دیکھ کر وہ مزید حیران رہ گئے تھے کہ جن کے روپ میں موجود یہ فرشتہ ان کے لیے کس طرح زندگی کی نوید بن کر آیا تھا۔ کسی نے دروازہ بجایا تھا اور ماضی کا وہ در اچانک ہی بند ہو گیا تھا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

''کون ہے؟'' انہوں نے آواز دی اور ملازم نے انہیں کھانے کا کہا تھا۔ ''اچھا تم چلو میں آتا ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر واش روم کی طرف بڑھ گئے تھے۔

O.....❖.....O

تھے۔ قدم بڑھا دیئے تھے۔

کزران نے بنوغیلان میں اترتے ہی ہارت کے غار کی طرف

وہ اندر بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا۔ کزران کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"یہاں کیسے آنا ہوا؟" وہ اسے دیکھ کر چونک گیا۔

"سلازار یہاں سے ہو کر گیا ہے اور تم لوگوں کو خبر تک نہ ہوئی۔" وہ بولا۔

"وہ تم سے ناراض ہیں۔"

"سلازار....." ہارت یہ بات سن کر حیران تھا۔

"کل رات کو وہ ان پہاڑوں کی طرف آیا ہے۔ یہ ہمارا علاقہ ہے۔ جب تم لوگ اس کے علاقے میں نہیں گھ پاتے تو وہ یہاں تک کیسے آیا۔" اسے شاید بھیجا گیا تھا اس لیے وہ زیادہ ناراض تھا۔

"معافی چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کو یہاں آنے تک تکلیف اٹھانی پڑی۔ اور وہ مجھ سے ناراض ہوں ایس میں ہونے نہیں دوں گا۔ مجھے اس معاملے کی تہہ تک جانے دیں۔ وہ یہاں کیسے آیا اور مجھے اس کی بو کیوں نہ آئی۔" ...اب سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"بہتر ہوگا کہ تم جلدی معلوم کر لو۔ بنوغیلان کی سرداری ملنا عام بات نہیں۔ اپنے عہدے کی پاسداری سیکھو۔" کزران "اس" کے قریبی ساتھیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

"تم لوگ دیر کس بات کے لئے کر رہے ہو؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"وہ جس عہدے سے واپس آیا ہے اسے چار گنا زیادہ طاقت ملی ہے۔ بنو احد میں اس جیسا کوئی نہیں۔ میں جوش میں آکر حملہ نہیں کیا کرتا۔" وہ بولا اب اسے غصہ آنے لگا تھا۔

"تم بھی جس عہدے سے ہو کر واپس آئے ہو تمہیں بھی اتنی ہی طاقت ملی ہے ہارت۔" وہ بولا۔

"مگر میں جوش سے زیادہ ہوش میں رہ کر کام کروں گا۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے میں تمہارا پیغام ان تک پہنچا دوں گا۔ امید ہے تم بہت جلد اچھی خبر سناؤ گے۔" یہ بول کر وہ وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔

ہارت چلتا ہوا غار سے باہر آ گیا۔

سلازار کا اس کے علاقے سے ہو کر جانا اس کے لئے اور اس کی سرداری کے لیے خطرہ بن سکتا تھا۔ وہ خود سلازار کے سامنے جانے سے پہلے ان کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا اور اس کے لئے اس نے اپنی پلٹن بھی بھیجی تھی مگر غلطی سے ان کا سامنا سلازار سے ہو گیا تھا اور ان میں سے ایک ہی زندہ بچ کر واپس آ سکا تھا۔ تب سے اب تک وہ پوری تیاری کے ساتھ ان پر حملہ کرنا چاہتا تھا پر آج کی خبر سن کر اسے شدید غصہ آیا تھا۔

"مجھے سلازار کی کوئی کمزوری ڈھونڈنی ہوگی۔" اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

O.....❖.....O

شام اتر رہی تھی مشتوی نے اسے آوازیں دینا شروع کر دیں پر اسے مسلسل ازلان کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ازلان اسے اس طرح سے آوازیں نہیں دیا کرتے تھے۔ وہ سرحدوں سے لوٹ رہا تھا اور پھر اچانک ہی شاہ صاحب نے اسے آواز دی تھی۔ وہ مشتوی کی آوازوں کو نظر انداز کر کے اس طرف روانہ ہو گیا۔ شاہ صاحب کی حفاظت اور اس

CamScanner

کا فرض اس کے لئے سب سے پہلے آتا تھا۔ وہ ان کے حجرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ اس نے وہاں ازلان کو بیٹھے دیکھا اور وہ خاموشی سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

شاہ صاحب کو اس کی خوشبو آ گئی تھی مگر وہ خاموش بیٹھے رہے۔ ایسا لگتا تھا جیسے انہیں کسی کا انتظار ہو۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہی حجرے کا پردہ ہٹا اور احمد ہمدانی اندر داخل ہوئے تھے۔

وہ سمجھ گیا کہ وہاں کیا بات ہونے والی ہے وہ ان سب کے ذہن پڑھ چکا تھا۔ ازلان ابھی ظاہر نہیں تھے۔ احمد ہمدانی خاموشی سے چلتے ہوئے ان کے برابر آ بیٹھے تھے۔ یہ وہی لڑکا تھا جس کی جان سلازار نے بچائی تھی۔

وہ شاہ صاحب پر ظاہر ہو گیا تھا۔

"میں چاہوں گا کہ ازلان ظاہر ہو جائیں۔" وہ بولے اور ازلان احمد ہمدانی پر ظاہر ہو گئے تھے وہ گھبرا کر ایک طرف کو کھسکے تھے۔

"آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سلازار کے والد ازلان ہیں۔" شاہ صاحب نے کہا۔

انہوں نے سلازار کو ظاہر ہونے کا نہیں کہا تھا بس ایک نظر اس پر ڈال کر وہ دوبارہ احمد ہمدانی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟"

"میں بس یہی کہنا چاہوں گا کہ وہ بچی تھی اور اس سے غلطی ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ جس طرح آپ لوگوں نے مجھے معاف کیا تھا اس بچی کو بھی اس کی غلطی پر معاف کر دیں گے۔" وہ بولے۔

سلازار انہیں غور سے دیکھنے لگا کس بات کی معافی مانگ رہے تھے اسے سمجھ نہیں آیا۔

"ہم آپ کو آئندہ پریشان نہیں کریں گے۔" ازلان بولے۔

سلازار ان کی بات سن کر مسکرا دیا۔ شاہ صاحب نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ "تم کچھ کہنا چاہو گے؟"

احمد ہمدانی نے اس کونے کی طرف دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا پر انہیں اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ محسوس ہوئی تھیں۔ ان کی جان بچانے کے بعد سلازار جو احد سے جس مقصد کے لئے روانہ ہوئے تھے وہ ساری باتیں انہیں شاہ صاحب سے وقتاً فوقتاً معلوم ہوتی رہتی تھیں۔ ہمدانی صاحب کے بعد حویلی کی باگ ڈور انہی کے ہاتھ میں تھی اور انہیں یہ ساری معلومات دی جاتی تھیں تا کہ آگے کے معاملات وہ خاموشی سے سنبھال سکیں۔

ان کے دل میں سلازار کے لئے بے انتہا عزت اور شاہ صاحب کی عقیدت کا سن کر خود بھی اس کے لئے بے انتہا عقیدت موجود تھی۔

"پہلے تو میں ان سے یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ مشتری سے غلطی کیسے ہوئی؟" وہ بولا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم ظاہر ہو کر یہ بات خود کر لو۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولے اور وہ ان پر ظاہر ہو گیا تھا وہ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

وہ اب تک ویسے کا ویسا ہی تھا۔ جس وقت انہوں نے اسے دیکھا تھا وہ شاید نوجوانی میں قدم رکھ رہا تھا پر اب وہ اپنی پچھلی حالت سے مشکل سے ہی کچھ سال بڑا لگتا تھا۔ جبکہ ان کے بالوں میں سفیدی اتر آئی تھی۔ وہ جانتے تھے

CamScanner

کہ جنات کئی سو سال کے بعد بھی جوان رہتے ہیں۔

''آپ بیٹھیں۔'' اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا وہ بیٹھ گئے تھے۔ ازلان نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ وہ جانتے تھے جو سلازار بولے گا اس کا جواب ان میں سے کسی کے پاس بھی نہیں ہوگا۔

''میں پوچھنا چاہوں گا کہ اس سے غلطی کیسے ہوئی ہے؟ اور آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اسے کس طرح سے معاف کیا جانا چاہیے؟'' وہ بولا۔

''غلطی اس سے یہاں آنے کی ہوئی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس پر کوئی قابض ہو جائے۔'' وہ بولے۔

''وہ غلطی سے نہیں قسمت سے یہاں آ نکلی۔ بلکہ وہ یہاں آئی نہیں اسے یہاں بھیجا گیا تھا۔ سلازار اس پر قابض نہیں ہوا ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس کے جسم کو کسی بھی قسم کی تکلیف نہیں دی جائے۔ آپ کی ہر کوشش بے کار جائے گی اور شاید اس کوشش سے آپ کو کسی بڑی پریشانی سے دوچار ہونا پڑے۔'' وہ بول رہا تھا اور شاہ صاحب حیرانی سے اس کی طرف دیکھنے لگے انہوں نے کبھی سلازار کو اس طریقے سے بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

''سلازار......'' ازلان بولے۔

''میں آپ کی بات کا مان رکھوں گا۔ آپ لوگوں میں سے اب حویلی والوں کو کوئی پریشان نہیں کرے گا کیونکہ وہاں سلازار کی مثنوی رہتی ہے۔'' وہ بولا۔

اس نے واضح طور پر ان تینوں کے چہرے پر زلزلے کے آثار دیکھے تھے۔

''میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اگر کسی نے مجھے مثنوی سے دور کرنے کی کوشش کی تو میں اس پر قہر بن کر ٹوٹوں گا آپ یہ بات کیوں نہیں سمجھ رہے کہ میں اس پر قابض نہیں ہوا ہوں۔'' وہ بول رہا تھا۔

''تم جانتے ہو ایسا ممکن نہیں۔'' ازلان بولے۔

''میں نے ہر ناممکن کو ممکن کر کے دکھایا ہے اور یہ سبق مجھے آپ نے ہی سکھایا ہے۔'' وہ بولا۔

''سلازار یہ مت بھولو کہ وہ آدم زادی ہے۔'' شاہ صاحب بولے۔

''نہ وہ آدم زادی ہے اور نہ میں جن زاد۔ ہم عشق زاد ہیں۔ ہم اپنی زادیت بدل چکے ہیں۔ ہم آپ کی زادیت چھوڑ تے ہیں۔ آپ چاہیں تو یہ سوال اس سے بھی پوچھ سکتے ہیں۔'' وہ بولا۔

''تمہارے اس طرح کہہ دینے سے چیزیں بدل نہیں جائیں گی سلازار۔'' شاہ صاحب بولے۔

احمد ہمدانی اب مزید کچھ کہنے کی حالت میں نہیں تھے

''تو میں آپ کو نئے زاویے سے چیزیں بدل کر دکھاؤں گا...... یہ میرا وعدہ ہے۔ حویلی کے لوگ اور ہمدانی دیکھیں گے جو انہوں نے آج تک نہیں دیکھا ہے۔'' یہ بول کر وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا اور ازلان بے بسی سے شاہ صاحب کو دیکھنے لگے پر اب شاہ صاحب کے پاس کہنے کو کچھ باقی نہیں رہا تھا۔

O......❖......O

جب سے مثنوی نے ناشتہ کیا تھا وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ دوپہر کے کھانے کے لئے بھی اس نے منع کر دیا تھا۔ شاہ میر نے سب کو اس کے کمرے میں جانے سے منع کر دیا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ مثنوی کو اکیلے ان

CamScanner

کا سامنا نہیں کرنے دے گا۔ پھوپھو نے اس سے پوچھنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے انہیں تسلی دے دی تھی اور کہا تھا کہ وہ اس معاملے کو خود دیکھ رہا ہے ویسے بھی مہ جبین کو وہ بہت پسند تھا۔ ان کی دل سے خواہش تھی کہ مثنوی کی شادی شاہ میر سے ہو جائے۔ وہ کچھ عرصے کے لیے خاموش ضرور ہو گئی تھیں۔ مگر ان کا پورا ارادہ تھا کہ یہاں سے جانے سے پہلے وہ ان دونوں کا رشتہ طے کرتی جائیں پر آج اس طرح شاہ صاحب کے آنے اور بابا جان کے اسے کمرے میں بلانے کے بعد سے وہ کافی پریشان تھیں۔ اور شاہ میر ہی تھا جس نے ایسے وقت میں انہیں تسلی دی تھی۔ گھر کے بڑے لاؤنج میں ہی اس کا انتظار کر رہے تھے جب وہ ناشتے کی ٹرے واپس لے کر نیچے اترا تھا اور اس نے انہیں یہ کہہ کر تسلی دی تھی کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس نے سب کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ دادا جان کی ہدایات ہیں مثنوی سے کوئی کچھ نہ پوچھے اور نہ ہی اسے پریشان کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی بات پوچھنی پڑ بھی جائے تو شاہ میر کو بتایا جائے۔

یہ سن کر سب تسلی سے اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے تھے۔ اسی ہفتے کے آخر میں اسفر اور ثمر کی منگنی کی تاریخ بھی رکھی گئی تھی لہٰذا اس نے سب کو تیاریوں کی ہدایت دی اور اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

پر اسے اب خود ایک پل کو سکون نہیں تھا۔ نہ جانے وہ کس مصیبت میں گرفتار ہو چکی تھی۔ یہ تو وہ جانتا تھا کہ شاہ صاحب کا آنا مثنوی کی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ وہ جنات کے قبیلے کے ہتھے چڑھ چکی ہے پر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ بات اس حد تک بڑھ جائے گی۔ وہ دادا جان کی پریشانی سمجھ سکتا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار دادا جان کا پریشان چہرہ گھوم رہا تھا۔ شام ہوتے ہی وہ شاہ صاحب کے حجرے چلے گئے تھے اور وہ بے چینی سے صحن میں ٹہل کر ان کا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک دروازہ کھلا اور دادا جان اندر داخل ہوئے۔ وہ انہیں دیکھ کر ان کی طرف بڑھا تھا پر ان کے چہرے کی پریشانی نے اسے حالات کی ہولناکی سے آگاہ کر دیا تھا۔

وہ بغیر کسی سے بات کیے اپنے کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔ اس نے تھوڑی دیر کے بعد ان کے کمرے کا دروازہ بجایا۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت دی اور وہ اندر داخل ہو گیا تھا۔

وہ اپنے بیڈ پر سر جھکائے بیٹھے تھے اسے دیکھ کر دوبارہ سر جھکا لیا۔

"السلام علیکم!" اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی انہیں سلام کیا تھا اور انہوں نے سر کے اشارے سے اس کے سلام کا جواب دیا۔

"دادا جان کیا بات ہوئی شاہ صاحب سے؟" اس نے سوال کیا وہ سوچ میں پڑ گئے۔

کیا یہ صحیح وقت تھا شاہ میر کو بتانے کا یا نہیں؟

"آج میری مثنوی سے بات ہوئی تھی۔ میں جانتا ہوں آپ نے اس سے کسی بھی قسم کی بات کرنے سے منع کیا تھا مگر میں چاہ رہا تھا کہ وہ مجھے دوست سمجھ کر اپنے دل کی بات کرلے۔ اگر ہم سب ہی اس کو مجرم تصور کر لیں گے تو وہ ہمیں ہر بات بتانے سے پہلے سو دفعہ سوچے گی اور میں نہیں چاہتا کہ حالات سے نمٹنے کے لیے ہم اس کی طرف کے معاملات سے بے خبر رہیں۔" اس نے سمجھداری کی بات کی تھی وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔

"کیا بتایا اس نے تمہیں؟" ان کے لہجے میں شکست تھی وہ چونکا۔

"وہ......وہ......بتا رہی تھی کہ......کہ وہ کسی جن زاد کو پسند کر بیٹھی ہے۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔

وہ خاموش ہو گئے۔

کافی دیر گزر جانے کے بعد وہ بولے۔

"سلازار سے میری ملاقات، میری جوانی کے دنوں میں ہوئی تھی اور اس کے بعد میں نے انہیں آج دیکھا ہے۔"

ان کے سامنے ماضی کے واقعات دوبارہ گھوم گئے۔

شاہ میر خاموش بیٹھا ان کی ساری باتیں سنتا رہا۔

"وہ کوئی عام جن نہیں ہے شاہ میر اور سلازار کو اسی بات کا ہے۔ ہم نے آج تک شاہ صاحب کو کسی کے لیے اتنی محبت سے بات کرتے نہیں دیکھا ہے۔ اور اس کی وجہ سلازار کے وہ کارنامے ہیں جو انہوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے انجام دیے ہیں۔ تمہیں پتا ہے آج جب میں ان سے ملا تو ان کے وجود سے روشنی کا ایک ہالہ پھوٹتا نظر آ رہا تھا۔ جو اس بات کی دلیل تھا کہ اب وہ کس مرتبے پر فائز ہیں۔

وہ کوئی ایسا جن نہیں جیسے ہم کسی جنتر منتر سے بھگا دیں یا کسی بوتل میں قید کر لیں۔ یا وہ کسی پیر، فقیر کی باتوں میں آ کر مثنوی کو چھوڑ دے۔

بس یہیں آ کر میں نے اپنی شکست تسلیم کی ہے کیونکہ میں نے شاہ صاحب کو بھی کبھی اتنا مجبور نہیں دیکھا۔" وہ بولے ان کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

وہ اپنی جگہ سن کھڑا تھا۔ یہ ساری باتیں تو وہ خود پہلی دفعہ سن رہا تھا اور پھر کسی کے بارے میں اتنا کچھ جاننا وہ بھی ایک جن زاد۔ اسے شاہ صاحب کی مسجد میں ہوئی وہ گفتگو یاد آئی جسے سن کر اسے بخار آ گیا تھا وہ شاید اسی کو پکار رہے تھے اور بلانے کا کہہ رہے تھے۔

"مگر دادا جان ہم ایسے تو مثنوی کو کسی جن زاد کے حوالے نہیں کر سکتے۔ اگر وہ کوئی انسان ہوتا تو ہم شاید کوئی راستہ نکال لیتے مگر اپنی گھر کی بیٹی کو ہم ایک جن زاد کے حوالے کیسے کر سکتے ہیں؟" وہ بولا۔ اس کا دل بیٹھ رہا تھا۔ اسے مثنوی اپنی دسترس سے باہر نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ جس شخصیت کے بارے میں ابھی دادا جان نے اسے بتایا ہے وہ کوئی عام نہیں ہو گی۔

"میں نے یہ کب کہا کہ ہم اسے حوالے کر دیں گے؟ مگر وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مثنوی پر قبضہ نہیں کیا ہے۔ اور میں یہ بات جانتا ہوں کہ مثنوی کا جھکاؤ خود بھی ان کی طرف ہو گا کیونکہ ایک بار انہیں دیکھنے والے پھر دوبارہ شاید کسی اور چیز کے دیکھنے کی تمنا نہ کریں" وہ عقیدت سے بول رہے تھے۔

شاہ میر کو بے چینی نے گھیرا۔

"آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ آپ اس گھر کے بڑے ہیں..... آپ جانتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں ہے تو کیا اس لیے کہ وہ بہت معتبر ہیں ہم ایک آدم زادی کو ان کے حوالے کر دیں گے؟" وہ شاید ناراض ہو رہا تھا مگر اپنے لہجے کو نارمل رکھے ہوئے تھا۔

"میں نے یہ نہیں کہا..... پر مجھے اس مسئلے کا حل نہیں مل رہا۔ شاہ صاحب نے کچھ چیزیں بتائی ہیں مگر مجھے نہیں لگتا کہ ہم ان کو اس سے روکنے میں کامیاب ہوں گے۔" وہ بولے۔

شاہ میر چونکا۔ ''کون سی چیزیں؟''
جواباً انہوں نے اسے شاہ صاحب کی بتائی ہوئی ہدایات بتا دیں۔
''تم ابھی گھر والوں سے اس معاملے کا ذکر نہ کرنا میں نہیں چاہتا کہ مہ جبین کو کوئی پریشانی یا دکھ ہو۔'' وہ بولے۔
''جی میں نے ان سب کو کہہ دیا ہے کہ مشوی کو کوئی پریشان نہ کرے اور اگر اس سے کسی قسم کی کوئی بات پوچھنی ہو تو مجھ سے کہہ دیں۔'' وہ بولا۔
''آپ پریشان نہ ہوں میں شاہ صاحب کی بتائی ہوئی چیزوں کا انتظام کرتا ہوں۔'' وہ بولا۔
انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔
وہ ان کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کے قدم تیزی سے حویلی کے باہر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ وہ شاہ صاحب کی بتائی ہوئی ایک ایک چیز کا انتظام کر لینا چاہتا تھا۔
وہ ساری چیزیں جو سلازار کو یہاں تک آنے سے روکنے کے لیے کارآمد ثابت ہوتیں۔

O.....❖.....O

حویلی پر رات اتر رہی تھی۔ اس نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ مگر رات کا کھانا کھانے وہ نیچے آئی تھی اور یہ بھی اس نے شاہ میر کے کہنے پر کیا تھا۔ سب ڈائننگ ٹیبل پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی نے بھی اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ شاید شاہ میر کی ہدایت پر عمل کر رہے تھے لہٰذا وہ خاموشی سے کھانا کھا کر کمرے میں آ گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ شاہ میر واقعی اس کی مدد کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر موجود اس غیر معمولی خاموشی کو اس نے محسوس تو بہت کیا تھا مگر یہ ایک طرح سے اس کے حق میں ہی تھی جتنا وہ ان سوالوں سے بچتی اتنا وہ سکون سے اس کا کوئی حل سوچ سکتی تھی۔ یہ تو طے تھا کہ وہ سلازار کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ شاید اپنی جنگ لڑ رہا تھا پر اسے بھی تو سلازار کے لیے یہ جنگ لڑنی تھی۔ اور سلازار سے زیادہ شاید اپنی محبت کے لیے۔
اس نے کمرے میں آ کر دروازہ بند کر لیا۔ اسے پتہ تھا کہ اب اس کے کمرے میں کوئی نہیں آئے گا۔ وہ رات ہونے کا انتظار کر رہی تھی پر آج گھڑی کی سوئیاں بھی آہستہ چل رہی تھیں۔
گیارہ بج چکے تھے۔ اس سے رہا نہیں گیا۔ ویسے بھی حویلی میں مکمل خاموشی چھا چکی تھی۔ اس نے سلازار کو آواز دی اور وہ اپنی خوشبو سمیت اس کے سامنے موجود تھا۔
''سلازار....!'' اس کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔
آج کا پورا دن کسی پہاڑ کی طرح گزرا تھا۔ دادا جان اور شاہ صاحب سے ہوئی اس ملاقات کی وجہ سے وہ اس حسین رات کو ٹھیک طرح سے محسوس بھی نہ کر پائی تھی جو اس نے کل سلازار کے ساتھ گزاری تھی۔
''رو کیوں رہی ہو؟'' وہ بولا حالانکہ وہ اس کا ذہن پڑھ چکا تھا۔
''تم جانتے ہو۔'' اس نے کہنا ہی شروع کیا تھا کہ سلازار نے اسے ہاتھ کے اشارے سے خاموش کروا دیا۔
''میں سب جانتا ہوں اور ہم دونوں کی ملاقات میں کسی تیسرے کی گفتگو ہو اس کی اجازت میں تمہیں نہیں دوں گا

گا..... سالار پر بھروسہ رکھو مشوی۔ کوئی کچھ بھی کہے پر تم یہ یاد رکھو کہ سالار تمہارے ساتھ کھڑا ہے۔ ہم اپنا وقت کسی پریشانی کے بارے میں بات کرنے میں نہیں گزاریں گے۔" وہ بولا۔

اسے اپنے اندر سکون اترتا محسوس ہوا۔ اس کی لہجے کی تاثیر تھی یا اس کا سحر اسے دنیا بھول جاتی تھی۔

"آؤ میرے ساتھ۔" اس نے ہاتھ بڑھایا۔

"کہاں؟" وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

"چلنا نہیں میرے ساتھ؟" وہ مسکرایا۔

"آج بھی؟" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں تمہارا دل بھر گیا ہے کیا؟" وہ اسے دیکھ رہا تھا وہ جھینپنے لگی۔

"نہیں مگر مجھے لگا تھا کہ آج جس طرح شاہ صاحب آئے تو تم۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے روک دیا۔

"میں نے کہا نا۔ سالار کے ہوتے ہوئے تمہیں کسی کے بارے میں سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب سب میں دیکھ لوں گا تم اپنا سارا وقت صرف سالار کو سوچنے میں گزارا کرو۔" وہ بولا۔

اور اس کے اندر اطمینان اترتا چلا گیا۔ وہ مسکرا دی۔

"چلو میرا ہاتھ تھامو مشوی۔" وہ بولا۔

اور اس نے خاموشی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر اپنی آنکھیں موند لی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد اسے اپنے اردگرد تیز ہوا محسوس ہوئی۔ اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔

وہ ایک اونچی اور چٹانی جگہ تھی۔ جہاں چاند بالکل اس کے سامنے تھا۔ اتنا قریب کے وہ ہاتھ بڑھا کر اسے چھو سکتی تھی۔ وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹی اور پیچھے کھڑے سالار سے ٹکرائی۔

"کیا ہوا؟" وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"یہ کون سی جگہ ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"کیا فرق پڑتا ہے بس ہم ساتھ ہیں یہ کافی نہیں؟" وہ بولا۔

وہ اس چٹانی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ بھی اس کے سینے سے ہاتھ پر سر رکھ کر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ وہ بے خود ہوا۔

مشوی کی خوشبو اسے ہمیشہ ہی خود سے دور کر دیا کرتی تھی اور اس خوشبو کے لیے وہ سارا دن انتظار کیا کرتا تھا۔

"تمہیں پتا ہے آج میں بہت ڈر گئی تھی..... پر تم سے ملتے ہی سارا ڈر ختم ہو گیا۔" وہ بولی۔ وہ مسکرا رہا تھا

"اب نہیں ڈرنا۔ بس مجھے سوچ لیا کرو۔ سارے جواب تمہیں اپنے آپ ملتے جائیں گے۔ وہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تمہارے پاس اس کے ہر سوال کا جواب موجود ہوں گے۔" وہ بولا۔

وہ سیدھی ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"اب تم مجھے اپنی آنکھوں میں دیکھنے سے کیوں نہیں روکتے؟" وہ پوچھنے لگی۔

"کیونکہ اب سالار زار تمہارے اندر بستا ہے شنوی۔ کیا تم مجھے اپنے خون میں دوڑتا ہوا محسوس نہیں کرتی؟" اس نے دوبارہ چاند کی طرف دیکھا۔

اب بھی وہ اس کی نظروں کی تپش برداشت نہیں کر پاتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس کے اندر اتر رہا ہو۔

"وہ دیکھو ٹوٹا تارا۔ چلو دعا مانگتے ہیں۔" وہ بولی اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"کیا کہا تم نے؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم ہنس کیوں رہے ہو؟" وہ ناراض ہوئی۔

"ٹوٹتے تارے کو دیکھ کر دعا کون مانگتا ہے؟ دعا تو صرف اللہ کی ذات سے مانگنی چاہیے۔" وہ اسے بتا رہا تھا وہ شرمندہ ہوئی۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا میں نے تو بس سنا تھا کہ ٹوٹتے تارے کو دیکھ کر جو دعا مانگو وہ قبول ہوتی ہے۔" وہ بولی اور وہ ہنس ہنس کر بے حال ہو گیا۔

"انسان کیوں اتنی گمراہی کی زندگی گزار رہا ہے۔ تم جانتی ہو یہ ٹوٹتے تارے کیا ہوتے ہیں؟" وہ بولا۔

اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"تم سے ملنے سے پہلے سالار وہیں ہوا کرتا تھا۔ آسمانوں کے بے حد قریب! جب جب شیاطین جنات آسمان سے کوئی خبر چرانے جاتے ہیں تاکہ وہ زمین پر موجود کاہنوں کو خبر دے سکیں اور وہ ان خبروں میں ملاوٹ کر کے لوگوں کو غیب کی باتیں بتائیں اور خود کو غیب کی خبر دینے والا ظاہر کریں۔ تب میں انہیں روکتا تھا۔ میرا شمار ان حفاظت کرنے والوں میں ہوتا ہے جو ان جیسے شیاطین کا خاتمہ کیا کرتے ہیں۔ اور یہ ٹوٹتے ستارے نہیں بلکہ وہ پتھر ہیں جو آسمان سے فرشتے ان کو وہاں سے بھگانے کے لیے برساتے ہیں۔" وہ اسے بتا رہا تھا۔ وہ حیرت سے اپنی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا واقعی؟" وہ اسے جس طرح دیکھ رہی تھی اس کا خود پر قابو پانا مشکل ہوا۔

اس نے جھک کر اس کے رخسار پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔

اس کا رخسار دہک اٹھا۔

"بالکل ایسا ہی ہوتا ہے۔" اس نے اپنے آپ کو بمشکل روکا اور دوبارہ آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔

"سالار آج مجھے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔" وہ اس کی جرأت کے زیر اثر تھی۔

"کیا جاننا چاہتی ہو؟" وہ اب سنجیدہ تھا۔

"تم کتنے سال سے یہ سب کر رہے ہو؟ کیا تمہارا سارا قبیلہ یہی کام کرتا ہے؟ میں نے تو جنات کے بارے میں کچھ اور ہی سن رکھا تھا۔" وہ بولی۔

"ہمارے قبائل ہوتے ہیں..... مسلمان جنات، کافر جنات، جادوگر جنات، اچھے برے، شریف شریر، ہر طرح کے جنات موجود ہیں۔ جیسے انسانوں میں ہوتے ہیں ویسے ہی یہاں بھی۔ تم ہمارے قبیلے کو فوج کی چھاؤنی سمجھ لو۔ جیسے تمہارے ملک کی فوج تم سب کی حفاظت کر رہی ہے ویسے ہی ہمارا قبیلہ ایک فوجی قبیلہ ہے۔"

ہماری نسلیں برسوں سے یہ کام کرتی آئی ہیں اور نسل در نسل ہر فوج کا سپہ سالار منتخب ہوتا ہے۔ میں اپنے قبیلے کا سپہ سالار ہوں۔ اگر کوئی کسی فن میں زیادہ ماہر ہونا چاہے تو وہ اس کے لیے زیادہ محنت کرتا ہے۔ میں نے بچپن سے ہی سے اپنے وجود کو اس کام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ پھر میں اس فن میں اتنا ماہر ہوا کہ مجھ سے پانچ گنا میرے قبیلے اور ہر نوری قبیلے سے زیادہ طاقت موجود ہے۔ تم سمجھ رہی ہو نا؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ اس نے سر ہلا دیا۔

"مجھے تم پر فخر ہے سالار۔" اسے واقعی اندازہ ہوا تھا کہ سالار کی کیا اہمیت ہے۔

"تمہاری عمر کیا ہے؟" اس نے پوچھا وہ ہنس پڑا۔

"تم بتاتے کیوں نہیں؟" وہ ضد کر رہی تھی۔

"ہماری بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے کی الگ منزلیں ہیں۔ ہمارے ہاں انسانوں کی طرح گنی عمریں نہیں ہوا کرتیں۔" وہ تمہید باندھنے لگا۔

وہ اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔

"ایسے مت دیکھو مجھے۔" وہ بولا۔

وہ ہنسنے لگی۔ وہ رکا۔

"تمہیں پتہ ہے میں نے آج تمہیں پہلی دفعہ ہنستے ہوئے دیکھا ہے۔" وہ حیران ہوا۔ وہ کتنی سحر انگیز ہنسی تھی۔

"بات مت گھماؤ...... تم مجھے اپنی عمر بتا رہے تھے۔" وہ بولی۔

"مجھے بات گھمانی نہیں آتی۔ ہاں تمہاری ہنسی سے میں تھوڑی دیر کے لئے قید ہوا تھا۔" وہ بولا۔

"دو سو سال۔" اس کے بولنے پر مثنوی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیا...... دو سو سال...... تو کیا تم بوڑھے ہو؟ اور تم نے جوان آدمی کا روپ دھارا ہوا ہے؟" وہ بے تحاشہ ہنسا شروع ہو گیا۔

"نہیں...... ہم جوان اسی عمر میں ہوتے ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

وہ اسے حیرت سے دیکھتی رہی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟ یہی کہ تم اپنے گھر والوں کو اس رشتے کے لئے کیسے مناؤ گی؟" وہ اس کا ذہن پڑھ رہا تھا۔

"نہیں...... یہ تو نہیں سوچا میں نے۔" وہ گھبرائی۔

"میں تمہارا ذہن پڑھ سکتا ہوں مثنوی۔ ویسے تمہارے نانا کو میں نے ان کی جوانی میں بچایا تھا ایک حادثے سے۔" وہ بولا اور وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"کیا وہ تمہیں جانتے ہیں؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

وہ بھی کھڑا ہو گیا۔

"بہت اچھی طرح اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ ان کے پاس انکار کی کوئی دلیل نہیں ہو گی...... تم بس یہ سوچو کہ اس بوڑھے سے تم کیسے شادی کرو گی؟"

"اتنا حسین بوڑھا۔" وہ اسے دیکھ کر ہنسنے لگی تھی اور جواب میں وہ بھی ہنس دیا۔ چاند ان کو دیکھ کر مسکرایا

تھا۔ "چلو مجھے سمندر دکھاؤ۔" وہ فرمائش کر رہی تھی۔

"نہیں رات کے وقت وہاں نہیں جاتا میں۔" وہ بولا۔

"کیا تمہیں بھی ڈر لگتا ہے؟" وہ اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں ہمارے علاقے بانٹ دیے گئے ہیں۔ کل بھی میں نے بھول سے ایک ایسے علاقے میں قدم رکھ دیا تھا جہاں خطرہ تھا۔ پر تمہاری خوشبو میری خوشبو پر غالب رہی اس لیے انہیں میری خوشبو نہیں گئی۔" وہ نہ جانے کیا بول رہا تھا۔ وہ سمجھی نہیں۔

"ہم شادی کب کریں گے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

سالار خاموش ہو گیا۔

"کیا ہوا؟" اسے ڈر لگا۔

"مجھے ایک جنگ لڑنی ہے مشوی! تم دعا کرنا کہ میں اس جنگ سے کامیاب لوٹوں اس کے بعد سالار کو اس کی مشوی سے کوئی بھی جدا نہیں کر سکے گا۔" وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر بولا۔

"اللہ تمہیں ہر جنگ میں کامیاب کرے۔" وہ بولی اور اس نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا ایک بار پھر وہ خوشبو اس کے حواسوں پر چھانے لگی تھی اور پھر کتنی ہی دیر تک وہ ایک دوسرے کی خوشبو کو محسوس کرتے رہے۔ مشوی کو اب کوئی فکر نہیں تھی۔ اب اس کا عشق زاد اس کے ساتھ تھا۔

O......❖......O

وہ فجر کے وقت اس کے کمرے میں اسے چھوڑ گیا۔ مگر آج نیند اس کی آنکھوں سے دور تھی۔ یہ ملاقاتیں اس کو سالار سے مزید قریب کر رہی تھیں۔ اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور ٹیرس میں آ کر کھڑی ہو گئی۔

گھر والے نماز پڑھ کر لوٹ رہے تھے۔ شاہ میر نے گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے اسے ٹیرس پر کھڑے دیکھا اور وہ اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔ وہ جواباً مسکرا کر واپس اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ اس کا دل تھا کہ وہ ناشتہ سب کے ساتھ کرے مگر کل کے واقعے کے بعد وہ ان سب کا سامنا کرنے سے گھبرا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہی اس کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ "کون ہے؟" اس نے آواز دے کر پوچھا۔

"میں ہوں شاہ میر۔" باہر سے شاہ میر کی آواز آئی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا وہ اس کے کمرے کے اندر نہیں آیا۔

"نیچے آ جاؤ..... سب کے ساتھ ناشتہ کرو۔" وہ بولا۔

وہ سر ہلا کر اس کے ساتھ چل دی تھی۔

شاہ میر کا ساتھ بھی اس کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں تھا کم از کم اس کی وجہ سے وہ گھر والوں کے سوالات سے بچی ہوئی تھی۔

وہ ناشتے کی ٹیبل پر پہنچی تو وہاں سب لوگ موجود تھے وہ سلام کر کے اپنی کرسی پر بیٹھ گئی اور خاموشی سے ناشتہ کرنے لگی۔ گھر والے آج ہلکی پھلکی باتیں کر رہے تھے۔ وہ سب نارمل تھے لہٰذا وہ بھی آہستہ آہستہ نارمل ہوتی گئی۔

CamScanner

گھر میں منگنی کی تیاریاں چل رہی تھیں اور ماں جی نے اسے تیاری کرنے کی ہدایت کی تھی اس نے خاموشی سے سر ہلا
دیا۔ وہ سب خریداری کے لیے بازار جا رہے تھے اور اسے بھی آفر کی گئی تھی جسے اس نے قبول کر لیا تھا۔ مہ جبین اس
کے رویے کو نوٹ کر رہی تھیں مگر اس کے اس طرح نارمل بات کرنے سے انہوں نے سکون کا سانس لیا تھا۔ کم از کم
آج وہ سب سے کٹ کر اپنے کمرے میں بند نہیں ہو گئی تھی۔ گو کہ انہیں اصل بات نہیں پتہ تھی مگر جو بھی تھا شاہ میراں
معاملے کو سنبھال چکا تھا۔ اور وہ مشوی کو روٹین کی طرف واپس لا رہا تھا۔
وہ سب بازار کے لیے نکل رہے تھے۔ وہ بھی تیار ہو کر ان کے ساتھ گاڑی میں روانہ ہو گئی۔
شاہ میراں کی گاڑی کے نکلتے ہی تیزی سے واپس اندر آیا تھا۔
"دادا جان ان کی گاڑی نکل گئی ہے۔" اس نے آ کر دادا جان کو کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تم شاہ صاحب کو ان کے
حجرے سے لے آؤ۔" انہوں نے اسے ہدایت دی اور وہ سر ہلا کر باہر نکل گیا۔
تھوڑی دیر بعد وہ اکرم کے ساتھ شاہ صاحب کو ان کے حجرے سے لے کر حویلی واپس آیا تھا۔ ان لوگوں نے
شاہ صاحب کی بتائی تمام ہدایات پر عمل کیا تھا۔
اس دن سلازار کے وہاں سے جانے کے بعد شاہ صاحب اور ازلان نے انہیں کچھ ہدایات دی تھیں۔ اور وہ
سب آج وہی پورا کرنے والے تھے۔
یہ کام کرنے کے لئے مشوی کا حویلی سے دور جانا ضروری تھا کیونکہ سلازار، مشوی کے خون میں سرایت کر گیا
تھا اور ان کے کیے گئے اقدامات کی خبر سلازار کو فوراً ہو جاتی لہٰذا اسے یہاں سے دور بھیجنا ضروری تھا۔ احمد ہمدانی
انہیں لینے دروازے پر پہنچے۔
ان کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے۔ انہوں نے وہ کاغذات ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
"یہ سنبھال کر رکھ لیجئے۔ یہ تہدیدی نامہ مبارک ہے۔ میں نے اسے زعفران سے لکھا ہے۔ آپ انہیں گھر کے
ہر کمرے میں چسپاں کر دیں۔ میں سلازار کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ ان کی موجودگی میں وہ حویلی میں داخل نہیں
ہو سکے گا۔ آپ نے حویلی کے صحن میں لیموں کے پودے لگانے کا انتظام کیا؟" وہ پوچھ رہے تھے اور شاہ میر نے
اثبات میں سر ہلا دیا۔
"مالی آنے والا ہے اور تھوڑی ہی دیر میں صحن میں ہر طرف لیموں کے پودے لگا دے گا۔ دوسرا اہم نے چھت
پر پنجرے بھی بنوا دیئے ہیں اور ان میں کبوتروں کو بھی رکھوا دیا گیا ہے۔" وہ بولا۔
"خالی کبوتروں کو نہیں رکھنا تھا بیٹا! ان کے پر بھی کاٹنے تھے۔" انہوں نے ہدایات جاری کیں شاہ میر نے
اثبات میں سر ہلا دیا۔ "میں ابھی کروا دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ چھت کی طرف بڑھ گیا۔
"آئیں ہم کمرے میں چلتے ہیں۔" احمد ہمدانی نے شاہ صاحب کو کہا اور وہ ان کے ساتھ ان کے کمرے میں آ
بیٹھے تھے۔
"دیکھیں ویسے تو ہنواحد نے کبھی کسی کو تنگ نہیں کیا۔ میں نہیں جانتا کہ جو باتیں میں آپ کو بتا رہا ہوں ان میں
سے کون سی کام کرے گی اور کون سی نہیں۔ لیکن ان لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے اتنا ضرور اندازہ ہوا ہے کہ
جہاں یہ چیزیں موجود ہوں یہ لوگ اس جگہ جانے سے گریز کرتے ہیں۔ سلازار کے پاس کتنی طاقت موجود ہے مجھے

CamScanner

اس بات کا کوئی اندازہ نہیں کیونکہ وہ ہمارا ذہن پڑھ سکتا تھا اس لئے اس کی موجودگی میں یا اس کے آنے سے پہلے میں نے اس قسم کا کوئی مشورہ نہیں دیا تھا۔" وہ بولے۔ "یہ تہدیدی نامہ مبارک دیکھتے ہی وہ یہاں قدم نہیں رکھے گا...اس کے بعد وہ سیدھا میری طرف آئے گا...... میں نے کبھی اسے ضد کرتے نہیں دیکھا پر اس بار وہ ضد کر رہا ہے جبکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ ممکن نہیں......آپ پریشان مت ہوں اگر وہ مجھ سے ضد کر سکتا ہے تو پھر میں بھی اس سے ضد کر سکتا ہوں۔ وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ نقصان تو وہ آپ لوگوں کو بھی نہیں پہنچائے گا لیکن میں نے آج تک اس کی ضد نہیں دیکھی تو اندازہ نہیں کہ وہ کیا کر گزرے گا۔" وہ کہہ رہے تھے۔ احمد ہمدانی نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔

"ازلان بھی وقتاً فوقتاً اس طرف چکر لگاتے رہیں گے آپ بے فکر ہو جائیں اور کوشش کریں کہ مثنوی کا کمرہ تبدیل کر دیں یا رات کو اکیلے نہ رہنے دیں۔" انہوں نے مزید ہدایات دیں۔

اور انہوں نے ان کی بات سمجھ کر سر ہلا دیا تھا۔

اب انہیں صرف رات ہونے کا انتظار تھا۔

جانے مثنوی گھر آنے کے بعد اس چیز کو محسوس کر پاتی یا نہیں اور سلازار جو کہہ کر گیا تھا کہ وہ ان سب پر قہر بن کر ٹوٹے گا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے سے اس کی دہکتی نظریں نہیں ہٹ رہی تھیں۔

شاہ صاحب کے کہنے پر انہوں نے یہ سارے انتظامات کر تو لیے تھے مگر اندر ہی اندر ان کا دل کسی انجانے خوف سے ڈوب رہا تھا۔

O.....❖.....O

مثنوی خریداری کر کے واپس آئی اور حویلی میں قدم رکھتے ہی اس کی نظر نئے پودوں پر پڑی تھی۔ وہ حیرت سے ان پودوں کو دیکھتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اسے عجیب سی بے چینی نے گھیرا تھا۔ یہاں کیا ہو رہا تھا یا ہوا تھا۔ حویلی اسے بدلی بدلی لگی تھی۔ اس نے ماما کو اپنی شاپنگ دکھائی اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ ویسے بھی وہ دو دن سے اس سے نپی تلی بات کر رہی تھیں۔ اس نے کمرے میں آ کر شاپر رکھے اور اچانک اسے ایسا لگا جیسے اس کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔ وہ بے قراری سے اپنے کمرے میں گھومنے لگی۔

کچھ ہے یہاں؟ وہ یہ کیوں محسوس کر رہی تھی۔ اس نے تیزی سے چاروں طرف نظریں دوڑائیں کمرے میں کچھ بھی بدلا ہوا نہیں تھا۔ شاہ میر نے تہدیدی نامہ مبارک اس کے کمرے میں الماری کے پیچھے لگایا تھا تاکہ وہ اسے دیکھ کر اتار نہ سکے لہٰذا وہ مثنوی کی نظروں کی پہنچ سے دور تھا۔ شام ہونے تک اس کی بے قراری بڑھتی گئی۔ وہ اپنے کمرے سے اندر باہر آ جا رہی تھی اور وہ سب اسے خاموشی سے آتا جاتا دیکھ رہے تھے۔ حویلی میں اس کے علاوہ سب کو معلوم تھا کہ کیا ہوا ہے۔ اس کے قدم کبوتروں کی آوازوں نے روک کے تھے۔

حویلی میں اس سے پہلے تو کبوتر موجود نہیں تھے پھر یہ غٹرغوں کہاں ہو رہی تھی؟ وہ پلٹی پیچھے شاہ میر کھڑا تھا۔

"کیا ہوا؟ تم پریشان لگ رہی ہو؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے کبوتروں کی آواز آ رہی ہے۔" وہ بولی۔

"ہاں اصغر کو اچانک شوق ہوا ہے تو اس نے چھت پر پنجرے بنوائے ہیں۔ کبوتر وہیں موجود ہیں۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اچھا اچھا! مجھے پتہ نہیں کیوں ان کی آواز چبھ رہی ہے۔" وہ بولی۔

"مگر وہ تو اتنی آواز کر ہی نہیں رہے کہ یہاں تک آواز آئے۔" وہ اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے بو... سلازار کے اس کے اندر سرائیت کرنے سے وہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کو زیادہ محسوس کر رہی تھی۔" اس نے سوچا۔

"اچھا پتہ نہیں۔ شاید ایسے ہی۔ میں آتی ہوں۔" وہ گھبرا کر اپنے کمرے میں واپس آ گئی۔

وہ تھوڑی دیر اسے جاتا دیکھتا رہا اور پھر دادا جان کے کمرے کی طرف چل دیا۔ وہ شام سے مسلسل ... کے کمرے میں چکر لگا رہا تھا اور انہیں تسلی دے رہا تھا۔ انہیں رات کے انتظار سے خوف آ رہا تھا اور وہ سمجھنے ... قاصر تھا کہ شاہ صاحب کے انتظامات کے باوجود دادا جان اتنے پریشان کیوں تھے۔

اس نے رات کا کھانا کھانے سے منع کر دیا تھا اسے ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔ اس کی طبیعت آہستہ آہستہ بگڑ رہی تھی۔ اس کی نظر گھڑی کی سوئیوں پر لگی ہوئی تھی۔ اسے جلد از جلد سلازار کو بلانا تھا۔

پتہ نہیں کیوں اسے کچھ بھی ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

شاید گھر والے کھانا کھانے کے بعد اپنے کمروں میں آرام کرنے چلے گئے تھے۔ اس نے دروازہ کھو... باہر نظر ڈالی حویلی میں ہر طرف خاموشی کا راج تھا اس نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا پر دروازہ بند کرنے سے پہلے اس نے اندھیرے میں کھڑے شاہ میر کو نہیں دیکھا تھا جو شاید آج اس کے کمرے کے باہر کھڑا ہوا ... تھا۔ گھر والے جاگ رہے تھے اور وہ سب دادا جان کے کمرے میں جمع تھے۔ ان سب کی تسبیحات تیزی سے چل رہی تھیں۔

"سلازار....." اس نے گیارہ بجتے ہی آنکھیں بند کر کے اسے پکارا تھا۔

وہ اس کی آنکھیں کھولنے سے پہلے اس کے سامنے ہوا کرتا تھا مگر آج ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس کا دل بجنے لگا۔

"سلازار....." اس نے اسے دوبارہ آواز دی پر اس بار بھی وہ نہیں آیا تھا۔

"سلازار..... سلازار....." وہ اسے زور زور سے پکار رہی تھی۔

اچانک اس کے کمرے کے ٹیرس کا دروازہ زوردار دھماکے سے کھلا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے باہر تیز آندھی ہو۔ ... کی نظر کھڑکی کے باہر پڑی۔

وہ حویلی سے کچھ دور اسے ہوا میں معلق نظر آیا وہ حیرت سے چلتی ہوئی ٹیرس پر آ گئی تھی۔

"تم وہاں کیوں ہو؟ میرے پاس کیوں نہیں آتے؟" وہ بول رہی تھی۔

اس نے غور سے سلازار کو دیکھا اس کے چہرے پر ناراضگی اور غصہ تھا پر وہ اس کے قریب نہیں آ رہا تھا۔

اس کی آنکھوں سے بھڑکتی چنگاریاں وہ واضح طور پر دیکھ سکتی تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟" وہ اسے زور زور سے پکار رہی تھی اس بات سے بے پرواہ ہو کر کہ اس کی آواز پوری حویلی میں سنی جا سکتی تھی۔ وہ سب جو دادا جان کے کمرے میں اکٹھے تھے اس کی آواز سن کر خوف سے لرز رہے تھے۔ اور شاہ میر اس کے کمرے کے دروازے کے قریب کھڑا حیرت سے گنگ تھا۔

مثنوی نے سلازار کو دور ہوا میں چیختے سنا تھا۔ اسے ایسا لگا تھا جیسے وہ غصے سے چلایا ہو اور پھر اس کے بعد وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

"سلازار تم کہاں چلے گئے؟" وہ اسے پکار رہی تھی۔

"سلازار......سلازار......" وہ برے طریقے سے چیخنا اور رونا شروع ہو گئی تھی۔

ریگستان میں چلتی آندھی یکلخت تھم گئی اور وہاں سناٹا چھا چکا تھا۔

ان سب نے دادا جان کے کمرے میں اس سناٹے کی گونج سنی تھی اور شکر ادا کیا تھا پر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ حویلی میں چھائے جانے والے موت کے سناٹے سے پہلے کی گونج ہے۔

O......❖......O

وہاں سناٹا چھا چکا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے چلتی آندھی اب تھم چکی تھی۔

مثنوی اپنے ٹیرس میں سن کھڑی تھی۔

وہ جا چکا تھا۔

اس کے پاس آئے بغیر۔

اس سے ملے بغیر۔

پر سلازار ایسے کیسے کر سکتا تھا؟

وہ تو کبھی اس سے ملے بغیر نہیں جاتا تھا۔

وہ اتنا ناراض کیوں نظر آ رہا تھا۔ مثنوی کا دماغ شل ہونے لگا اور اچانک ہی اس کے کمرے کا دروازہ دھماکے سے کھلا تھا وہ پلٹی نہیں۔

"مثنوی وہاں کیا کر رہی ہو؟ اندر آؤ۔" اسے اپنی پشت سے شاہ میر کی آواز سنائی دی۔

"مثنوی......" وہ چلتا ہوا اس کے قریب آ رہا تھا اور مسلسل اسے آوازیں دے رہا تھا۔ وہ ہلی نہیں۔

اب وہ اس کے قریب آ چکا تھا۔ "چلو مثنوی اندر چلو۔" اس نے کندھے سے پکڑ کر اسے اندر لے جانا چاہا اور تب اس نے ایک جھٹکے سے اپنا کندھا چھڑایا تھا۔ وہ شاہ میر کی طرف پلٹی۔

"کیا کیا ہے تم لوگوں نے یہاں میری غیر موجودگی میں؟ ایسا کیا ہوا ہے جو سلازار یہاں آنے سے پہلے ہی چلا گیا؟ جواب دو مجھے! تم تو میرے دوست بن کر آئے تھے نا؟ اتنا بڑا دھوکہ میرے ساتھ کیسے کر سکتے ہو؟" وہ اس کے اوپر چلانے لگی۔

"تم اندر چلو! میں تمہیں سب سمجھاتا ہوں۔" شاہ میر بولا۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ میں یہیں کھڑی رہوں گی۔ چاہے میں یہاں کھڑے کھڑے ختم ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔ مجھے یہاں سے کوئی نہیں ہلا سکے گا۔ میں سلازار کا انتظار کروں گی۔" وہ ہذیانی انداز میں چلانے لگی۔

گھر والے آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر آ رہے تھے۔

"مثنوی گھر کے نوکروں کو اس بات کی خبر نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری بارے میں کوئی غلط بات کرے۔ اندر آؤ۔" اس کو غصہ آیا تھا۔

CamScanner

"میں نے کہا نا میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" وہ اور زور سے چلائی اور تب وہ اسے دھکیلتا ہوا اندر لے آیا تو اس نے ٹیرس کا دروازہ بند کر دیا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی؟" وہ کسی بھوکی شیرنی کی طرح اس پر جھپٹی تھی۔

"مشوی......" اچانک صبا کی گرجدار آواز نے اس کے قدم روکے تھے وہ پیچھے پلٹی۔ سارے گھر والے اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑے تھے۔

اس نے ایک نظر ان پر ڈال کر دوبارہ شاہ میر کی طرف دیکھا۔ "تو یہ تھی تمہاری دوستی؟ دوست سے دشمن نکلے تم۔ ان سب کے ساتھ مل کر بھی تم سالار کو روک نہیں سکو گے۔ سالار کو کوئی نہیں روک سکتا۔" اس سے پہلے کا اعتماد بول رہا تھا۔

احمد ہمدانی سن کھڑے تھے۔

وہ صحیح ہی تو بول رہی تھی۔ یہی بات تو شاہ صاحب بھی اس کے بارے میں بولا کرتے تھے اس وقت تو وہ یہاں سے چلا گیا تھا پر اس کے بعد آگے وہ کیا کرتا یہ سوچ ہی ان کو ہولا رہی تھی۔

"یہاں جو بھی کیا گیا ہے تمہاری بھلائی کے لیے کیا گیا ہے۔ ابھی تم اپنے حواسوں میں نہیں ہو۔ تم پر اس کے اثرات ہیں اس لیے تم اس کی مرضی کے مطابق بات کرتی ہو پر بہت جلد تمہیں اس سے چھٹکارا مل جائے گا۔" شاہ میر اسے دھیمے لہجے میں سمجھا رہا تھا۔

"نہیں......" وہ چلائی

"سالار مجھ پر قابض نہیں ہوا ہے...... وہ خود کو میرا غلام کہتا ہے میں جانتی ہوں۔ مجھے اپنے اوپر پورا اختیار ہے۔ میں یہ سب کچھ ہوش اور حواس میں کہہ رہی ہوں۔ اس غلط فہمی میں مت رہنا کہ میں کسی کے زیر اثر آ کر اس طرح کی باتیں کر رہی ہوں اور اب جب بات سب کے سامنے کھل ہی گئی ہے تو میں یہ بات صاف صاف بتا دینا چاہوں گی کہ مشوی صرف اور صرف سالار کی ہے۔" وہ گھر والوں کی طرف گھوم کر بولی اور ان سب کی آنکھیں حیرت سے کھل گئی تھیں۔

گھر کے لڑکے لڑکیاں اور بڑے حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے اور صبا جو اس کے اندر اتنی جرأت آ جانے پر حیران تھیں اس جملے پر رونے لگ گئی تھیں۔

وہ ایک نظر ان پر ڈال کر دوبارہ شاہ میر کی طرف پلٹی:

"اور اس غلط فہمی میں مت رہنا کہ تم لوگ اسے روکنے میں کامیاب ہو گئے ہو...... وہ ضرور آئے گا۔ وہ مشوی کا سالار ہے۔ اور اس نے مجھ سے کہا ہے کہ اسے دنیا کی کوئی طاقت میرے قریب آنے سے نہیں روک سکتی۔ وہ آئے گا۔

اور یہ...... تم سب دیکھو گے۔" وہ یہ بول کر ٹیرس کی طرف مڑی اور اب وہ ایک بار پھر اس کا نام پکار رہی تھی۔

اس کے بار بار چلانے پر شاہ میر کو غصہ آیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں کہ کون یہاں آتا ہے اور تمہیں یہاں سے کیسے لے کر جاتا ہے۔" وہ اس کے

CS CamScanner

سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا مثنوی کو اس کی جرأت پر بے تحاشہ غصہ آیا۔
"ٹھیک ہے تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔" وہ یہ کہہ کر اسے دوبارہ آوازیں دینے میں مصروف ہو گئی تھی۔ گھر والوں میں سے کسی کی ہمت نہیں تھی جو اسے روکتے۔

○.....❖.....○

وہ آج آرام کی غرض سے لیٹے نہیں تھے۔ جانتے تھے کہ وہ ضرور آئے گا۔ وہاں سے ناراض ہو کر وہ انہی کے پاس آتا لہٰذا وہ اپنے حجرے میں بیٹھے عبادت میں مصروف تھے اور پھر اچانک ان کے حجرے کے دروازے اور کھڑکیاں زور زور سے کھڑکھڑانے لگے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ سلازار کو جلال آیا ہوا ہے پر وہ جانتے تھے کہ وہ انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ انہوں نے خاموشی سے اپنی تسبیح جاری رکھی۔ تھوڑی دیر بعد حجرے میں خوشبو پھیل گئی۔
انہیں حجرے میں تیز گرمی کا احساس ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ وہ بیٹھا نہیں تھا۔
ایک کونے میں کھڑا تھا۔
اس کی آنکھوں اور اس کے وجود سے نکلتی چنگاریاں اس کے جلال کا ثبوت تھیں۔ وہ خاموشی سے اس کو دیکھنے لگے۔
"میں نے کہا تھا نا کہ اگر مجھے مثنوی سے کسی نے دور کرنے کی کوشش کی تو میں اس پر قہر بن کر ٹوٹوں گا۔ آپ نے حویلی والوں کو خطرے میں ڈالا ہے۔"
اس کا لہجہ اس کے غصے کی غمازی کر رہا تھا۔ وہ خاموشی لئے اسے دیکھتے رہے۔
"میں اب حویلی والوں کو دکھاؤں گا بلکہ ان سب کو دکھاؤں گا جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مجھے مثنوی سے دور کر دیں گے کہ وہ صرف اور صرف میری ہے۔ آپ مجھے روک سکتے ہیں پر آپ مثنوی کو نہیں روک سکتے۔" وہ بولا۔
وہ تب بھی خاموش بیٹھے رہے۔ جانتے تھے اس وقت وہ غصے میں ہے۔
تھوڑی دیر وہ انہیں اسی طرح دیکھتا رہا پر آہستہ آہستہ اس کے وجود سے نکلتی آگ ٹھنڈی پڑنے لگی تھی۔ وہ ان کا ذہن پڑھ سکتا تھا۔
"بیٹھو....." انہوں نے اس کا غصہ ٹھنڈا پڑتا دیکھ کر اسے مخاطب کیا وہ خاموشی سے آ کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔
"تم سلام کرنا کب سے بھول گئے۔" وہ ناراض تھے۔
اور وہ جو نہ جانے کون سی تمہید باندھنے ہی لگا تھا یہ بات سن کر شدید ملال کا شکار ہوا۔
"السلام علیکم!" وہ بولا۔
"وعلیکم السلام!" وہ یہ بول کر دوبارہ اپنی تسبیح پھیرنے لگے۔
وہ خاموش بیٹھا رہا تھوڑی دیر بعد انہوں نے بات شروع کی۔
"میں اتنے دن سے تمہیں دیکھ رہا ہوں سلازار پر ایسے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ جذبات تو ہر مخلوق کے پاس موجود ہیں۔ میں جذبات سے انکاری نہیں رہا ہاں میں تم دونوں کی ذات کی وجہ سے انکاری ہوں۔
یہ بات تم بھی جانتے ہو اور میں بھی کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اب یہ بات تم آرام سے سمجھو یا ضد کر کے اور ضد میں اپنا نقصان کر کے یا پھر ادب اور لحاظ کی ساری منازل کو پار کر کے تو اس میں تمہیں گھاٹا ہو گا سلازار۔" وہ اسے

CamScanner

سمجھانے لگے کیونکہ آج وہ سمجھنے کے لیے بیٹھا تھا۔

اس نے بولنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کروا دیا۔

''جن لطیف روح ہے اور انسان کثیف جسم یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔'' وہ بولے۔

''پر ان کے جمع ہونے کی مثالیں موجود ہیں۔ آپ انہیں ان دیکھا نہیں کر سکتے۔'' وہ بولا مگر اس بار وہ پُر یقین نہیں لگ رہا تھا۔

''جیسے؟'' انہوں نے نظریں اٹھا کر اس سے سوال کیا۔

''ملکہ بلقیس..... حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجہ۔ آپ جانتے ہیں ان کی والدہ جنات میں سے تھیں۔'' وہ بولا۔

وہ تھوڑی دیر خاموشی سے اسے دیکھتے رہے پھر بولے۔

''پر بعد میں اسے مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ بعد سے میری مراد اسلام کے بعد اسے منع فرمایا گیا ہے۔'' وہ بولے۔

''آپ مکروہ کو ممنوع سے تشبیہ نہیں دے سکتے۔ میرے پاس بہت مثالیں ہیں لیکن میں آپ کو ٹھوس مثال دے رہا ہوں۔ ایسی ہزاروں مثالیں ہیں جو میں آپ کے سامنے لا کر رکھ سکتا ہوں ہوں لیکن میں نہیں چاہوں گا کہ اگر میری معلومات لامحدود ہیں تو میں آپ سے وہ چیزیں پوچھوں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں۔'' وہ بولا وہ خاموش ہو گئے۔

''مجھے صرف اتنا ہی علم ہے کہ یہ ممنوع قرار دیا گیا اور میں نہیں چاہتا کہ میں وہ خاص مثال دے کر تمہارا دل توڑ دوں۔'' وہ اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ جانتے تھے کہ ٹھوس دلیل کے بعد وہ ٹوٹ جاتا۔

''اپنے آپ کو دھوکے میں مت رکھو سالار۔ ہم نے تمہیں منع نہیں کیا۔ پر اپنے ساتھی کو اگر تم اپنی زادیت میں سے چنو گے تو سکون میں رہو گے۔'' وہ بولے۔

وہ دیکھ رہے تھے وہ ٹوٹ رہا تھا۔

''میرا سکون صرف وہی ہے۔ اب مجھے کسی کے ساتھ سکون نہیں مل سکتا۔ آپ میرا ساتھی مجھے دے دیں میں آپ کو دلیل بنا کر دیتا ہوں۔'' اس کے لہجے میں التجا تھی انہیں دکھ ہوا۔

''میں سالار کو ایسے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ مجبور اور ٹوٹا ہوا۔ میں نے اسے ہمیشہ مضبوط دیکھا ہے۔ اور تمہیں اسی کیفیت سے بچانے کے لئے میں شروع سے تمہیں منع کرتا آیا ہوں۔ تم سچائی سے دور بھاگتے رہے کیونکہ تم اپنی ضد کی قید میں تھے۔ اب بھی وقت ہے۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ تمہاری بہتری اور اس بچی کی بہتری اسی میں ہے۔'' وہ بولے۔

اسے مثنوی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس کا وجود چٹخنے لگا وہ اسے دیکھ رہے تھے۔

''یہ دیکھیں۔'' اس نے اپنی نسیں ان کے سامنے کر دیں۔ ان میں دوڑتی آگ اس کے ہاتھ پر جگہ جگہ دراڑیں پیدا ہو رہی تھیں۔ وہ حیرانی سے اس کے ہاتھوں پر ایک نظر ڈال کر دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''میں نے آپ کو کہا تھا نا کہ وہ مجھ پر قابض ہے۔ اگر میں اس تک نہ پہنچ پاؤں تو یہ حال ہوتا ہے میرا۔ یہ چیز میرے اختیار سے نکل چکی ہے۔ میں دلیلوں کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ میں صرف یہ چاہتا تھا کہ جو مجھے سمجھ سکتے ہیں وہ میرا ساتھ دیں۔ میں ایک دن اسی تکلیف کے ساتھ فنا ہو جاؤں گا پر اب آپ اسے میری ضد سمجھ لیں!

CamScanner

جنون۔ یہ معاملہ میرے بس سے باہر ہو چکا ہے۔ کاش میں اتنا علم والا نہ ہوتا۔ کاش میں اتنا خاص نہ ہوتا۔ یہ آگہی تو اذیت بن گئی۔ کاش میں اس خاص ہونے کی قید سے آزاد ہوتا۔ امیدیں نہ ہوتیں تو دلیلیں بھی نہ ہوتیں۔ میں اس پر قابض ہو جاتا۔ اسے لے کر دور چلا جاتا۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ رونے لگے۔

وہ ان کے اندر بھی بستا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" وہ اس سے پوچھے بنا نہ رہ سکے۔

اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے جیسے وہ کسی کرب سے گزر رہا ہو۔ انہیں شدید دکھ ہوا۔

وہ آج سلازار کی تکلیف کا باعث بنے تھے۔ انہوں نے ہی اسے روکا تھا۔ پر یہ سب وہ اس کے بھلے کے لیے ہی کر رہے تھے۔

"میں اپنے جنون کو پورا کرنے جا رہا ہوں۔ اب میں ہر دلیل کو ان دیکھا کروں گا۔ میں نے سن لی آپ کی بات اور آپ سے اپنی بات کہہ دی۔ اس کے آگے میں مجبور ہوں۔ میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔" وہ بولا۔

"تم غلط کر رہے ہو سلازار۔" وہ بولے۔

"غلط ہے تو پھر غلط ہی سہی۔" یہ کہہ کر وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

سلازار جانتے بوجھتے خود کو تکلیف دے رہا تھا۔

انہوں نے حویلی والوں کی خیریت کی دعائیں مانگنا شروع کر دیں کیونکہ رات کے اس پہر وہ وہاں نہیں جا سکتے تھے۔ پر سلازار جا سکتا تھا۔

O.....❖.....O

"سلازار......"

سلازار......

وہ حجرے سے باہر آیا۔

مثنوی مسلسل اسے پکار رہی تھی۔ وہ رکا۔

"یہ ممنوع کر دیا گیا تھا۔"

ممنوع تو آدم زاد پر بھی بہت کچھ کیا گیا۔

معافی کے دروازے بھی کھلے رکھے گئے۔

اس کا وجود تکلیف کی زد میں تھا۔

مثنوی کی پکار میں کرب شامل ہو چکا تھا۔

میں نکاح کروں گا۔

میں پوری زندگی سجدوں میں گزار دوں گا۔

وہ رحیم صرف انسانوں کے لیے تو نہیں۔

وہ تو رب ہے۔

''سلازار.....'' مشوی نے بے تحاشا رونا شروع کر دیا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

اگر آج وہ رکا تو ہمیشہ کے لئے رکے گا۔

اور اگر آج مشوی تک پہنچا تو اس سے خطرناک اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ خود کو جانتا تھا۔

''یہ ممنوع کر دیا گیا تھا۔''

وہ جانتا تھا۔

''سلازار.....'' وہ اب دیوانوں کی طرح چلا رہی تھی۔

''بس کرو مشوی۔ تھک جاؤ۔ رک جاؤ۔ یا اللہ آج اس کی قوت گویائی چھین لیں۔ یہ امتحان ہے تو مجھے نہ آزمائیں۔''

وہ رونے لگا۔ آسمان برس پڑا تھا۔

پر وہ دیکھتا رہا۔

وہ شاید تھک گئی تھی۔ پکار بند ہو گئی۔

''کیا یہ اشارہ ہے کہ میں پلٹ جاؤں؟'' وہ آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔

پر وہ برس رہا تھا۔

اس کے اندر ٹوٹنے کا عمل شروع ہو گیا۔

''سلازار کو اس دفعہ ہونے والی جنگ میں فنا کر دیجیے گا۔''

''دعا کرنا تو ممنوع نہیں کیا گیا تھا ناں؟'' وہ آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔

آسمان گرجا تھا۔

اس کا اندر کچھ ٹوٹا۔

وہ چلایا تھا۔

برداشت جواب دے گئی تھی۔

مشوی خاموش تھی۔

وہ دور نظر آتی حویلی پر دھندلی پڑتی بصارت سے ایک نظر ڈال کر قلعے کی طرف مڑا۔

آج رکا تو ہمیشہ کے لیے رکے گا۔

وہ تھک کر گر گئی تھی۔

وہ بے تحاشہ رو رہی تھی۔

وہ آ کیوں نہیں رہا تھا۔

یہ سب جیت نہیں سکتے۔

اچانک اسے عجیب سی کیفیت نے گھیرا۔

اس کا دل بند ہو رہا تھا۔

سانس اکھڑنے لگی۔

وہ تیزی سے اٹھ کر ٹیرس کی طرف بڑھی۔

"مشوی....." شاہ میر نے اسے روکنا چاہا۔

پر وہ ایک جھٹکے میں دروازہ دھکیلتی ٹیرس پر آ گئی تھی۔

باہر بارش شروع ہو گئی تھی۔

"سلازار....." وہ پوری قوت سے چلائی اور شاہ میر کا تھپڑ اس کے آنسوؤں سے تر چہرے پر نشان ثبت کر گیا

تاب

وہ سن کھڑی تھی۔

گھر کے لوگ اپنے دل تھام چکے تھے۔ انہوں نے کبھی شاہ میر کو ایسے نہیں دیکھا تھا۔

وہ قلعے کی طرف پلٹا ہی تھا کہ مشوی نے اسے پھر پکارا۔

"سلازار....." اس کی آواز میں کرب تھا۔

پر وہ کرب سلازار کی ٹوٹ پھوٹ کو ایک جھٹکے میں جوڑ گیا۔

وہ حویلی کی طرف پلٹا۔

"اور اگر آج مشوی تک پہنچا تو اس سے خطرناک اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔"

اس نے اپنا جملہ دہرایا۔

پر اچانک مشوی کو پڑے اس تھپڑ کی گونج صحرا نے سنی۔

وہ جم گیا۔

"سلازار کی مشوی کو تکلیف کیسے دی گئی۔ آج سلازار دکھائے گا کہ قہر وہ کیسے کہتا ہے۔"

وہ سراپا آگ تھا۔ پر آج کسی آتش فشاں کی طرح بھڑکایا گیا تھا۔

اس نے ایک نظر آسمان پر ڈالی۔

"اب پیچھے نہیں ہٹوں گا۔"

وہ حویلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

O.....❖.....O

"اندر چلو....." وہ چلایا۔

"اندر چلو....."

وہ سن کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

پھر دوبارہ چلائی۔

"سلازار....."

پر اس بار اس نے شاہ میر کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹائیں تھیں۔

"سلازار......"

اور اچانک بارش کے ساتھ آندھی چل پڑی تھی۔

وہ گیلی آنکھوں سے مسکرائی۔

وہ بغیر پلک جھپکائے شاہ میر کو دیکھ رہی تھی۔

شاہ میر کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔

آندھی اچانک ہی تیز ہو گئی تھی احمد ہمدانی چلائے۔"اندر آ جاؤ شاہ میر اسے لے کر اندر آ جاؤ۔"

حویلی کے دروازے اور کھڑکیاں زوردار آواز سے کھڑکھڑانے لگے تھے۔

شاہ میر اسے گھسیٹتا ہوا اندر کی طرف لانے لگا پر وہ مسلسل چلائے جا رہی تھی۔ وہ سب دہلتے دلوں کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔شاہ میر اسے جیسے تیسے گھسیٹتا اندر لایا تھا اور ٹیرس کا دروازہ بند کر دیا تھا۔

پر اچانک ہی ٹیرس کے دروازے کے شیشے ایک چھناکے سے ٹوٹے تھے اور کانچ کی کرچیاں ان کے اوپر آئی تھیں۔احمد ہمدانی خوف سے دو قدم آگے بڑھے۔

اور تب انہوں نے دیکھا۔

وہ سلازار تھا۔

ان کی حویلی سے چند قدم دور ہوا میں معلق۔

بارش اور آندھی میں وہ قہر کا دوسرا روپ تھا۔

وہ دور سے ہی اس کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھ سکتے تھے۔

انہوں نے گھر کی عورتوں اور بچوں کو وہاں سے جانے کا حکم دیا اور ایک کمرے میں بیٹھے رہنے کا کہہ کر خود مثنوی کے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔شاہ میر مثنوی کے ساتھ کھڑا تھا۔

"شاہ میر ٹیرس سے دور جاؤ۔"احمد ہمدانی چلائے۔

وہ ان کے چلانے پر پیچھے پلٹا تھا اور پیچھے موجود منظر دیکھ کر وہ ہل نہیں سکا تھا۔

حویلی کے دروازے کھڑکیاں بری طرح سے کھڑکھڑا رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی زلزلے کی زد میں ہوں۔

ہوا بہت تیز ہو گئی تھی اور ٹیرس کے ٹوٹے شیشوں سے پانی کے قطروں کے ساتھ اندر آ رہی تھی۔

مثنوی نے دیکھا وہ آ گیا تھا۔وہ شاہ میر کی طرف پلٹی۔

"میں نے کہا تھا نا وہ ضرور آئے گا۔ مجھے ہاتھ لگانے کی جو غلطی کی ہے۔اس کے نتائج بھگتنے کے لئے تیار رہنا۔"

وہ یہ بولتی ہوئی ٹیرس کے دروازے کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے تھے۔اس نے دروازے کی چٹخنی گرائی اور ٹیرس میں جا کر کھڑی ہو گئی۔

وہ قہر برساتا ایک نظر مثنوی پر ڈال کر دوبارہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"تم آ کیوں نہیں رہے تھے؟" وہ چلائی۔

"ہر بار سالازار نہیں آئے گا۔ مشنوی کو بھی آنا پڑے گا۔ کیا سالازار ایسا نہیں کے کوئی اس کے لئے پابند یاں توڑا ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا اور پھر احمد ہمدانی کو دیکھنے لگا تھا۔ انہیں ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ محسوس ہوئی۔

اور پھر اس نے ایک نظر ساتھ کھڑے شاہ میر پر ڈالی۔

کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹنے لگے۔

اسے شدید غصہ آیا۔

جس کے جلال سے ہوا صد لرزتا تھا۔ آج وہ انہیں لرزانے آیا تھا۔

اس نے اپنے ہاتھ ہوا میں کھولے۔

"باہر آؤ مشنوی۔ انہیں دکھا دو کہ سالازار کی مشنوی کو کوئی نہیں روک سکتا۔ باہر آؤ۔" وہ بولا اور وہ تیزی سے اپنے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی تھی شاہ میر نے آگے بڑھ کر اسے روکنا چاہا پر اس نے ایک جھٹکے سے اسے گرا دیا تھا۔ جانے اس میں یہ طاقت کہاں سے آئی تھی۔ وہ حویلی کی سیڑھیاں اترتی نیچے بھاگ رہی تھی اور شاہ میر سے آوازیں دیتا اس کے پیچھے تھا۔

احمد ہمدانی جہاں کھڑے تھے وہیں جم گئے تھے۔

گھر کے باقی لوگ بھی کمرے سے نکل آئے تھے پر انہیں سمجھ نہیں آیا تھا کہ ہو کیا رہا ہے اور وہ اچانک حویلی کا صحن پار کرتی تیزی سے دروازے سے باہر نکل گئی تھی۔

احمد ہمدانی نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ اسی لمحے سے ڈر رہے تھے۔ بھلے ہی سالازار حویلی کے اندر نہیں آسکتا تھا پر وہ یہ کیسے بھول گئے تھے کہ مشنوی تو باہر جا سکتی تھی۔

وہ دروازہ پار کر کے باہر نکل چکی تھی اور دوسری بڑی غلطی شاہ میر سے ہوئی تھی کیونکہ وہ اس کے پیچھے پیچھے بھاگتا ہوا حویلی کا وہ دروازہ پار کر گیا تھا۔ ماں جی نے اسے پیچھے سے آواز دی تھی پر وہ مشنوی کو ایسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

باہر نکلتے ہی آندھی تھم گئی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی اس جگہ تک پہنچی جہاں وہ ہوا میں تحلیل تھا۔ پر اس کی قہر برساتی نظریں ابھی تک حویلی پر جمی تھیں اور پھر اس نے شاہ میر کو مشنوی کے پیچھے آتے دیکھا۔ اور وہ جو اپنے آپ پر ابھی تک قابو رکھے ہوئے تھا یہ دیکھتے ہی اپنے حواس کھو بیٹھا تھا۔ حویلی والے آندھی تھمتے ہی حویلی کے دروازے تک آ گئے تھے۔ احمد ہمدانی لڑکھڑاتے قدموں سے مشنوی کے کمرے کے ٹیرس پر آئے۔ پر وہ جانتے تھے اب ان کی آنکھیں جو دیکھیں گی وہ دوبارہ کبھی نہیں دیکھنا چاہیں گے۔

سالازار نے اپنی نظریں مشنوی پر گاڑ دیں۔ بارش تیز ہو گئی۔

سالازار اس کے اردگرد چکر کاٹنے لگا۔ وہ جھوم رہی تھی۔

حویلی کے مکین دنگ تھے۔

ان کے جسموں سے خون نچوڑ لیا گیا تھا۔

وہ جھومتے جھومتے بے ہوش ہو کر گر گئی تھی۔

شاہ میر کو کرنٹ لگا۔

وہ مشوی کے پاس پہنچ کر اس کو دوبارہ اندر کی طرف لے جانا چاہتا تھا۔ پر اگلا لمحہ اس کے جسم سے روح کھینچ کر لے گیا۔

سلازار نے اپنے ہاتھ ہوا میں بلند کیے تھے اور ان سب نے دیکھا۔
وہ ہوا میں معلق ہوئی تھی اور اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ وہ ہوا کے زور پر اوپر جا رہی تھی۔ مہ جبین بیہوش ہو کر گر گئی تھیں اور گھر کے باقی افراد برے طریقے سے چلا رہے تھے۔ نوکر چاکر خوف سے سن کھڑے تھے۔ شاہ میر جہاں تھا وہیں تھم گیا اس کے لیے یہ منظر ناقابل یقین تھا۔ وہ ہوا میں معلق اس تک پہنچی وہ ایک ہاتھ سے اسے تھام رہا تھا اور پھر اس نے دوسرے ہاتھ سے شاہ میر کو ہوا میں اٹھایا تھا اور ایک جھٹکے سے اسے حویلی کے اس بڑے سے دروازے پر دے مارا تھا۔ اس کے بعد ہوا میں اس کی خوفناک آواز گونجی تھی اور حویلی کسی زلزلے کی زد میں آ گئی تھی۔ حویلی کے اندر موجود سامان ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ ہر چیز اپنی جگہ سے اڑ اڑ کر گر رہی تھی۔ احمد ہمدانی نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ یہ منظر کبھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔
حویلی میں موجود لیموں کے پودوں میں آگ لگ چکی تھی۔
نوکر چاکر ادھر اُدھر بھاگنے لگے تھے۔
شاہ میر لڑکھڑاتا ہوا دروازے سے اٹھا تھا اس کے ماتھے سے خون کی لکیر بہتی ہوئی نظر آئی تھی۔
سلازار نے اسے اٹھتے دیکھا تھا اور پھر حویلی کے گیٹ کے سامنے کھڑی گاڑیوں کے شیشے چکنا چور ہو کر شاہ میر کی طرف بڑھے تھے۔ وہ اس افتاد کی تاب نہ لا سکا تھا۔
"میں نے کہا تھا نا کہ اگر میرے اور مشوی کے بیچ میں کوئی بھی آیا تو میں قہر بن کر ٹوٹوں گا۔ سلازار کی بات غلط نہیں ہوتی۔" وہ چلایا۔
ان سب نے چلانا شروع کر دیا تھا۔ ایسا منظر ان کی نسلوں نے بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ماں جی مہ جبین کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ روتے ہوئے شاہ میر کو پکار رہی تھیں پر وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔
اور پھر اچانک ہی وہ آندھی تھم گئی تھی۔ ان سب نے دیکھا جہاں وہ کھڑا تھا اب موجود نہیں تھا۔ اور مشوی بھی اس کے ساتھ ہی غائب ہو چکی تھی وہ سب اس قیامت سے دہل چکے تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا۔
سلازار کتنی طاقت رکھتا تھا۔
احمد ہمدانی تو شاید یہ بات اچھی طرح جانتے تھے پر اب انہیں یقین تھا کہ وہ مشوی کو دوبارہ نہیں دیکھ پائیں گے۔

O.....◆.....O

مشوی کی آنکھیں کھلیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تاروں بھرا آسمان تھا اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی گیلی جگہ پر لیٹی ہے۔ وہ اٹھ بیٹھی۔ ہاتھ پھیرنے سے اسے اندازہ ہوا کہ جس جگہ وہ لیٹی تھی وہاں گیلی گھاس تھی۔ اس نے اپنے آس پاس نظر دوڑائی۔ یہ کوئی باغ تھا۔ جہاں سے آسمان صاف نظر آ رہا تھا اس کے ارد گرد پھولوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

اس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ ہوا کیا تھا اور تب اس کی آنکھوں کے سامنے وہ سارا منظر گھوم گیا جب"

حویلی سے نکل کر بھاگتی ہوئی سلازار تک پہنچی تھی اور اس کے بعد کیا ہوا تھا اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ وہ یہاں کیسے آئی اور سلازار کہاں گیا؟

وہ کھڑی ہو گئی۔ اس کے پیر گیلی گھاس سے نم ہونے لگے اور پھر سلازار اسے بہت دور بیٹھا نظر آیا۔ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ایسے جیسے کافی تھک گیا ہو۔

"سلازار....." اس نے اسے آواز دی۔ اس نے مثنوی کی آواز سن کر سر اٹھایا تھا۔

مثنوی کو ہوش آ چکا تھا۔

وہ اسے لے کر سیدھا یہاں آ گیا تھا۔ یہ جگہ بہت دور تھی ہر چاہنے والے اور ہر دشمن کی پہنچ سے دور۔

اور وہ مثنوی کو ایسی ہی کسی جگہ پر لے کر آنا چاہتا تھا جہاں صرف وہ دونوں ہوں۔

نہ کوئی دلیل باقی رہے اور نہ کوئی دشمن۔

وہ بھاگتی ہوئی اس تک پہنچی تھی۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "سلازار ہم یہاں تک کیسے آئے؟ کیا ہوا وہاں؟" وہ پوچھ رہی تھی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"میں تمہیں لے آیا ہوں مثنوی! وہ لوگ ہمیں ایک نہیں ہونے دیں گے۔ کسی کے پاس دلیل ہے تو کسی کے پاس رسمیں۔ یہاں لانے سے پہلے میں نے تمہاری اجازت نہیں لی اور اب جو تم بولو گی میں وہی کروں گا۔ میں تم پر قابض نہیں ہوا مثنوی۔ میں تمہارے خون میں سرایت کر کے نکلا ضرور تھا پر مجھے ڈر صرف اس بات کا تھا کہ میری غیر موجودگی میں کہیں تمہارے ساتھ کچھ ایسا نہ ہو جس سے میں انجان رہوں اور اسی لیے شاید رات کو تمہیں پڑا وہ تھپڑ مجھے اپنے آپ پر محسوس ہوا تھا اور میں اپنے ہوش کھو بیٹھا۔ پر اب یہاں صرف میں اور تم ہیں۔ اب تم ٹھنڈے دماغ سے سوچو اور مجھے بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو؟ تم یقین کرو سلازار ایک لمحے کی دیر نہیں لگائے گا تمہارے منہ سے نکلی بات پوری کرنے میں۔ اگر تم واپس جانا چاہتی ہو تو میں تمہیں واپس چھوڑ آؤں گا۔ اور اگر رکنا چاہتی ہو تو سلازار ہمیشہ کے لیے تمہارا۔" وہ اسے دیکھ رہا تھا وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

کیا وہ واقعی اسے ہمیشہ کے لیے وہاں سے لے آیا تھا اپنے ساتھ؟ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا کیونکہ وہ اس سے کہا کرتا تھا کہ سلازار اور مثنوی ہمیشہ کے لئے ایک ہوں گے۔ تو پھر وہ وہاں واپس کیوں جائے؟ جب اس کا سلازار یہاں موجود ہے تو اسے اپنی زندگی سے اور کیا چاہیے تھا بھلا؟ وہ اس کے سینے سے جا لگی۔ اور وہی ہوا تھا۔ سلازار کے وجود کی خوشبو اس کے اندر بسنے لگی تھی اور وہ جو اسے لانے کے بعد سے لے کر اب تک ایک انجانے خوف کا شکار تھا وہ لمحوں میں دور ہو گیا تھا۔ وہ صرف اسی کی تھی۔ اس نے وہ لمحہ یاد کیا جب وہ واپس قلعے کی طرف پلٹ رہا تھا۔ وہ تکلیف جو اس پر گزری تھی۔ صرف یہ سوچ ہی کہ اب وہ مثنوی کو کبھی نہیں دیکھ سکے گا اس کے وجود کو فنا کی طرف لے جا رہی تھی اور اب وہ اس کے سینے سے لگی اس کے قریب کھڑی تھی۔

سلازار کے ہر فیصلے میں اس کے ساتھ۔

سلازار پر اتنا اعتماد تو شاید اس کے اپنے بھی نہ کر سکے تھے۔ اس نے اسے خود سے الگ کیا۔ وہ بے قابو نہیں ہونا چاہتا تھا۔ وہ اس رشتے کو نکاح کر کے پورے احترام کے ساتھ قبول کرنا چاہتا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ اسے دیکھنے لگی۔

CamScanner

''کچھ نہیں! آؤ وہاں بیٹھتے ہیں۔'' وہ اسے ساتھ لے کر اس گیلی گھاس پر چل پڑا اور تھوڑی دور جا کر وہ بیٹھ گئے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے تاروں بھرا آسمان نیچے آ رہا ہو۔ وہ اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا سکون ہی سکون تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو؟'' مشوی اس کے چہرے کے نقوش کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے محسوس کرتے ہوئے بولی۔

''میں سوچتا نہیں ہوں۔ ہم سوچ سے آگے کی بات کرتے ہیں۔'' وہ بولا۔

مشوی کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

''یہ کون سی جگہ ہے؟'' وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

''کیا فرق پڑتا ہے؟'' اس نے دوبارہ اسے وہی جواب دیا تھا۔ وہ اسے اپنی لائی ہوئی کسی بھی جگہ کا نام نہیں بتاتا تھا۔

''یہاں اتنی خوشبو کس چیز کی ہے؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔ وہ ہنسنے لگا۔

''تمہاری خوشبو ہے مشوی! تمہیں چنبیلی کے پھول پسند ہیں نا؟ اور وہ تمہیں پھول پہننے سے منع کرتے تھے تو آج میں تمہیں انہی پھولوں کے باغ میں لے آیا۔ پر ان کی خوشبو تمہارے وجود سے اٹھتی خوشبو سے کئی گنا کم ہے۔''

''پر مجھے تو تمہاری خوشبو کے علاوہ اور کوئی خوشبو اچھی نہیں لگتی۔'' وہ بولی۔ وہ ہنس پڑا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ ایسے ہی ایک دوسرے کو جذب کرتے رہے۔

''اب تم نے کیا سوچا ہے سلازار؟ ہم کیا کریں گے؟''

''ہم نکاح کریں گے مشوی...... اور اس کے بعد میں تمہیں اپنے قبیلے کر جاؤں گا۔ لیکن تب تک تمہیں یہیں رہنا ہوگا۔ میں تمہارے ساتھ رہونگا۔ ہر وقت! تم گھبراؤ گی تو نہیں؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''تمہارے ساتھ ہوتے ہوئے مجھے گھبرانے کی بھلا کیا ضرورت؟ لیکن سلازار اگر تمہیں کبھی کسی کام سے کہیں جانا پڑا تو پھر میں یہاں اکیلی کیا کروں گی؟'' اس نے وہ بات کی تھی جو سلازار نے بھی نہیں سوچی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

واقعی اگر اسے جانا پڑ جاتا۔ اگر غیلان شاہ صاحب پر حملہ کرتے یا اس کے قبیلے کی طرف آتے تو وہ بلاتردد اس طرف جاتا۔

''تم فکر نہیں کرو میں یہاں قرطاس کو لے کر آؤں گا۔'' وہ بولا۔

''قرطاس؟'' اس نے ذہن پر زور ڈالا۔

''ہاں...... تمہیں یاد ہے جب اس دن میں تمہیں اپنے قبیلے سے ملوانے لے گیا تھا تو میں نے تمہیں اپنے سب سے پر اعتماد ساتھی سے ملوایا تھا وہی قرطاس تھا۔ میں اسے یہاں لے کر آؤں گا میری غیر موجودگی میں وہ تمہارے ساتھ رہے گا اور تمہیں اس سے گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں۔'' اس نے کہا۔

مشوی نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

''وہاں کیا ہوا تھا سلازار؟'' تھوڑی دیر بعد اس نے وہ سوال کیا جس کو لے کر وہ کافی دیر سے پریشان تھی۔ وہ مسلسل اس کا ذہن پڑھ رہا تھا پر وہ یہ جواب دینا نہیں چاہتا تھا مگر وہ ہمت کر کے پوچھ بیٹھی تھی۔

''میں انہیں دکھا کر آیا ہوں کہ سلازار کا قہر کیسا ہے۔ میں انہیں دکھا کر آیا ہوں کہ اگر مثنوی کو کسی نے ہاتھ لگایا تو اس کا انجام کیا ہوگا اور میں انہیں یہ بھی دکھا کر آیا ہوں کہ تم صرف میری ہو۔'' وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

''اور میری مما؟'' وہ پوچھ رہی تھی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''میں نہیں جانتا تمہاری ماں ان میں سے کون سی تھی۔ مجھے اس وقت کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔'' وہ بولا۔

''کیا تمہیں ان کی یاد آ رہی ہے؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''نہیں میں بس یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ تم نے وہاں کسی کو نقصان تو نہیں پہنچایا۔'' وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''نہیں...... سوائے اس لڑکے کے جس نے تمہیں تھپڑ مارا تھا...... لیکن اسے بھی کچھ نہیں ہوا ہے میں نقصان نہیں پہنچایا کرتا اس وقت تک جب تک لوگ میرے مقابلے پر آ کر کھڑے نہ ہو جائیں۔'' وہ یہ بول کر چپ ہو گیا تھا۔

''کیا ہوا تم ناراض ہو گئے؟'' وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

''مثنوی تم مجھ سے ہزار سوال کرو میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں پر کبھی بھی میری نیت کو لے کر مجھ سے کوئی سوال مت کرنا۔ کبھی مجھ سے یہ سوال نہ کرنا کہ میں نے تمہارے عشق میں مجبور ہو کر یہ کام کیوں کیا...... تم جانتی ہو کیا ہوگا؟ سلازار ٹوٹ جائے گا۔'' وہ بولا۔

''تمہاری آوازیں میرے لیے جنون بن جاتی ہیں...... میری نسوں میں ٹوٹ پھوٹ شروع ہو جاتی ہے۔ مجھے خود پر قابو نہیں رہتا مثنوی۔ میرا جنون ہو تم۔ جس شدت سے تم مجھے پکارتی ہو اتنی ہی شدت سے مجھ پر وہ جنون سوار ہوتا ہے اور ایک دن یہ تکلیف مجھے فنا کر دے گی۔''

''ایسے مت بولو'' مثنوی نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا تھا وہ پھر سے بے خود ہوا۔ اس کا ہاتھ ہٹا کر وہ اس کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو گیا تھا۔

''مجھ سے ناراض مت ہو۔ تم جانتے ہو جب تم وہاں سے گئے تھے تو میرا دل بند ہو رہا تھا۔ مجھ سے کبھی دور نہ جانا سلازار۔ مثنوی صرف تمہاری ہے۔'' وہ یہ بول کر دوبارہ اس کی پشت سے لپٹ گئی تھی۔

وہ بار بار اپنے حواسوں پہ قابو رکھنا چاہ رہا تھا اور اس کے لیے مثنوی یہ چیز مشکل سے مشکل ترین کرتی جا رہی تھی۔

''انہوں نے تمہارے کمرے میں تہدیدی نامہ مبارک رکھا تھا اور میری اتنی جرأت نہیں کہ میں اس سے انکاری ہو جاؤں۔ جہاں وہ ہوگا وہاں میں داخل نہیں ہو سکتا۔''

''میں تھوڑی دیر کے لیے گھر سے باہر گئی تھی اور یہ سب میری غیر موجودگی میں ہوا ورنہ میں انہیں کبھی یہ نہ کرنے دیتی۔'' وہ بولی۔ وہ ہاتھ چھڑا کر اس سے دو قدم دور جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ اسے دیکھنے لگی۔ ''مجھے خود سے دور کیوں کر رہے ہو سلازار؟'' اس کے لہجے میں جانے کیا تھا کہ وہ پلٹا۔ ''ایسے مت بولو۔ سلازار کی برداشت آزماتی ہو تم۔''

CamScanner

پہلے عشق میں!
پھر جنون میں!
اور اب تنہائی میں!
میں اس رشتے کو اس طرح سے آگے نہیں بڑھانا چاہتا مشوی۔ ورنہ تم میری دسترس سے دور تو حویلی میں بھی نہیں تھی۔ سلازار عدود کا قیدی نہیں۔
سلازار آگہی کا قیدی ہے۔
میں ازلان سے بات کر کے تم سے نکاح کروں گا اور پھر تمہیں اپنے قبیلے لے کر جاؤں گا۔ ان سے بات اجازت کے لئے نہیں کروں گا۔ بلکہ اس لیے کہ میرے قبیلے سے کچھ لوگ میرے ساتھ کل یہاں آئیں اور پھر ہم اور تم ہمیشہ کے لئے ایک ہو جائیں گے۔" وہ بولا۔
مشوی کے چہرے پر خوشی کے رنگ لہرائے تھے۔ وہ اس کا ذہن پڑھ کر خوش ہوا۔ وہ خوش تھی وہ اس کی سنگت سے اور اس کے ساتھ خوش تھی۔
"پھر کیا میں تمہارے قبیلے میں رہوں گی؟" وہ ہنسنے لگا۔
"نہیں تم انسانوں کی طرح رہو گی جیسے تم رہتی آئی ہو۔"
"اس سب کی فکر تم چھوڑ دو۔" وہ بولا۔
"کل کے بعد ہم ہمیشہ کے لئے ایک ہونے والے ہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔
"تم صرف میرے ہو جاؤ گے سلازار۔"
"سلازار تو کب سے تمہارا ہے مشوی!" وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔
"تم جانتی ہو آج تک سلازار کے دل میں ایسی کوئی بات نہیں آئی۔ میں ان دو صدیوں میں ایک دفعہ بھی کسی کی طرف راغب نہیں ہو پایا پر تمہاری خوشبو۔ تمہاری خوشبو سلازار کو قید کر گئی۔ میں سارے جہان کی خوشیاں تم پر نچھاور کر دوں گا مشوی۔ میں تمہیں عشق کا اصل مطلب سمجھاؤں گا۔ سلازار تو ہے ہی عشق زاد۔ اس کی ذات نے ہمیشہ سے عشق کیا ہے۔ پہلے اپنے رب سے اور اس کے بعد مشوی سے!" وہ بولا۔
اس کے ہاتھ اس کے ہونٹوں تک آ کر بے قابو ہوئے۔
وہ پیچھے ہٹا۔
"مشوی تم آگ کو جلا دینے کی طاقت رکھتی ہو۔" وہ بولا۔
"نہیں..... میں اس آگ سے جلنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔" وہ اس کے قریب آ رہی تھی۔
"ابھی نہیں۔" وہ نفی میں سر ہلا کر بولا۔
اسے اب کل کے سورج کا انتظار تھا جب وہ اپنے قبیلے جا کر وہاں سے کچھ بزرگوں کو لے کر آتا اور مشوی کو ہمیشہ کے لیے اپنا بنا لیتا۔ یہ پل گزارنا اس کے لیے انتہائی مشکل تھا۔ وہ پل پل جل رہا تھا۔ اور مشوی اس آگ سے جلنے کے لئے بے چین۔

O.....❖.....O

CamScanner

طوفان ختم ہو چکا تھا۔ وہ وہاں سے مثنوی کو لے کر جا چکا تھا حویلی کے لوگ ان جلتے پودوں پر پانی ڈال رہے تھے۔ نوکر چاکر سامان سمیٹنے میں مصروف تھے۔ جگہ جگہ شیشے کی کرچیاں بکھری پڑی تھیں۔ ہر چیز اپنی جگہ سے گر چکی تھی۔ وہ سب حویلی میں داخل ہوئے اور یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔ مہ جبین کو ہوش نہیں آیا تھا۔ ماں جی نے انہیں اپنے کمرے میں آرام کے لئے لٹا دیا تھا۔ کچھ لوگ شاہ میر کو اٹھا کر مرہم پٹی کے لیے اندر لے آئے تھے اور تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد اسے ہوش آ گیا تھا۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ ماں جی نے شکر ادا کیا تھا پر ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ احمد ہمدانی خاموش کھڑے تھے۔ گھر کے لڑکے شاہ میر کے ساتھ ہی بیٹھے تھے۔ اس نے اٹھتے ہی مثنوی کا پوچھا تھا پر وہ سب خاموش ہو گئے تھے۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔ مثنوی کہاں ہے؟" وہ بولا اور ماں جی نے ایک نظر احمد ہمدانی پر ڈالی۔

"وہ اسے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔" وہ بولے۔

"کیا؟" وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ "وہ اسے لے گیا اور آپ لوگ یہاں کھڑے ہیں؟" وہ بول رہا تھا۔

"تو بتاؤ ہم کیا کریں؟ تم چاہتے ہو کہ ہم اس سے مقابلہ کریں؟ جب کہ تم دیکھ چکے ہو کہ وہ کتنی طاقتوں کا مالک ہے۔" مبین احمد بولے تھے۔

"بابا لیکن پھوپھو کو ہم کیا جواب دیں گے کہ ہم ان کی بیٹی کی حفاظت نہیں کر سکے؟ ہم شاہ صاحب سے مدد لے سکتے ہیں۔" وہ بولا۔

"بیٹا شاہ صاحب نے ہماری جتنی مدد کرنی تھی وہ کر چکے ہیں۔" چھوٹے چچا بولے۔

"تو کیا آپ لوگوں نے ہار مان لی؟ اور مثنوی کو لانے کے لئے کوئی کوشش نہیں کرے گا؟ آپ جانتے ہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کہہ رہے ہیں کہ ایک جن مثنوی کو یہاں سے لے گیا ہے اور اب وہ کبھی واپس نہیں آئے گی۔" وہ غصے میں اونچی آواز میں بول رہا تھا۔

"میں نے یہ نہیں کہا کہ ہم کچھ نہیں کریں گے۔" احمد ہمدانی بولے۔

"مہ جبین کو ہوش میں آنے دو اس کی حالت سنبھلتے ہی ہم شاہ صاحب کے پاس چلیں گے۔" وہ بول کر اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے اور وہ سب وہاں خاموش کھڑے تھے ان کے بس میں کچھ بھی نہیں تھا۔

انہیں ہر چیز کے لئے یا تو احمد ہمدانی کی طرف دیکھنا تھا یا شاہ صاحب کی طرف۔ نوکر چاکر جلدی جلدی گھر سمیٹنے میں لگ گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد مہ جبین کو ہوش آیا تھا۔ اور مثنوی کا پوچھنے پر انہیں بتایا گیا تھا کہ وہ اسے لے جا چکا ہے جس پر انہوں نے رونا اور چلانا شروع کر دیا تھا پر وہ سب خاموشی سے ان کے سامنے کھڑے ہونٹ کاٹتے رہے تھے وہ اس سے زیادہ اور کر بھی کیا سکتے تھے۔ احمد ہمدانی اپنے کمرے سے نیچے اترے تھے پر اپنی بیٹی کو تسلی دینے کے لیے ان کے پاس کوئی الفاظ نہیں تھے۔

"بابا کچھ کریں۔ میں انکل کو کیا جواب دوں گی کہ میں ان کی بیٹی کی حفاظت نہیں کر پائی۔ اتنے عرصے کے بعد وہ مجھے اس بھروسے حویلی چھوڑ کر گئے تھے کہ ان کی بیٹی اس طریقے سے غائب ہو جائے۔" وہ یہ بول کر برے طریقے سے رو پڑی تھیں اور ان کے رونے پر کمرے میں موجود ہر انسان کی آنکھ اشک بار ہوئی تھی۔

''تم ابھی اکمل کو خبر نہیں کرو گی۔ میں شاہ صاحب کے پاس جا رہا ہوں۔ ان شاء اللہ اس بات کا کوئی نہ کوئی حل ضرور نکل آنے گا۔'' وہ یہ بول کر کمرے سے باہر نکلنے لگے۔

''میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔'' شاہ میر نے قدم آگے بڑھائے تھے۔

وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔

''آپ مجھے اپنے ساتھ لے کر جائیں گے جب یہ بات ہم سب کے سامنے آ ہی گئی ہے تو کسی کو بھی اندھیرے میں رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔'' وہ بولا۔

''مگر تم زخمی ہو۔'' اسفر آگے بڑھا۔ ''کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ چلیں ہم چلتے ہیں۔''

وہ حویلی سے باہر نکل آئے۔

اکرم نے انہیں دیکھ کر گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

اکرم نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے ہوتے دیکھا تھا وہ خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا پر اس کی آنکھوں کے آگے وہ دن گھوم رہا تھا جب وہ مثنوی کو حجرے تک لے کر گیا تھا۔

''میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے شاہ میر پر ایک نظر ڈالی جو اس کی برابر والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔

احمد ہمدانی پیچھے بیٹھے تھے وہ ایک نظر اس پر ڈال کر دوبارہ باہر دیکھنے لگا۔ اس وقت ہمدردی کے علاوہ اور وہ کچھ بھی کیا۔

''اس دن جب مثنوی آپی اکیلے بازار گئی تھیں تو واپسی پر انہوں نے جھیل جانے کی ضد کی تھی اور میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ جھیل سے ہوتی ہوئی حجرے کی طرف چلی گئی تھیں۔ اور پھر وہاں سے باہر نکل کر ہم گھر آ گئے تھے لیکن اس دن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ مجھے ایسا لگتا ہے شاید یہ سب اسی دن کی وجہ سے ہوا ہے۔'' وہ یہ بول کر خاموش ہو گیا تھا اور وہ دونوں حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے تھے وہ تو اب تک یہی سمجھتے آئے تھے کہ شاید سلاذار اس طرف آ نکلا تھا پر اب انہیں احساس ہوا کہ یہ غلطی مثنوی کی طرف سے ہوئی تھی۔

''پر تم اسے ہماری اجازت کے بغیر یہاں تک لے کر ہی کیوں آئے؟'' احمد ہمدانی کو شدید غصہ آیا تھا۔

شاہ میر نے پیچھے مڑ کر ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش کرایا۔

''اس کی غلطی نہیں ہے دادا جان۔ آپ مثنوی کی ضد کو جانتے ہیں۔ اکرم کو کچھ نہیں کہیں۔'' وہ یہ بول کر آگے کی طرف مڑ گیا۔ اکرم نے شرمندگی سے دوبارہ گاڑی ڈرائیو کرنا شروع کر دی تھی۔

رات کافی گہری تھی اور اکرم جانتا تھا اس وقت اس طرف جانا خطرے سے خالی نہیں تھا پر ابھی ابھی اس نے گھر پر جو قیامت ٹوٹتے دیکھی تھی اس کے بعد وہ کسی حد تک خود پر قابو رکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور جیسے تیسے کر کے انہیں حجرے تک لے آیا۔ حجرے کے باہر گاڑی روک کر وہ خاموشی سے شاہ میر کی طرف دیکھنے لگا۔ شاہ میر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔ اس میں غلطی اکرم کی بالکل بھی نہیں تھی۔ وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اتر آئے۔ رات کے اس پہر شاہ صاحب کو پریشان کرنا انہیں ٹھیک نہیں لگ رہا تھا پر ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ انہوں نے حجرے کا دروازہ بجایا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے قدموں کی چاپ

CamScanner

ابھری تھی اور شاہ صاحب نے دروازہ کھول دیا تھا اور ان کے چہرے سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ ان کی آمد کے بارے میں پہلے سے باخبر تھے۔ وہ دروازے کے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ وہ دونوں اندر داخل ہو کر حجرے کے صحن سے ہوتے ان کے کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔ انہوں نے کمرے کے اندر آ کر دروازہ بند کر لیا۔ شاہ میر کی حالت دیکھ کر انہیں اندازہ ہوا تھا کہ سلازار نے اپنا جلال کہاں نکالا ہے۔ ایک نظر اس پر ڈال کر وہ احمد ہمدانی کی طرف متوجہ ہوئے۔

"وہ آیا تھا اور سب کچھ ختم کر کے چلا گیا۔" وہ یہ بول کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیے تھے۔

شاہ میر نے آگے بڑھ کر انہیں تسلی دی۔ وہ جواب تک اپنے آپ کو سنبھالتے آئے تھے اس وقت برے طریقے سے ٹوٹے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر حویلی میں وہ اس رویے کا مظاہرہ کرتے تو باقی سب کی ہمت ٹوٹ جاتی تھی۔ شاہ میر کے لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی۔ اس نے دادا جان کو کبھی کمزور نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو ان کی طاقت اور ان کی ہمت تھے۔

"میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ میں نے جو طریقے بتائے ہیں میں نہیں جانتا ان میں سے کون سا کام کرے گا اور کون سا نہیں۔ پر میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ سلازار تجدیدی نامہ مبارک دیکھ کر اندر نہیں آیا ہوگا۔ کیا میں صحیح کہہ رہا ہوں؟" انہوں نے پوچھا اور انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"پھر یہ سب کیسے ہوا۔" ان کی طرف سے دوسرا سوال آیا۔

"مثنوی حویلی سے باہر نکل گئی تھی۔" وہ بولے اور شاہ صاحب نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"آپ کو اس بچی کو روکنا چاہیے تھا۔" وہ اتنا بول کر خاموش ہو گئے تھے۔

شاہ میر کو بے چینی نے گھیرا۔ "آپ سب ہار کیوں مان رہے ہیں کوئی تو طریقہ ہوگا..... ایسے کیسے کوئی جن زاد کسی آدم زادی کو اٹھا کر لے جائے گا اور اسے روکنے والا کوئی نہیں۔ کیا وہ کسی کی بات نہیں سنتا؟ میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔" وہ بولا۔

انہوں نے ایک نظر شاہ میر پر ڈالی۔ "پہلے تو آپ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ سلازار کے بارے میں اس طرح کے الفاظ میں سننا پسند نہیں کرتا۔ آپ انہیں "ان" بولیں گے "اس" نہیں۔ دوسری بات یہ۔ غلطی آپ لوگوں سے ہوئی تھی وہ بچی یہاں غلطی سے آ نکلی تھی۔ سلازار ایسے نہیں کہ ان کو آپ کسی عامل کے ذریعے قابو کر لیں گے۔ جتنی شدت سلازار میں ہے اس سے کئی گنا زیادہ اس بچی میں سلازار کے لئے پائی جاتی ہے۔ لہذا یہ معاملہ دونوں طرف سے شدت اختیار کیے ہوئے تھا۔ ان کو روکنے کا طریقہ صرف ان سے بیٹھ کر بات کرنا ہے جو کہ ہم کئی دفعہ کر چکے ہیں۔ میں آپ کو کسی قسم کی گستاخی کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں اب بھی یہی کہوں گا کہ وہ محفوظ ہوگی اگر کوئی اور ہوتا تو شاید میں پریشان ہوتا پر وہ سلازار ہے اور میں اس سے اچھے طریقے سے واقف ہوں۔ وہ کل یہاں آئے گا۔ اور میں اس سے آخری دفعہ بات کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔" وہ احمد ہمدانی کو دیکھ کر بولے۔

"اور اگر اس نے آپ کی بات نہیں مانی تو؟" شاہ میر نے دوبارہ مداخلت کی تھی۔

"انہوں" مخاطب کر کے بولا وہ ناراض ہوئے۔

''جہاں تک میں جانتا ہوں سلازار کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا اگر اس نے آپ کی حویلی میں کوئی توڑ پھوڑ کی ہے تو جسمانی نقصان کی جرأت وہ نہیں کر سکتا۔ کیا میں جان سکتا ہوں وہ کیا وجہ ہے جو آپ کی یہ حالت ہے؟'' انہیں نے آگے سے شاہ میر سے سوال کر دیا تھا۔

''وہ مان نہیں رہی تھی تو میں نے اس پر ہاتھ اٹھا دیا تھا۔'' وہ بولا۔

''آپ جانتے ہیں شاید اس کو اتنا جلال آتا بھی نا اگر آپ سے یہ حرکت سرزد نہ ہوتی۔ وہ شاید آج اس طرف آتا ہی نہ اور ہمیشہ کے لیے چلا جاتا وہ اسے اپنی امانت سمجھتا ہے اور آپ نے اس کو تکلیف پہنچائی تھی۔ تو اس غلطی کے ذمہ داری اب ساری کی ساری آپ کے کندھوں پر ہے۔ جب وہ میرے پاس آیا تھا تو وہ بجھنے کے لئے بیٹھا تھا اور میرے حجرے سے نکلنے کے بعد وہ کافی دیر یہیں موجود رہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی فیصلے پر پہنچ چکا تھا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ وہ واپس جا رہا ہو اور اس تھپڑ نے اسے وہاں تک آنے کا راستہ دے دیا۔'' وہ یہ بول کر چپ ہو گئے تھے۔ احمد ہمدانی خاموشی سے ہونٹ کاٹنے لگے۔

''میں اپنی غلطی مانتا ہوں لیکن اس میں مثنوی کا کیا قصور؟ ایک آدم زادی کو میری اس غلطی کی وجہ سے اپنی پوری زندگی ایک جن زاد کے ساتھ گزارنی پڑے گی؟'' وہ ان کی طرف دیکھ کر بولا وہ خاموش ہو گئے۔

''وہ کل یہاں آئے گا اور میں اس کے قبیلے میں موجود رہونگا۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ میں اسے دوبارہ سے سمجھانے کی کوشش کروں۔ وہ زبردستی کا قائل نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس پر قابض ہے۔ اس میں اس بچی کی مرضی شامل ہوگی۔ پر اس کا قبیلہ بھی اس بات کے حق میں نہیں ہے۔ ازلان یعنی اس کے والد بھی۔ اب ہم قبیلے کے کچھ بڑے لوگوں کو اس میں شامل کریں گے جن کی بات سننے کے لیے اسے بیٹھنا ہی پڑے گا۔'' وہ بولے۔ احمد ہمدانی نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

''کیا ہم بھی اس گفتگو میں شامل ہو سکتے ہیں؟'' شاہ میر بولا۔

''مجھے نہیں لگتا۔ آپ کو دیکھ کر شاید وہ ناراض ہو جائے اور پھر ہو سکتا ہے کہ وہ وہاں پر آئے ہی نا۔'' وہ بولے۔

''تو کیا تب تک ہم مثنوی کو نہیں دیکھ پائیں گے؟'' اس نے بے چینی سے سوال کیا تھا اور انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

''سلازار اسے کہاں لے کر گیا ہوگا اس بارے میں کسی کو نہیں پتا۔ اس کی خوشبو تک پہنچنا مشکل ہے۔'' وہ بولے۔

''میری بس آپ سے یہ گزارش ہے کہ جب آپ لوگ ان سے بات کرنے کے لئے بیٹھیں تو مجھے اور دلاور جان کو اس گفتگو میں ضرور شامل کریں۔ اگر انہوں نے آپ کی بات نہ مانی تو میں مجھے ان سے صرف ایک سوال کی اجازت دیجیے گا۔'' وہ بولا۔

''میں کوشش کروں گا میں وعدہ نہیں کر سکتا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ بات کرنے سے پہلے ہی ناراض ہو کر وہاں سے چلا جائے۔ پر میں کوشش ضرور کروں گا۔'' وہ بولے۔

''کیا آپ مثنوی کی خیریت معلوم کر سکتے ہیں؟'' وہ بے قرار تھا۔

انہوں نے آنکھیں بند کیں اور تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھولیں تھیں۔ ''وہ محفوظ ہے اور صحیح سلامت ہے۔

CamScanner

میں آپ سے پھر بھی کہوں گا کہ سلازار کے ہوتے ہوئے آپ کو مشوی کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ محفوظ ہے اور اس سے زیادہ اس کی عزت محفوظ ہے۔" وہ یہ بول کر اپنی تسبیح پھیرنے لگے۔

"ہم کل کس وقت آئیں؟" شاہ میر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسی وقت مشوی کو اپنے سامنے لے آئے۔

"میں صبح ہوتے ہی قبیلے کی طرف جاؤں گا مجھے پورا یقین ہے کہ وہ وہاں آئے گا اس کے بعد ہم اسے گفتگو کرنے کے لیے راضی کریں گے۔ میں آپ تک پیغام پہنچا دوں گا۔" احمد ہمدانی نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"آپ لوگ آرام کریں اور بچی کی طرف سے بے فکر ہو جائیں۔ خالی سلازار ہی نہیں اس کی حفاظت کے لیے میں بھی یہاں موجود ہوں۔" وہ بولے تھے اور احمد ہمدانی خاموشی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ جبکہ شاہ میر کا دل بالکل بھی راضی نہیں تھا کہ وہ اس طریقے سے مشوی کو لیے بغیر وہاں سے اٹھ کر جائے پر وہ مجبور تھا۔

"بیٹا آئندہ کے بعد آپ اپنے جذبات پر قابو رکھیے گا۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولے تھے اور وہ خاموشی سے ہونٹ کاٹتا باہر نکل آیا تھا۔ ان کی گاڑی حویلی کی طرف واپس جا رہی تھی اب انہیں وہاں کے لوگوں کو بھی تسلی دینی تھی۔ شاہ میر کو کل کا بے صبری سے انتظار تھا۔

O.....❖.....O

صبح کا اُجالا پھیل رہا تھا اس نے ایک نظر مشوی پر ڈالی وہ رات کو وہیں سو گئی تھی۔ اسی کے ساتھ لگ کے اور وہ ہلا نہیں تھا اس ڈر سے کہ کہیں اس کی نیند خراب نہ ہو جائے۔

پر روشنی پھیلتے ہی مشوی نے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔ رات کے اندھیرے میں تو اسے اندازہ نہیں ہوا تھا پر آنکھیں کھولتے ہی اس نے دیکھا تھا کہ وہ کسی اونچے پہاڑی علاقے پر موجود تھے۔

وہ اسے اٹھتے دیکھ کر مسکرایا اس کے چہرے پر سورج کی کرنیں سونے کی طرح چمک رہی تھیں۔

"تم سوئے نہیں؟" وہ بولی وہ ہنس پڑا تھا۔

"میں اس قید سے آزاد ہوں۔ چلو ہم قلعے کی طرف چلیں گے میں یہاں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔" وہ یہ بول کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور مشوی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سلازار نے اسے آنکھیں کھولنے کا کہا تھا اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ قلعے سے کچھ دور کھڑے تھے۔ وہاں کھڑے ہو کر سلازار نے اپنی آنکھیں بند کی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد ہی اس کے سامنے قرطاس ظاہر ہوا تھا۔

پر ظاہر ہوتے ہی اس کی نظر مشوی پر پڑی تھی اور وہ حیران رہ گیا تھا۔

سلازار کی آواز سن کر وہ قلعے سے نکل کر یہاں تک آیا تھا پر اسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ سلازار کے ساتھ مشوی بھی موجود ہو گی۔

"سلازار کیا ہوا؟" وہ پریشان ہوا تھا۔

"کچھ نہیں...... تم مشوی کا خیال رکھو میں قلعے سے ہو کر آتا ہوں۔" وہ بولا۔

"پر یہ یہاں...... آپ کے ساتھ؟" وہ ہچکچایا۔

CamScanner

''مشتوی اب میرے ساتھ رہے گی میں قبیلے سے کچھ لوگوں کا انتظام کرنے جا رہا ہوں۔ کیا تم میرے نکاح میں شامل ہو گے؟'' وہ بولا اور قرطاس نے بغیر کسی تردد کے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

وہ مسکرایا۔

''میں مشتوی کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ تم اسے لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھنا۔'' یہ کہہ کر وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا اور قرطاس نے مشتوی کے اردگرد پہرہ دینا شروع کر دیا۔

وہ قلعے میں داخل ہوا تھا اور سیدھا ازلان کی طرف بڑھا۔

''ازلان میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔''

وہ بیان دے رہے تھے جب وہ ان کے قریب جا کر بولا اور وہ اس کے لہجے کی سنجیدگی پر چونکے تھے۔ انہوں نے سر ہلا کر وہاں سے باقی سب کو جانے کا کہا تھا۔ پر دوسرے ہی لمحے ان کی نظر قلعے کے اندر داخل ہوتے شاہ صاحب پر پڑی تھی اور وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک نظر سلازار پر ڈالی اور شاہ صاحب کو لینے چل دیئے۔ وہ شاہ صاحب کو دیکھتے ہی خاموش ہو گیا تھا۔ پر اب وہ کسی دلیل سے اور کسی بات سے ماننے والا نہیں تھا وہ رات کو انہیں کہہ کر آیا تھا۔

ازلان، شاہ صاحب کو لے کر اس تک پہنچے۔

''میں تم سے ہی ملنے آیا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ تم آؤ گے۔'' وہ اس کی طرف دیکھ کر بولے وہ خاموش کھڑا رہا۔

''کیا کیا ہے اس نے؟'' ازلان شاہ صاحب کی طرف دیکھ کر بولے۔ ''یہ اس بچی کو رات کو اس کے گھر سے لے گیا ہے۔'' یہ بول کر وہ دوبارہ اس کی طرف دیکھنے لگے تھے اور ازلان کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔

''مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ تم ایسی غلطی نہیں کر سکتے۔'' وہ بولے۔

''یہ غلطی نہیں ہے یہ میرا حق ہے۔ انہوں نے مشتوی پر ہاتھ اٹھایا تھا اور میں یہ بات پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ اسے کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔'' وہ شاہ صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔

''ان سے غلطی ہوئی ہے پر تمہیں خود پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔ وہ ناسمجھ ہیں پر تم تو سمجھدار ہو۔'' شاہ صاحب بولے۔

''کہاں ہے وہ بچی؟'' ازلان بولے۔

''میرے ساتھ ہے کیا یہ کافی نہیں؟'' وہ بولا۔

''میں اس کی حفاظت کے پیش نظر نہیں پوچھ رہا سلازار میں صرف اس لئے معلوم کرنا چاہ رہا ہوں کہ ایسا نہ ہو تمہاری غیر موجودگی میں اس کو کوئی خطرہ ہو تم جانتے ہو غیلان تمہارے پیچھے ہیں۔'' وہ بولے۔

''اگر غیلان کا پورا قبیلہ بھی میرے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے تب بھی میں اکیلا مشتوی کی حفاظت کے لیے کافی ہوں۔ وہ میری حفاظت میں ہے آپ پریشان مت ہوں۔ میں یہاں سے کچھ بزرگوں کو اپنے ساتھ لے جانے آیا ہوں جو میرے نکاح میں شریک ہوں۔ آپ لوگ چاہیں تو چل سکتے ہیں۔'' وہ بولا اور وہ دونوں سن کھڑے رہ گئے تھے۔

''سلازار یہ مت کرو۔ تم جانتے ہو یہ غلط ہے۔'' شاہ صاحب بولے وہ بول ہی رہے تھے کہ وہ بیچ میں بات

CamScanner

اٹھ کر بولا۔ "میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں یہاں سے اپنے نکاح میں کچھ بزرگوں کو لے جانے آیا ہوں آپ لوگ چاہیں تو میرے ساتھ چل سکتے ہیں۔" وہ دوبارہ بولا۔

"ٹھہر جاؤ اتنی جلدی مت کرو۔" شاہ صاحب بولے۔

"میں پہلے ہی بہت دیر کر چکا ہوں یہ جلدی نہیں ہے۔" وہ بولا اور ازلان جانتے تھے کہ وہ جو ارادہ کر چکا ہے اسے ضرور پورا کرے گا۔ پر دکھ اس بات کا تھا کہ اس نے اپنے ساتھی کے لئے اپنی زادیت میں سے انتخاب نہیں کیا تھا اور وہ اس درد کو اپنا کر اپنا نقصان کر رہا تھا۔

"میں وفد عارلین سے کچھ لوگوں کو بلا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم آج شام ہمارے ساتھ بیٹھو۔" شاہ صاحب بولے۔

وہیں کھڑا رہ گیا۔

"آپ ایسا نہیں کریں گے۔" وہ بولا۔

"تم نے مجھے مجبور کر دیا ہے سالار ورنہ تم جانتے ہو مجھے تمہیں کسی بھی کٹہرے میں کھڑا کرنے کا سب سے زیادہ دکھ ہوگا۔ پر اب تمہیں ان سے بات کرنی ہوگی۔" وہ بولے۔

"میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں کسی دلیل کو نہیں مانتا۔ میں ایسی کسی ملاقات میں نہیں بیٹھوں گا۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں یہاں سے ہمیشہ کے لئے غائب ہو جاؤں تو میں وہ بھی کر کے دکھا سکتا ہوں۔" وہ بولا۔

"تم یہ نہیں کرو گے۔ میں کسی کو نہیں بلا رہا لیکن ایک دفعہ اس کے گھر والوں سے بات کر لو وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔" وہ بولے۔

"میں ان میں سے کسی کو دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔" اس کو شدید غصہ آیا تھا۔

"دیکھو تم اس بچی سے نکاح کر رہے ہو پر کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اس کے گھر سے بھی کچھ لوگ وہاں شریک ہوں؟ یہ چیز اگر باہمی رضامندی سے ہو تو زیادہ بہتر نہیں؟ وہ تم سے کچھ سوالات بھی کرنا چاہتے ہیں یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس بات کے لئے مان جائیں۔ یہاں سے تم اپنے قبیلے کے لوگوں کو لے جا رہے ہو اگر اس بچی کے گھر سے بھی کچھ لوگ اس نکاح میں باہمی رضامندی سے شامل ہو جائیں تو یہ تم دونوں کے حق میں بہتر ہوگا۔ اگر وہاں سے وہ مان جاتے ہیں تو میں یہ نکاح خود پڑھاؤں گا۔" انہوں نے کہا۔

وہ خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے لیے یہ بہت بڑی بات ہوتی اگر شاہ صاحب اس کا نکاح خود مشوی سے کراتے۔

"پر آپ تو دلیلوں میں الجھے ہوئے تھے۔" وہ بولا۔

"مجھے جواب دہ ہونا ہے تم یہ چیز مجھ پر چھوڑ دو۔ میں تمہیں جانتا ہوں۔ بس تم ایک بار اس کے گھر والوں کی بات سن لو۔" وہ بولے تو اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ ملاقات کا انتظام کر دیں۔ لیکن کل کا سورج نکلتے ہی میں اس سے نکاح کر لوں گا اس سے زیادہ انتظار میں نہیں کروں گا۔" وہ بولا۔

"اور ایک بات۔ تم اس ملاقات میں مشوی کو ساتھ لے کر آنا۔" وہ بولے۔

CamScanner

وہ خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔" وہ یہ کہہ کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ ازلان شاہ صاحب کی طرف مڑے۔

"آپ یہ غلطی کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ سب کچھ جانتے ہوئے بھی سالار کا نکاح کیسے پڑھا سکتے ہیں؟" بولے۔

"میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا حل نہیں ہے۔ اس کے گھر والے ایک دفعہ اس بچی سے ملنا چاہتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ سالار کسی کی بات نہیں سنے گا پر وہ کچھ باتیں سالار کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ میں خود بھی ان سے بے خبر ہوں۔ ان کا لڑکا شاہ میر آج صبح اکیلے میں میرے پاس آیا تھا۔ دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔" وہ بولے۔

ازلان کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ شاہ صاحب کے قدم دوبارہ اپنے حجرے کی طرف بڑھ گئے۔

شاہ میر آج صبح ان کے پاس سے ہو کر گیا تھا اور یہ دعویٰ کر کے گیا تھا کہ اس کے چند سوالات کے بعد سالار خود ہی مثنوی کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اگر ایسا ہو جاتا اور یہ بات بغیر کسی جھگڑے خرابے اور نقصان کے ختم ہوتی تو اس میں ان دونوں کی بہتری تھی اور وہ اس بات پر سالار کو راضی کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اب انہیں شام میں ہونے والی اس ملاقات کا انتظار تھا۔ وہ خود بھی نہیں جانتے تھے کہ شاہ میر ایسے کون سے سوالات کرنے والا تھا جو سالار کا اتنا مضبوط ارادہ اتنی آسانی سے توڑنے میں کامیاب ہو جاتا۔

CamScanner

وہ حجرے سے سیدھا حویلی آگئے تھے مگر گھر میں کوئی بھی سویا نہیں تھا ویسے بھی ان حالات میں نیند کس کو آتی۔ وہ سب پریشان چہرے لیے ان کی راہ تک رہے تھے کہ شاید وہ آ کر کوئی اچھی خبر سنائیں مگر ان دونوں کو اکیلے آتا دیکھ کر ان کے چہروں پر دوبارہ مایوسی پھیل گئی تھی۔ احمد ہمدانی اپنے کمرے میں چلے گئے تھے اور شاہ میر بھی ان کے پیچھے ان کے کمرے میں داخل ہوا تھا وہ سب ایک ایک کر کے وہاں آتے گئے۔

"کیا ہوا بابا جان کیا کہتے ہیں شاہ صاحب؟" معین احمد آگے بڑھے تھے۔

"آج شام کو وہ اس سے بات کریں گے اور شاید ہمیں بھی جانا پڑے۔ اگر بات بن گئی تو مثنوی کو ہم ساتھ لے کر آئیں گے ورنہ پھر اس کو ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ۔" وہ یہ بول کر رونے لگے تھے اور مہ جبین جو کہ لڑکھڑاتی ہوئی جیسے تیسے کر کے ان کے کمرے تک پہنچی تھیں یہ سن کر دروازے سے لگ کر رونے لگی تھیں۔ چھوٹی چچی اور بڑی چچی نے انہیں سہارا دیا ہوا تھا جبکہ چھوٹی خالہ جان بھی بہن کی یہ حالت دیکھ کر رو رہی تھیں۔

"ہم مثنوی کو ضرور لے کر آئیں گے۔ پھپھو جان آپ پریشان مت ہوں یہ میرا وعدہ ہے کہ میں خالی ہاتھ نہیں لوٹوں گا۔ میں مثنوی کو لے کر آؤں گا۔ آپ ایسی باتیں کیسے کر سکتے ہیں دادا جان؟" وہ دادا جان کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میں ایسی بات اس لئے کر سکتا ہوں کہ میں اس کو شروع سے جانتا ہوں۔" وہ بولے۔

"ٹھیک ہے آپ جانتے ہوں گے لیکن یہ بات ہر طریقے سے غلط ہے تو پھر ہم مثنوی کو اس کے حوالے کیسے کر سکتے ہیں مجھے تو یہ سمجھ نہیں آ رہا کہ شاہ صاحب ہماری مدد کیوں نہیں کر رہے؟" وہ الجھا تھا۔

"شاہ صاحب ہماری مدد کر رہے ہیں ورنہ وہ اس کی طرف سے بولتے وہ آج بھی اس سے بات کریں گے پر اس کے آگے دلیل رکھنا اور پھر اس کو منانا اتنا آسان نہیں ہے۔" وہ بولے۔

"چاہے جو بھی ہو میں مثنوی کو اپنے ساتھ لے کر آؤں گا یہ میرا آپ لوگوں سے وعدہ ہے۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا اور وہ سب ماں جی کی طرف دیکھنے لگے۔

ماں جی اس کی مثنوی سے جذباتی انسیت سے واقف تھیں مگر انہیں یہ نہیں پتا تھا کہ شاہ میر کی دیوانگی مثنوی کے لئے اس قدر بڑھ جائے گی کہ وہ ہر افتاد ہر بلا سے ٹکرانے کے لئے تیار ہو جائے گا۔

وہ سب مہ جبین کو تسلی دینے میں مصروف تھے۔

CamScanner

گھر کے چاروں لڑکے کمرے سے نکل کر شاہ میر کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ وہ جانتے تھے اس وقت شاہ میر کو ان کی ضرورت ہے۔

انہوں نے اس کے کمرے کے باہر پہنچ کر دروازہ بجایا۔ شاہ میر نے دروازہ کھول دیا تھا۔

"کیا ہم اندر آ سکتے ہیں؟" انہوں نے پوچھا اور شاہ میر نے سر ہلا کر ان کے لیے راستہ چھوڑ دیا تھا۔ وہ چاروں اس کے کمرے میں داخل ہو گئے۔

"کیا سوچا ہے تم نے شاہ میر؟" احمر بولا۔

"ابھی تو میں کچھ نہیں جانتا لیکن میں یقیناً کوئی ایسا حل ضرور نکالوں گا کہ مثنوی واپس آ جائے۔" شاہ میر بولا۔

"مگر ایسا کیا حل نکالو گے؟" احد پوچھ رہا تھا۔

"یہ سب بتاتے ہیں کہ اس کی معلومات ہم سے کئی گنا زیادہ ہیں تو اس کے سامنے دلیل رکھنا جس کی مجھے خود ہی کوئی معلومات نہیں بیکار ہوگا اور نہ ہی ہم اس سے مقابلہ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ بہت طاقتور ہے لیکن مجھے بیچ کا کوئی راستہ نکالنا ہوگا جس سے وہ ہمارے قابو میں آ جائے۔ ابھی تو میں کچھ بھی نہیں جانتا لیکن میرے دل کو یہ یقین ہے کہ میں مثنوی کو واپس لے کر آؤں گا۔" وہ بولا انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا تھا اس وقت اسے واقعی سہارے کی ضرورت تھی انہوں نے مثنوی کے آتے ہی شاہ میر کے اندر بدلاؤ دیکھا تھا وہ جو کبھی کسی سے بات نہیں کرتا تھا، مثنوی سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتا نظر آتا تھا۔

"تم فکر نہیں کرو۔ تم ضرور کامیاب ہو گے۔ ہم دعا کریں گے۔" اسفر بولا اور وہ سر ہلا کر خاموش ہو گیا تھا۔

احمد ہمدانی کو دوائی دے کر آرام کی غرض سے لٹا دیا گیا تھا ان کی طبیعت خراب ہو رہی تھی۔ سارے گھر والے آ کر لاؤنج میں بیٹھ گئے۔ انہیں تو اس افتاد کے بارے میں پتہ ہی نہیں تھا۔ شاہ صاحب کے آنے کے بعد سے انہوں نے کئی دفعہ احمد ہمدانی سے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی پر وہ سب کو ٹال گئے تھے۔ پر آج شام کو ہی شاہ میر نے ان سب کو اس سچائی سے آگاہ کیا تھا اور یہ بتایا تھا کہ مثنوی کسی جن زاد کے قبضے میں ہے۔ یہ سن کر ان کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی انہیں اندازہ نہیں تھا کہ بات اتنی آگے بڑھ چکی ہے۔ کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ شاہ صاحب نے جو حدود مقرر کی ہیں اس سے آگے آج تک کوئی نہیں آ سکا پر احمد ہمدانی کے منہ سے سلازار کا نام سن کر گھر کے بڑے بھی گئے تھے کہ کیا ہوا ہوگا۔ وہ ہمیشہ سے سلازار کا وہ قصہ اپنے والد صاحب سے سنتے آئے تھے لیکن یہ سننا کہ مثنوی اس کی قید میں ہے ان کو اندر تک ہلا گیا تھا اور پھر جیسے تیسے کر کے انہوں نے گھر کی بچیوں اور عورتوں کو اس بارے میں بتایا تھا۔ مہ جبین یہ سنتے ہی برے طریقے سے رونا شروع ہو گئی تھی وہ تو یہاں اپنی بیٹی کی شادی کا خواب لے کر آئی تھیں پر انہیں کیا پتہ تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو ایک جن زاد کے قبضے میں دیکھیں گی۔ ان سب نے انہیں تسلی دی تھی اور بڑوں نے یہ تجویز سامنے رکھی تھی کہ گھر میں ہونے والی منگنی کو آگے کر دیا جائے۔ اکمل صاحب کو بتانے سے منع کر دیا گیا تھا اور شاہ صاحب کے آنے پر جو انتظامات ہوئے تھے اس سے گھر والوں کو آگاہ کر دیا گیا تھا اسی لیے اس رات وہ سب احمد ہمدانی کے کمرے میں جمع ہوئے تھے۔ اور اس کے بعد جو ہوا وہ ان سب کے لیے اب تک ناقابل یقین تھا۔

"آپ سب آرام کریں۔ ان شاء اللہ کل کا سورج ہمارے لیے ضرور کوئی اچھی خبر لے کر آئے گا۔" ماں جی

رہی تھیں۔ گھر کی بڑی ہونے کی حیثیت سے وہ ہی سب کو تسلی دے رہی تھیں۔

"بیٹا آپ سب اپنے کمروں میں سونے کے لئے جائیں۔" انھوں نے گھر کی بچیوں کو کہا تھا اور وہ سب اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔ البتہ گھر کے بڑے وہیں بیٹھ کر مہ جبین کو تسلی دے رہے تھے۔ ماں جی انہیں تھوڑی دیر روتے دیکھتی رہیں اور پھر خاموشی سے اٹھ کر ان کے قریب آ بیٹھی تھیں۔

"مہ جبین حوصلہ رکھو۔ میں جانتی ہوں تمہارا غم بہت بڑا ہے اور ہم میں سے کسی کا بھی تسلی کا کوئی بھی لفظ تمہارے اس غم کو کم نہیں کر سکے گا پر یقین کرو مجھے شاہ میر پر پورا بھروسہ ہے وہ ہماری مثنوی کو ضرور لے کر آئے گا۔" وہ بولیں مہ جبین نے ایک بار پھر رونا شروع کر دیا تھا۔

"بس کرو مہ جبین کتنا روؤ گی؟" مبین احمد انہیں سمجھا رہے تھے۔ بڑے چچا اور چھوٹے چچا بھی ان کے آس پاس کھڑے تھے خالہ جان اور خالو جان ایک طرف خاموش بیٹھے تھے کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس طریقے سے مہ جبین کو تسلی دی جائے۔

"پتہ نہیں کس حال میں ہوگی وہ۔ اگر مثنوی آ بھی گئی تو کون قبول کرے گا اس کو؟ آپ مجھے بتائیں کون ایسی لڑکی کو قبول کرے گا جو ایک جن زاد کے ساتھ رہ کر آئی ہو۔ جس کے بارے میں یہ مشہور ہو جائے کہ وہ جن کے قبضے میں رہی ہے؟" وہ ماں تھیں اور ماں کی طرح ہی سوچ رہی تھیں۔

ماں جی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"میرا شاہ میر کرے گا۔" وہ اچانک بولی تھیں اور وہ سب انہیں دیکھنے لگے تھے۔

"ہاں صحیح کہہ رہی ہوں...... میں نے مہ جبین سے پہلے بھی مثنوی کا ہاتھ مانگا تھا مگر اس نے کچھ وقت مانگا تو ہم خاموش ہو گئے تھے لیکن میں اب پھر گھر کے بڑوں کے سامنے تم سے مثنوی کا ہاتھ مانگتی ہوں۔ وہ کل شاہ میر کے ساتھ ضرور واپس آئے گی اور اس کے بعد وہ میرے گھر کی بہو بنے گی۔" انہوں نے یہ کہا اور وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں تھیں۔ گھر کے ہر فرد کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

اور ان سب کی دل سے یہی دعا تھی کہ مثنوی شاہ میر کے ساتھ جلد از جلد واپس آ جائے۔

O......❖......O

وہ سب اس کے کمرے سے نکل کر جا چکے تھے۔ اب وہ اپنے کمرے میں اکیلا تھا اس نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا اس کی آنکھوں کے آگے بار بار وہی منظر گھوم رہا تھا جب وہ چیختی ہوئی میرل میں گئی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سلازار کو پکار رہی تھی۔ اس کا دل کسی چھنا کے سے ٹوٹا تھا۔

وہ اس کے پاس دوست بن کر ہی گیا تھا پر دل کے ہاتھوں مجبور تھا وہ کیسے اس کو آگ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ سکتا تھا؟

اس نے اس کی مدد ضرور کرنا چاہی تھی پر دادا جان کی بتائی ہوئی باتیں اور شاہ صاحب صاحب کی بتائی ہوئی ساری احتیاط سننے کے بعد وہ سمجھ گیا تھا کہ مثنوی کے لیے یہ سب کہیں سے بھی ٹھیک نہیں ہوگا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ مثنوی کو اس سب سے باہر نکالے گا پر کیسے؟ وہ تو کسی کے قابو میں ہی نہیں آ رہی تھی اور پھر وہ جس طرح دیوانہ وار دوڑتی ہوئی حویلی کا گیٹ پار کر گئی تھی وہ اپنے آپ کو روک نہیں پایا تھا اس نے آخر وقت تک اس کو بچانے کی کوشش

کی تھی پر وہ اسے لے کر جا چکا تھا اور اب شاہ میر کا دل کسی چیز میں بھی نہیں لگ رہا تھا۔ اسے بے چینی گھیرے ہوئی تھی کہ وہ نہ جانے کس حال میں ہوگی۔ وہ بستر پر دراز ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کے آگے وہ سارا منظر کسی فلم کی طرح چل رہا تھا اور اسے تکلیف سے بار بار کروٹ بدلنے پر مجبور کر رہا تھا۔

شاہ صاحب کہتے تھے کہ وہ دلیلوں سے انکاری ہو گیا ہے اور ویسے بھی شاہ میر کو اس بارے میں اتنی معلومات نہیں تھیں تو وہ سالار سے کیسے بحث کر سکتا تھا۔ وہ جس کے بارے میں یہ سب کہتے ہیں کہ اس کے پاس علم اور معلومات ہیں۔

وہ سوچ میں پڑ گیا اور پھر اس کی طاقت کا مقابلہ کرنا بھی ممکن نہیں تھا جب شاہ صاحب جیسے عالم دین یہ اعتراف کر سکتے ہیں کہ وہ کسی کے قابو میں نہیں آنے والا تو پھر بھلا وہ کسی عالم کو ڈھونڈ کر لاتا بھی کیسے؟ اور حویلی میں اس بات کی اجازت بھی نہیں دی جاتی کہ یہاں پر کوئی جنتر منتر ہوتے۔ وہ خاموشی سے چھت کو تکنے لگا۔ "یا اللہ مجھے کوئی تو راستہ دکھائیں۔" اس نے آنکھیں بند کر کے اللہ سے مدد مانگی تھی اور پھر جیسے اس کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا تھا۔ وہ اٹھ بیٹھا۔

"یہ بات میرے ذہن میں پہلے کیوں نہیں آئی؟ ہاں یہ وہ واحد چیز ہے جو شاید مشنوی کو اس سے دور کر سکتی ہے۔ اگر واقعی سالار کی محبت مشنوی کے لیے جنون اور شدت اختیار کر گئی ہے تو وہ ایک لمحے کے لیے بھی مشنوی کو خود سے متنفر برداشت نہیں کر سکے گا۔" وہ سوچنے لگا۔

"یہ وہ واحد چیز ہے جو ان کے درمیان دوری پیدا کر سکتی ہے۔" وہ مضبوط ارادے سے اٹھا۔

"یا اللہ آپ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ نے مجھے یہ راستہ دکھایا۔"

اس نے اٹھ کر وضو کیا اور جائے نماز بچھا کر اللہ سے دیر تک دعا مانگتا رہا اور اس کی ذات کا شکر ادا کرتا رہا جس نے اسے یہ راستہ دکھایا تھا۔ اب اس کے اندر سکون تھا وہ جانتا تھا کہ اس طرح سے وہ مشنوی کو واپس لانے میں ضرور کامیاب ہوگا۔ وہ کافی دیر جائے نماز پر بیٹھا رہا اور پھر اس کے کمرے پر ہوئی دستک نے اسے چونکایا تھا۔ وہ جائے نماز سمیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا اس نے دروازہ کھولا ماں جی کھڑی تھیں وہ خاموشی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اس کے کمرے کے اندر آ گئی تھیں۔

"السلام علیکم ماں جی۔"

ماں جی نے سر کے اشارے سے اس کے سلام کا جواب دیا۔

"شاہ میر! میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔" وہ بولیں۔

"جی بولیں۔" وہ ان کے لہجے کی سنجیدگی محسوس کر گیا تھا اور جانتا تھا کہ گھر میں اس وقت جو حالات چل رہے ہیں ان کا سنجیدہ ہونا بنتا بھی تھا۔

"آج اگر میں تم سے کچھ مانگوں تو کیا تم مجھے دو گے؟" وہ بولیں۔

"آپ حکم کریں ماں جی۔" وہ ان کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میں نہیں جانتی کہ کل کا سورج ہمارے لئے کیا خبر لے کر آئے پر اگر مشنوی یہاں آ گئی اور تم لوگ اسے لانے

میں کامیاب ہو گئے تو کیا تم مشنوی کو اپنانا چاہو گے؟" وہ اس سے پوچھ رہی تھیں۔

وہ انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

"دیکھو میں جانتی ہوں کہ کسی بھی لڑکے کے لیے اس طرح سے کسی لڑکی کو قبول کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔ مجھ سے مہ جبین کی حالت دیکھی نہیں جاتی اور میں تمہاری، مشنوی کے لیے پسندیدگی سے بھی واقف ہوں۔ تو کیا تم اب بھی اپنے فیصلے پر قائم ہو؟" وہ اس سے پوچھ رہی تھیں۔ اس نے خاموشی سے سر ہلا کر اپنا سر جھکا دیا تھا انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اپنے آنسو پونچھ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

فجر قریب تھی وہ کمرے سے باہر نکل آیا گھر کے لوگ نماز کے لیے جا رہے تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ مسجد پہنچ کر وہ سب نماز ادا کرتے ہی باہر نکلنے لگے تھے مگر وہ شاہ صاحب کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ وہ ایک نظر اس پر ڈال کر اپنی تسبیح پھیرنے لگے۔ احمد ہمدانی مڑ کر اس تک آئے تھے پر اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں چلنے کا کہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

وہ بھی ساری رات سوئے نہیں تھے اور اسی فکر میں تھے کہ نہ جانے اب آگے کیا ہونے والا تھا۔

"میں نے ایک طریقہ سوچ لیا ہے۔ میں سلازار سے صرف ایک سوال کرنا چاہوں گا اور میں جانتا ہوں اس کے بعد وہ مشنوی کو خود ہی چھوڑ کر چلا جائے گا۔" وہ بولا اور اس کے یہ بولنے پر انہوں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا وہ اتنے اعتماد سے یہ جملہ کیسے بول سکتا تھا۔

"اور وہ کیا سوال ہوگا؟" انہوں نے پوچھا۔

"یہ میں سلازار سے ہی کرنا چاہوں گا کیونکہ مجھے دادا جان نے بتایا ہے کہ وہ ذہن پڑھ لیا کرتا ہے تو اگر آپ کی اس سے ملاقات ہوگی تو وہ آپ کا ذہن پڑھ لے گا لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ یہ بات ہم سب کے سامنے ہو اور مشنوی بھی اس وقت وہاں موجود ہو۔ آپ اسے کسی طرح اس بات پر راضی کر لیجیے گا کہ وہ مشنوی کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔" وہ بولا اور وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔

"کیا تمہارے سوال سے اس کو جلال آئے گا؟" وہ بولے۔

"میں ایسا کوئی سوال نہیں کروں گا جس سے اسے ہم پر جلال آئے یا وہ کچھ غلط کر بیٹھے۔ آپ بے فکر رہیں اور مجھ پر بھروسہ رکھیں۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے اگر یہ معاملہ بغیر کسی خون خرابے اور لڑائی کے حل ہو جاتا ہے تو اس سے بہترین کچھ نہیں ہوگا۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ سلازار، مشنوی کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔" انہوں نے سر ہلا کر کہا اور وہ خاموشی سے اٹھ کر باہر آ گیا تھا باہر سب اس کا انتظار کر رہے تھے۔

"کیا ہوا؟ کیا بات کر رہے تھے تم؟" احمد ہمدانی اس کی طرف بڑھے تھے۔

"میں نے کچھ ایسے سوالات سوچے ہیں جو میں سلازار کے سامنے رکھوں گا اور مجھے پوری امید ہے کہ وہ سوالات سننے کے بعد وہ مشنوی کو خود چھوڑ جائے گا۔ میں شاہ صاحب کو بس یہ کہنے گیا تھا کہ سلازار سے کہیں کہ وہ آج شام کو ہونے والی ملاقات میں مشنوی کو ساتھ لے کر آئے اور ہم بھی اس ملاقات میں شامل ہوں۔" وہ بولا اور وہ

حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔

"مگر تم نے ایسا کیا سوچ لیا جو ہم سب نہ سوچ سکے۔" وہ بولے۔

"کبھی کبھی انسان کا ذہن سب سے اہم بات کی طرف جاتا ہی نہیں ہے شاید آپ لوگ اس کے رعب کی وجہ سے یہ بات سوچ نہیں سکے۔ خیر مجھے پوری امید ہے کہ ہم مثنوی کو آج شام کو گھر واپس لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔" وہ یہ بول کر گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ سب بھی اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر حویلی کی طرف چل دیئے۔

حویلی پہنچے تو گھر کی عورتوں نے ناشتے کا انتظام کر رکھا تھا گو کہ ناشتے کا دل تو کسی کا بھی نہیں تھا پر ایک دوسرے کو حوصلہ اور ہمت دینے کے لیے ایک ساتھ بیٹھنا ان کے لیے بہت ضروری تھا۔

مہ جبین غائب دماغی کی کیفیت میں چائے کے کپ پر انگلی پھیر رہی تھیں جب وہ ان کے برابر جا کر بیٹھ گیا۔

"پھپھو جان آپ بے فکر رہیں میں مثنوی کو ضرور لے کر آؤں گا۔" وہ بولا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ انہوں نے خاموشی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"آپ لوگ گھر میں ہونے والی منگنی کو آگے نہیں کریں۔ میں آپ لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ منگنی کے ساتھ ساتھ اسی دن میرا اور مثنوی کا نکاح ہوگا۔" وہ بولا اور وہ سب حیرانی سے اسے دیکھنے لگے تھے۔ مہ جبین نے ایک نظر اس پر ڈالی مگر وہ کچھ بولی نہیں تھیں۔ انہیں تو یقین ہی نہیں تھا کہ مثنوی واپس آئے گی۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میرا یقین کریں۔" وہ یہ کہہ کر بغیر ناشتہ کیئے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا اور وہ اسے خاموشی سے جاتا دیکھتے رہے پر ان سب نے دل سے دعا کی تھی کہ وہ جو کہہ رہا ہو وہ سچ ہو۔

O……❖……O

سلازار واپس قرطاس تک پہنچا۔ پر قرطاس اسے اکیلا آتا دیکھ کر حیران ہوا۔

"کیا ہوا سلازار؟ آپ کے ساتھ کوئی آیا نہیں؟" وہ پوچھنے لگا۔

"میں نے ابھی کسی کو لانے کی بات نہیں کی میں وہاں پہنچا تو وہاں شاہ صاحب موجود تھے اور وہ چاہ رہے ہیں کہ ہم مثنوی کے گھر والوں سے ایک دفعہ مل لیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ بھی خوشی سے اس نکاح میں شریک ہو جائیں اور میرے لیے مثنوی کی خوشی سے زیادہ اہم اور کوئی چیز نہیں۔" وہ بولا۔

مثنوی اسے دیکھنے لگی۔ "پر تم جانتے ہو وہ اس بات کے لئے نہیں مانیں گے۔" وہ بولی۔

"شاہ صاحب نے کہا ہے کہ اگر وہ لوگ مان گئے تو وہ یہ نکاح خود پڑھائیں گے اور میرے لئے اس سے بہترین بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ میرا نکاح سادات پڑھائیں۔" وہ بولا۔

قرطاس اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"تو پھر کب ہوگی یہ ملاقات؟" اس نے پوچھا۔

"آج شام کو میں مثنوی کو اپنے ساتھ لے کر آؤں گا میں چاہوں گا کہ تم بھی اس ملاقات میں موجود رہو۔ مگر نہیں جانتا اس وقت کون میرے ساتھ ہوگا اور کون نہیں پر میں اتنا جانتا ہوں کہ قرطاس میرے ساتھ ضرور ہوگا۔" اس نے پر اعتماد نظروں کے ساتھ اس کی طرف دیکھا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"چلو شنوی۔" اس نے شنوی کا ہاتھ تھاما اور وہ دونوں ہوا میں تحلیل ہو گئے تھے۔ قرطاس خاموشی سے قلعے کی طرف بڑھ گیا پر اسے بے چینی نے گھیرا ہوا تھا۔ ایسا کیا ہو سکتا تھا جو شنوی کے گھر والے با آسانی مان جاتے اور شاہ صاحب کے نکاح پڑھانے والی بات پر اس کا دل خود بخود بیٹھا تھا۔

سلازار ان ساری چیزوں کو ان دیکھا کیسے کر سکتا تھا وہ سوچنے لگا پر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ سلازار کو شاہ صاحب پر سب سے بھی زیادہ اعتماد ہے۔ خیر اس کا چھوٹا سا ذہن یہ سوچنے سے قاصر تھا لہٰذا وہ خاموشی سے قلعے کی طرف بڑھ گیا۔

سلازار، شنوی کو لے کر اسی پہاڑی علاقے کی طرف آ گیا تھا۔

"میرا جانا ضروری ہے کیا؟ تم ان سے اکیلے مل کر نہیں آ سکتے؟" اس کا دل بہت گھبرا رہا تھا وہ دوبارہ ان سب سے ملنا نہیں چاہتی تھی۔ کم از کم سلازار کی ہونے تک۔

وہ اسے دیکھنے لگا۔ "انہوں نے یہ شرط رکھی ہے کہ میں تمہیں ساتھ لے کر آؤں اور تمہارے بغیر نکاح کیسے ہو؟ میں چاہوں گا کہ ان کے سوالات کے جواب دیتے ہی ہم انہی کے سامنے وہیں پر نکاح کر لیں۔" وہ بولا۔

"کون سے سوالات؟ سلازار میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔" وہ بولی۔

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ہزار لوگوں کے بیچ سے بھی تمہیں اٹھا کر لا سکتا ہوں۔" وہ ہنسنے لگا تھا۔

"یہ میں جانتی ہوں پر میں تمہارے جنون سے ڈرتی بھی ہوں۔ تمہارا جنون انسانوں کے جنون سے کئی گنا زیادہ ہے۔ میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ ان کی کسی غلطی کی وجہ سے انہیں نقصان پہنچے۔ تم جانتے ہو میں تمہارا جنون محسوس کر سکتی ہوں۔ شاید اس لیے کہ تم میرے خون میں سرایت کر چکے ہو۔" وہ بولی اور سلازار نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"کب چلنا ہے ہم نے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"آج شام کو! کیا تمہیں بھوک لگی ہے؟ تم کچھ کھاؤ گی؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ شنوی نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں..... میں جانتا ہوں تمہیں بھوک لگی ہو گی۔" اس نے پل بھر میں اس کے سامنے کھانے کی چیزیں لا کر رکھ دی تھیں وہ حیرانی سے انہیں دیکھتی رہی۔

"زردمت! یہ کوئی جادو نہیں ہے۔" وہ ہنسنے لگا اور وہ خاموشی سے بیٹھ کر کھانا کھانے لگی اسے واقعی بھوک لگی تھی۔ وہ اسے کھانا کھاتے دیکھتا رہا۔

شاہ صاحب کے کہنے پر اس نے ان کا ذہن پڑھنے کی کوشش کی تھی اور وہ ان کا ذہن پڑھنے کے بعد اتنا ہی جان پایا تھا کہ شاہ میر نے ان سے مسجد میں ملاقات کی ہے اور وہ سلازار سے کوئی سوالات کرنا چاہتا ہے وہ یہ جان کر مطمئن ہو گیا تھا کیونکہ شاہ میر کی معلومات محدود تھیں اور وہ شاہ صاحب جیسے مضبوط دلائل اس کے سامنے نہیں رکھ سکتا تھا۔ اگر شاہ صاحب وفد عارفین میں سے کسی کو بلا لیتے تو ان کی بات رد کرنا سلازار کے لیے ناممکن ہوتا پر اس نے ان کا ذہن پڑھ کر اس بات کا اندازہ لگایا تھا کہ ان میں سے وہاں کوئی موجود نہیں ہو گا۔ اسے ہر طرح سے اطمینان ہو

گیا تھا کہ نہ وند عارفین میں سے کوئی ہوگا اور نہ ہی ازلان نے کچھ کرنے کا سوچا ہے۔ شاہ میر کے سوا
جواب دینا اس کے لیے اتنا مشکل نہیں تھا اب مثنوی کو اس کا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ اگر شاہ صاحب
کا نکاح پڑھا دیتے تو اس سے زیادہ عزت کی بات اس کے لئے اور کچھ نہ ہوتی۔ کیونکہ ایک انسان اور وہ بھی
صاحب صاحب کے ہاتھوں اس کا نکاح پڑھایا جانا اس کے لیے ایک اہم وکیل بن جاتا اور پھر اس کے رشتے
سوال اٹھانے کے لئے نہ ہی بنواحد میں سے کوئی آتا اور نہ ہی آدم زادوں میں سے۔
بس اسے شام تک کا ہی تو انتظار کرنا تھا۔ وہ مثنوی کو دیکھنے لگا۔ ویسے بھی تو وہ اس کی دسترس میں ہی تھی
اس رشتے کو پاکیزگی کے ساتھ اپنانا چاہتا تھا اور اسے اس شام کا بے صبری سے انتظار تھا جب وہ دونوں ہمیشہ
لیے ایک ہونے والے تھے۔

O.....✿.....O

دوپہر ڈھل رہی تھی۔ ہوا ٹھنڈی ہوگئی تھی۔

''سردی لگ رہی ہے؟'' سلازار اسے کانپتا دیکھ کر مسکرایا۔

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس نے ایک میرون شال اپنے ہاتھ سے اس کے کندھوں پر ڈال دی تھی۔ وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

''یہ کہاں سے آئی؟''

وہ ہنسنے لگا۔ ''اب تم اور کتنی باتوں پر ایسے پوچھا کرو گی؟'' وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

''ویسے بھی آج کے بعد تم سردی اور گرمی، ہر قید سے آزاد ہو جاؤ گی۔'' وہ بولا۔ اس کی نظروں میں تپش تھی۔

وہ اسے دیکھنے لگی۔ ''وہ کیوں؟''

''کیونکہ تم سلازار کی ساتھی بننے جا رہی ہو۔ آج ہم ایک ہونے جا رہے ہیں مثنوی۔'' وہ بولا۔

اور اس نے شدت سے گھبرا کر اپنی آنکھیں جھکالی تھیں۔

وہ اس کے چہرے پر حیا اترتے دیکھ کر مسکرایا۔

''آؤ میرے ساتھ۔'' اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

''کہاں؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''آؤ نا۔'' وہ بولا۔

اور مثنوی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔

''اپنی آنکھیں بند کرو مثنوی!'' وہ بولا اور مثنوی نے اپنی آنکھیں بند کی تھیں مگر تھوڑی ہی دیر بعد تیز خوشبو کے احساس نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ پر سامنے کا منظر دیکھ کر وہ مبہوت رہ گئی تھی۔ دور تک گلاب ہی گلاب تھے۔ کون سی جگہ تھی۔ ہزاروں میل تک پھیلے وہ گلاب! ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے آنے کے لیے بچھائے گئے ہوں۔

آس پاس کی ہوا انہی پھولوں سے معطر تھی۔

CamScanner

چاروں طرف ہریالی بھرے پہاڑ تھے۔

"اتنے گلاب؟" وہ اس سے پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"یہ یہاں کس نے بچھائے ہیں؟"

"میں نے..... میں لے کر آیا ہوں یہ سب۔ آج رات ہم یہاں آئیں گے اپنے نکاح کے بعد۔ میں اور تم..... تم جانتی ہو اس وقت کیا ہوگا؟ یہ تارے، بہت نیچے آ جائیں گے۔ یہاں ہزاروں جگنو اڑیں گے اور گلاب کی اس سیج پر میں اور تم ہمیشہ کے لئے ایک ہو جائیں گے۔" وہ اس کے بہت قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"یہ سب بہت خوبصورت ہے سالار۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

"تم سے زیادہ نہیں مثنوی۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"تم جانتی ہو مجھے لال رنگ بہت پسند ہے۔ تم شاہ صاحب کے حجرے میں جانے سے پہلے وہی رنگ پہننا۔ میں تمہیں لا کر دوں گا۔" وہ بولا۔

وہ بری طرح شرمائی تھی۔ آج تک ایسا استقبال تو کسی بھی دلہن کا نہیں کیا گیا تھا۔ اتنی حسین سیج تو شاید اس نے آج تک دیکھی ہی نہیں تھی۔

"جب میں تمہیں یہاں لے کر آؤں گا نا تو یہاں چنبیلی کے پھولوں کی تہہ بھی ہوگی۔" وہ بول رہا تھا۔ مثنوی نے آگے بڑھ کر اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"بس کرو! مت بولو۔ مجھے یہ سب محسوس کرنا ہے سالار! کیا وہاں جانا ضروری ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"انتظار تو میرے لیے بھی بہت مشکل ہے مثنوی..... پر جب ہم یہاں واپس آئیں گے تو ہم ایک حلال رشتے کے ساتھ واپس آئیں گے اور یہ آسمان میرے اور تمہارے ایک ہونے کا گواہ بنے گا۔ اس کے بعد ہمیں کوئی الگ نہیں کر سکے گا۔" وہ بولا۔

مثنوی نے مڑ کر ایک نظر دوبارہ ان تاحد نظر پھیلے پھولوں کو دیکھا۔ گلاب اور وہ بھی اس قدر! وہ الگ ہی خوشبو سے بھرے تھے۔ جن کی رنگت میں کچھ الگ ہی شدت تھی۔ ان پر موجود شبنم کے قطرے چمک رہے تھے۔ اسے سالار کی حدت پہلے سے زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ شاید وہ جل رہا تھا پر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ مثنوی بھی جل رہی ہے۔ بس وہ دونوں وہاں بہت دیر کھڑے ایک دوسرے کو محسوس کرتے رہے۔

"چلو میرے ساتھ" تھوڑی دیر کے بعد وہ بولا۔

"سالار! میں نہیں جانا چاہتی۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"بس تھوڑی دیر اور مثنوی۔ پھر ہم یہاں ساتھ آئیں گے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

وہ واپس اسے اسی جگہ پر لے آیا تھا جہاں وہ تھوڑی دیر پہلے موجود تھی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ یہ سنہری رنگ کا کوئی کپڑا تھا جو لال گٹھی ڈوریوں سے بندھا ہوا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ اس کے ہاتھ میں موجود وہ کپڑے کا غلاف دیکھ کر بولی جو کہ تھوڑی دیر پہلے وہاں موجود نہیں تھا۔

"یہ تمہارا لباس ہے مثنوی جو تم آج پہن کر میرے ساتھ جاؤ گی۔ تم تیار ہو جاؤ پھر ہم ساتھ چلیں گے۔" وہ بولا۔

CamScanner

شام اتر رہی تھی مشوی نے سورج کو ڈوبتے دیکھا۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ وہ وہاں جانا ہی نہیں چاہتی تھی

سلازار کی ضد تھی اور ویسے بھی وہ نکاح کے بغیر اس کے ساتھ اب یہاں دوبارہ واپس نہیں آنا چاہتا تھا۔

مشوی نے اس کے ہاتھ سے وہ سنہری غلاف لے کر اسے کھول لیا۔ ان مخملی ڈوریوں کی گرہیں کھلتے ہی

سے ایک گہرے لال رنگ کا حسین عروسی جوڑا نکلا تھا۔ جس پر سنہری ستاروں اور نگینوں کا کام تھا۔ وہ دنگ رہ

گئی۔

وہ بے انتہا حسین جوڑا تھا جو کسی بھی لڑکی کا خواب ہو سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دمکتے زیورات تھے۔

"جاؤ جا کر تیار ہو جاؤ! سلازار باہر تمہاری حفاظت کر رہا ہے۔" وہ پیچھے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

مشوی پیچھے پلٹی وہاں پر لال مخملی پردوں سے ایک کمرہ بنا ہوا تھا۔ وہ حیرانی سے اس کی طرف چلی پر اب اس

سے سوال نہیں کر سکی تھی۔ آخر وہ کس کس چیز پر اس سے سوال کرتی۔ وہ خاموشی سے اس طرف چل دی۔

وہ بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ سورج ڈوبنے والا تھا اسے مغرب کے وقت شاہ صاحب کے حجرے

پہنچنا تھا۔

مشوی نے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہاں غسل کا انتظام بھی تھا۔ اس نے نہا کر کپڑے تبدیل کیے اور زیورات پہن

کر وہاں موجود شیشے کے سامنے بیٹھ گئی۔ ہر چیز موجود تھی۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے سلازار اس کی ہر ہر چیز اس کے کمرے سے اٹھا کر یہاں لے آیا ہو۔ اس نے اپنا میک اپ

نکالا اور تیاری کرنے لگی۔

وہ شاید جانتا تھا کہ ایک لڑکی کو دلہن بنتے وقت کن کن چیزوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے یا شاید وہ اسے ایک مکمل

دلہن کے روپ میں دیکھنا چاہتا تھا یا شاید وہ یہ احساس رکھتا تھا کہ ایک لڑکی کے لیے یہ دن کتنا اہم ہوتا ہے اور وہ اس

کا ہر ارمان پورا کر رہا تھا۔ شاید اسے خود مشوی کو ان سب چیزوں میں دیکھنے کی خواہش ہوتی بھی یا کیا پر مشوی کا دل

رکھنے کے لیے وہ ہر وہ چیز کر رہا تھا جو ایک آدم زادی ہونے کے ناطے اس کی شادی کے لیے ضروری تھیں۔

اس نے تیار ہو کر اپنے بال بنانا چاہے اور اچانک ہی اس کے سامنے چنبیلی کے پھولوں کے گجرے آ گئے تھے۔

وہ ٹھٹکی۔

یہ سب لگا کر وہ حجرے میں کیسے جاتی؟

پر یہ سلازار کی خواہش تھی! اس نے بالوں کا جوڑا بنا کر وہ گجرے اپنے بالوں میں لگا لیے اور زیورات پہننے کے

بعد وہ بھاری دوپٹہ اوڑھ لیا۔ وہ تیار تھی۔ ایک نظر خود پر ڈال کر وہ پردہ سرکا کر باہر نکل آئی۔ وہ شاید بے چینی سے اس

کا انتظار کر رہا تھا پردے کی سرسراہٹ اس کے لیے کافی تھی وہ پلٹا اور پھر سب کچھ بھول گیا۔

آج سلازار پر پہلی بار کسی کا جادو چلا تھا۔ ایسا جادو جس کا کوئی توڑ اس کے پاس بھی موجود نہیں تھا۔ اس قدر

حسین دلہن تو صرف سلازار کی ہی ہو سکتی ہے۔ اسے غرور ہوا اپنی قسمت پر۔

وہ چلتا ہوا اس تک آیا اور اب اس کا دل بھی کر رہا تھا کہ وہ یہاں سے کہیں نہ جائے۔ ڈوبتے سورج کی لالی

روشنی میں اس کا حسن سونے کی طرح دمک رہا تھا۔ اور پھر دلہن کا یہ روپ۔ سرخ جوڑا۔

وہ مبہوت کھڑا اسے تکتا رہا پر اسے چھونے سے خود کو روک رہا تھا۔

اس نے نظر اٹھا کر سلازار پر ڈالی۔ اس کی نظروں کی حدت اسے پگھلا رہی تھی۔
"کچھ بولو گے نہیں؟" مثنوی بولی۔
"وہاں سے واپس آ کر بولوں گا۔" اس نے یہ بول کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اتنی برداشت نہیں تھی سلازار میں۔
تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ آنکھیں کھولنے پر مجبور ہوا تھا اس کا حسن تھا ہی ایسا۔ بار بار اسے دیکھنے پر مجبور کرنے والا۔
"تم جانتی ہو مثنوی کہ تم بہت خوبصورت ہو۔" وہ بول رہا تھا۔
"پہلے تو نہیں جانتی تھی۔ پر جب سے تم مثنوی پر فدا ہوئے ہو تب سے مجھے لگنے لگا ہے کہ میں واقعی بہت اہم ہوں۔" وہ بولی۔
"میرا حسن تمہارے عشق کے بنا ادھورا ہے سلازار۔" سلازار کا دل کیا کہ وہ اسے آگے بڑھ کر گلے لگا لے۔
"چلو چلنے کی تیاری کریں۔ واپس بھی تو آنا ہے۔" وہ بولا اور مثنوی نے مسکرا کر اپنی پلکیں جھکالی تھیں۔
سلازار نے اپنا ہاتھ مثنوی کی طرف بڑھایا تھا اور مثنوی نے اس کا ہاتھ تھاما۔
"یہ کیا تمہارے ہاتھ پر مہندی نہیں ہے؟" وہ بولا۔
"مجھے مہندی کی خوشبو بہت پسند ہے۔" اس نے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ پھیرے اور مثنوی کے ہاتھوں پر مہندی کا لال رنگ اتر آیا۔ وہ حیرانی سے اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔
"یہ نہیں اترے گی۔" وہ مسکرایا۔ "تب تک، جب تک سلازار کی سانسیں چل رہی ہیں۔" وہ اس کے ہاتھوں کی مہندی کو آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولا۔
مثنوی نے ناراضگی سے اس کی طرف دیکھا وہ مسکرا دیا۔
"چلو......" اور مثنوی نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں وہ حجرے کی طرف جا رہے تھے۔

O......❖......O

سورج غروب ہو رہا تھا ازلان کی نظریں سورج پر لگی ہوئی تھیں۔
قرطاس ان کے پاس آ پہنچا۔ "ازلان چلنا نہیں ہے؟" وہ بولا وہ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ "چلتے ہیں.... سلازار کو آنے دو۔" وہ یہ بول کر خاموش ہو گئے تھے۔
قرطاس انہیں دیکھنے لگا۔
"کیا ہوا آپ پریشان لگ رہے ہیں؟" وہ پوچھ رہا تھا اس کا دل بھی انجان خدشوں سے دوچار تھا۔
"میں سلازار کے لئے پریشان ہوں۔ اگر اس کی بات مان لی گئی تو بھی اور اگر اس کی بات نہیں مانی گئی تو بھی۔ دونوں صورتوں میں وہ نقصان میں ہے۔" وہ بول کر چپ ہو گئے تھے۔
وہ انہیں دیکھ کر رہ گیا۔ جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔
"اس وقت مجھے اور کسی کی کوئی فکر نہیں ہے..... تم جانتے ہو اس کے وجود میں کتنی شدت اور کتنا جنون ہے۔ مجھے بس اسی جنون سے ڈر لگتا ہے۔" وہ خاموشی سے انہیں دیکھنے لگا۔

CamScanner

"کیا اور بھی کوئی ہمارے ساتھ چلے گا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں میں سلازار کا تماشہ نہیں بنانا چاہتا۔ میں جانتا ہوں اس نے تمہیں ساتھ آنے کے لیے کہا ہے تو بس میں اور تم ہی چلیں گے۔ ہم تھوڑی دیر میں چلتے ہیں۔ سلازار کے آنے کی خبر ہوگی تو میں حجرے کی طرف نکل پڑوں گا۔" وہ بولے۔

یہ بولتے بولتے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے وہ گھبرا گیا۔

"کیا بات ہے ازلان؟ کیا کوئی بات ہوئی ہے۔" وہ فکرمند ہو گیا تھا۔

"کوئی بات نہیں ہوئی پر مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی انہونی ہونے والی ہے..... بس تم میرے سلازار کے لئے دعا کرو۔ اس کے سکون کے لیے دعا کرو۔ اس بات کے لئے کہ کہیں وہ اپنے آپ کو کوئی نقصان پہنچا بیٹھے۔" وہ یہ بول کر دوبارہ رو دیئے تھے اور قرطاس نے انہیں پہلی دفعہ روتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کا دل کیا کہ وہ جا کر سلازار کو وہاں آنے سے روک دے۔ وہ ازلان کو لے جائے اور سلازار کے نکاح میں شامل ہو جائے پر وہ جانتا تھا کہ سلازار شاہ صاحب کی بات نہیں ٹالے گا۔ اس نے آسمان کی طرف نظر کر کے دعا کرنا شروع کر دی تھی حجرے جانے کا وقت قریب تھا۔

O.....❖.....O

مغرب کی نماز کا وقت ہونے والا تھا..... شاہ میر وضو کر کے نیچے اتر آیا۔ اسے دادا جان اور گھر کے بڑوں کے ساتھ مثنوی کو لینے جانا تھا اور وہ لوگ نماز کے بعد مسجد سے ہی حجرے چلے جاتے۔

وہ نیچے اترا تو ماں جی ہال میں ہی بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے اوپر دم کیا تھا۔ پھپھو بھی اسے امید بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ وہ لوگ صبح سے یہیں بیٹھے تھے اور ہر کوئی مختلف طریقے سے دعائیں مانگنے میں مصروف تھا۔

"جاؤ میرے بیٹے! اللہ تمہیں کامیاب کرے۔" ماں جی نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر دعا دی تھی اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا اور آگے بڑھ کر پھوپھو کے سامنے سر جھکایا۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا تھا اور دل سے اس کی کامیابی کی دعا کی تھی۔

گھر کے لڑکے تیار کھڑے تھے پر دادا جان نے اتنے زیادہ لوگوں کو اپنے ساتھ لے جانے سے منع کر دیا تھا۔ وہ صرف بابا جان اور دونوں چچا کے ساتھ شاہ میر کو لے جانا چاہتے تھے لہٰذا باقی سب گھر پہ ہی رکنے پر مجبور تھے۔

وہ باہر نکل کر جیپوں میں سوار ہو گئے تھے اب ان کا رخ مسجد کی طرف تھا باقی سب کو نماز پڑھ کر گھر واپس آ جانا تھا لہٰذا ان کی جیپیں بھی ساتھ ہی روانہ ہوئی تھیں۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ مسجد سے باہر نکل کر شاہ صاحب کا انتظار کر رہے تھے اور باقی سب ان سے مل کر گھر کے لیے نکل گئے تھے۔ شاہ صاحب مسجد سے باہر نکلے۔ ان کی طبیعت خراب ہو رہی تھی۔

"آئیں آپ ہماری گاڑی میں بیٹھیں۔" احمد ہمدانی آگے بڑھے تھے اور وہ سر ہلا کر ان کے ساتھ ان کی گاڑی میں بیٹھ گئے وہ حجرے کی طرف جا رہے تھے۔ احمد ہمدانی کا دل ڈوب رہا تھا نا جانے شاہ میر نے ایسا کیا سوچا تھا۔ ایسا کون سا سوال تھا جس کا جواب سلازار کے پاس بھی نہ تھا۔ اگر وہ مثنوی کو لانے میں کامیاب نہیں ہوا تو مہ

CamScanner

ذہن پر کیا بیتے گی؟ یہ سوچیں ان کے لیے روح فرساں تھیں۔

شاہ صاحب خاموش بیٹھے اپنی تسبیح پھیر رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں واضح کپکپاہٹ تھی۔ آج پہلی بار انہیں ایسا لگ رہا تھا جیسے انہیں سلازار کو نہیں بلانا چاہیے تھا۔

پر وہ جانتے تھے صحیح اور غلط کا فرق۔ سلازار صحیح ہی تو کہتا تھا۔ آگہی بھی کبھی کبھی عذاب بن جایا کرتی ہے۔

ان کا حجرہ آ گیا تھا۔ وہ سب اتر گئے۔ وہ خاموشی سے اپنے حجرے میں موجود کمرے کی طرف بڑھ گئے اور ان سب نے ان کی پیروی کی تھی۔

''آپ لوگ تھوڑی دیر بیٹھیں۔ سلازار آئے گا تو میں آپ کو مطلع کر دوں گا۔'' وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے سے باہر نکل گئے تھے اور وہ پانچوں بے چینی سے ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ اندھیرا اتر رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ کمرے میں داخل ہوئے اور آ کر ان کے سامنے بیٹھ گئے۔

''جی السلام علیکم! آ جائیں۔'' انہوں نے ایک طرف دیکھ کر کہا تھا اور وہ سارے عجیب سی کیفیت کا شکار ہوئے تھے۔

''آپ لوگ اس طرف ہو جائیں۔'' انہوں نے ایک طرف اشارہ کیا اور وہ پانچوں اٹھ کر ایک طرف جا بیٹھے تھے۔

''جی کیسے ہیں آپ؟'' انہوں نے کہا۔ ان کے سامنے کوئی بھی موجود نہیں تھا لہٰذا وہ اندازہ لگانے سے قاصر تھے کہ کون آیا ہے۔

''سلازار کے والد آ چکے ہیں۔'' انہوں نے مڑ کر ان سب کو مطلع کیا تھا اور احمد ہمدانی نے خاموشی سے گردن اثبات میں ہلا دی تھی۔ ازلان ان کے سامنے ظاہر نہیں ہوئے تھے اور وہ ہونا بھی نہیں چاہتے تھے۔ قرطاس نے خاموشی سے ایک نظر ان سب پر ڈالی اور پھر اسے ان کے ساتھ بیٹھا وہ نوجوان نظر آیا جو زخمی حالت میں تھا وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ کیوں اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کچھ بہت غلط ہونے والا ہے پر وہ کیا کرتا؟ خاموشی سے بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی ہوا میں تیزی آ گئی تھی۔ قرطاس چونکا۔ سلازار آ رہے تھے۔

حجرے میں خوشبو پھیلنے لگی تھی۔ ان کے دل بیٹھنے لگے۔ شاہ صاحب کا دل کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔

ان سب نے اس خوشبو کو محسوس کیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ کمرا انتہائی تیز خوشبو سے معطر ہو گیا تھا۔ شاہ صاحب نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ حجرے سے اندر داخل ہو رہا تھا پر وہ اکیلا تھا۔ انہوں نے نظر بھر کر اس کو دیکھا۔ وہ ان کا غرور ان کا سلازار تھا۔ وہ سب سے الگ تھا۔ اس جیسا کوئی بھی تو نہ تھا۔ ان کی آنکھیں نم ہونا شروع ہو گئیں۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا تھا اور پھر اس کی نظریں قرطاس اور ازلان سے ہوتی ہوئی مشنوی کے گھر والوں پر جا ٹھہری تھیں اور وہاں شاہ میر کو بیٹھے دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

وہ اس وقت اتنا خوش تھا کہ وہ اس کا ذہن پڑھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

وہ شاہ صاحب کی طرف متوجہ ہوا۔

''وعلیکم السلام!'' ان کے یہ کہنے پر حویلی والے چونکے تھے۔

وہ ازلان کے برابر جا کر بیٹھ گیا تھا۔

''تم اکیلے آئے ہو؟'' وہ پوچھ رہے تھے۔

''نہیں.....مشوی آپ کی زوجہ کے ساتھ ہے۔'' وہ بولا اور انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

شاہ میر کو بے چینی ہوئی وہ اکیلے کیوں آیا تھا۔

شاہ صاحب کی آواز کپکپائی۔

''اب آپ سب یہاں موجود ہیں۔ میں چاہوں گا آپ لوگوں کو جو سوال کرنے ہیں وہ آپ سلازار سے کریں۔'' وہ شاہ میر کی طرف گھوم کر بولے۔

''کیا یہ لوگ ہمارے سامنے ظاہر نہیں ہوں گے؟'' وہ بولا باقی سب خاموش بیٹھے تھے۔

شاہ صاحب نے ایک نظر شاہ میر پر ڈالی اور سلازار کی طرف متوجہ ہوئے تھے اس نے اشارے سے سر ہلایا اور ازلان، قرطاس اور سلازار ان کے سامنے ظاہر ہو گئے تھے وہ سب گھبرا کر تھوڑا پیچھے ہٹے تھے سوائے شاہ میر کے۔

''کیا اکیلے آئے ہیں؟ مشوی ان کے ساتھ نہیں آئی؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''وہ برابر والے کمرے میں ہے۔'' وہ بولے۔

''میں چاہوں گا کہ مشوی ہمارے سوالات کے وقت یہاں موجود ہو۔'' وہ کہنے لگا اور شاہ صاحب نے ایک نظر سلازار پر ڈالی تھی اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا وہ اٹھ کر اپنے حجرے سے باہر نکل گئے پر دوسرے کمرے میں داخل ہوتے ہی انہیں جھٹکا لگا تھا۔ ان کی زوجہ کے ساتھ جو لڑکی موجود تھی وہ دلہن کے لباس میں تھی گو کہ ان کی نظریں جھکی ہوئی تھیں مگر وہ اس کے قدموں تک آتا وہ لال عروسی لباس دیکھ سکتے تھے جو دلہنیں عام طور پر پہنا کرتی ہیں۔ انہیں شدید دکھ کی کیفیت نے گھیرا تھا۔

''بیٹی آپ اس کمرے میں آجائیں۔'' انہوں نے اسے مخاطب کیا اور وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ خاموشی سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے تھے اور وہ ان کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی دوسرے کمرے میں داخل ہوئی پر وہاں موجود حویلی والوں کو دیکھ کر اسے شاک لگا تھا۔ یہ سب کیوں آئے تھے؟ اسے بے چینی نے گھیرا۔

سلازار کے ساتھ ہی اسے ازلان اور قرطاس نظر آئے تھے اور وہ اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ عروسی لباس میں تھی۔

شاہ میر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کیا اس کی شادی ہو چکی تھی؟

کیا وہ نکاح کر کے اسے یہاں لے کر آیا تھا؟

اسے شدید دکھ ہوا۔

''نہیں ہمارا نکاح ابھی نہیں ہوا ہے۔'' اچانک سلازار بولا تھا اور وہ اسے دیکھنے لگا۔

''ہمارا نکاح آپ کے سوالات کے بعد ہوگا اور یہیں آپ سب کی موجودگی میں ہوگا۔'' سلازار بولا احمد ہمدانی اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔ شاہ صاحب خاموشی سے تسبیح پھیرنے لگے پر انہیں شدید بے چینی نے گھیر لیا تھا۔

CamScanner

مثنوی سلازار کے سامنے آ کر بیٹھ گئی پر اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"بس میں چاہوں گا کہ آپ اپنے سوالات پوچھیں۔" سلازار، شاہ میر کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"میرے پاس آپ کی طرح معلومات کا خزانہ تو موجود نہیں ہے سلازار پر ایک بات جو میں یہاں ان سب کے سامنے آپ سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا آپ نے مثنوی کو اپنا اصلی چہرہ دکھا دیا ہے؟ آپ اس کے سامنے انسان کے بہترین روپ میں آئے ہیں۔ تو کیا وہ جانتی ہے کہ آپ اپنی ذاریت کی جس شکل میں موجود ہیں وہ کیسی ہے؟" وہ بولا اور اچانک ہی ان سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ احمد ہمدانی نے آگے بڑھ کر شاہ میر کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور شاہ صاحب کے ہاتھوں سے تسبیح چھوٹ کر نیچے گر گئی تھی۔ ازلان نے دکھ سے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

شاہ میر نے سوال کرنے سے پہلے تک حتی الامکان اپنے ذہن کو اس سوال سے خالی رکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ سلازار کو اس سوال کی خبر پہلے سے ہو لہٰذا اس نے اپنی ذہن کو مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنایا ہوا تھا اور اب موقع ملتے ہی اس نے یہ سوال سلازار سے کیا تھا۔

سلازار اسے حیرت سے تک رہا تھا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا آپ نے اپنا وہ چہرہ جو جن زادیت میں آپ کو عطا کیا گیا ہے، مثنوی کو دکھایا ہے؟" وہ دوبارہ بولا اور سلازار نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

مثنوی نے ایک نظر شاہ میر پر اور دوسری نظر سلازار پر ڈالی۔

"تو کیا آپ کو ٹھیک لگتا ہے کہ نکاح سے پہلے آپ اپنی ہونے والی بیوی کو پردے میں رکھیں؟" وہ بولا۔

باقی سب کے پاس بولنے کی طاقت ختم ہو گئی تھی۔

قرطاس اٹھ کر سلازار کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔

"میں مثنوی کو اپنا چہرہ دکھانے کے لئے تیار ہوں۔" وہ بولا اور اب کی بار شاہ صاحب نے بھی وہ منظر دیکھنے سے پہلے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔" شاہ میر مسکرایا۔ "میں چاہوں گا کہ مثنوی وہ چہرہ دیکھنے سے پہلے اپنی آنکھیں بند کرے اور آپ کے کہنے پر وہ چہرہ دیکھے۔" وہ بولا۔

"اپنی آنکھیں بند کرو مثنوی۔" سلازار، مثنوی کی طرف دیکھ کر بولا۔

ازلان اس کی طرف پلٹے۔ "سلازار یہ مت کرو۔" وہ بولے ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"مجھے اپنے عشق پر بھروسہ ہے ازلان۔" وہ بولا اور انہوں نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا۔

مثنوی اپنی آنکھیں بند کر چکی تھی وہ تھوڑی دیر کے بعد اپنے اصلی روپ میں آ گیا تھا۔

حویلی والوں کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹ گئی تھیں۔ شاہ صاحب اس سے پہلے بھی کئی دفعہ اسے ایسے دیکھ چکے تھے ان کے لئے یہ چیز نئی نہیں تھی۔ پر آج انہوں نے آنکھیں نہ کھولیں۔

"اپنی آنکھیں کھولو مثنوی۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا تھا اور مثنوی نے اپنی آنکھیں کھولی تھیں پر اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوف کی ملی جلی کیفیت تھی۔

بس یہ لمحہ ہی تو تھا۔

CamScanner

سلازار نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے خوف دیکھا تھا۔ وہ ڈر دیکھا تھا جو وہ شاید کبھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ مشتی!!

وہ تو اس کا محافظ تھا اور پھر مشتی کے ذہن میں ابھرتا وہ سوال!

مشتی ہی تو کہتی تھی کہ اس کی محبت میں اور اس کے عشق میں وہی شدت ہے جو سلازار کے عشق میں ہے تو پھر یہ عشق چہروں یا ذات کی بنا پر تو نہیں کیا گیا تھا۔

وہ ڈر کر پیچھے ہٹی تھی اور سلازار سن ہو گیا تھا۔

قرطاس نے آگے بڑھ کر سلازار کو تھام لیا تھا۔

سلازار نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس کے اندر برے طریقے سے ٹوٹ پھوٹ شروع ہوئی تھی۔ اس کی رگوں میں موجود وہ آگ اسے ہی جلا رہی تھی۔ وہ اسی طرح شاہ میر کی طرف پلٹا۔

"اسے تم لے جا سکتے ہو۔" وہ یہ بول کر واپس مشتی کی طرف گھوما۔

"تم جانتی ہو تمہارے اندر یہ شدت سلازار کا جنون تھی۔ اب کبھی نہیں ملے گی تمہیں میں تم سے یہ جنون واپس لیتا ہوں۔" وہ بولا۔

"تم ترسو گے اس جنون کے لیے کیونکہ وہ سلازار کی ملکیت تھا۔" وہ شاہ میر کی طرف مڑا اور یہ بول کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

اور اس کے جاتے ہی مشتی بے ہوش ہو کر ایک طرف کو گر گئی تھی۔

ازلان، قرطاس کی طرف پلٹے۔ "جاؤ اس کے ساتھ جاؤ۔ اسے تمہاری ضرورت پڑے گی۔" وہ نم آنکھوں سے بولے پھر وہ شاہ میر کی طرف پلٹے۔

"آپ لوگ اس بچی کو لے جا سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے شاہ صاحب پر نظر ڈالی۔

"اگر مجھے پتا ہوتا کہ آج سلازار کے ساتھ یہاں یہ سب کچھ ہو گا تو خدا کی قسم میں اس کو یہاں آنے نہ دیتا۔" وہ یہ بول کر ہوا میں تحلیل ہو گئے تھے اور شاہ صاحب نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا تھا احمد ہمدانی نے آگے بڑھ کر شاہ صاحب کو تھاما۔ شاہ میر حیران کھڑا تھا۔ یہ سب اتنے پریشان کیوں تھے؟ یہ سب یہی تو چاہ رہے تھے کہ وہ مشتی کو چھوڑ دے۔

"آپ ابھی یہاں سے چلے جائیں۔ میں بات کرنے کی حالت میں نہیں ہوں۔ آپ ابھی یہاں سے چلے جائیں۔" انہوں نے روتے ہوئے تین دفعہ یہی جملہ دہرایا تھا۔ احمد ہمدانی نے شاہ میر کو آگے بڑھ کر مشتی کو اٹھانے کا اشارہ کیا تھا۔ شاہ میر نے آگے بڑھ کر مشتی کو اٹھا لیا تھا۔

"میں نہیں جانتا تھا کہ آج کی شام میرے لیے تمام عمر کا یہ روگ ساتھ لائے گی۔" وہ روتے ہوئے بولے۔

"آپ لوگ نہیں جانتے کہ ہم سے کیا ہوا ہے۔ آپ لوگ ابھی یہاں سے چلے جائیں۔" وہ یہ بولے اور وہ سب خاموشی سے ایک نظر ان پر ڈال کر وہاں سے باہر نکل گئے تھے۔

پر شاہ صاحب روتے ہوئے سجدے میں گر چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ سلازار اب اپنے فنا کی طرف سفر کرے گا۔

CamScanner

ان کی بیٹیوں حویلی کے اندر داخل ہوئی تھیں اور وہ سب دروازے کے قریب ہی آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔
گھر والوں کے ... دل کر کے تھے مہ جبین کو ایک لمحے کا چین نہیں تھا اور ان کی نظریں دروازے پر ہی لگی ہوئی
تھیں۔ ان سب کے اندر داخل ہوتے ہی وہ سب سے پہلے دروازے کی طرف بھاگی تھیں۔ ان کی بے چین نظریں
مشٹوی کو تلاش کر رہی تھیں ان کے پیچھے پیچھے سارے گھر والے باہر نکل آئے تھے۔ سب سے آخر میں شاہ میر حویلی
کے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا اور اس کے اندر داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹک کر رک گئی تھیں۔ مشٹوی اس کی گود میں تھی
وہ اس کی بانہوں میں تھی۔ وہ وہیں زمین پر بیٹھتی چلی گئیں۔ احمد ہمدانی نے آگے بڑھ کر انہیں سہارا دیا تھا
"مہ جبین خود کو سنبھالو۔ کچھ نہیں ہوا تسلی رکھو۔" اس سے پہلے کہ وہ اپنے ہوش کھو دیتیں انہیں یہ بتانا ضروری تھا
کہ وہ مشٹوی کو صحیح سلامت واپس لے آئے ہیں پر وہ سکتے کی کیفیت میں تھیں۔
"ایسا کچھ نہیں ہوا۔" انہوں نے مہ جبین کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور وہ آنکھوں میں بے یقینی کی کیفیت لیے کھڑی ہوئی تھیں۔

"ہم اسے صحیح وقت پر لے آئے ہیں۔ تم فکر نہیں کرو اسے اندر لے کر چلو۔" انہوں نے کہا۔

اور وہ سب اندر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ وہ بے ہوش تھی انہوں نے اسے اس کے بیڈ روم میں ہی لٹا دیا۔ مہ جبین اس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھیں۔

وہ سب تھوڑی دیر وہاں کھڑے رہنے کے بعد باہر نکل آئے تھے۔

شاہ میر لاؤنج میں آ بیٹھا۔ وہ سب بھی وہیں آ گئے۔

وہ سننے کے لیے بے تاب تھے کہ وہاں ایسا کیا ہوا تھا جو مشٹوی کو وہ وہاں سے لانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور پھر بڑے چچا جان نے آہستہ آہستہ وہاں پر گزرے سارے حالات ان کے گوش گزار کر دیے وہ سب حیرانی سے شاہ میر کو تک رہے تھے۔ ماں جی نے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تھا وہ اپنے قول کا سچا ثابت ہوا تھا اور نا صرف مشٹوی کو لے کر آیا تھا بلکہ شاید ہمیشہ کے لئے سالار کے قہر سے اس حویلی کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"تمہارے ذہن میں یہ سوال آیا کیسے؟" احد اس سے پوچھ رہا تھا۔

"اللہ سے مدد مانگی تھی اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتا۔" وہ ذہنی طور پر تھکا ہوا لگ رہا تھا۔ احمد ہمدانی خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور تھوڑی دیر بعد وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ گھر والوں نے ایک نظر ان پر ڈال کر شاہ میر کو دیکھا۔

"انہیں کیا ہوا ہے؟" احمر بولا۔

"کچھ نہیں شاید تھک گئے ہیں۔ شاہ میر تم بھی جاؤ جا کر آرام کرو۔" مبین احمد بولے اور شاہ میر خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ یہ تو خوشی کی بات تھی پھر ان لوگوں کے چہروں پر اتنا دکھ کیوں تھا۔ وہ سب حیران تھے۔

شاہ میر نے اپنے کمرے میں آ کر دروازہ بند کر لیا تھا۔

وہ تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا تھا۔ جن حالات سے وہ گزر کر آیا تھا اس کا ذہن شل ہو چکا تھا۔ اپنے دماغ کو اتنی دیر اس سوال سے آزاد رکھنا اور پھر ایک جن کا سامنا کرنا اس کے لیے بھی آسان نہیں تھا اب تک خود کو مضبوط ثابت

عشق کرنے والا اس وقت برے طریقے سے ٹوٹ رہا تھا۔ وہ بیڈ پر لیٹ گیا۔ مثنوی کو دلہن کے روپ میں دیکھنا اسے
تک ویران کر گیا تھا اور سب سے زیادہ یہ سوچ کے وہ کسی اور کی ہو چکی ہے۔ سلازار کا اس پر اختیار اور
آنکھوں میں اس کے لیے وہ عشق۔

کاش یہ اس کا وہم ہو۔

کاش یہ سلازار کا اثر ہو جسے وہ اپنے ساتھ لے گیا ہو۔

''تم ترسو گے اس شدت کے لئے۔''

اس کے کانوں میں اس ٹوٹتے زخمی لہجے کی بازگشت گونجی۔

اسے مثنوی کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا جانے وہ کس طریقے سے ری ایکٹ کرے گی یہ سوچ ہی

اس کے لئے روح فرساں تھی۔

O.....❖.....O

اُسے ہوش آ رہا تھا اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔

اسے اپنے کمرے کی چھت پر موجود وہ پنکھا نظر آیا وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

وہ کہاں تھی؟

اسے تو سلازار کے ساتھ اس پھولوں کی سیج پر ہونا تھا۔

پر یہ تو حویلی کا کمرہ لگ رہا تھا۔

اس نے اپنے حلیے پر نظر ڈالی۔ وہ اب تک دلہن کے لباس میں ہی تھی۔

وہ بے چینی سے اٹھ کر بھاگتی ہوئی دروازے تک گئی۔

دروازہ باہر سے بند تھا۔

وہ زور زور سے دروازہ بجانے لگی۔

''کون..... مجھے کون یہاں لایا؟ مجھے باہر نکالو۔ مجھے باہر جانا ہے۔'' وہ چلا رہی تھی۔

''سلازار..... سلازار.....!'' اس نے سلازار کو پکارا پر اسے اچانک ایسا لگا جیسے سب کچھ ختم ہو گیا ہو۔ وہ سکتے
کی کیفیت میں وہیں سن ہو کر گر گئی۔

اسے یاد آیا کہ کیا ہوا تھا۔

پھولوں کی سیج۔

سلازار کا وہ دیوانہ پن۔

حجرہ۔

شاہ میر کا پوچھا گیا وہ سوال۔

سلازار کا دیا گیا وہ جواب۔

اس کا آگ سے بنا وہ وجود۔

اسے تھوڑی دیر کے لئے جلا گیا تھا۔

CamScanner

یہ سچ تھا کہ اسے لگتا تھا وہ ویسا ہی ہے جیسا اس کے خوابوں میں آتا ہے۔

وہ یہ بھی جانتی تھی کہ جنات آگ سے بنائے جاتے ہیں پر اسے اچانک اس طرح سے کھلی آنکھوں سے، اور وہ بھی اتنے قریب سے۔ اس کے لیے ناقابل یقین تھا۔

وہ خوف سے پیچھے ہٹی تھی اور تب اچانک اسے ایسا لگا تھا جیسے سلازار نے اس کے وجود سے خود کو کھینچ لیا ہو۔ اسے اپنے جسم سے روح نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی..... سلازار کا وہ جملہ۔

''میں اپنا جنون واپس لیتا ہوں۔'' اس کے کانوں میں پڑتے ہی اسے ایسا لگا تھا جیسے وہ اس کو خالی کر کے ہمیشہ کے لئے باہر نکل آیا ہو۔

اس کے جسم سے جان نکلنا شروع ہو گئی تھی اور وہ اس کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو کر گر پڑی تھی اس کے بعد کیا ہوا تھا اسے کچھ یاد نہیں تھا۔

پر سلازار اسے چھوڑ کر کیوں چلا گیا؟

یہ لوگ اسے یہاں اٹھا کر کیوں لے آئے؟

وہ دوبارہ سے اٹھی اور چیختے ہوئے دروازہ بجانے لگی تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا تھا اور ماں جی، مہ جبین اور گھر کی باقی خواتین کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

''آپ مجھے یہاں کیوں لے کر آئے؟ آپ جانتی ہیں میری شادی تھی آج۔ آپ مجھے یہاں کیوں لے کر آئے؟'' وہ چلا رہی تھی۔

مہ جبین نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا تھا۔ ''مثنوی ہوش میں آؤ تم جانتی ہو ایسا کچھ نہیں ہو سکتا۔'' انہوں نے روتے ہوئے اسے کہا تھا ویسے بھی اس کی یہ دیوانوں والی حالت ان سے دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

وہ برے طریقے سے رو رہی تھی اور وہ سب خاموش کھڑے اسے تک رہے تھے۔

اس کی چیخوں سے شاہ میر کی آنکھ کھل گئی تھی اور وہ اس کے دروازے کے باہر آ کر کھڑا ہو گیا تھا پر اندر جانے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔ اس کی یہ چیخیں احمد ہمدانی نے بھی سنی تھیں پر وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلے تھے۔

گھر کے تمام مرد لاؤنج میں بیٹھے تھے لیکن وہ اس کے کمرے میں جانا نہیں چاہتے تھے وہ جانتے تھے کہ اس وقت وہ جنون کی کیفیت میں ہو گی۔

''آپ لوگ مجھے جانے دیں میں ابھی جاؤں گی۔ سلازار میرا انتظار کر رہا ہے۔ آپ جانتے نہیں اس نے کتنی تیاری کر رکھی تھی۔'' وہ دیوانوں کی طرح بول رہی تھی۔

دروازے کے باہر کھڑے شاہ میر نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کیا تیاری دیکھ کر آئی تھی مثنوی؟ اس کا دل ڈوبا تھا۔

''تم جاؤ اور چینج کرو۔'' مہ جبین نے کہا۔

''میں کہیں نہیں جاؤں گی۔''

''سلازار..... سلازار.....'' اس نے دوبارہ سے اسے پکارا تھا پر اب نہ ہوا میں وہ سرسراہٹ تھی نہ ہی وہ خوشبو تھی نہ ہی ہوا تیز ہوئی تھی اور نہ ہی اس کے ٹیرس کا دروازہ کھڑکھڑایا تھا۔

اسے خالی پن نے گھیرا۔
وہ کہاں چلا گیا تھا اسے اس طریقے سے چھوڑ کر؟ تھوڑی دیر کے اس خوف کی اتنی بڑی سزا؟
سلازار نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ وہ چیختی ہوئی ٹیرس پر گئی تھی اور پھر وہیں سے چلا چلا کر اس کا نام پکارتی رہی۔ گھر کے ذکر صحن میں جمع ہو کر اسے دیکھ رہے تھے۔
وہ تھک کر چیختے چیختے ٹیرس میں گر گئی تھی۔
ان سب نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا اور بیڈ تک لائے تھے۔
وہ تھوڑی دیر خاموش بیٹھی فرش کو تکتی رہی پر ایک بار پھر اندر طوفان اٹھا۔
''کہاں گیا میرا سلازار؟''
میرا سلازار نہیں جا سکتا اس طرح! وہ مجھے نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ کہتا ہے نا کہ یہ ضرور ہو گا۔ تو آج جب یہ ہونے والا تھا تو مجھے چھوڑ کر کیوں گیا؟ کیوں کیا اس نے ایسا ہم دونوں کے ساتھ؟'' وہ چلا رہی تھی۔
شاہ میر یہ سن کر کمرے کے اندر داخل ہوا تھا اور وہ اسے دیکھ کر جنونی کیفیت میں اس کی طرف بڑھی تھی اور اس کا گریبان تھام لیا تھا۔
گھر والوں کے منہ حیرت سے کھل گئے تھے۔
''بتاؤ کیوں کیا تم نے ایسا؟'' بتاؤ کیوں کیا؟'' وہ اس پر بے طرح چلائی تھی۔
شاہ میر نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ اپنے گریبان سے چھڑائے تھے۔
''میں نے کچھ نہیں کیا مشوی! جو کچھ بھی کیا ہے تم نے اپنے ساتھ خود کیا ہے۔ وہ تم ہی تھی جو اس تک گئی تھی۔ وہ تم ہی تھی جو اس کو یہاں تک لے کر آئی۔ وہ تم ہی تھی جس نے ہم سے یہ بات چھپائی۔
وہ تم ہی تھی جس نے اسے یقین دلایا کہ تم اس سے اتنا ہی عشق کر بیٹھی ہو جتنا وہ تم سے کرتا ہے پر تمہارے عشق میں صدق نہیں تھا مشوی! اگر ہوتا تو تم اس کو دیکھ کر یوں خوفزدہ نہ ہوتی۔ اب اپنی ہر غلطی کا الزام دوسروں پر ڈالنا چھوڑ دو۔ میں نے وہی کیا جو مجھے ٹھیک لگا اس گھر کا بڑا بیٹا ہونے کی حیثیت سے میں یہاں اپنی پھوپھو کی اس بیٹی کو واپس لے کر آیا ہوں جو ایک جن زاد کے قبضے میں تھی۔
بس کر دو اپنی بیوقوفیاں۔
اپنی ماں کا خیال کرو۔ یہ زندگی ہے کوئی فیری ٹیل نہیں۔
دنیا اس چیز کو قبول نہیں کرتی اور نہ ہی تمہاری مرضی سے چلتی ہے۔ مجھے جو ٹھیک لگا میں نے کیا۔
بلکہ اسے اپنے عشق کا امتحان سمجھو۔ یہ تو ایک موقع تھا تمہیں اسے بتانے کا۔ تم سہہ جاتی اس کا وہ روپ۔ پر نہیں۔ تم نہیں سہہ سکی۔ اب ہم سب پر رحم کرو۔'' اسے شدید غصہ آیا تھا۔ کس قدر سفاک تھا وہ۔
وہ اسے آئینہ دکھا کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔
وہ ہر طرف سے توڑی جا رہی تھی۔
وہ بن کھڑی تھی اور ایک بار پھر بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی۔ ان سب نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا تھا۔
''بیٹا آپ سب باہر جائیں ہم مشوی کے کپڑے چینج کر دیتے ہیں۔'' ماں جی نے باقی سب کو باہر جانے کا

اشارہ کیا تھا اور وہ اور مہ جبین کمرے میں ہی رک گئی تھیں۔

"مہ جبین حوصلہ رکھو! یہ وقت جلدی گزر جائے گا تم میرے ساتھ مل کر اس کے کپڑے تبدیل کرواؤ۔" وہ انہیں رونا دیکھ کر بولیں اور مہ جبین نے روتے ہوئے سر ہلا دیا تھا ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے وہ جانتی تھیں مشوی کے لیئے یہ سب سہنا کتنا مشکل ہوگا۔

O.....✥.....O

قرطاس اس کے پیچھے نکلا پر وہ کافی آگے نکل چکا تھا وہ اس کی خوشبو کو محسوس کرتا اس کے پیچھے گیا تھا۔ پر سلازار کی رفتار بہت تیز تھی۔ قرطاس بہت گھبرایا ہوا تھا مگر اس وقت وہ اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ یہ کوئی اونچا پہاڑی علاقہ تھا جہاں سلازار کی خوشبو اسے کھینچ لائی تھی۔ وہ وہاں پہنچتے ہی ٹھٹکا۔

دور تک پھول ہی پھول تھے وہ مبہوت ہو کر تکنے لگا۔ اسے ادراک ہوا۔ یہ جگہ سلازار نے اپنے اور مشوی کے لیے منتخب کی تھی۔ اسے شدید دکھ کی کیفیت نے گھیر لیا تھا۔ اسے سلازار نظر آیا۔ وہ ان پھولوں کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کرتا جا رہا تھا۔ پر اس کے اندر کی آگ ختم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ جنون تھا۔

قرطاس دور کھڑا خاموشی سے یہ سب دیکھتا رہا۔ سلازار وہ سارے گلاب جلانے کے بعد ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا تھا۔

وہ اسے بیٹھا دیکھ کر اس کے قریب جانے کی ہمت کرنے لگا اور اس کے قریب پہنچتے ہی اسے احساس ہوا تھا کہ سلازار رو رہا تھا۔ وہ سن کھڑا رہ گیا! سلازار اور روئیں؟ یہ تو اس نے سنا ہی نہیں تھا دیکھنا تو بہت دور کی بات تھی۔ اس کے اندر بہت کچھ ٹوٹنے لگا۔

سلازار کو اس طرح دیکھنا؟ اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔

اس کے پورے وجود سے بے تحاشا آگ نکل رہی تھی۔ وہ جانتا تھا سلازار اس وقت جنون کی کیفیت میں ہے۔

سلازار اس کے آنے کو محسوس کر چکا تھا پر خاموش بیٹھا رہا۔

"کیوں آئے ہو؟" تھوڑی دیر بعد وہ بولا۔

"میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا سلازار۔"

"تم کیا اکیلا چھوڑو گے؟ اب تو ہر کسی نے اکیلا چھوڑ دیا ہے۔" وہ بولا۔

وہ خاموشی سے اس کے قریب جا بیٹھا۔

"کیا تم لوگ مجھے اکیلے رونے بھی نہیں دو گے اب؟" وہ بولا۔

"میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔" وہ بھی رونے لگا تھا سلازار اسے دیکھنے لگا۔

"مشوی....." قرطاس نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ سلازار کے وجود کی آگ دوبارہ بھڑک اٹھی۔

"اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو یہ نام آئندہ میرے سامنے مت لینا۔" وہ بولا۔

قرطاس لمحے بھر کو خوفزدہ ہو گیا تھا۔ سلازار کے جلال سے وہ ویسے ہی ڈرا کرتے تھے۔

CamScanner

"ٹھیک ہے! میں نہیں بولوں گا مگر میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔" وہ بولا۔

سلازار نے خاموشی سے سر جھکا دیا تھا۔

"تم جانتے ہو۔ عشق ہر قید سے آزاد ہوتا ہے۔ محبت موقع دیتی ہے پر عشق کا دعویٰ کرنے والوں پر مہر ثبت ہو
ہے۔ عشق تو باطن سے ہوتا ہے۔ ظاہر سے نہیں۔ اور سب سے تکلیف دہ پتہ ہے کیا ہے؟ جب آپ کو یہ لگے کہ
آپ کا ہی عشق تھا جو دونوں طرف کی کمی پوری کر رہا تھا۔ وہ آپکا ہی دیا گیا جنون تھا جو آپ کے منہ پر دے مارا گیا۔
جب عشق کی عدالت لگائی جائے تو یک طرفہ عشق ایسے ہی توڑتا ہے آپ کو۔ اسے محبت تھی... مجھے عشق... اور یک
عشق کی ذلت برداشت نہیں کر پایا...... عشق زاد جو ٹھہرا۔ وہ تمسخر اڑاتی نظریں۔ میرے پاک عشق پر ہنستی وہ
آنکھیں؟ وہ ٹوٹا بکھرا... میں واپس لے آیا اپنا جنون۔ اب اسی جنون سے خود کو سزا دوں گا۔ میں بھٹک گیا تھا اور تم
میرے ساتھ ویسے بھی قیام نہیں کر سکو گے۔ میں غیلان کی طرف جا رہا ہوں۔ اور اب میں وہیں قیام کروں گا انہی
پہاڑوں میں۔ جہاں وہ آباد ہیں۔" وہ تھوڑی دیر بعد بولا پر اس کا بکھرا لہجہ قرطاس کو رلا گیا۔

"سلازار آپ ایسا نہیں کر سکتے آپ جانتے ہیں وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں اور اس طرح اکیلے؟ بالکل
بھی نہیں۔" وہ بولا۔ "آپ قلعے واپس چلیں وہاں شاہ صاحب کو آپ کی ضرورت ہے۔ ہمیں آپ کی ضرورت
ہے۔" وہ بولا۔

"تم لوگوں کو غیلان سے حفاظت کے لیے ہی میری ضرورت تھی نا؟ مجھے اسی لیے بلایا گیا تھا تو میں اب ان
کے سامنے جا کر رہوں گا۔ انہیں قلعے جانے کے لیے مجھ سے ہو کر گزرنا پڑے گا۔"

"آپ ایسا نہیں کریں گے سلازار اور اگر آپ نے ایسا کرنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو میں آپ کے ساتھ چلوں
گا۔" وہ بولا۔

"تم اپنی حفاظت نہیں کر سکتے۔ میں کافی ہوں تم جا سکتے ہو۔" وہ بولا۔

"خود کو اتنی تکلیف مت دیں۔" وہ رونے لگا تھا۔

"تکلیف ہر زندہ چیز پر غالب ہے ہاں موت ایسی چیز ہے جو آپ کی ساری تکلیفوں کو ختم کر دیتی ہے۔ سلازار
آج سے اپنے فنا کا سفر طے کرے گا۔ وہ اکیلا غیلان کے قبیلے جائے گا۔ لیکن تم لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت
نہیں۔ میں انہیں ختم کر کے ہی ختم ہوں گا۔" وہ بولا اور اٹھ کر ایک طرف کو چل دیا تھا۔

"سلازار...!" اس نے اسے آواز دی وہ پلٹا۔ اس کے جسم کی آگ بے طرح بھڑک رہی تھی۔

"اگر یہ عشق ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے کبھی نہ ہو۔" وہ بولا۔

"میں جا رہا ہوں۔ تم ازلان تک میرا پیغام پہنچا دینا اب شاید وہ لوگ مجھے کبھی دوبارہ دیکھ نہ پائیں۔" وہ بول
کر ایک طرف کو پرواز کر گیا تھا۔

قرطاس روتے ہوئے اسے دیکھتا رہا اور پھر اس کے پیچھے چل پڑا تھا وہ سلازار کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

O......O

وہ آج فجر کی نماز کے لیے مسجد نہیں گئے تھے۔ انہوں نے گھر پر ہی نماز ادا کی اور قلعے کی طرف چل پڑے۔ وہ
سلازار سے ملنا چاہتے تھے ان کا دل رات سے تکلیف میں تھا۔ وہ شدید رنج اور ملال کی کیفیت میں تھے۔ ان کے

ندم تیزی سے قلعے کی جانب بڑھ رہے تھے پر آج وہاں توقع کے خلاف گہری خاموشی تھی۔

''مجھے کچھ دن سے عجیب سی بے چینی ہے۔'' ان کے کانوں میں سالار زار کا یہ جملہ گونجا۔

انہیں عجیب سا احساس ہوا وہ جلدی جلدی قلعے میں داخل ہوئے۔

وہ سب ذکر میں مشغول تھے۔ ان کی نظر دور بیٹھے ازلان پر پڑی وہ اس طرف چل پڑے۔ ازلان نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

''السلام علیکم!'' انہوں نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' وہ نظریں نہیں ملا پائے تھے۔

ازلان کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

''میں سالار زار سے ملنے آیا ہوں کہاں ہے وہ؟'' ان کی بے چین نظریں اس کو تلاش کر رہی تھیں۔ وہ انہیں دیکھ کر رہ گئے وہ جانتے تھے کہ شاہ صاحب ازلان سے زیادہ سالار زار کے لیے محبت رکھتے ہیں۔

''وہ اب کبھی نہیں آئے گا...... وہ تو ایسا ناراض ہوا ہے کہ اسے ہماری دلجوئی کی بھی ضرورت نہیں۔ وہ ہمیں اپنے دکھ کا ساتھی بنانا بھی گوارا نہیں کرتا۔ اس کی شدت صرف اس لڑکی تک تھی۔ اب وہ کسی کو پریشان نہیں کرے گا۔ زرماس نے جاتے جاتے کسی کے ہاتھ پیغام بھجوایا ہے کہ وہ اکیلا غیلان کی طرف نکل گیا ہے۔ اور وہیں رہے گا۔ اس وقت تک جب تک وہ ختم نہ ہو جائیں اور وہ خود فنا نہ ہو جائے۔'' وہ یہ بول کر آنسوؤں سے رو دیئے تھے اور شاہ صاحب کو لگا کہ وہ اپنی جگہ سے کبھی ہل نہیں سکیں گے۔

''ایسے کیسے وہ خود کو اتنی بڑی سزا دے سکتا ہے؟'' وہ رو دیئے تھے۔

''مجھے معاف کر دو ازلان مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔'' وہ بولے۔ ''ایسا مت بولیں آپ کی غلطی نہیں ہے۔ اور آپ جانتے ہیں سالار زار کبھی آپ پر کوئی بات نہیں آنے دے گا۔ پر مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ وہ جس نے آج تک اپنے لئے کبھی کچھ نہیں مانگا تھا اور وہ جو ہمیشہ اپنے آپ کو قربان کرتا آیا اس کے لیے ہی یہ درد کیوں لکھا گیا؟'' وہ بولے پر ان کی برداشت جواب دے گئی تھی۔

شاہ صاحب کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے تھے۔ اور وہ سب جو ذکر میں مشغول تھے ان کے اس دکھ پر ان سب کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں۔ آج ان کا سالار زار یہاں سے جا چکا تھا۔ وہ جوان کا بازو ان کی طاقت تھا۔

وہ جس پر احمد قبیلے کو ناز تھا آج اکیلا اپنے فنا کی طرف چل دیا تھا۔ قبیلے پر سوگ کی فضا طاری تھی۔ قلعے کے در و دیوار پر وحشت اتری ہوئی تھی۔ وہ جس کے دم سے یہاں رونق تھی۔ وہ جو یہاں نہ ہو کر بھی یہیں ہوتا تھا آج کہیں موجود نہیں تھا۔

O......❖......O

اس کالی رات کا کون سا پہر تھا جب مثنوی کی آنکھ کھلی۔ اس کے کمرے میں ہلکی روشنی تھی اس کے حواس آہستہ آہستہ بحال ہوئے اور پھر سے اسے وہ سب یاد آیا۔

آج کی رات وہ پھولوں کی سیج اور سالار زار کا ساتھ۔ وہ ہمیشہ کے لئے ایک ہونے والے تھے اور پھر حجرے میں

شاہ میر کا کیا گیا وہ سوال اور پھر شاہ میر کا اسے برے طریقے سے جھنجھوڑتے ہوئے آئینہ اٹھا کر اس کی آنکھوں ...

گرم آنسو بہہ نکلے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

اسے احساس ہوا کہ مہ جبین اس کے کمرے میں ہی موجود ہیں۔ اس نے سر گھما کر دیکھا وہ اس سے ذرا ... بیٹھے بیٹھے سو رہی تھیں۔ شاید اس ڈر سے کہ مشوی کو دوبارہ وہی پاگل پن کا دورہ نہ پڑ جائے۔ وہ خاموشی سے ... آوازوں میں روتی ہوئی پیچھے بیٹھ گئی۔ آج کی رات اسے سالار کے ساتھ ہونا تھا۔ وہ پھولوں کی سیج پر ... آسمان دو ایک ہونے والے تھے۔ سالار ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ اس نے آنکھیں بند کر کے اسے پکارا۔

"سالار!" سرگوشی تھی۔ اس بار جنون نہیں تھا۔ وہ ساتھ جو لے گیا تھا۔

اندر بہت ویرانہ تھا۔

آسیب زدہ تو وہ اب ہوئی تھی۔

وہ روتے ہوئے آہستگی سے اٹھی اور ٹیرس کی چٹخنی گرا کر ٹیرس میں آ کر کھڑی ہو گئی۔

آج قلعہ اتنا روشن نہیں تھا۔ اسے ایسا لگا جیسے وہاں بھی سوگ کا سماں ہو۔

ہوا میں ویرانی تھی۔ وہ خوشبو کہیں غائب ہو گئی تھی وہ اپنے ساتھ سب کچھ ہی تو لے گیا تھا اس کا جنون، اس کا عشق، وہ خوشبو اور مشوی کی روح۔" اسے یاد آیا وہ شاید برے طریقے سے ٹوٹا تھا اس کے خوف کھانے سے بات ایک موقع تو دیتا۔ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اسے اپنے ہاتھوں سے مہندی کی خوشبو محسوس ہوئی اس نے اپنے ہاتھ آنکھوں کے سامنے کھولے۔

"اس مہندی کا رنگ تب تک نہیں اترے گا جب تک سالار کی سانسیں چلیں گی۔" اسے سالار کا جملہ یاد آیا اور اس نے ان مہندی لگے ہاتھ پر ہونٹ رکھ دیئے تھے۔

یہ مہندی کبھی نہیں اترے گی سالار۔ مشوی آج بھی تمہاری ہے۔" وہ رو رہی تھی۔

"اتنی بڑی سزا تم مجھے کیسے دے سکتے ہو؟ میں تمہاری مجرم ہوں پر تم مجھے کوئی اور سزا دیتے۔ یوں خود سے جدا کرتے۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتی۔ سالار واپس آ جاؤ۔" وہ دل میں ہی یہ مانگ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس سے اس کی کوئی بہت ہی قیمتی چیز چھین لی گئی ہو جیسے اس بھری دنیا میں وہ اکیلی رہ گئی۔

جیسے اس سے کوئی بادشاہت چھن گئی ہو اب وہ ہر ایک سے ڈر رہی تھی۔

سالار کو پکارنے سے ڈر رہی تھی۔ اس نے بھی تو سالار کا مان توڑا تھا پھر بھلا وہ اس کے پکارنے پر کیوں آتا؟

"مشوی اندر آ جاؤ۔" مہ جبین کی آنکھ کھلی تھی اور وہ اسے ٹیرس پر کھڑے دیکھ کر ڈر گئی تھیں۔ وہ خاموشی سے آ کر بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔

وہ حیرت سے اسے تکنے لگیں۔ اس دفعہ اس نے کوئی ضد نہیں کی تھی۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے اب؟" وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ ڈریں نہیں۔ وہ نہیں آئے گا اب۔" اس نے اتنا بول کر کروٹ لے کر آنکھیں موند لی تھیں۔

وہ جانتی تھیں کہ وہ سوئی نہیں لہذا خاموشی سے اس کی پشت کو تکتی رہیں۔

"اس وقت تارے بہت پیچھے ہوں گے۔ اور جگنو۔"

اسے کرنٹ لگا تھا۔

وہ بھاگتی ہوئی دوبارہ ٹیرس پر گئی تھی اور آدھی رات کے اس پہر برے طریقے سے چلانا شروع ہو گئی تھی۔

"مجھے لے جاؤ۔ مجھے لے جاؤ۔"

حویلی کے مکینوں کی آنکھیں کھلنا شروع ہو گئی تھیں وہ سب اپنے اپنے کمروں میں موجود تھے پر کسی کی بھی ہمت نہیں تھی جو اس کے کمرے میں جاتے۔ مہ جبین اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں پر ان کی آنکھوں سے اب آنسو رواں تھے۔ احمد ہمدانی جو تہجد کی نماز کے لیے اٹھے تھے اس کی چیخیں سن کر آنسو بھری آنکھوں سے دعا مانگنے لگے۔ حویلی کے نوکر آہستہ آہستہ جاگ رہے تھے پر انہیں سختی سے منع کیا گیا تھا کہ وہ صحن میں جمع ہو کر مشوی کی طرف نہ دیکھیں۔

وہ چیختے چیختے تھک کر گر گئی تھی۔

اتنی بے بسی؟

اتنی بڑی سزا؟

اسے اپنا سانس رکتا محسوس ہوا تھا۔ سلازار ہی تو تھا جو اس کے اندر بستا تھا

اب تو سب بنجر تھا۔

وہ دل میں اٹھتی ٹیسوں کو برداشت نہیں کر پائی تھی اور پھر اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا

O......✤......O

"مجھے اپنے عشق پر پورا بھروسہ ہے۔" سلازار بولا۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"اپنی آنکھیں کھولو مشوی۔"

وہ وہی تھا۔ اس کی آنکھیں وہی تو تھیں۔ پر چہرہ وہ نہیں تھا۔ وہ ڈری پر اس کی نگاہوں کی حدت نے اسے جھلایا۔ میرا سلازار ہی تو ہے یہ۔ سلازار اس کا ذہن پڑھ رہا تھا۔

وہ مسکرایا۔ وہ اپنے ڈر پر قابو پا چکی تھی۔

پر۔

اس کے ذہن میں وہ خواہش ابھری۔

سلازار اس کا ذہن پڑھ رہا تھا۔

اس کے اندر چھناکا ہوا۔

آنکھوں میں بے یقینی ابھری۔

"مشوی؟؟؟؟"

"تم اسے لے جا سکتے ہو۔" وہ لمحے بھر میں اس کا حکم بجا لایا تھا۔

اس کا غلام اس کا عشق زاد۔

اور پھر وہ اس کے وجود کو اپنے جنون کی قید سے آزاد کر گیا۔

وہی تو کہتا تھا کہ جو بولو گی وہ کروں گا۔

اس کی آنکھیں بند ہونے سے پہلے اسے سفید روشنی نظر آئی تھی۔

مشوی کی آنکھ کھلی تھی۔ کمرے میں ٹھنڈک تھی یا اس کا وجود سرد پڑ چکا تھا؟ اس کی آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ ICU میں تھی۔

اس کے کمرے میں موجود نرس اسے ہوش میں آتا دیکھ کر تیزی سے باہر نکل گئی تھی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد دادا، ماں جی اور شاہ میر کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ مہ جبین کے چہرے سے ہی پریشانی اور پیلاہٹ واضح تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے انہوں نے کئی دنوں سے نہ کچھ کھایا ہے اور نہ پیا ہے۔ اچانک ہی کمرے کا دروازہ کھول کر بابا اندر داخل ہوئے تھے۔ وہ اسے کتنے کمزور لگے تھے ان کے چہرے سے لگ رہا تھا جیسے وہ روتے رہے ہوں۔

''کیسی ہو؟'' ماں جی نے قریب آ کر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا تھا جبکہ ماما رونا شروع ہو گئی تھیں اور بابا کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔ شاہ میر ایک طرف خاموش کھڑا ہونٹ کاٹ رہا تھا کیونکہ کچھ بولنے کی ہمت اس میں باقی نہیں تھی۔

''آپ لوگ سب باہر چلیں مجھے چیک کرنے دیں۔'' ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا تھا اور وہ سب ایک ایک کر کے باہر نکل گئے تھے۔ ڈاکٹر نے اسے اچھی طرح چیک کیا اور اسے کچھ تاکید کر کے کمرے سے باہر نکل گیا تھا اس کے باہر نکلتے ہی شاہ میر اندر داخل ہوا تھا۔

''کیسی ہو مشوی؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''مجھے کیا ہوا تھا؟'' وہ اس سے پوچھنے لگی۔

وہ تھوڑی دیر اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''تمہارا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ تمہیں پانچ دن کے بعد ہوش آیا ہے۔''

مشوی کی آنکھوں سے گرم آنسو نکل کر اس کے گال پر لڑھک گئے۔

وہ دکھ سے اسے دیکھتا رہا۔

''کاش مجھے اب بھی ہوش نہ آتا۔'' وہ بولی۔

''ایسا مت بولو۔ پھوپھو جان اور پھوپھا جان کا حال تو دیکھو۔ اپنے لیے نہیں کم از کم ان کے لیے سوچو مشوی اور اس طرح ہار ماننے سے کچھ نہیں ہوگا۔ میں جانتا ہوں میں تمہارا مجرم ہوں تم جو سزا دو گی میں قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔ پلیز واپس آجاؤ۔'' وہ رونے لگا تھا۔

مشوی کے اندر کچھ ٹوٹا۔

''تم میرے مجرم نہیں ہو شاہ میر! اپنی مجرم میں خود ہوں۔'' وہ بولی۔

''دیکھو اس دن میری کہی گئی باتوں کو اتنا مت سوچو۔ میں نے غصے میں پتا نہیں کیا کیا کہہ دیا لیکن میرا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا کہ تم اس قدر اپنے ذہن پر ان ساری باتوں کو سوار کر لو۔'' وہ اپنی صفائی دیتے ہوئے رو پڑا تھا۔

''نہیں میں نے تمہاری باتوں کو ذہن پر سوار نہیں کیا تھا..... تم جانتے ہو کیا ہوا تھا؟ بس وہ ایک لمحہ جب میں

CamScanner

اسے ایک کر خوف میں مبتلا ہوئی تھی۔

اس کے بعد کیا ہوا تھا؟ اس کے بعد..... اس کے بعد۔" وہ یہ بول کر رونے لگی تھی۔

شاہ میر تیزی سے آگے بڑھا۔ "مثنوی خود کو سنبھالو پلیز! دیکھو تمہارے لئے رونا اور ذہن پر زور دینا اس وقت بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے۔ تم اس بات کو اتنا مت سوچو۔" وہ بری طرح سے گھبرایا تھا۔ اس نے اپنے آنسو پی لیے تھے۔

"دیکھو ہار ماننے سے چیزیں ٹھیک نہیں ہو جاتیں۔ ہر بات کا کوئی نہ کوئی حل ضرور نکلتا ہے۔" وہ اسے امید دے رہا تھا۔

اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔ وہ کیا بتاتی اسے؟

لیکن پر اسے وہی لمحہ یاد آیا تھا۔ وہی خواہش۔ جو وہ پوری کر گیا تھا۔ اور اب کہیں نہیں تھا۔

"میں پھوپھو جان کو اندر بھیج رہا ہوں تم پلیز ان کے لیے اور اپنے لئے خود کو ٹھیک کرو۔" وہ یہ بول کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا اور پھر ایک ایک کر کے سارے گھر والے اندر آ کر اس سے ملتے گئے۔ عمیر اس کے ساتھ لگ کر کتنی دیر روتا رہا تھا وہ تو اس کی بچپن کی ساتھی اور اس سے بڑھ کر اس کی عزیز ترین بہن بھی تھی۔ وہ خاموشی سے ان سب کو دیکھتی رہی۔ اس نے اپنے بچپنے کی وجہ سے نہ جانے کتنے ہی لوگوں کو تکلیف دی تھی۔ اور وہ جو اس کے لئے عشق زاد بنا تھا۔ وہ جو اس کے لیے ہر چیز قربان کر بیٹھا تھا اس نے اس کے جذبات کو جس برے طریقے سے ٹھیس پہنچائی تھی۔ وہ جانتی تھی اس کی معافی نہیں تھی۔ اب اسے ساری عمر اسی گناہ کی سزا کاٹنی تھی۔

اسے دو سے تین دن مزید اسپتال میں ہی رکھا گیا تھا۔ پر وہ اب بالکل ہی خاموش ہو گئی تھی۔ ہر کسی سے نپی تلی بات کر کے چھت کو تکتی رہتی۔ ماما آ کر کچھ کھلا دیں تو کھا لیتی ورنہ ایسے ہی لیٹی رہتی۔ آنسو خشک ہو گئے تھے۔ ورنہ ماما اسے روتے دیکھ کر مزید رونے لگتی تھیں۔ کم از کم اپنی ذات سے وہ ان کی یہ تکلیف تو دور کر سکتی تھی۔ بابا جان اسے دیکھ کر آدھے رہ گئے تھے۔ ان کی تو جان تھی اس میں! وہ تو اسے ہنستا کھیلتا چھوڑ کر گئے تھے اور انہوں نے کئی دفعہ گھر والوں سے پوچھنے کی کوشش بھی کی تھی کہ یہاں ایسا کیا ہوا تھا جس نے مثنوی کے ذہن پر اتنا دباؤ ڈالا مگر وہ سب خاموش رہتے تھے۔ انہوں نے خود سے اندازہ لگایا تھا کہ شاید وہ شاہ میر کے رشتے پر خوش نہیں ہے اور اس نے اسی بات کا اتنا پریشر لیا ہے پر یہ بات انہوں نے مہ جبین سے نہیں کی تھی۔ انہیں مثنوی کے ٹھیک ہونے کا انتظار تھا۔ دو دن کے بعد اسے اسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا اور وہ حویلی آ گئی تھی۔ ابھی اسے سفر کرنے کی اجازت نہیں تھی لہٰذا انکل صاحب مجبور تھے۔ انہیں مزید چھٹیاں نہیں مل رہی تھیں اور آج ہی نکلنا تھا۔

"آپ جائیں میں اس کا خیال رکھوں گی۔" مہ جبین نے انہیں پریشان بیٹھا دیکھ کر کہا تھا۔ "بالکل ویسے ہی جیسے ابھی تک تم نے رکھا؟" وہ ناراض ہوئے تھے۔ "بھائی صاحب مہ جبین کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔" ماں جی بولیں۔ "آپ جیسا سوچ رہے ہیں ویسا کچھ نہیں ہوا ہے آپ چاہیں تو مثنوی سے پوچھ سکتے ہیں۔ مثنوی ہماری بھی بیٹی ہے ہم نے اس کا ہر طریقے سے خیال رکھا ہے۔"

وہ خاموش ہو گئے۔

وہ سب نہیں چاہتے تھے کہ ایک باپ کو اپنی بیٹی کے بارے میں ایسی کوئی بات پتا چلے جس کی وجہ سے وہ تمام

CamScanner

عمر ملال کا شکار رہیں لہٰذا ان میں سے کسی نے غلطی سے بھی ان کی ناراضگی کے باوجود یہ بات انہیں بتانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

مثنوی کو مزید ایک مہینے کا بیڈ ریسٹ کہا گیا تھا لہٰذا وہ اسے لے جا بھی نہیں سکتے تھے۔ انہیں شام کو نکلنا تھا۔ وہ بری طرح پریشان ہو رہے تھے اور پھر انہوں نے خود مثنوی سے بات کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے کمرے کے دروازے کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے دروازہ بجایا۔

"آ جائیں۔" اندر سے مثنوی کی آواز آئی تھی اور وہ ہمت جمع کر کے اندر داخل ہو گئے۔ وہ بیڈ پر لیٹی چھت کو تک رہی تھی جب سے ہاسپٹل سے آئی تھی انہوں نے اسے ایسے ہی دیکھا تھا۔ وہ خاموشی سے چلتے ہوئے اس کے بیڈ تک آئے وہ انہیں دیکھ کر تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔ انہوں نے اس کی ویران آنکھوں میں دیکھا۔ جن آنکھوں میں زندگی کی چمک انہیں ہمیشہ نظر آتی تھی آج وہ کسی صحرا کی طرح ویران اور خالی تھیں۔ انہیں شدید دکھ ہوا، ایسی تو نہیں تھی آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے تھے۔

"کیسی ہو؟" وہ پوچھ رہے تھے۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں بابا۔" وہ آہستگی سے مسکرائی پر اس کی مسکراہٹ بھی انہیں آزردہ کر گئی۔ ان کی آنکھیں بھرنے لگیں پر وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ اس کے سامنے اپنا دکھ ظاہر کریں اور وہ مزید دکھی ہو جائے۔

"بیٹا میں جب یہاں شادی پر آیا تو اچھی خاصی چھٹیاں ہو گئی تھیں اور اب مجھے آج شام پھر نکلنا پڑ رہا ہے۔ میری تو خواہش تھی میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر جاؤں مگر ڈاکٹر نے سختی سے ہدایت کی ہے کہ تمہیں ایک مہینہ مکمل بیڈ ریسٹ کی ضرورت ہے پر میں وعدہ کرتا ہوں تمہارا بیڈ ریسٹ ختم ہونے سے پہلے میں یہاں آ جاؤں گا اور پھر ہم ساتھ واپس چلیں گے گھر۔ تب تک تم بالکل پریشان مت ہونا۔" وہ بولے۔

وہ انہیں دیکھ کر رہ گئی وہ تو یہاں سے جانا ہی نہیں چاہتی تھی اس جگہ تو سالار کی خوشبو تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولے اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"بیٹا میں نہیں جانتا تم نے کس وجہ سے اپنے دماغ پر اتنا زور لیا لیکن میں یہی کہوں گا کہ تم کسی بھی چیز کے لئے مجبور نہیں ہو۔ تمہیں اگر کسی سے رشتہ کرنے پر مجبور کیا جائے تو تم بلا جھجک منع کر دو۔ یہاں تمہارا باپ کھڑا ہے اور ابھی زندہ ہے۔ یا پھر مجھے بتاؤ کہ ایسا کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوئی ہے؟" وہ پوچھ رہے تھے اس کی آنکھیں پھر سے بھرنے لگیں۔

"دیکھو میں نہیں چاہتا کہ تم رو، یا اپنے ذہن پر زور ڈالو۔" انہوں نے اسے تھام لیا تھا وہ خاموشی سے ان کے کندھے سے سر ٹکا کر آنسو بہانے لگی۔

"بابا آپ غلط سوچ رہے ہیں۔ مجھے ماما نے کسی بھی چیز کے لئے مجبور نہیں کیا اور نہ ہی گھر والوں نے۔ یہاں سب بہت اچھے ہیں۔ آپ ایسی بات نہیں سوچیں۔ مما کے بارے میں غلط گمان نہیں رکھیں۔ وہ میرے لئے ویسے ہی بہت فکرمند ہیں۔ گھل کر آدھی رہ گئی ہیں۔ میں بہت بری بیٹی ثابت ہوئی ہوں میں نے آپ سب کو کتنا پریشان کر دیا۔" وہ بولتے ہوئے رونے لگی تھی انہوں نے اسے خود سے الگ کر کے اس کے آنسو پونچھے۔

"ایسا کبھی مت سوچنا مثنوی اماں باپ کے لیے بچے کبھی بھی برے نہیں ہوتے پھر چاہے وہ کتنی ہی غلطیاں

کہیں نہ کر لیں۔ ماں باپ کبھی بھی نہیں چاہیں گے کہ ان کی اولاد اپنے آپ کو اس طرح سے تکلیف دے۔" ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے وہ انہیں دیکھنے لگی۔

"بابا مجھے خود یاد نہیں اس رات میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔ بس مجھے اپنے کندھوں پہ کافی بوجھ محسوس ہو رہا تھا شاید بے خوابی کی وجہ سے تھا۔ اور شادی کی تھکن مجھ پر غالب ہو گئی تھی لیکن آپ پریشان مت ہوں میں اب اپنا پورا خیال رکھوں گی۔" وہ بولی اور انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔ مہ جبین دروازے کے باہر کھڑی یہ سب سن رہی تھیں۔ ان کے آنسو بہنے لگے یہ سچ تھا کہ وہ واقعی دل سے چاہتی تھیں کہ شاہ میر سے مثنوی کا رشتہ ہو جائے پر انہوں نے کبھی بھی یہ نہیں چاہا تھا کہ مثنوی کو وہ اس حد تک مجبور کریں کہ وہ اپنی یہ حالت کر لے۔ وہ اکمل کو اصل وجہ بتانے سے گریز کر رہی تھیں اور وہ چاہتی بھی نہیں تھیں کہ وہ اصل وجہ جانیں۔ لہٰذا خاموشی سے وہاں سے چل دیں۔ یہ وقت ایک باپ اور بیٹی کو ساتھ گزارنا تھا اور وہ اس میں مخل نہیں ہونا چاہتی تھیں۔

O.....❖.....O

شاہ میر اپنے کمرے میں لیٹا چھت کو تک رہا تھا۔ اس کے لیے پچھلا پورا ہفتہ شدید تکلیف دہ رہا تھا۔ جس طرح سے پھپھو جان اس رات چیختی ہوئی اس کے کمرے تک آئی تھیں اور وہ سب بھاگتے ہوئے مثنوی کے کمرے میں جمع ہوئے تھے۔ اور اس کے بعد جس حالت میں وہ اسے ٹیرس سے اٹھا کر بھاگے تھے۔ انہیں ایک پل کو ایسا لگا تھا جیسے وہ اپنی جان گنوا بیٹھی ہے۔ اسپتال پہنچنے تک وہ شدت سے دعائیں مانگ رہا تھا کہ مثنوی کو کچھ نہ ہو اور پھر اس کے نروس بریک ڈاؤن کا سن کر وہ سب جس بری طریقے سے ٹوٹے تھے وہ بھول نہیں سکتا تھا۔ ان پانچ دنوں میں وہ ایک منٹ کے لئے بھی جاء نماز سے نہیں ہلا تھا۔ سارے گھر والے مثنوی کی صحت یابی کی دعائیں مانگ رہے تھے وہ بڑے پھوپھو کو ٹوٹتا ہوا دیکھ رہا تھا اور اندر سے خود جس طرح ٹوٹ رہا تھا وہی جانتا تھا۔

مثنوی کی حالت کا ذمہ دار بہت حد تک وہ خود کو سمجھتا تھا پر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک آدم زادی ایک جن سے اس قدر محبت کر سکتی ہے کہ اس کے لئے وہ اپنی جان دینے پر بھی راضی ہو گی۔

اس کے ہوش میں آنے کا سن کر وہ کافی دیر سجدہ شکر میں پڑا رہا تھا اور پھر ڈاکٹر کے نکلنے کے بعد وہ سب سے پہلے اندر گیا تھا تا کہ مثنوی کو جو بجڑ اس نکالی ہوا ہے دیکھ کر نکال لے پر وہ تو بالکل ہی خاموش ہو کر رہ گئی تھی اور پھر گھر آنے کے بعد سے لے کر اب تک وہ خاموش ہی تھی۔ وہ اس کی کمرے میں جانا اوائڈ کر رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کو دیکھ کر مثنوی کو دوبارہ سے وہی شام یاد آئے جب وہ اس کے لئے اس جدائی کا سبب بنا تھا۔

گھر میں ہر طرف اداسی اور سوگ کا عالم تھا۔ پھوپھا جانے والے تھے لہٰذا وہ اپنے کمرے سے نکل آیا اس کو ہی انہیں بس کے اڈے تک ڈراپ کرنا تھا۔

وہ سارا راستہ خاموش رہا تھا۔ اور وہ بھی خاموش ہی بیٹھے رہے۔ انہیں ڈراپ کر کے اس نے اپنی گاڑی حویلی کے راستے پر ڈال دی پر کچھ سوچ کر اس نے گاڑی کا رخ شاہ صاحب کے حجرے کی طرف کر دیا تھا۔ آج وہ اکرم کو ساتھ لے کر نہیں نکلا تھا۔ گاڑی حجرے کے سامنے روک کر وہ بہت دیر باہر ہی بیٹھا رہا۔ وہ کس طرح سے شاہ صاحب کا سامنا کرتا۔ اس دن جس حالت میں وہ لوگ انہیں چھوڑ کے نکلے تھے اسے تو ڈر تھا کہ شاید مثنوی کے بعد وہ شاہ صاحب کے بارے میں بھی ایسی ہی خبر سنیں گے۔ مثنوی جس دن سے ہاسپٹل میں تھی وہ سب ہاسپٹل میں ہی تھا رہے

تھے اور اب شاہ صاحب کی خیریت معلوم کرنا بھی ضروری تھا۔ وہ پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گیا صحن میں خاموشی تھی۔ سالار کا دل ڈوبا۔ اس وقت تو بچے پڑھنے آیا کرتے تھے اس نے کھڑے ہو کر صحن سے ہی آواز لگائی۔

ان کی زوجہ چادر ڈال کر باہر نکلی تھیں۔

"وعلیکم السلام بیٹا!"

"ہاں جی! شاہ صاحب نہیں نظر آ رہے؟" اس کی آواز میں واضح کپکپاہٹ تھی۔

"بیٹا ایک ہفتے سے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ نماز پڑھ رہے ہیں۔" انہوں نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا اور وہ خاموشی سے سر ہلا کر اس کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ "السلام علیکم!" اندر داخل ہو کر اس نے سلام کیا وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

انہوں نے سلام پھیر کر سر ہلا کر اس کے سلام کا جواب دیا اور دعا مانگنے لگے۔

وہ ان کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے دعا مانگ کر تسبیح اٹھائی تھی۔

"اب کیسی ہے آپ کی طبیعت؟" بالآخر اس نے ہی بات شروع کی۔ وہ ہی تو ان سب کا مجرم تھا۔

"میں بہتر ہوں۔ کل سے ان شاء اللہ مسجد آؤں گا۔" وہ بولے ان کی آواز میں نہ جانے کیا تھا کہ وہ اندر تک ٹوٹا۔

"آپ مسجد نہیں آ رہے تھے کیا؟" وہ بولا۔

انہوں نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔ "کیوں تم لوگ نہیں آ رہے تھے کیا مسجد؟" ان کے لئے یہ بات حیرت میں ڈالنے والی ہی تو تھی۔ حویلی والے اور مسجد نہ آئیں۔

"مشتری کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا وہ پچھلے پورے ہفتے ہاسپٹل رہی ہے اور دو دن پہلے ہی گھر آئی ہے سب اسی پریشانی میں تھے۔" وہ بولا۔

ان کے ہاتھ سے تسبیح چھوٹ کر گر گئی تھی۔

"مجھے معاف کر دیں شاہ صاحب! میں آپ سب کا مجرم ہوں۔" وہ بے طرح رو پڑا تھا شاید یہی تو وہ جگہ تھی جسے وہ ڈھونڈ رہا تھا۔ اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے وہ خود اندر سے جس طریقے سے ٹوٹ رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ ابھی تک صحیح اور غلط کے بیچ میں جھول رہا تھا۔

انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ تھام لئے۔ "نہیں بیٹا! تمہاری غلطی نہیں ہے۔ تم اپنی جگہ صحیح تھے۔ ہماری سالار سے محبت اتنی زیادہ ہے کہ ہم اس کے لئے کچھ بھی برداشت نہیں کر پاتے۔ گستاخی تو ہوئی تھی۔ تمہیں یہ سوال مجھے پہلے بتا دینا چاہیے تھا۔ وہ کبھی بھی اس سے انکار نہیں کرتا۔ پر جس طرح سب کے سامنے اس سے یہ سوال پوچھا گیا اور پھر اس کے بعد جس طریقے سے اس کا اعتماد ٹوٹا وہ مجھے اچھا نہیں لگا۔" وہ بھی رو پڑے تھے اتنے دن بعد کوئی ملا تھا جو دل کا حال پوچھ رہا تھا۔

اس نے اپنی آنکھیں پونچھیں۔ "آپ انہیں بلائیں۔ میں ان سے معافی مانگ لوں گا۔ میں مشتری کو اس طرح نہیں دیکھ سکتا۔" وہ پھر سے رو پڑا تھا وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔

وہ جانتے تھے شاہ میر کا دل صاف ہے۔ اس نے جو کچھ کیا ایک آدم زاد ہونے کے ناطے سے کیا تھا۔

''وہ تو چلا گیا ہم سب کو چھوڑ کر کبھی واپس نا آنے کے لیے۔'' وہ دوبارہ رونا شروع ہو گئے تھے۔
وہ حیرانی سے انہیں دیکھنے لگا۔ ''کہاں چلے گئے؟ کیا مطلب؟'' اسے سمجھ نہیں آیا۔
''وہ اپنی آخری جنگ لڑنے گیا ہے۔ خود کو فنا کرنے کا سفر کرنے گیا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ جنگ اس کی آخری جنگ ہو گی۔ وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور وہ اکیلا۔'' وہ بولے۔
''پر آپ لوگ ان کی مدد کے لئے یہاں سے کسی کو کیوں نہیں بھیجتے؟'' وہ حیران ہوا تھا۔
''وہ وہاں کسی کو نہیں آنے دے گا۔ کچھ علاقے ایسے ہوتے ہیں جہاں سلازار اکیلا ہی داخل ہو سکتا ہے۔ یہاں ہر چیز پر حدود مقرر ہیں۔ تم یہ بات ابھی نہیں سمجھو گے۔'' وہ بولے وہ خاموشی سے انہیں دیکھ کر رہ گیا۔
''اب کیسی ہے مثنوی کی طبیعت؟'' وہ مثنوی کی طبیعت کی طرف سے فکر مند ہوئے تھے۔ ''ٹھیک نہیں ہے وہ! بالکل خاموش ہو گئی ہے۔ اپنے اندر کا غبار کسی طرح نکالے گی تو شاید زندگی کی طرف مائل ہو۔ پر ابھی فی الحال ہم یہ سب نہیں کرنا چاہ رہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ دوبارہ اپنے ذہن پر اتنا زور ڈالے کہ اس کے ہاتھ سے زندگی کی ڈور چھوٹ جائے۔'' اس کے آنسو رواں تھے وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگے۔ یہ کیسا دکھ تھا جو ہر طرف پھیل گیا تھا؟
حویلی سے لے کر احد تک ہر چیز نے دکھ کی چادر اوڑھی تھی۔ سلازار اپنے ساتھ بہت کچھ لے گیا تھا۔ شاید یہ سلازار کے اندر کی ویرانی تھی جو ہر طرف چھا گئی تھی۔

○......❖......○

بابا اس سے مل کر نکل گئے تھے وہ اپنے کمرے میں ہی لیٹی رہی۔ کچھ دیر کے بعد اس کے کمرے کی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ ''آجائیں'' وہ یہ بول کر تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ کمرے میں ماما داخل ہوئی تھیں۔
''کیسی ہے میری بیٹی اب؟'' انہوں نے قریب آکر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔
''بالکل ٹھیک ہوں ماما'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
ان کی آنکھیں بھرنے لگیں۔
''چلو میں تمہارے بال بنا دوں۔'' وہ اٹھ کر اس کی ڈریسنگ تک گئیں اور وہاں سے برش اٹھا کر لے آئیں۔
اس نے کوئی احتجاج نہیں کیا بس خاموش بیٹھی رہی۔ وہ اس کے بالوں میں برش کرنے لگیں۔ اس کے شانوں سے نیچے تک آتے سنہرے بال۔ وہ ان کی گڑیا ہی تو تھی۔
جب وہ پیدا ہوئی تھی تو وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔ اکمل جیسی گوری رنگت اور وہی سنہری بال۔ اس کی آنکھوں میں بولتا سمندر۔ وہ خود اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا کرتی تھیں۔
اس کی جو حالت ہوئی تھی اس میں وہ کسی حد تک خود کو بھی قصوروار سمجھ رہی تھیں۔ قصوروار تو وہ سب ایک دوسرے کو سمجھ رہے تھے ایک دوسرے سے نظریں چراتے پھر رہے تھے۔
''مثنوی مجھے معاف کر دو بیٹا! میں نے جو کیا ایک ماں ہونے کے ناطے کیا۔ لیکن میں تمہیں کبھی کسی چیز کے لئے مجبور نہیں کروں گی۔ تم جیسا کہو گی ویسا ہی ہوگا بیٹا۔'' وہ بولیں۔
''اب کیا فرق پڑتا ہے ماما؟ اب کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' وہ بول کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔
ان کے حلق میں آنسوؤں کا گولا آکر اٹک گیا پر وہ برداشت کر گئی تھیں۔

CamScanner

واپس چلیں گے۔"

"تم ٹھیک ہو جاؤ تو ہم گھر واپس چلیں گے۔"

"میں یہاں سے کہیں نہیں جانا چاہتی ماما۔ آپ مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہیں تو مجھے یہاں سے جانے پر مجبور نہ کریں۔" وہ بولی۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"تم یہاں کس حیثیت سے رہو گی؟ تم جانتی ہو تمہارے بابا کہتے ہیں کہ......" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"میں سب جانتی ہوں لیکن آپ کچھ کریں۔ میں یہاں سے کہیں نہیں جانا چاہتی۔ آپ بے فکر ہو جائیں، وہ اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔" اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔ ان کا دل بیٹھا کہیں وہ دوبارہ اپنے ذہن پر زور نہ لے۔ وہ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئیں۔ "اپنے آپ کو مت گھلاؤ مشوی۔ تم پریشان مت ہو۔ میں بھی ہوں۔ یا تمہارے یہاں ایڈمیشن کی بات کرتے ہیں۔ لیکن تمہیں اس حالت میں دیکھنے کے بعد تمہارے بابا جس طریقے سے یہاں سے گئے ہیں ان کو منانا بہت مشکل ہوگا۔ پر اگر تم بولو گی تو وہ تمہاری بات مان جائیں گے۔" وہ اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔ اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔ اس کی نظریں ٹیرس کی کھڑکی سے ہوتے ہوئے دور نظر آتے اس قلعے پر جا ٹھہری تھیں۔ جو دو دن سے اس کے سامنے خاموش کھڑا تھا۔ وہ جانتی تھی احد ابھی بھی وہاں آباد ہے پر ایسا لگ رہا تھا جیسے سالازار وہاں موجود نہیں ہے۔ جیسے وہ اس جگہ سے کہیں جا چکا ہے۔

وہ ماما کی طرف پلٹی۔

"مما میرا ایک کام کریں گی؟ ایک آخری کام؟ اس کے بعد میں آپ کو کبھی پریشان نہیں کروں گی۔" وہ بولی۔

"بولو میری جان! تم جو کہو گی میں کرنے کے لیے تیار ہوں۔" وہ رو رہی تھیں۔

"آپ ایک بار مجھے کسی طرح شاہ صاحب کے حجرے تک لے چلیں۔ آپ سب بے شک میرے ساتھ چلیں۔ میں کوئی خوشبو نہیں لگاؤں گی۔"

وہ پریشان ہوئیں۔ ایک بار پہلے بھی تو وہ گئی تھی اور اس کے بعد سے اب تک اس کا یہ حال تھا۔

"آپ پریشان مت ہوں وہ یہاں سے جا چکا ہے۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں تمہارے نانا جان سے بات کرتی ہوں۔ تم فکر مت کرو اگر تم وہاں تک نہیں گئی تو ہم انہیں یہاں لانے کی کوشش کریں گے۔"

اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا اسے دونوں صورتوں میں یہ منظور تھا۔ چاہے وہ وہاں تک جاتی یا وہ یہاں آ جاتے۔

اس کی نظریں دوبارہ قلعے پر تھیں۔ وہ تھوڑی دیر اسے دیکھتی رہیں اور پھر اٹھ کر اس کے کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔ ان کے کمرے سے نکلتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کے گالوں پر لڑھک گئے تھے۔

"سالازار......" اس نے آنکھیں بند کر کے اسے پکارا۔

آج پورے سات دن بعد یہ نام اس کے لبوں پر آیا تھا۔ وہ نام جو اس کے دل پر لکھا جا چکا تھا۔ وہ نام جو اس کی روح کے اندر بسا کرتا تھا۔

O.....◆.....O

شاہ میر حویلی میں داخل ہوا تھا اور ان سب کو ہال میں بیٹھا دیکھ کر ان کے پاس ہی جا کر بیٹھ گیا۔ پھوپھو وہیں بیٹھی تھیں اور ان کے چہرے پر پریشانی تھی۔ وہ تھوڑی دیر خاموشی سے جائزہ لیتا رہا پر کسی نے بات شروع نہیں کی تھی لہٰذا اسے خود ہی شروع کرنی پڑی۔ "کیا بات ہے پھپھو آپ پریشان لگ رہی ہیں؟" وہ ان کو دیکھ کر بولا۔

"مشنوی شاہ صاحب سے ملنا چاہتی ہے اور مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں بابا جان سے یہ بات کیسے کہوں؟" انہوں نے ماں جی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور وہ شاہ میر کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔

وہ تھوڑی دیر کے لیے سن ہوا۔

"آپ فکر نہ کریں میں بات کرلوں گا۔" وہ بولا۔

وہ اسے دیکھنے لگیں اور وہ اسے پچھلے ایک ہفتے سے دیکھ ہی تو رہی تھیں۔ وہ جس طریقے سے ٹوٹا تھا اور جس طریقے سے مشنوی کے لیے جاہ نماز پر رو رو کر دعائیں مانگتا رہا تھا۔ وہ ہر طرف سے کتنی بے بس اور کتنی مجبور تھیں۔

"میں آتا ہوں۔" وہ اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔

"بیٹا ایک دفعہ مشنوی سے بھی مل لو۔" وہ اس کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں اور وہ جو بہت دنوں سے اس کو اگنور کر رہا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی سر ہلا بیٹھا۔ "ٹھیک ہے آپ پریشان مت ہوں میں اس سے مل لیتا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر اس کے کمرے کی طرف جاتی ہوئی سیڑھیاں چڑھنے لگا اور پھر بہت ہمت کر کے اس نے دروازہ بجایا تھا۔

"آجائیں۔" اندر سے اس کی نقاہت بھری آواز آئی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ وہ بیڈ پر بیٹھی قلعے کو ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کے دل کو کچھ ہوا۔

"کیسی ہو؟" وہ اتنا ہی بول سکا۔

"اب ٹھیک ہوں تم کیسے ہو؟" وہ اس کی طرف پلٹی۔

"کیسا ہو سکتا ہوں؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔

"تم جانتی ہو میں تمہارا سامنا نہیں کر پا رہا۔ ایسا نہیں ہے کہ میں تمہیں اگنور کر رہا ہوں۔ پر میں احساس جرم میں مبتلا ہوں۔" وہ یہ بول کر خاموش ہو گیا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم اپنے آپ کو الزام مت دو۔" وہ جانتی تھی کہ اس نے کیا کیا ہے لہٰذا اس وقت کسی کو بھی اپنا اور سلازار کا مجرم تصور نہیں کر سکتی تھی۔

"تھوڑا باہر نکلو سب سے ملو جلو۔ اس طرح خود کو کمرے میں بند کر لینے سے تو کچھ ٹھیک نہیں ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ بہت مشکل ہوتا ہے۔"

"تم کیسے جانتے ہو؟" اس نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

اب وہ اسے کیا بتاتا کہ اس وقت وہ خود بھی اسی کیفیت سے تو گزر رہا تھا جس سے اس وقت مشنوی گزر رہی تھی۔

غم تو دونوں ہی طرف تھا۔

CamScanner

کھو دینے کا اور اس اور اک کا کہ اب سامنے والا اس کا نہیں ہو سکتا۔

"ہاں واقعی سچ ہی تو بول رہی ہو۔ میں کیسے جان سکتا ہوں؟" اس کے لہجے کے دکھ نے مشتوی کو اندر سے کاٹا۔

"مجھے پھپھو نے بتایا ہے کہ تم شاہ صاحب سے ملنا چاہ رہی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ میں یہ پوچھنے کا حق کھو چکا ہوں لیکن اس کے پیچھے کوئی خاص وجہ؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایک گناہ ہے جس کا کفارہ ادا کرنا چاہتی ہوں اور ان سے بہترین عالم دین شاید کوئی موجود نہیں ہے اس لیے....." وہ یہ بول کر خاموش ہو گئی تھی۔

"ٹھیک ہے میں تمہاری ملاقات کا انتظام کروا دوں گا۔ تم بے فکر ہو جاؤ۔" وہ بولا۔

"چلو آج سب کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ پھپھو جان کو بھی خوشی ہوگی۔" وہ بولا۔

"میرا دل نہیں کرتا شاہ میر۔" وہ بولی۔

"دل تو کسی کا بھی نہیں کرتا مشتوی۔ پر سب ایک دوسرے کو دکھانے کے لئے اور ایک دوسرے کو زندہ رکھنے کے لیے خوش رہتے ہیں۔ ہمیں بہت دفعہ کڑوے گھونٹ پینے پڑتے ہیں۔ دوسروں کی خوشی کے لیے اپنے ماں باپ کا چہرہ دیکھ کر۔" وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں فریش ہو کر آ جاؤں گی۔" وہ بولی۔

وہ مسکرا کر باہر نکل گیا تھا اور اس نے نظریں دوبارہ قلعے پر ٹکا دی تھیں۔

O.....❖.....O

وہ کھانے کے لئے ٹیبل پر بیٹھے تھے جب وہ نیچے اتری تھی اور وہ سب اسے دیکھ کر خاموش ہو گئے تھے۔ اسے دکھ ہوا۔ وہ ان سب کی پریشانی کا باعث بنی تھی اسے شدید قسم کی شرمندگی نے گھیرا۔

شاہ میر اپنی کرسی سے اٹھ کر آیا تھا۔ "ادھر بیٹھو؟" اس نے مہ جبین کے ساتھ والی کرسی اس کے لیے کھینچی تھی۔ وہ خاموشی سے اس پر بیٹھ گئی۔ عجیب سی خاموشی تھی۔ شاید وہ سب ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے۔ وہ تھوڑی دیر ان سب کو دیکھتا رہا اور پھر بولا۔ "آج تو میری پسند کی ڈش بنی ہے اور مجھے پتہ چلا ہے کہ یہی ڈش مشتوی کو بھی پسند ہے۔ تمہیں کڑھی چاول پسند ہے ناں؟" وہ اس کو دیکھ کر بولا اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔

"چلو بھئی کھانا شروع کرو اور ہاں یہ تم لوگ اتنے چپ کیوں بیٹھے ہو؟" وہ احمر اور اسماء کی طرف دیکھ کر بولا۔

"ہنی مون کا کیا پلان ہے؟" اس نے ماحول کو لائٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔

ماں جی اسے دیکھ رہی تھیں وہ خود کو بہت عرصے سے کمپوزڈ رکھے ہوئے تھا۔ اسے بھی تو ضرورت تھی کھل کر رونے کی۔ اپنے دل کا حال کہنے کی مگر اس وقت وہ سب سے مضبوط بنا ہوا تھا۔

"ہم نے سوچا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد....." اسماء بولی۔

اس نے اس کی بات کاٹی۔

"کچھ عرصے کے بعد تو پھر تم لوگ مزید ذمہ داریوں میں الجھ جاؤ گے۔ میں تو کہتا ہوں تم لوگ کل ہی نکل جاؤ اور گھر کے معاملات مجھ پر چھوڑ دو بلکہ ہمیں۔ ایک کام کرتے ہیں منگنی تو ہو ہی رہی ہے تو منگنی اٹینڈ کر کے نکل جاؤ۔ اسی رات کی تم لوگوں کی فلائٹ بک کروا دیتا ہوں۔" وہ بولا باقی سب خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

CamScanner

"ہم سوچ رہے تھے کہ منگنی تھوڑا آگے کر دیں۔" تائی بچی بولی تھیں۔

"نہیں۔۔۔ پچھلے جمعے ہم نہیں کر سکے تھے۔ آنے والے جمعے میں چار دن ہیں۔ اور چار دن میں ہم کافی تیاری کر سکتے ہیں۔ تو منگنی کی تقریب ہوتے ہی آپ دونوں نکل جانا ہنی مون پر۔" وہ سب کو دیکھ کر بولا اور سب نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

مثنوی کو شرمندگی نے گھیرا۔ اس نے تو یہ سوچا ہی نہیں تھا اس کی وجہ سے گھر والوں کے کتنے اہم دن خراب ہوئے تھے۔ جن کی نئی نئی شادی ہوئی وہ بھی پریشان اور اسفر اور ثمر کی منگنی بھی رک گئی تھی۔

"جی یہ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ منگنی کی تقریب ضرور ہوگی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں اب۔" وہ اچانک بولی تھی اور وہ سب اسے دیکھنے لگے تھے۔

"آپ سب تیاری کریں۔" وہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجا کر بولی۔

مہ جبین نے شکر ادا کیا۔ آخر کار وہ زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔ انہوں نے مشکور نظروں سے شاہ میر کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا کر اپنی پلیٹ پر جھک گیا تھا۔

پر کسی نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ پلیٹ پر جھکنے سے پہلے اس کی آنکھوں میں آیا وہ آنسو اس نے کس خوبصورتی سے اپنے اندر واپس اتارا تھا۔

وہی تو کہہ کر گیا تھا سب کو کہ اس منگنی کے ساتھ ساتھ اس کا اور مثنوی کا نکاح ہوگا۔

وہ سب آہستگی سے باتیں کرتے ہوئے کھانے میں مشغول ہو گئے تھے۔

"دادا جان میں آپ سے کچھ اجازت لینا چاہتا ہوں۔" وہ تھوڑی دیر بعد بولا اور احمد ہمدانی اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"میں چاہ رہا تھا کہ اگر شاہ صاحب کو لے آؤں۔ ہماری ان سے ملاقات بھی نہیں ہوئی ہے اتنے دن سے اور وہ یہاں آئیں گے تو ان سے ہم خیر و برکت کی دعا بھی کروا لیں گے۔ آپ کیا کہتے ہیں؟" وہ بولا۔

وہ سب اسے دیکھنے لگے۔ وہ اور نہ جانے کیا کیا کرتا مثنوی کے لیے اور اس کی خوشی کے لیے۔

"ٹھیک ہے۔ انہیں پیغام دے آنا اور کل ظہر کے بعد ہم قرآن خوانی رکھوا لیتے ہیں۔ کل شاہ صاحب کو نماز کے بعد لیتے آئیں گے۔" وہ بولے اور اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

وہ ایک نظر مثنوی پر ڈال کر دوبارہ اپنی پلیٹ پر متوجہ ہو گیا تھا۔ مثنوی کو پہلی دفعہ اس کے لیے شدید دکھ ہوا تھا۔

O……❖……O

وہ فجر کے لیے اٹھی تھی پر وہ ٹیرس میں نہیں گئی۔ اس کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ وہ ٹیرس تک جاتی۔

وہ کچھ دیر جاءِ نماز پر ایسے ہی بیٹھے رہنے کے بعد چھت پر آ گئی۔ ابھی اجالا اتنا نہیں پھیلا تھا۔ وہ ایک طرف خاموشی سے بیٹھ کر قلعے کو دیکھنے لگی۔ کبوتروں کے وہ پنجرے جو سالار زار کو روکنے کے لیے بنائے گئے تھے۔ ان میں اب بھی کبوتر موجود تھے۔ مثنوی کو دیکھ کر انہوں نے ہلکی ہلکی آوازیں کرنا شروع کر دی تھیں۔ وہ چلتی ہوئی ان تک آ گئی۔

پنجرہ……

"تم جانتے ہو ایک پنجرہ عشق زاد کو روکنے کے لیے بھی بنایا گیا تھا۔ پر عشق زادی کو روک نہیں پایا۔" وہ

کبوتروں سے باتیں کر رہی تھی۔

اسے جھٹکا لگا۔

عشق زادی؟

میں توہین تو نہیں کر رہی اس عہدے کی؟

ہاں کر رہی ہوں۔

میں تو اس کا نام لینے سے بھی ڈرنے لگی ہوں۔

گستاخ جو ہوں۔

وہ جاتے جاتے جنون تو کیا۔ میری ہمت بھی لے گیا۔ دیکھو میں اسے پکار نہیں پائی اب۔

کتنا درد ہوتا ہوگا نا؟

کتنی بے بسی۔

کبوتر خاموش ہو گئے تھے۔

اسے کوئی بھی نہیں سننا چاہتا تھا۔

وہ اتنی بے وقعت ہو گئی تھی۔

صحرا کی ہوا نے اس کے بالوں کو چھوا۔ وہ پنجرے کے پاس سے ہٹ گئی۔

اور قلعے کو دیکھنے لگی۔ جانتی تھی کہ وہاں اب وہ موجود نہیں ہے۔

ناولوں اور کہانیوں میں پڑھا وہ لفظ "ویرانی" آج اسے سمجھ آیا تھا۔ ایسی ہوتی ہے ویرانی؟

اتنی وحشت۔

اتنا خالی پن۔

میری سوچوں کو تو نہ لے جاتے ساتھ۔

شاہ میر مسجد سے نماز پڑھ کر گھر میں داخل ہوا۔

وہ شاہ صاحب کو نماز کے بعد گھر آنے کی درخواست کر کے اور مشتوی کی ان سے ملاقات کی خواہش کے بارے میں بتا کر آیا تھا۔ وہ ظہر کے بعد شاہ صاحب کو مسجد سے ہی ساتھ گھر لے آتے۔ حویلی کے اندر قدم رکھتے ہی وہ ٹھٹکا۔

وہ چھت پر قدرے نیچی دیوار پر بیٹھی تھی۔ اس کا دل کسی انجانے خدشے سے لرز اٹھا۔

وہ ہوش وخرد سے بیگانہ تھی۔ وہ تیزی سے اندر داخل ہوا اور چھت کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچا۔ چھت کا دروازہ کھولتے ہی وہ اسے اسی حالت میں بیٹھی نظر آئی۔

اسے ارد گرد کا ہوش نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے جا کر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ کتنے ہی لمحے ایسے گزر گئے پر اس کے آنے کو محسوس نہیں کر پائی تھی اسے دکھ ہوا۔

"مشتوی!" اس نے آہستگی سے اسے پکارا پر وہ نہیں پلٹی۔

"مشتوی!" اس نے اس کا کندھا ہلایا تھا۔ وہ چونک کر پلٹی۔ پیچھے شاہ میر کھڑا تھا۔

وہ اسے سلام کر کے واپس قلعے کی طرف دیکھنے لگی۔

CamScanner

"یہاں کیا کر رہی ہو؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں کر رہی شاہ میر۔" وہ بولی۔

"آج میں واقعی کھلی ہوا میں بیٹھنے کے لیے باہر آئی ہوں۔" وہ یہ بول کر دوبارہ سے صحرا کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر ایسے ہی کھڑا رہا۔ "چلو نیچے چلتے ہیں۔ ناشتہ کرتے ہیں۔" اسے سمجھ نہیں آیا وہ مشوی سے اور کیا بات کرے۔

"ایک بات بولوں؟" وہ بولی۔

"ہم....." وہ اتنا ہی بول سکا۔

"یہ کبوتر اڑا دو۔ تم لوگوں کو ان کی ضرورت نہیں وہ اب نہیں ہے یہاں اور شاید کبھی واپس بھی نہ آئے۔" وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

وہ حیران ہوا۔

مشوی کو کیسے پتہ کہ وہ یہاں نہیں ہے یہ بات تو اسے کل ہی شاہ صاحب سے پتہ چلی تھی۔

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"اس کی خوشبو نہیں ہے یہاں۔ جب وہ یہاں ہوتا تھا تو قلعہ روشن لگا کرتا تھا۔ صحرا کی ریت کسی سونے کی طرح چمکا کرتی تھی۔ جب اس کے قدم یہاں پڑے تھے مجھے اسی دن سے یہ ہوا معطر لگنے لگی تھی۔ تمہیں عجیب سی ویرانی نہیں لگتی چاروں طرف؟ تمہیں ایسا نہیں لگتا جیسے ہر چیز پر دکھ ہی دکھ ہو۔ کتنا خالی پن ہے نا؟" وہ بول رہی تھی۔

وہ سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔

خالی پن ہی تو تھا۔

مشوی کا خالی پن یا اس کے اندر کا؟ وہ سمجھ نہیں پایا۔

"میں آج ہی اکرم سے کہہ کر یہ پنجرے یہاں سے ہٹوا لیتا ہوں۔" وہ بولا۔

"آج ظہر کے بعد شاہ صاحب گھر آ رہے ہیں۔ تمہیں ان سے جو بات کرنی ہو تم کر سکتی ہو۔ میں تمہاری علیحدہ ملاقات کا انتظام کروا دوں گا۔" وہ بولا۔

اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

"نیچے چلو تمہاری طبیعت ابھی پوری طرح ٹھیک نہیں ہوئی ہے اور تمہارا اس طرح اکیلے بیٹھنا مجھے ٹھیک نہیں لگ رہا۔" وہ بولا۔

وہ ہنس پڑی تھی۔

"تمہیں ڈر لگتا ہے کہ میں خود کو کچھ کر بیٹھوں گی اب بھی؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

وہ خاموش کھڑا رہا۔

"یہی تو سزا ہے میری کہ میں خود کو ختم نہیں کر سکتی اور شاید وقت سے پہلے ختم ہوں بھی نا۔ وہ مجھ سے یہ اختیار چھین گیا ہے۔" وہ بولی۔

"میں تم سے بہت شرمندہ ہوں مشوی اور تمہاری یہ باتیں مجھے مزید شرمندہ کرتی ہیں۔" وہ بول رہا تھا۔

CamScanner

"تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے شاہ میر۔ تم نے اپنی طرف سے جو کیا ٹھیک کیا۔ ماما کی حالت دیکھنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ میرے جانے کے بعد ان پر کیا بیتی ہوگی۔ تم اپنی جگہ ٹھیک تھے۔ اور ویسے بھی غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔ میں تمہیں اس میں بالکل بھی قصوروار نہیں سمجھتی۔ میں نہ اچھی بیٹی بن سکی نہ اچھی دوست اور نہ عشق زادی۔" وہ بولی وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"چلو نیچے چلتے ہیں۔" وہ دوبارہ بولا۔

وہ خاموشی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

وہ تھوڑی دیر اسے ایسے ہی جاتا دیکھتا رہا۔

"عشق زادی؟" اس نے زیر لب دہرایا۔

اس کی آنکھوں سے آنسو نکل گئے۔

وہ حیرت زدہ کھڑا تھا۔

یہ کیسی زادیت تھی؟

کیا کبھی میں وہاں تک پہنچ سکوں گا؟

وہ قلعے کی طرف پلٹا۔

سلا زار کیا ہے تم میں ایسا؟

شاہ صاحب، دادا جان، مشوی۔

میں کیا غلطی کر بیٹھا ہوں؟

پر وہاں سے جواب نہیں آیا تھا۔

شاید ابھی وہ وقت دور تھا۔

O......❖......O

جمعہ کا دن منگنی کے لیے مقرر کر دیا گیا تھا۔ دل تو کسی کا بھی نہیں چاہ رہا تھا مگر شاہ میر کا کہنا تھا کہ اس طرح سب کا دھیان بٹے گا اور شاید مشوی کو بھی اچھا محسوس ہو تو وہ سب چپ چاپ تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

ماں جی اسے کام کرتے دیکھ رہی تھیں۔ وہ اس سے بات کرنا چاہ رہی تھیں پر ان کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔۔

وہ کچھ سوچ کر مہ جبین کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ ایک ماں کے دل پر ان دنوں کیا گزر رہی تھی۔ مہ جبین دیکھ کر انہیں اچھی طرح اندازہ ہوا تھا۔

وہ گم صم بیٹھی تھیں۔ انہیں اچانک ایسے دیکھ کر کھڑی ہوگئیں۔

"آئیں بھابی۔"

"بیٹھو مہ جبین! کیا سوچتی رہتی ہو اکیلے بیٹھ کر۔" وہ ان سے پوچھنے لگیں۔

"کچھ نہیں بھابی۔ مشوی کے علاوہ آج کل کچھ یاد نہیں۔ اسی کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ جو حادثہ اس نے جھیلا ہے مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ یہ سب ہوا ہے اور اب اس کے مستقبل کو لے کر۔" ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

وہ خاموشی سے انہیں دیکھنے لگیں۔

"مہ جبین یہ وقت ٹھیک تو نہیں ہے اس بات کے لئے لیکن تمہیں نہیں لگتا کہ جتنا جلدی ہو سکے تم مشوی کو کسی بندھن میں باندھ دو۔ شاید اس طرح کا دل و دماغ دوسری طرف لگ جائے۔" وہ بولیں۔

مہ جبین نظر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگیں۔ اکمل کے جملے ان کے کانوں میں گونج رہے تھے۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابھی لیکن ابھی میں مشوی پر کسی بھی قسم کی کوئی زبردستی نہیں کرنا چاہ رہی۔ میں نہیں چاہتی کہ میری باتوں سے وہ اپنے ذہن پر کوئی دباؤ لے۔" وہ ہچکچائیں۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں سمجھتی ہوں اس بات کو...... لیکن اگر ایک طرف سے انسان ٹوٹ رہا ہو اور دوسری طرف سے سہارا دینے والا مل جائے تو وہ کسی حد تک سنبھل جاتا ہے۔ کوشش کر کے دیکھنا۔" انہوں نے آگے بڑھ کر ان کو تسلی دی اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔ مہ جبین سوچ میں ڈوب گئیں۔ ان کا قطعی ارادہ نہیں تھا کہ وہ مشوی سے یہ بات کریں۔

وہ اسے وقت کے ساتھ سنبھلنے کا موقع دینا چاہتی تھیں۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ مشوی کو یہاں سے واپس چلنے پر راضی کریں گی۔

یہاں آنا ان کے لئے اچھا ثابت نہیں ہوا تھا۔

O.....◆.....O

وہ قرآن خوانی کے لئے تیار ہو کر نیچے اتر آئی۔ ویسے بھی گھر میں منگنی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں اور وہ اپنے آپ کو جس حد تک نارمل رکھ سکتی تھی رکھ رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو بھی اس کی وجہ سے مزید پریشانی ہو پہلے ہی ان کے کتنے قیمتی دنوں کو وہ اپنے بچپنے کی نذر کر چکی تھی۔

وہ قرآن خوانی میں شامل ہو گئی۔ تب ہی اچانک شاہ میر زنان خانے میں داخل ہوا تھا۔

"مشوی میرے ساتھ آؤ۔" وہ بولا اور اس کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

یقیناً شاہ صاحب سے ملاقات کا وقت آ چکا تھا۔ وہ سب اسے دیکھنے لگے۔ مما نے اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھام کر اسے ہمت دی تھی اور وہ کپکپاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ مردان خانے کے باہر سے گزرتے ہوئے اس کے ساتھ ہی بیٹھک میں داخل ہوئی۔ مگر وہاں اس وقت کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ وہ اسے وہاں چھوڑ کر باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ دوبارہ پلٹ آیا۔

"میں جانتا ہوں اس وقت تم پریشان ہو۔ پر حوصلہ رکھنا۔" وہ اسے کپکپاتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔

وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ کافی دیر گزر گئی پر کوئی نہیں آیا تھا اسے پریشانی ہونے لگی۔ اور تب ہی اچانک شاہ میر کمرے کے اندر داخل ہوا تھا۔

"وہ آ رہے ہیں۔" وہ بولا وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہی شاہ صاحب کمرے کے اندر داخل ہوئے تھے ان کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ ایک طرف کو جا کر صوفے پر بیٹھ گئے۔ شاہ میر وہیں کھڑا رہا پر مشوی کو اس کے سامنے بات کرنے سے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ وہ مجھ

CamScanner

کر باہر نکل گیا تھا۔

مثنوی نے شکر ادا کیا۔

''السلام علیکم!'' وہ بولی۔

''وعلیکم السلام!'' انہوں نے نظریں جھکائے ہوئے ہی جواب دیا تھا۔

''آپ کیسے ہیں؟'' وہ بولی۔

انہوں نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

''آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ مجھے شاہ میر سے پتا چلا تھا۔'' وہ بولے۔

''اب بہتر ہوں۔'' وہ اتنا ہی بول سکی۔

ان کے درمیان یہ خاموشی طویل تر ہوتی جا رہی تھی۔ اس میں بات کرنے کی ہمت ختم ہو چکی تھی۔

''شاہ میر نے بتایا تھا کہ آپ مجھ سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتی ہیں۔'' انہوں نے ہی بات شروع کی۔

''سلازار کیسا ہے؟'' اس نے ہمت کر کے اس کا نام لبوں سے نکال ہی دیا۔

وہ لمبی سانس بھر کر خاموش ہو گئے تھے۔

''وہ جرأت کہاں گئی جو آپ کے اندر رکھا کرتی تھی؟ شاید اندازہ ہوا ہوگا کہ اس کا ساتھ اپنے آپ میں کس قدر جنون لئے ہوئے تھا؟''

وہ ہونٹ کاٹنے لگی۔

آنسو بند توڑ چکے تھے۔

''میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے۔'' وہ بولے۔

اس کا دل ڈوبا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ یہاں سے جا چکا ہے اسے محسوس ہونے لگا تھا۔

''کہاں گیا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''جب آپ کو نہیں بتا کر گیا تو ہم تو آپ کے بھی بعد میں آتے ہیں۔ اپنی آخری جنگ لڑنے گیا ہے۔'' بولے۔

اور اسے لگا جیسے اسے پھر سے کچھ ہو جائے گا۔

''آپ اپنے اعصاب کو مضبوط رکھیں۔ سلازار کا ساتھ ملنا اتنا عام بات نہیں اور اس کے ساتھی کا اتنے اعصاب کا مالک ہونا میرے لیے حیران کن ہے۔'' وہ بولے۔

وہ خاموشی سے آنسو بہانے لگی تھی۔

''کیا وہ واپس نہیں آئے گا؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں؟ اس بارے میں، میں بھی اتنا ہی جانتا ہوں جتنا وہ آپ کو بتا کر گیا۔'' بولے۔

سلازار بھی تو ایسے ہی آتا تھا ان کے پاس۔ بے قرار ہو کر۔ ان کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

وہ بے طرح یاد آیا تھا۔

CamScanner

وقت آ گیا تھا اقرار جرم کا۔

"آپ جانتے ہیں اس دن میں نے اپنے ڈر پر قابو پا لیا تھا۔" وہ ان کے سامنے کچھ قبول کرنا چاہ رہی تھی۔

ان کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ آ گئی۔

"ہاں میں صحیح کہہ رہی ہوں اس دن میں اپنے ڈر پر قابو پا چکی تھی اور سالار زار یہ بات جانتا تھا۔ اسی لیے میرے ذہن میں ایک خواہش ابھری تھی۔ اور...... اور...... وہ میرے ذہن کو پڑھ رہا تھا۔" وہ بولی انہوں نے اپنی آنکھیں رکھ کر بند کر لی تھیں وہ تو کچھ اور ہی سوچ کر بیٹھے تھے۔

"کیسی خواہش؟" ان کی آواز میں لرزش تھی۔

"میں نے خواہش کی کہ کاش وہ انسان ہوتا اور میرے گھر والے بھی خوشی اس شادی میں شامل ہو جاتے۔" وہ یہ بول کر رو پڑی تھی۔ "لیکن یہ بس ایک لمحے کی خواہش تھی۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"میرے اللہ......

میری ہزاروں زندگیاں سالار زار پر قربان!

وہ تو ہم سب سے بڑا نکلا کہ اس بات کا سارا الزام اپنے سر پر لے کر گیا۔ وہ تو ہم سب کے سامنے بھی ظاہر کر کے گیا کہ وہ آپ کو موقع دیے بغیر چھوڑ گیا۔" انہیں شدید دکھ ہو رہا تھا۔ "کیا آپ جانتی نہیں تھیں کہ وہ جن زاد ہے؟ ایسی خواہش آپ پہلے کرتیں۔ اس کے اندر بسنے کے بعد کیوں۔ اس کا مقام بہت اونچا ہے۔ بہت زیادہ۔

اس جیسا کوئی نہیں۔ اور یقین جانیں اس جیسا عشق بھی کسی کے بس کا نہیں۔ اس عشق زاد کو سارے آداب آتے ہیں اس عبادت کے۔" وہ رو دیے تھے۔

"کیا کوئی طریقہ نہیں کہ میں ایک دفعہ اس سے مل سکوں؟ میں صرف معافی مانگنا چاہتی ہوں۔" وہ بری طرح رو رہی تھی۔

"وہ آپ کو اسی دن معاف کر گیا تھا۔ وہ دل میں بغض رکھنے والوں میں سے نہیں ہے۔ یہ اس کا اعلیٰ ظرف تھا کہ وہ بغیر کسی کو نقصان پہنچائے وہاں سے گیا۔ یہ اس کا اعلیٰ ظرف تھا کہ وہ آپ کو پریشان کیے بغیر وہاں سے گیا۔ اور یہ بھی اس کا اعلیٰ ظرف ہی تھا کہ وہ ہم سب کی نظروں میں آپ کو الزام دینے کے بجائے خود یہ ثابت کر کے چلا گیا کہ وہی آپ کو موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ اب وہ کب آئے گا میں نہیں جانتا۔ میری پکاریں اس تک نہیں پہنچ پا رہی ہیں یا شاید پہنچتی بھی ہوں تو وہ آنا نہیں چاہتا۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئے تھے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد شاہ میر کمرے میں داخل ہوا تھا اور اس کی غیر ہوتی حالت پر گھبرا گیا تھا۔

"مشوی کیا ہوا ہے تمہیں؟ اپنے آپ کو سنبھالو پلیز! دیکھو میں اس لیے تمہیں ملوا نہیں چاہ رہا تھا۔ اگر دادا جان کو پتا چلا کہ تمہاری شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی اور اس کے بعد تمہاری یہ حالت ہوئی تو تم جانتی ہو کہ کیا ہو گا۔"

وہ اسے چپ کرا رہا تھا۔

پر اب اس کا دل جلنا شروع ہوا تھا۔ وہ اپنا جرم قبول کر چکی تھی اور اب اس کی سزا شروع ہوئی تھی۔ وہ اپنے

CamScanner

کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

اس نے اپنے کمرے میں آ کر دروازہ بند کر لیا اور اپنے چہرے کو ہاتھوں سے ڈھانپ کر رونے لگی۔ مہندی کی تیز خوشبو اس کی سانسوں میں اتر گئی۔ اسے کرنٹ لگا اس کے ہاتھوں پر مہندی اب تک موجود تھی۔

اس نے اپنی آنکھوں کے آگے وہ ہاتھ پھیلائے۔

مہندی کا رنگ شدت لئے ہوئے تھا۔

"یہ رنگ تب تک نہیں اترے گا جب تک سالار زار کی سانسیں چلیں گی۔" اس کے کانوں میں سالار زار کا وہ جملہ گونجا۔

بس یہی تو ایک نشانی رہ گئی تھی سالار زار کی اس کے پاس۔ اسے گھر والوں کو اس دن وہاں دیکھ کر ممّا اور بابا کی بے طرح یاد آئی تھی۔ اسے اپنا گھر یاد آیا تھا۔ اسے عمیر یاد آیا تھا۔ اور ایک کاش تھی۔ کاش اسے اپنے ماں باپ کو اس رشتے کی وجہ سے کبھی نہ چھوڑنا پڑتا۔ اور بس یہی خواہش وہ پڑھ چکا تھا۔ وہ تو ہمیشہ اس کی ہر خواہش کو حکم کی طرح بجا لایا تھا اس لئے خاموشی سے اسے خالی کر گیا۔

اور وہ اب ایک آسیب زدہ مکان کی طرح ان سب کے درمیان موجود تھی۔ اس نے مہندی پر اپنے لب رکھ دیئے۔

دل کی تسبیح کے دانے گھومے۔ وہ نام جو وہ پچھلے دو ہفتوں سے پکارنا بند کر چکی تھی۔

سالار زار...... سالار زار......

آہستہ آہستہ یہ نام دل سے ہوتا زبان تک آ تا گیا اور پھر وہ بے اختیار ہی اس کا نام لے کر رو پڑی تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے آج سے اس کی ایک نئی سزا شروع ہوئی ہے۔

اور سالار زار کے نام پر اسے ایسی ہزاروں سزائیں منظور تھیں۔

O.....✿.....O

یہ کون سی جگہ تھی؟

چاند بہت قریب تھا۔ ہر طرف پھول ہی پھول تھے۔

وہ لکڑی کا جھولا تھا جس پر رسیوں کی جگہ پھول بندھے تھے۔ وہ اسی جھولے پر جھول رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے چاند کو کسی بھی لمحے چھو لے گی۔

اور پھر اس نے دیکھا اس کے ساتھ سالار زار تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

وہ اسے تھام کر اس جھولے پر جھول رہا تھا۔ وہ بار بار چاند کو چھوتے اور واپس پیچھے آ جاتے۔

"سالار زار مجھے معاف کر دو۔" وہ بولی۔

پر وہ خاموش تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں کی حدت ویسی ہی تھی۔

"تم کچھ بولتے کیوں نہیں؟"

تم اتنے خاموش کیوں ہو؟

کیا تمہیں میری آواز نہیں آتی؟ کیا تمہیں میری تکلیف نہیں سنائی دیتی؟

"کیا تمہیں میرا وہ، میرا وہ تارا ایسی نہیں یاد آتا؟"
تب اچانک ہی وہ جھولا ٹوٹ گیا تھا۔
"وہ گری تھی پر اسے کسی نے تھام لیا تھا اس کی آنکھیں خوف سے بند تھیں۔ آنکھیں کھولتے ہی اسے اندازہ ہوا کہ وہ آسمان سے زمین پر آ گری تھی۔ اس نے ان مہربان ہاتھوں کو دیکھا جو اسے تھام چکے تھے۔ وہ شاہ میر تھا۔
اس کی آنکھ کھل گئی۔
آدھی رات ہو چکی تھی اس کے دل کو عجیب سی بے چینی نے گھیرا۔ یہ کیسا خواب تھا؟
سلازار کو میری پکار سنائی نہیں دیتی؟
وہ بُرے طریقے سے ڈر گئی تھی اس کا دل کیا کہ وہ چیختی ہوئی ٹیرس پر جائے اور سلازار کا نام پکارتی ہوئی ویرانوں میں نکل پڑے۔
اس کا چہرہ۔
اس کی مسکراہٹ۔
وہ خوشبو۔
وہ شدت۔
وہ جنون۔
اس کے ہونٹوں کا لمس۔
اس کا جسم جلنا شروع ہوا۔
اسے شدت سے سلازار کی یاد آئی۔
"یہ کون سی جگہ ہے؟"
"کیا فرق پڑتا ہے؟"
"تم مجھے چھونا چاہتی تھی نا مشتری؟"
"پوشیدہ حقیقت۔"
"خیال کھو گی تو خیال بن جاؤں گا۔"
"جل جاؤ گی۔"
"مجھے لال رنگ پسند ہے۔"
"تارے بہت قریب ہوں گے۔"
اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیا۔
آج سے پہلے اس نے ان باتوں کو سوچا ہی نہیں تھا۔
وہ تو حق جتا رہی تھی۔
عشق تو بس وہی کرتا گیا۔
بے تحاشا۔

CamScanner

وہ کس حیثیت سے اس کی ساتھی بنتی؟
کیا دیا تھا اس نے سلازار کو آج تک؟
پر وہ تب بھی اس کے لئے عشق زار بنا۔
مگر وہ اپنی خواہشوں کی غلام ہی رہی۔
سلازار۔
تم مت آنا۔
میں اس قابل ہی کہاں۔
شاہ صاحب ٹھیک ہی تو کہہ رہے تھے۔
وہ ہمت وہ جنون تمہارے ساتھ کی وجہ سے ہی تو تھا۔
وہ اچانک اٹھی۔
ٹیرس کا دروازہ کھول کر وہ قلعے کو تک رہی تھی۔
ہاں تم لے گئے سب کچھ ساتھ۔
پر ایک چیز نہ لے جا سکے سلازار۔
اپنی مشوی کو۔
یہیں چھوڑ گئے۔
پر اب میں تم تک آنے کا ہر راستہ خود بناؤں گی۔
میں تمہیں واپس لاؤں گی۔
میں تمہیں دکھاؤں گی اپنی شدت تمہارے لئے۔
اور اب جب تم مشوی سے ملو گے تو اس کا جنون دیکھ کر خود بولو گے کہ یہ تمہارا دیا ہوا جنون نہیں بلکہ مشوی کا جنون ہے۔
وہ جنون جس سے وہ تمہیں دوبارہ حاصل کرے گی۔
آج سے میں ہر قید سے آزاد ہوئی۔
آج سے میں عشق زاد ہوئی۔

O.....❖.....O

دوسری صبح وہ سب ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے کہ مشوی انہیں سیڑھیاں اترتی ہوئی نظر آئی۔ پر سب سے زیادہ حیران کر دینے والی چیز جو انہیں نظر آئی تھی وہ تھی اس کی مسکراہٹ۔ پچھلے کچھ دنوں سے آزردگی نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ مگر آج اس کے چہرے پر کسی غم کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ مہ جبین کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''آپ لوگ ناشتہ کیوں نہیں کر رہے؟'' اس نے ان سب کو اپنی طرف متوجہ پا کر مسکراتے ہوئے کہا اور وہ سب چونک کر ناشتے میں مصروف ہو گئے تھے۔ ان میں سے کچھ کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا۔ شاہ میر لٹ غور سے دیکھنے لگا۔

CamScanner

ایسا کیا ہوا تھا رات جو مشوی ایسے برتاؤ کر رہی تھی؟ اس کا دل بیٹھا۔

کیا سالار زار واپس آ گیا تھا؟ وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔

طبیعت خراب ہونے سے پہلے اس کا معمول تھا کہ وہ ناشتے کے بعد صحن میں کرسی ڈال کر بیٹھ جایا کرتی تھی۔ آج اس نے پھر سے وہی کیا تھا۔

وہ تھوڑی دیر اندر ٹہلتا رہا اور پھر باہر نکل کر اس کی سامنے کرسی ڈال کر بیٹھ گیا۔

"کیسی ہو؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"لیکن تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی ہو۔" وہ بولا۔

"کمال ہے۔ اداس ہوں تو ٹھیک نہیں لگتی۔ اب خوش ہوں تو بھی ٹھیک نہیں لگتی۔ تو آخر مجھے ایسا کیا کرنا چاہیے جو میں تم سب کو ٹھیک لگوں؟" وہ کسی غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے مسکراتے ہوئے بولی۔

وہ اسے تھوڑی دیر ایسے ہی تکتا رہا۔

"آگے کیا سوچا ہے تم نے؟" وہ اس سے پوچھنا چاہ رہا تھا یا شاید اندازہ لگانا چاہ رہا تھا۔ اس کے جواب سے وہ اس کی ذہنی کیفیت کو جانچنا چاہتا تھا۔

وہ اسے دیکھنے لگی۔

"میں جب تک یہاں ہوں تھوڑا سا گھومنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں جب سے یہاں آئی ہوں شادی میں معروف رہی ہوں۔ جمعہ کو گھر میں منگنی کی تقریب ہے اور میں اپنے لئے خریداری کرنا چاہوں گی۔ تم مجھے بازار لے چلو اور آس پاس کے علاقے کی سیر کرا دو۔ یہ تو ایک نارمل انسان کی خواہش ہو سکتی ہے نا؟" وہ بولی۔

وہ تھوڑی دیر اسے ہونٹ کاٹتے ہوئے دیکھتا رہا اور پھر بولا۔ "ٹھیک ہے میں تیار ہو کر آتا ہوں۔" وہ یہ بول کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"جی کون؟" وہ بولا۔

ماں جی اندر داخل ہوئی تھیں اور ان کے پیچھے پیچھے مہ جبین بھی۔ وہ انہیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"السلام علیکم!" اس نے ان دونوں کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!"

"جی کیا ہوا؟ خیریت ہے؟" وہ اس طرح دونوں کو اپنے کمرے میں دیکھ کر پریشان ہوا تھا۔

"ہاں خیریت ہے۔ ہم مشوی کی وجہ سے تھوڑا فکرمند ہو رہے تھے۔ کیا ہوا ہے اسے؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔

اس نے گہری سانس بھری۔

"کچھ بھی نہیں ہوا۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ نارمل لائف کی طرف واپس آ رہی ہے اور میرے خیال سے ہمیں اسے آکورڈ فیل کروانے کی بجائے اسے روٹین کی طرف لانے میں مدد کرنی چاہیے۔ وہ باہر جانا چاہتی ہے۔ منگنی کی تیاری کے لیے کچھ شاپنگ کرنا چاہ رہی ہے اور آس پاس کے علاقے دیکھنا چاہتی ہے تو میں سوچ رہا ہوں کہ میں اسے لے کر نکل جاؤں۔" وہ بولا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

CamScanner

"پر راتوں رات ایسا کیا ہوا ہے جو......" مہ جبین بول ہی رہی تھیں کہ اس نے ان کی بات کاٹ دی۔

"دیکھیں پھپھو! جب چیزیں ٹھیک ہو رہی ہیں تو انہیں ٹھیک ہونے دیں۔ بلاوجہ کے سوالوں سے اور اپنے رویے سے اسے یہ احساس نہ دلایئے گا کہ نارمل ہونا کوئی انوکھی چیز ہو۔" وہ بولا اور وہ سر ہلا کر خاموش ہو گئی تھیں۔

"شاہ میر کیا تم اب بھی مثنوی سے......" ماں جی نے بات شروع کی تھی اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش کرا دیا۔

"ماں جی پلیز۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ بات دوبارہ ہو۔ مثنوی اس رشتے کے لیے راضی نہیں تھی۔ اب ہم اس سے یہ بات دوبارہ نہیں کریں گے اور نہ اس بات کے لئے اسے مجبور کریں گے۔ وہ بڑی مشکل سے زندگی کی طرف واپس آئی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ دوبارہ اس پر کوئی ایسا دباؤ ڈالا جائے جس سے وہ اپنے ذہن پر اثر لے۔" وہ ان کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا اور وہ بھی سر ہلا کر خاموش ہو گئیں تھیں۔

حالانکہ انہیں کافی دکھ ہوا تھا وہ تو چاہ رہی تھیں کہ کسی طرح منگنی کی تقریب میں ہی شاہ میر اور مثنوی کو بھی رشتے میں باندھ دیتیں۔ وہ ماں تھیں۔ شاہ میر کے دل کا حال جانتی تھیں۔ پر اب وہ صاف انکار کر رہا تھا۔

مہ جبین نے شاہ میر کے یہ جملے سن کر دل ہی دل میں شکر ادا کیا تھا۔ انہیں یہی ڈر تھا کہ بھابھی نے اگر انہیں زیادہ مجبور کیا تو وہ مثنوی سے کیا بات کریں گی۔ مگر شکر ہے کہ شاہ میر نے سمجھداری کا ثبوت دیا تھا۔ وہ دونوں اس کے کمرے سے جا چکی تھیں۔

وہ فریش ہونے چل دیا۔ اسے اب اس طرح کی کوئی خواہش نہیں رہی تھی۔ جس حالت میں وہ مثنوی کو اسپتال میں دیکھ چکا تھا اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ اس رشتے کے لئے مثنوی پر کوئی زور نہیں ڈالے گا۔

وہ تیار ہو کر باہر نکلا تو وہ وہیں بیٹھی تھی۔

"چلیں؟" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں اجازت لے لوں؟" وہ بولی۔

"میں لے چکا ہوں۔" وہ بولا۔

وہ حویلی سے باہر نکلے تو اکرم انہیں دیکھ کر آگے آیا تھا۔

"تم رہنے دو۔ آج میں خود ڈرائیو کروں گا۔" وہ بولا۔

اکرم پیچھے ہٹ گیا۔ ویسے بھی اس نے مثنوی کو جس حالت میں دیکھا تھا اس کے بعد سے وہ اس سے گھبرانے لگا تھا۔

شاہ میر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔ وہ اس کے برابر آ بیٹھی تھی۔

اس نے گاڑی مارکیٹ کی طرف جانے والے راستے پر ڈال دی تھی۔ "پہلے ہم رحیم یار خان چلیں گے وہاں سے تمہاری شاپنگ کریں گے اس کے بعد جہاں تم کہو گی میں تمہیں لے چلوں گا۔ اور اگر تم باہر کھانا کھانا چاہتی ہو تو ہم وہ بھی کریں گے۔" وہ خوشگوار موڈ میں بولا۔

اس نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا تھا۔ ایک گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ رحیم یار خان پہنچے تھے۔
وہ ان کر مال کے اندر داخل ہو گئی۔ وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی رہا۔ اس نے اپنی پسند سے منگنی کے لیے ایک جوڑا خرید لیا تھا اور پھر وہ کافی دیر بلا وجہ ہی گھومتی رہی۔
وہ خوش تھا کہ وہ زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔
"اب کہاں چلیں؟" وہ مال سے باہر نکلتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔
"میں نے آس پاس کا علاقہ نہیں دیکھا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ حویلی کے آس پاس کچھ ایسی جگہیں ہیں جہاں تم لوگ شکار کے لیے جاتے ہو۔ میں وہ جگہ دیکھنا چاہتی ہوں۔" وہ بول رہی تھی۔
"ٹھیک ہے۔ چلتے ہیں۔" ان علاقوں میں جانے میں اسے کوئی مضائقہ نہیں تھا یہاں تک کہ وہ حدود سے باہر تھا اور وہ ان حدود سے اچھی طرح واقف تھا۔
"وہاں سے واپسی پر میں تمہیں ایک بہترین سے ریسٹورنٹ میں لنچ کراؤں گا۔" وہ بولا اور مشعل نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔ اسے اب اس علاقے میں پہنچنے کا انتظار تھا۔

O.....❖.....O

راستے بھر وہ اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرتا آیا تھا۔ اور وہ ان کے جوابات دیتی رہی۔
"تم شکار کی جگہ پر اترنا چاہو گی یا گاڑی سے ہی دیکھنا ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
"دونوں صورتوں میں کیا فرق ہے؟" اس نے پوچھا۔
"فرق یہ ہوگا کہ پھر میں تمہیں گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی کچے راستوں سے وہ جگہ دکھا دوں گا۔ اور اگر تمہیں اترنا ہے تو پھر میں ایسی جگہ پر گاڑی روکوں گا جہاں سے ہم پیدل ان جگہوں کو دیکھ سکیں۔" وہ پوچھ رہا تھا۔
"میں اتر کر وہ جگہیں دیکھنا چاہوں گی۔" وہ بولی اور اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔
تھوڑی دیر کے بعد ہی اس کی گاڑی ایک قدرے ہریالی والی جگہ پر رکی تھی۔
وہ نیچے اتر آئے۔ یہاں دور دور تک کیکر کے جھاڑ تھے۔ دھوپ تیز تھی۔ اسے دور دور تک صحرا کی ریت اور کیکر کے جھاڑوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔
اس نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دھوپ سے بچنا چاہا وہ اسے دیکھنے لگا۔
"تمہیں عادت نہیں ہے نا دھوپ کی۔ اسی لئے میں تم سے پوچھ رہا تھا کہ ہم کچے راستوں سے ہوتے ہوئے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے بھی وہ جگہ دیکھ سکتے ہیں۔" وہ بولا۔
اسے آس پاس نظریں دوڑا کر مایوسی ہوئی تھی۔
"ٹھیک ہے میں گاڑی سے ہی دیکھنا چاہوں گی۔"
شاہ میر کو ایسا لگا جیسے وہ کچھ ڈھونڈ رہی ہو۔
وہ سر ہلا کر دوبارہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا اور پھر اس نے جیپ کچے راستوں پر ڈال دی۔ "یہ دور دور تک جو علاقے دیکھ رہی ہو یہ ہمارے شکاری علاقے ہیں۔ ہم اپنے مہمانوں کو شکار کے لئے یہیں لے کر آتے ہیں۔" اب اس کی گاڑی کچی روڈ پر چل رہی تھی۔ وہ مسلسل چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

CamScanner

شاہ میر نے گاڑی کو بریک لگا دی۔

"کیا ہوا؟" وہ اس کی طرف مڑی وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو میں جانتا ہوں تم جن حالات سے گزری ہو کسی کے لیے بھی آسان نہیں ہوتا کہ وہ اتنی جلدی ان سارے حادثوں کو بھول جائے۔ ٹھیک ہے کہ تم پوری کوشش کر رہی ہو یہ ظاہر کرنے کی کہ تم نارمل ہو پر تم نارمل لگ نہیں رہی ہو شنوی۔ تم جب سے میرے ساتھ ہو مجھے مسلسل ایسا لگ رہا ہے جیسے تم کچھ ڈھونڈ رہی ہو۔ اگر تم مجھے بتا دو گی تو ہو سکتا ہے کہ میں اس چیز کو ڈھونڈنے میں تمہاری مدد کروں۔ میں جانتا ہوں میں ایک بار پہلے بھی دوست بن کر تمہیں دھوکا دے چکا ہوں لیکن میری نظر سے دیکھو گی تو تمہیں وہ دھوکا نہیں لگے گا۔ میں واقعی تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔" وہ بولا۔

وہ اسے دیکھنے لگی گی۔

کیا مجھے اس پر بھروسہ کرنا چاہیے؟

پر میرے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں سالار زار کو ڈھونڈوں گی اور اس سے معافی مانگوں گی۔ غلطی مجھ سے ہوئی ہے اور معافی بھی مجھے ہی مانگنی چاہیے۔" وہ بولی۔

مگر اس دفعہ وہ روئی نہیں تھی اس کا مطلب وہ اندر سے قدرے سنبھل چکی تھی۔

اس کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اسے ڈھونڈنے میں تمہاری مدد کروں گا۔ لیکن تم اسے کیسے ڈھونڈو گی؟ وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ مجھے شاہ صاحب نے بتایا تھا کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ کر جا چکا ہے۔" وہ بولا۔

"یہ بات میں جانتی ہوں پر میں اس کے ساتھ کچھ جگہوں پر گئی تھی۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ وہاں موجود ہوگا یا میرے اس جگہ پر پہنچ کر اسے پکارنے سے وہ آ جائے گا۔" وہ بولی وہ اسے دیکھنے لگا۔

پھر بھی اتنا سخت ہوگا بھلا؟

"ٹھیک ہے میں تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے بتاؤ کیسی جگہ تھی؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

اسے یقین نہیں آیا کہ شاہ میر اس کی مدد کے لئے تیار ہو گیا تھا پر اس کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

وہ اکیلے حویلی سے نکل کر ریگستانوں میں نہیں بھٹک سکتی تھی۔

"میں اس کے ساتھ ایک ایسی جگہ گئی تھی جہاں ریت کے ٹیلے تھے اور چاند وہاں سے بہت صاف، بہت قریب نظر آتا تھا۔ وہاں کہیں کہیں ہریالی بھی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی نخلستان قریب ہو۔" وہ بول رہی تھی۔

وہ سالار زار کے ساتھ راتوں کو جایا کرتی تھی۔ وہ دونوں ملتے تھے۔ اس کے دل پر ایک گھونسہ لگا تھا پر وہ برداشت کر گیا۔

"میں نے ایسی چند جگہیں یہاں دیکھی ہوئی ہیں۔ ہم اکثر رات کو ایسی جگہوں پر جایا کرتے تھے۔ کبھی باربی کیو کرنے اور کبھی ایسے ہی۔ میں تمہیں وہ جگہیں دکھا دیتا ہوں۔ پر اس جگہ کو پہچاننا تمہارے اوپر ہے۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے سر ہلا دیا تھا۔

شاہ میر نے دوبارہ سے ڈرائیونگ شروع کر دی تھی اور پانچ سے چھ جگہیں دیکھنے کے بعد ایک جگہ اس نے اسے روک دیا۔

"گاڑی روکو۔" وہ بولی اور گاڑی رکتے ہی وہ تیزی سے اتر کر باہر نکل گئی تھی۔

اس نے گاڑی روکی اور باہر نکل آیا پر وہ جیپ کے پاس سے ہلا نہیں تھا۔

وہ بھاگتے ہوئے ایک جگہ پر پہنچی اور وہاں کھڑی ہو گئی تھی۔

"تم جانتے ہو یہی وہ جگہ تھی جہاں میں پہلی بار سلازار کے ساتھ آئی تھی۔" آس پاس وہی ٹیلے تھے۔ اس نے پہچاننے کی کوشش کی۔ "وہ یہاں کھڑا تھا۔" اسے وہ رات یاد آ گئی جب وہ اس کے اوپر پھولوں کی بارش کر رہا تھا اور وہ دونوں بھیگ گئے تھے۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں۔

"سلازار......" اس نے اسے پکارا۔

اور پھر وہ بے تحاشا اسے پکارتی چلی گئی۔

وہ وہیں کھڑا رہا۔ اس بار وہ اسے روکنا نہیں چاہتا تھا پر شاید سلازار نے اس کی پکار سننا بند کر دی تھی۔

وہ مایوسی سے اس کی طرف پلٹی۔

"وہ نہیں آتا۔ تم دیکھ رہے ہو نا وہ مجھ سے کتنا ناراض ہے۔ تم اس بات کے گواہ رہنا کہ میں اسے ڈھونڈنے نکلی تھی۔" وہ بولی۔

وہ اسے دیکھتا رہا۔

وہ واپس آ کر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ وہ بھی دروازہ کھول کر اس کے ساتھ آ بیٹھا۔

"اب کہاں چلنا ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"میں نہیں جانتی۔" وہ بولی وہ اسے دیکھنے لگا۔

"ایسے تو تم تھک جاؤ گی، مثنوی۔ سلازار کو ڈھونڈنا آسان نہیں ہوگا۔ وہ جن زاد تھا اس کے لیے تم تک پہنچنا آسان تھا۔ ہم آدم زاد ہیں۔ ہمارے لیے یہ سب انتہا مشکل ہے۔ اس وقت تک جب تک ہمیں کسی کی مدد نہ ملے۔" وہ بولا اور اچانک مثنوی کو کچھ یاد آیا۔

"تم مجھے قلعے تک لے چلو۔" وہ بولی۔

"ٹھیک ہے۔" وہ سر ہلا کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

قلعے پہنچتے ہی مثنوی کو اندازہ ہوا کہ وہاں کافی رش تھا۔ وہ ہر طرف دیکھنے لگی۔

یہ کہیں سے بھی وہ جگہ نہیں لگ رہی تھی جہاں اس رات وہ سلازار کے ساتھ آئی تھی۔ وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" اس نے پوچھا۔

"یہاں سلازار کا قبیلہ آباد ہے۔ یہاں ہزاروں کے حساب سے جنات رہتے ہیں۔" وہ بول رہی تھی۔

وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

CamScanner

''پر اب یہاں کوئی موجود نہیں ہے۔'' وہ بولا۔

''وہ سب یہیں موجود ہوتے ہیں پر وہ شام کے بعد نکلتے ہیں مجھے سلازار نے بتایا تھا۔'' وہ بولی۔

''تم کیا چاہتی ہو؟ میں ان لوگوں کو یہاں سے نکالوں اور شام ہونے کا انتظار کروں؟ اگر ہم دیر سے گھر پہنچے تو سب کی کالز آنا شروع ہو جائیں گی۔ اگر تم راضی ہو تو ہم شام کے وقت یہاں آتے ہیں۔ میں کسی طریقے سے انہیں یہاں لے آؤں گا۔ پر ابھی یہاں سے چلو۔''

مشوی نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔

''میرا یقین کرو۔ میں اس بار تمہاری مدد کروں گا مشوی۔ تم ابھی گھر چلو ہم یہاں شام کو آئیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ بولی اور پھر گاڑی تک پہنچتے ہی وہ پلٹی تھی۔

''پر ہم گھر کیوں جا رہے ہیں؟ تم نے کہا تھا تم مجھے باہر لنچ کراؤ گے۔''

وہ ہنس پڑا تھا اور اسے اندازہ ہوا کہ شاید وہ بہت دنوں کے بعد اس طرح سے ہنسا تھا۔

''چلو ٹھیک ہے ہم لنچ کر کے گھر چلیں گے۔'' اس نے گاڑی ریسٹورنٹ کے راستے پر ڈال دی تھی۔

O.....❖.....O

CS CamScanner

وہ لنچ کے بعد سیدھا گھر آ گئے تھے۔ اس نے گھر آ کر سب کو اپنی شاپنگ دکھائی اور اس کے چہرے کے خوشی بھرے تاثرات دیکھ کر وہ سب جو بجھے دل سے تیاریوں میں مصروف تھے آہستہ آہستہ نارمل ہوتے گئے۔ وہ لڑکیوں کے ساتھ ان کے کمرے میں جا بیٹھی تھی گو کہ اس کا دل اب مسلسل شام کے انتظار میں تھا پر وہ چہرے پر مسکان سجائے ان کے ساتھ تیاریوں میں لگی ہوئی تھی۔ مما نے اسے دیکھ کر شکر کا سانس لیا تھا۔ انہیں ڈاکٹر کی طرف سے اجازت ملنے کی دیر تھی تا کہ وہ مشوی کو لے کر یہاں سے جا سکیں۔ وہ اکمل کے سامنے مزید شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھیں۔ اور ویسے بھی مشوی کا ارادہ نہیں تھا شاہ میر سے شادی کا۔

شاہ میر اور باقی سب لڑکے بھی اسی کمرے میں آ بیٹھے تھے وہ لوگ کافی دیر تک ہنسی مذاق کرتے رہے۔ حویلی کے لوگوں کو یقین آنے لگا تھا کہ گزارے گئے پچھلے کچھ ہفتے ایک بھیانک خواب کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھے۔ بڑی چچی اور چھوٹی چچی کے چہروں پر بھی اطمینان تھا اور چھوٹی خالہ نے بھی شکرانے کے نوافل ادا کیئے تھے۔ بس ماں جی شاہ میر کو دیکھ کر اندر ہی اندر اداس تھیں۔ انہوں نے اس معاملے پر شاہ میر کی طرح صبر کر لیا تھا۔

منگنی کی تقریب بھی شادی کی طرح گھر میں ہی ارینج کی جانی تھی لہٰذا شاہ میر کو ہی ساری تیاریوں کی ذمہ داری سونپی گئی تھی اور اس نے وہ سارے انتظامات اگلے دن پر ڈال دیئے تھے۔ شام اترتے ہی مشوی کو بے چینی شروع ہوئی تھی۔

"تم مما سے اجازت کیسے لو گے؟" اسے اکیلا بیٹھا دیکھ کر وہ اس کے پاس آ گئی۔

"تم یہ سب مجھ پر چھوڑ دو۔ میں آدھے گھنٹے میں یہاں سے نکلوں گا اور تم میرے ساتھ ہو گی مجھ پر یقین رکھو۔" وہ بولا اور اس نے سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کمرے سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔ گھر کے بڑے لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

"مما میں ذرا کل کے انتظامات کے سلسلے میں شہر تک جا رہا ہوں اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو تو مشوی کو ساتھ لیتا جاؤں؟ وہ اتنے دن سے حویلی میں بند تھی اور آج جس طریقے سے باہر نکل کر وہ خوش ہوئی ہے میرے خیال میں اس کے لئے یہ چینج اچھا ہے۔" اس نے اجازت کے لیئے سب کی طرف دیکھا۔ ان سب کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

"مشوی سے پوچھ لو۔" مہ جبین کو مشوی کی طرف سے خدشہ تھا۔

CamScanner

''جی میں پوچھ لیتا ہوں۔'' وہ بولا اور اندر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

''مشتوی میں ذرا بازار تک جا رہا ہوں تم چلو گی ساتھ۔'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''ہاں۔'' اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا اور وہ اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔ مما سے اجازت لے کر اس نے قدم حویلی سے باہر کی طرف بڑھا دیئے تھے۔ پر اب اس کا دل بے طرح ڈوب رہا تھا۔ آج وہ وہاں جا رہی تھی۔ احد قبیلے سے ملنے۔ وہاں جہاں وہ اپنے سلازار کے ساتھ گئی تھی۔

شاہ میر نے گاڑی قلعے کے راستے پر ڈال دی تھی۔ اسے اب بھی یقین نہیں تھا کہ مشتوی قلعے کے بارے میں باتیں اسے بتا رہی تھی وہ سچ ہوں گی۔ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ یہ ان کا علاقہ ہے۔ پر وہ بچپن سے قلعے میں گھومتے آئے تھے اور آج تک اسے یہ نہیں لگا تھا کہ یہاں وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔

مشتوی گاڑی روکنے سے پہلے ہی اتر آئی۔

مغرب ہوتے ہی قلعے کو خالی کر دیا جاتا تھا لہٰذا اس وقت وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

یہ احد قبیلہ تھا یہ اس کے سلازار کا قبیلہ تھا۔

''تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیوں کہ تم یہاں میرے ساتھ آئی ہو۔'' اس کے کانوں میں سلازار کا جملہ گونجا۔ اس کی آنکھیں بے اختیار نم ہوئی تھیں۔ وہ قلعے کے دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ اندر ہو کا عالم تھا۔ یہاں کچھ بھی تو نہیں تھا۔ سب کچھ خالی پڑا تھا۔

شاہ میر تھوڑی دیر ادھر اُدھر دیکھتا رہا اور پھر مشتوی کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیا کرنا ہے؟'' وہ بولا۔

''وہ سب کہیں موجود ہیں۔ میں جانتی ہوں وہ مجھ سے ناراض ہیں۔ اتنی آسانی سے میرے سامنے ظاہر نہیں ہوں گے۔'' وہ بولی۔

شاہ میر کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔

اس نے قدم اندر کی طرف بڑھا دیئے۔ اب وہ اسے کیا روکتا؟ اور کس کا ڈر اوے کر روکتا؟ لہٰذا خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔

وہ ایک اونچے چبوترے کے پاس جا کر رک گئی۔

''ازلان آپ یہاں موجود ہیں نا؟ میں جانتی ہوں آپ یہاں موجود ہیں۔ ایک بار میرے سامنے آ جائیں۔ میں آپ سب سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔'' وہ بولی۔ پر ویرانی مزید بڑھ گئی تھی۔

''قرطاس.....'' اس نے اسے آواز دی پر وہ یہاں موجود ہوتا تو اس کے سامنے آتا۔

اسے وحشت ہونے لگی۔ قلعے کی دیواریں اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

''مشتوی میرے خیال سے ہمارا یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔ ہمیں اب چلنا چاہیے۔'' وہ بولا۔

''میں نہیں جاؤں گی۔ جب تک یہ میرے سامنے نہیں آئیں گے۔'' وہ بولی۔

''کون سامنے نہیں آئیں گے؟ یہاں کوئی نہیں ہے مشتوی۔'' وہ بولا۔

''ازلان میرے سامنے آئیں ازلان! ازلان آپ سب کہیں موجود ہیں نا؟ مجھے پتا ہے آپ سب یہیں

CamScanner

"اب وہ جا رہی تھی۔" "مثنوی یہ سب مت کرو اگر کسی نے باہر تمہاری آواز سن لی اور یہاں آ گیا تو ہمارے لئے مسئلہ ہو جائے گا۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جو تم نے دیکھا ہو تمہاری نظروں کا دھوکا ہو۔" وہ بولا۔

"میں نے کوئی دھوکا نہیں دیکھا۔ یہ سلازار کا قبیلہ ہے۔" وہ بولی۔

وہ ایک لمبی سانس بھر کر چپ ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر وہ ایسے ہی آوازیں دیتی رہی اور پھر اس کی آنکھیں گیلی ہونے لگی تھیں۔ [illegible]

"دیکھو میں تمہیں اس لئے نہیں لایا تھا کہ تم اپنے ذہن پر کوئی دباؤ ڈالو۔ اگر یہ سب کرو گی تو پھر میں آئندہ نہیں لے کر آؤں گا۔" وہ اسے تنبیہ کرتے ہوئے بولا۔ "نہیں میں نہیں رو رہی۔ چلو چلتے ہیں۔" اس نے واپسی کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے اور پھر چلتے چلتے وہ پیچھے پلٹی۔

"ابھی تو میں جا رہی ہوں پر سلازار کی مثنوی کو یہاں سے مایوس لوٹانے پر آپ سب کو اس کا حساب دینا پڑے گا۔" وہ یہ بول کر پلٹی ہی تھی کہ قلعے میں اچانک روشنی ہو گئی تھی۔ شاہ میر کے قدم تھمے۔

اسے یقین نہیں آیا۔ وہ پیچھے پلٹا۔ وہاں ہر طرف لوگ ہی لوگ تھے۔ سفید چغوں میں ملبوس ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ بچے، عورتیں، آدمی۔ اسے لگا کہ وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ ہوا میں خوشبو تھی اور ٹھیک اسی چبوترے پر جہاں کچھ دیر پہلے وہ دونوں کھڑے تھے اسے ازلان کھڑے نظر آئے۔ وہ انہیں پہچان گیا تھا۔ اس دن وہ بھی تو آئے تھے۔ ان کے سامنے کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ شاید ان کا بیان سننے کے لیے وہاں موجود تھے۔ وہ چبوترے پر کھڑے خاموشی سے مثنوی کو دیکھ رہے تھے۔ مثنوی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھی تھی۔

"السلام علیکم!" اس نے ان کے قریب جا کر سلام کیا اور انہوں نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔ شاہ میر جہاں کھڑا تھا وہیں جم کر رہ گیا تھا اس میں ہلنے کی طاقت ختم ہو چکی تھی۔

"سلازار کیسا ہے؟" وہ روتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"ہم نہیں جانتے وہ یہاں سے جا چکا ہے اور اس دن کے بعد سے نہیں پلٹا۔" وہ بولے۔

"کوئی تو خبر ہو گی آپ کو میں اس سے اور آپ سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔" وہ رو رہی تھی۔

"کاش کہ ہمیں کوئی خبر ہوتی۔ سلازار دل میں بغض نہیں رکھا کرتا وہ آپ کو معاف کر چکا ہو گا۔ اور ہمارے دل میں آپ کے لیے کوئی بدگمانی موجود نہیں ہے۔" وہ بولے۔ اس نے روتے ہوئے سر ہلا دیا تھا۔

"آپ آئندہ اس طرح سے یہاں نہیں آئیے گا۔" وہ بولے۔

"آپ مجھے یہاں آنے سے روکنا چاہتے ہیں؟" اسے شدید دکھ ہوا تھا۔

"بالکل نہیں۔ مگر سلازار آپ کو یہاں اس طرح سے اکیلے کبھی نہیں آنے دیتا۔" انہوں نے یہ بول کر اسے کچھ باور کرایا تھا وہ خاموشی سے انہیں دیکھنے لگی۔ "یعنی آپ مجھے اب بھی اس کے حوالے سے جانتے ہیں؟ میرے لیے تو یہ بات ہی اتنی بڑی ہے کہ مجھے سلازار کے نام کے ساتھ جانا جائے۔" وہ یہ بول کر رو پڑی تھی۔ وہ اسے دیکھنے لگے۔ وہ سلازار کے لیے یہاں تک آ گئی تھی۔

"ہمارے لئے سلازار کا نام ہی بہت ہے۔ بیٹا اب تم جاؤ۔" انہوں نے اسے کہا۔

"سلازار کی کوئی خبر آئے تو مجھے ضرور اطلاع دیجئے گا میں اسے ڈھونڈنے نکلی ہوں۔ بہت جلد لے کر آؤں گی

CamScanner

ان شاءاللہ۔" وہ یہ بول کر قلعے کے دروازے کی طرف چل پڑی تھی جہاں شاہ میر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ایک دفعہ بھی اپنی جگہ سے آگے قدم بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"چلو چلیں۔" اس نے اس کے قریب پہنچ کر کہا اور ان دونوں کے پلٹتے ہی وہاں دوبارہ اندھیرا چھا گیا تھا۔

شاہ میر دوبارہ سے پیچھے پلٹا۔ قلعہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔

"کیا ہم شاہ صاحب کے حجرے چل سکتے ہیں؟" وہ بولی اور وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ جو منظر وہ ابھی دیکھ کر آیا تھا اس کے بعد شاید وہ اسے کسی بھی کام کے لئے منع نہیں کر سکتا تھا۔

"میں تمہیں لے تو جاؤں گا مگر مجھے نہیں لگتا کہ شاہ صاحب تم سے ملیں گے۔" سوال کرنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔

"تم بس مجھے وہاں تک لے چلو اجازت لینا میرا کام ہے۔" وہ بولی وہاں سے حجرہ زیادہ دور نہیں تھا۔ پانچ منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ حجرے کے قریب موجود تھے۔ وہ حجرے کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا صحن خالی پڑا تھا۔ ویسے بھی رات ہو گئی تھی اور اس وقت شاہ صاحب اپنے کمرے میں موجود ہوتے تھے۔ اس نے کمرے کا پردہ ہٹا کر دیکھا شاہ صاحب اندر عبادت میں مشغول تھے۔

"السلام علیکم!" اس نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگے تھے اس وقت اس کی آمد غیر متوقع تھی۔

مثنوی کمرے کے باہر آ کر کھڑی ہو گئی تھی مگر ان کے سامنے نہیں گئی تھی۔

"کیسے آنا ہوا؟" انہوں نے پوچھا۔ "کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟" وہ بول رہا تھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں آؤ اندر۔" وہ بولے۔

مثنوی خاموشی سے باہر ہی کھڑی رہی۔

"خیریت تو ہے نا؟ حویلی میں سب ٹھیک ہے؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"جی جی سب ٹھیک ہے! میں آج ایک ضروری کام سے آپ کے پاس آیا ہوں۔" وہ بولا۔

وہ اسے غور سے دیکھنے لگے۔

"ہاں بولو کیا کام ہے؟"

"مثنوی آپ سے ملنا چاہتی ہے۔" وہ بولا۔

"اب یہ ممکن نہیں ہو گا میں اس سے مل چکا ہوں ایک دفعہ اور دوبارہ حویلی جانا یا اس کا یہاں آنا مجھے ٹھیک نہیں لگتا۔" وہ یہ بول کر خاموش ہو گئے تھے۔

"وہ میرے ساتھ آئی ہے۔" وہ بولا انہیں حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ بولے۔

"مطلب احمد قبیلے کے سالار زار کی مثنوی آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتی ہے۔" باہر سے مثنوی کی آواز ان کے کانوں میں پڑی تھی اور وہ سن رہ گئے تھے۔ اس کا یہ جملہ سن کر شاہ میر کو کرنٹ لگا تھا۔

"میں جانتی ہوں کہ میں اتنی اہم نہیں کہ اندر آؤں پر سالار زار کے حوالے سے میں آپ سے ملنے آ سکتی ہوں۔"

CamScanner

"بی ابرار۔ سالار ہی تو تھا یہ۔ اس طرح سے تو وہی حق جماتا تھا۔ انہیں شدید حیرت ہوئی۔ وہ تو اس دن انہیں کال کر رہی تھی پر جس لہجے میں آج وہ بات کر رہی تھی وہ انہیں چونکا دینے کے لیے کافی تھا۔

"کس لیے آئی ہیں آپ؟" انہوں نے پوچھا۔

"مجھے سالار کی خبر چاہیے۔" وہ بول رہی تھی۔

"اگر میں جانتا تو آپ کو پہلے ہی بتا دیتا۔" وہ بولے انہیں واقعی کچھ خبر نہیں تھی۔ ان دنوں میں انہوں نے وہاں کے ماحول کو اسے بہت ڈھونڈا تھا۔ پر وہ اور قرطاس کہیں نہیں تھے۔

"آپ اشارا دے دیں میں اسے خود ڈھونڈ لوں گی۔ صرف یہ بتا دیں کہ وہ کہاں گیا ہے؟"

وہ گہرا سانس لے کر چپ ہو گئے تھے۔ مشری بھی سالار کی طرح ضدی تھی۔

"وہ فیلان کی طرف گیا ہے۔ اور وہ پہاڑی علاقوں میں پھیلا ہے۔ یہاں حدود مقرر ہیں اس لیے انہیں وہ پہاڑی علاقے دیے گئے تھے۔ سالار اس طرف اکیلا ہی گیا ہے۔ بس قرطاس اس کے ساتھ ہے۔ پر یہ اتنا آسان نہیں۔ وہ تمہیں نہیں ملا تو آپ کیسے ڈھونڈیں گی؟ وہاں بہت خطرہ ہے۔ ایک حد کے بعد سالار کے علاوہ اور کسی کی ہمت نہیں وہاں جانے کی۔" وہ بولے۔

"میں بھی تو سالار ہی ہوں۔ وہ آپ کے پاس آئے تو اسے کہیے گا کہ میں اسے ڈھونڈتے ہوئے یہاں تک آئی تھی۔" وہ یہ بول کر حجرے سے باہر نکل گئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر کمرے میں بیٹھا اس کی آواز کا انتظار کرتا رہا پر اسے اندازہ ہوا کہ وہ وہاں سے جا چکی ہے۔ وہ شاہ صاحب سے اجازت لے کر وہاں سے نکل آیا تھا۔

شاہ صاحب کے چہرے پر گہری سوچ تھی۔ حالات اپنا رخ بدل رہے تھے۔

شاہ میر باہر آیا تو وہ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔

"کیا ہوا؟ تم ایسے کیوں باہر آ گئی؟"

"مجھے جو پوچھنا تھا میں پوچھ چکی ہوں۔" وہ بولی۔

"گھر چلیں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں مجھے اس جگہ لے چلو جہاں تم مجھے دن میں لے گئے تھے۔ ان ٹیلوں کے پاس۔" وہ بولی۔

"اس وقت وہاں جانا ٹھیک نہیں ہوگا مشری۔" وہ بولا۔

"میں مشری ہوں۔ مجھے کوئی پریشان نہیں کرے گا۔" وہ بولی شاہ میر نے خاموشی سے گاڑی ٹیلوں والے راستے پر ڈال دی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے گاڑی اس جگہ لے جا کر روک دی جہاں وہ دوپہر کو مشری کے ساتھ آیا تھا۔

وہ اتر گئی اور ایک طرف کو چلنے لگی۔ وہ نہیں اترا۔

اب وہ ٹیلوں کے بیچ میدانی علاقے میں کھڑی ہو کر آسمان کو تک رہی تھی۔

وہ گاڑی میں بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ اترنے کی ہمت نہیں تھی۔

مشری پر وجد طاری ہوا تھا وہ کسی طاقت کے زیر اثر بیچ ریگستان میں کھڑی جھوم رہی تھی۔

CamScanner

شاہ میر کو جھٹکا لگا۔ کچھ غلط ہو رہا تھا۔ وہ تیزی سے اترا پر وہیں جم گیا۔
اس سفید لباس میں ریگستان کے لپٹوں بیچ جھومتی وہ کوئی اپسرا لگ رہی تھی۔
ہوا تیز ہو گئی تھی۔ پھوار پڑنے لگی۔ جبکہ دن میں کہیں بھی بارش کے آثار نہیں تھے۔
وہ تیزی سے مثنوی کی طرف بڑھا تھا پر اس نے اسے چھونے کی کوشش نہیں کی تھی۔
''مثنوی.....مثنوی!'' شاہ میر کے اسطرح پکارنے پر وہ ٹھٹکی۔
''ہمیں گھر چلنا چاہیے مثنوی۔'' وہ بولا۔
ہوا رک گئی تھی۔
''تم نے دیکھا؟ تم نے دیکھا اسے میں یاد ہوں۔ دیکھا تم نے یہ سب جو ہوا؟'' وہ بول رہی تھی شاہ میر کو کچھ نہیں آیا وہ کیا بولے۔
''تم چلو..... چل کر گاڑی میں بیٹھو!'' اسے اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہو رہا تھا۔
وہ سر ہلا کر گاڑی میں جا بیٹھی تھی۔ وہ اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔
''اب تمہیں اس طرح بھیگا ہوا دیکھ کر گھر والے کیا سوچیں گے؟''
''میں گھر جانے تک ٹھیک ہو جاؤں گی۔'' وہ بولی۔
''یہ تم کیا کر رہی تھی؟'' وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔
''تم نہیں سمجھو گے شاہ میر۔ پر میں اسے یاد ہوں۔'' اس کے چہرے پر انوکھی خوشی تھی۔
''میں اسے ڈھونڈ لوں گی۔'' وہ یقین سے بولی تھی۔ شاہ میر کو مثنوی پر ترس آیا تھا۔ یہ عشق تھا؟ اتنی شدت؟
اسے تو شاید بہت وقت لگنا تھا یہاں تک آنے میں۔

O.....❖.....O

وہ گھر آ کر سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ جب کہ وہ باقی سب کے ساتھ لاؤنج میں آ بیٹھا اس کا چہرہ اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ کوئی بات ہوئی ہے۔ ماں جی اسے چند لمحے دیکھتی رہیں اور پھر اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔
وہ انہیں وہاں سے جاتا دیکھ کر خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ ماں جی اس کی حالت دیکھ کر کافی دن سے پریشان ہیں۔ لہٰذا آج وہ کھل کر بات کر لینا چاہتا تھا تاکہ وہ اسے دیکھ کر بار بار کڑھنا چھوڑ دیں۔ اس نے ان کے کمرے کے قریب پہنچ کر دروازے پر دستک دی۔
''آ جائیں۔'' اسے ماں جی کی آواز سنائی دی اور وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا تھا۔
''السلام علیکم!'' اس نے اندر جا کر انہیں سلام کیا۔
وہ بیڈ پر دراز تھیں اور ان کے ہاتھ میں تسبیح کے دانے گھوم رہے تھے۔ انہوں نے ایک نظر اس پر ڈالی اور سر کے اشارے سے سلام کا جواب دے کر دوبارہ تسبیح کے دانے گھمانے میں مصروف ہو گئی تھیں۔ وہ خاموشی سے چلتا ہوا ان کے قریب آیا اور بیڈ پر بیٹھ کر ان کی گود میں سر رکھ دیا تھا۔
ماں جی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

CamScanner

مشعل رضا

"آپ ٹھیک سوچتی ہیں۔ وہ مجھے پہلی ہی نظر میں بے انتہا اچھی لگی تھی۔ پر ہر چیز ہماری دسترس میں نہیں ہوتی۔ اور انسان کو یہ بات جتنی جلدی سمجھ آجائے اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ ماں جی! آپ اپنے دل کو پریشان نہیں کریں۔ میں نے اپنے دل کو سمجھانا شروع کر دیا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ میں اسے بھول چکا ہوں پر ان شاء اللہ بھول جاؤں گا۔" وہ یہ بول کر خاموش ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنے آنسو پونچھے اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"میں جانتی ہوں بیٹا پر مثنوی نے جس شخص کی خواہش کی ہے اگر وہ انسان ہوتا تو شاید میں خود آگے بڑھ کر تمہاری پھوپھو کو مناتی۔ پر اس کی خواہش فطرت کے برعکس ہے اور یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو۔" انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔

"ماں جی میں نہیں جانتا فطرت کیا کہتی ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں۔ پر اب وہ اپنی زاویت بدل چکی ہے۔ اس کو دیکھ کر اور اس کا جنون دیکھ کر کبھی کبھی میرا دل کرتا ہے کہ میں بھی اسی زاویت میں شامل ہو جاؤں۔" وہ بولا۔

انہیں اس کی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

"آپ پریشان مت ہوں۔ میں بھی نہیں جانتا کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور نکل آئے گا۔ یا پھر اسی کی برتر ذات ہمیں کوئی راستہ دکھائے گی۔ میں نے اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا ہے اور آپ میری طرف سے پریشان ہونا بند کر دیں۔ مجھے پہلے دکھ ہوا تھا پر اب نہیں ہوتا شاید آہستہ آہستہ میری زاویت بھی بدل رہی ہے ماں جی۔"

وہ اٹھ بیٹھا۔

وہ اسے دیکھنے لگیں۔ "کس زاویت کی بات کر رہے ہو تم؟ تم بھی مثنوی کے ساتھ رہ رہ کر دیوانوں جیسی باتیں کرنے لگے ہو۔"

"شاید اس کا اثر مجھ پر ہونے لگے اور میں چیزوں کو اس کے نظریے سے دیکھنے لگوں۔ کیا یہ اچھا نہیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"تم اپنے نظریے سے یا اس کے نظریے سے چیزوں کو دیکھو پر قدرت سے باغی ہونے کی غلطی نہیں کرنا شاہ میر۔" وہ اسے سمجھا رہی تھیں۔ وہ سر ہلا کر خاموشی سے ان کے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ پر ماں جی کے چہرے پر فکر کی لکیریں تھیں ان کا اکلوتا سپوت کس سفر پر روانہ ہو چکا تھا۔ وہ کون سی زاویت تھی جس کے پیچھے وہ دیوانہ وار دوڑا چلا جا رہا تھا۔

O.....❖.....O

وہ آج بہت خوش تھی۔

اس کے لئے یہی بہت تھا کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی پر سالار زار کو اس جگہ محسوس کر پائی تھی۔ اس جگہ پر جہاں وہ پہلی دفعہ اسے لے کر گیا تھا۔ وہ ہلکی سی پھوار اس کے اندر جذبات بھڑکا دینے کے لئے کافی تھی جو نہ جانے کتنے عرصے سے سو رہے تھے۔

"تو تم مجھے نہیں بھولے ہو۔ تم تک میری پکار پہنچتی ہے مگر تم خود کو روک لیتے ہو۔ پر مثنوی اب بھی اسی ریگستان میں کھڑی تمہارا انتظار کر رہی ہے سالار زار۔ میں جانتی ہوں آج نہیں تو کل تم ضرور آؤ گے۔" اس نے اپنی ہتھیلیاں

کھولیں وہ مہندی ابھی تک اس رنگ میں شدت لیے ہوئے تھی۔

"دہ تمہیں کچھ نہیں ہو سکتا۔ تم مثنوی کے سالار ازار ہو۔ امیری تلاش رائیگاں نہیں جائے گی تم ضرور آؤ گے میری پکار پر۔" اس نے دروازہ کھولا اور ٹیرس میں آ کر کھڑی ہو گئی۔

وہ آج بہت دنوں کے بعد ایک انجانی سی خوشی محسوس کر رہی تھی۔ اس کی نظریں اپنے آپ ہی قلعے طرف اٹھ گئیں۔

گو کہ ویرانی جوں کی توں تھی پر اسے ہلکی سی امید کی کرن نظر آنا شروع ہو گئی تھی۔

"مجھے ایسا کیا کرنا چاہیے جو سالار ازار یہاں آ جائے؟" وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"کیا میں خود کو کوئی تکلیف دوں؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اگر ایسا ہوتا تو میرا نروس بریک ڈاؤن ہونے کے وقت سالار ازار یہاں موجود ہوتا۔ مجھے ایسا کیا کرنا چاہیے؟"

اس کا ذہن مسلسل اسی ڈگر پر سوچ رہا تھا۔ اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔

"آ جائیں۔" وہ یہ بول کر ٹیرس کا دروازہ بند کر کے اندر آ گئی تھی۔ اگر کوئی اسے دوبارہ اسی طرح ٹیرس پر کھڑا دیکھ لیتا تو اس کے لیے پھر سے مصیبت شروع ہو جانی تھی۔

مہ جبین کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم!" اس نے ماما کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!" وہ یہ کہہ کر بیڈ پر اسی کے ساتھ بیٹھ گئی تھیں۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" وہ اس سے پوچھ رہی تھیں اور یہ سوال آج کل وہ اس سے دن میں کئی مرتبہ پوچھتی تھیں۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں اب! آپ پریشان ہونا چھوڑ دیں۔" وہ بولی۔

"میں جاننا چاہتی ہوں مثنوی کہ تم نے آگے کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" چند لمحے خاموش بیٹھے رہنے کے بعد انہوں نے بات آگے بڑھائی۔

"ماما میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ بابا سے بات کریں میں یہاں رکنا چاہتی ہوں۔" وہ ان کی طرف ملتجایانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں نے ان سے آج بات کی تھی۔ ان کا فون آیا تھا تمہاری خیریت پوچھنے کے لئے۔ تم شاہ میر کے ساتھ بازار گئی ہوئی تھی۔ وہ اس چیز پر راضی نہیں کہ تم یہاں رہ کر اپنی پڑھائی مکمل کرو اور تم جانتی ہو تمہاری اس حالت کو دیکھ کر ان کے دل میں کئی خدشات ہیں وہ کسی صورت تمہارے یہاں رکنے پر راضی نہیں ہیں۔" وہ بولیں۔

"ماما آپ انہیں منانے کی کوشش تو کریں اور ان کے یہاں سے جانے سے پہلے میں نے انہیں بتایا تھا کہ جیسا وہ سمجھ رہے ہیں ویسا کچھ نہیں ہے۔ اور ان کا دل صاف کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔" وہ بولی۔

"مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ تم یہاں رکنا کیوں چاہتی ہو؟ نہ تم شاہ میر سے شادی کرنا چاہتی ہو، نہ یہاں پر اب رہے۔ جب یہاں کچھ رہا ہی نہیں تو یہاں رکنے کا کیا فائدہ بیٹا؟ اپنی ذات کو تکلیف مت دو۔ تمہاری تکلیف سے تمہاری ذات سے جڑے لوگوں کو جو تکلیف ہوتی ہے اس کو بھی محسوس کرو۔" وہ اسے دیکھ کر بولیں۔

CamScanner

"ماما میں جانتی ہوں میں نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے اور اس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں جانتی ہوں اس کی معافی نہیں پر آپ مجھے معاف کر دیں گی نا؟" وہ ان کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھ کر بولی۔

"بیٹا میں اپنی بات نہیں کر رہی۔ ماں باپ کے دل میں کبھی بھی اولاد کے لیے غصہ یا ناراضگی نہیں ہوتی وہ اپنی اولاد کو معاف کر دیتے ہیں۔ مگر کیا تم نے شاہ میر کو نہیں دیکھا؟ تم جانتی ہو اس کے جذبات تمہارے لئے کیا ہیں؟ تمہاری طبیعت خرابی کے بعد جس طریقے سے اس نے مجھے سہارا دیا اور تمہیں سنبھالا ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ میں بھابھی کی نظروں کا سامنا نہیں کر پاتی۔ وہ مجھے کچھ کہتی نہیں ہیں پر وہ اندر ہی اندر اسے گھلتا دیکھ رہی ہیں اور وہ بھی خاموشی سے تمہارے پیچھے پیچھے ہولیا ہے۔ کیا تمہاری آنکھیں یہ سب دیکھ نہیں سکتیں؟ کسی کو جانتے بوجھتے تکلیف دینا بھی اچھی بات نہیں بیٹا۔" وہ اسے سمجھا رہی تھیں۔ ان کا لہجہ نرم تھا۔ مثنوی کے دل کو کچھ ہوا۔ شاہ میر کے معاملے میں اس نے اس نہج پر سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

"آپ صحیح کہہ رہی ہیں میں شاہ میر سے کھل کر بات کروں گی۔ میں اس کا دل صاف کرنے کی کوشش کروں گی وہ مجھ سے کہیں زیادہ اچھی لڑکی ڈیزرو کرتا ہے۔ وہ ایک ایسی لڑکی سے شادی کر کے کبھی خوش نہیں رہ سکتا جس کے دل میں پہلے سے کوئی اور ہو۔ پلیز میری بات سنیں۔" انہوں نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ مثنوی نے انہیں خاموش کروا دیا۔

"میرے ساتھ جو حالات اور واقعات گزر رہے ہیں آپ کبھی بھی انہیں محسوس نہیں کر سکتیں۔ اگر یہ بات ایک انسان کی حد تک محدود ہوتی تو شاید آپ اپنے تجربات کی روشنی میں مجھے کوئی مشورہ دے سکتی تھیں پر جو چیزیں میں دیکھ آئی ہوں اور جو چیزیں میں نے محسوس کی ہیں ان کا اس دنیا کے تجربات سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔" وہ بولی اور وہ سر ہلا کر خاموش ہو گئی تھیں۔

"میں شاہ میر سے خود بات کروں گی۔ میں اس کو سمجھاؤں گی۔" وہ بول رہی تھی وہ اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"بھابھی کی خواہش تھی کہ جمعہ کے روز منگنی کے وقت ہی تمہیں اور شاہ میر کو بھی کسی رشتے میں باندھ دیا جاتا۔ انہوں نے مجھ سے دوبارہ اس بارے میں بات کی لیکن میں انہیں منع کر چکی ہوں۔ اگر تم اس سے پہلے ہی شاہ میر کو سمجھا لو۔" وہ بول ہی رہی تھیں کہ اچانک مثنوی بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا؟" انہوں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ ایسا لگا تھا جیسے وہ کسی نتیجے پر پہنچی ہو۔

"ماما آپ شاہ میر کے رشتے کے لیے ہاں کر دیں۔" وہ بولی۔

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھیں۔ "کیا کہہ رہی ہو مثنوی؟ ہوش میں تو ہو؟" انہیں اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔

"میں بالکل ہوش میں ہوں۔ میں کہہ رہی ہوں کہ آپ ممانی جان کو ہاں کر دیں۔"

"پر ابھی کچھ دیر پہلے تو تم۔ مثنوی خدا کے لئے مجھے پریشان کرنا بند کر دو تمہارے دماغ میں کیا چل رہا ہے؟ مجھے صاف صاف بتاؤ۔" وہ حقیقتاً پریشان ہوئی تھیں۔

"بابا یہاں میرے رکنے پر راضی نہیں ہیں اور اگر مجھے یہاں رکنے کے لئے شاہ میر کا رشتہ قبول کرنا پڑ رہا ہے تو اس میں کوئی عار نہیں۔ اور آپ بھی جانتی ہیں کہ میرے لئے یہ فیصلہ غلط ثابت نہیں ہوگا۔ وہ ایک اچھا انسان ہے وہ

میری موجودہ حالت سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور اسے میرے ماضی پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"بیٹا تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں نے اس رشتے کو لے کر ہر پہلو پر غور کیا تھا اور مجھے ہر لحاظ سے یہ رشتہ ٹھیک لگا تھا۔" وہ اس کے سامنے آتے ہوئے بولیں۔

"پر اس طرح اچانک بیٹھے بٹھائے تمہارے دماغ میں کیا آیا ہے؟ مثنوی مجھے سچ سچ بتاؤ۔" وہ بولیں۔

"ماما یہی ساری چیزیں ہیں جو میں نے آپ کو ابھی بتائیں۔ اب کیا آپ بابا سے اور ممانی جان سے اس بارے میں بات کریں گی؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

مہ جبین بے چینی سے ٹہلنے لگیں۔ وہ خاموش کھڑی انہیں دیکھتی رہی۔ پھر جیسے کسی نتیجے پر پہنچ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"کیا تم شاہ میر سے شادی کے لیے تیار ہو؟" مہ جبین نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" مثنوی نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"دیکھو بیٹا اب مزید مجھے کسی کے آگے شرمندہ مت کرنا۔" وہ بولیں۔

"ماما پلیز! مجھ پر بھروسہ رکھیں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ آپ بس بابا اور ممانی جان سے بات کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آج ہی بات کرتی ہوں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔ وہ ان کے جانے کے بعد دوبارہ ٹیرس میں آگئی۔ اس نے جو بھی فیصلہ کیا تھا بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا اور اب اسے شاہ میر کا انتظار تھا۔ وہ جانتی تھی وہ یہ خبر سن کر اس سے بات کرنے کے لیے ضرور آئے گا۔ وہ جانتی تھی کہ اسے کیا بولنا تھا۔

"سالار زار ضدی تو میں بھی بہت ہوں۔ تمہیں لگتا ہے کہ تم نے اپنی طرف آنے والے تمام راستے میرے لیے بند کر دیے ہیں؟ پر مثنوی اپنا راستہ خود بنائے گی۔"

O......❖......O

وہ ماں جی کے کمرے سے آ کر اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔ رات اتر رہی تھی۔ اس کا کھانے کے لیے نیچے جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس نے بیڈ پر لیٹ کر آنکھیں موند لیں پر وہ چہرہ پھر سے آنکھوں میں اترنے لگا تھا۔ اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اب اسے اس کیفیت سے خود باہر نکلنا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مثنوی اس کی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کے دل میں اب ایسی کوئی خواہش باقی رہی تھی۔ وہ اس کا دیوانہ پن دیکھ کر آیا تھا۔

پر اس دل کا کیا کرتا ہے جو بار بار مچل جاتا تھا۔ وہ محبت نام کی چیز کو اپنے اندر مار چکا تھا پر دل نے کچھ عرصہ ماتم تو کرنا ہی تھا۔ وہ بیڈ سے اٹھا اور اپنے کمرے سے ملحقہ ٹیرس میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ قلعہ یہاں سے بھی صاف نظر آتا تھا۔

"وہ وہاں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔" اسے مثنوی کا جملہ یاد آیا۔ وہ یہ سچائی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا تھا۔

• کون جانے سالار زار نے مثنوی کے سامنے ایسے کون سے اسرار و رموز کھولے تھے۔

شاہ صاحب نے سلازار کے ساتھ کیسا وقت گزارا تھا اور وہ اس کی کن کن صلاحیتوں سے واقف تھے۔ اس نے پچھلے دنوں میں اندازہ لگایا تھا کہ سلازار سے جڑے لوگوں کے لیے آسان نہیں تھا کہ وہ انہیں چھوڑ کر چلا جائے پھر چاہے ان کا تعلق برسوں پر اثار رہا ہو یا کچھ دن پر محیط۔

مثنوی کو عشق زاد بنا تھا اور سلازار تو تھا ہی عشق زاد!

"تو کیا اگر میں عشق زاد بن جاؤں۔ تو ان تک پہنچ سکتا ہوں؟ پر کیا یہ اتنا آسان ہوتا ہے؟ نہیں نہیں۔ میں نے مثنوی کی حالت دیکھی تھی! میں نے سلازار کو اپنی آنکھوں سے ٹوٹتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس سے جڑے لوگوں کو بھی بنجر ریگستان میں تنہا تپتے دیکھا تھا۔ یہ اتنا آسان نہیں ہوتا۔"

مثنوی کو وہاں تک لے کر جانے والا سلازار تھا۔ پر شاہ میر کو وہاں تک لے جانے والا کون ہو سکتا تھا بھلا۔

"مثنوی۔" اچانک اس کے لبوں سے یہ نام ادا ہوا۔

"کیا مثنوی مجھے اس حد تک لے کر جائے گی۔ پر کیوں؟"

جواب اس کے پاس بھی نہیں تھا۔ "میں اس راستے پر جانے کے لئے اتنا بے چین کیوں ہو رہا ہوں؟ میں زندگی کی طرف واپس لوٹ کر کیوں نہیں آ جاتا؟" اس کی آنکھوں کے سامنے ماں جی کا دکھی چہرہ گھوم گیا۔

شاید اس کے دل کے علاوہ ماں جی کے دل کی بھی شدت سے یہ خواہش تھی کہ مثنوی ان کی بہو بنے۔ پر اب وہ اسے مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنے بالوں کو پونی کی شکل میں جکڑا اور آ کر واپس بیڈ پر دراز ہو گیا تھا۔

واقعی باہر اور اندر بہت ویرانی ہو چکی تھی۔ یہ سلازار کی چھوڑی ہوئی ویرانی تھی یا مثنوی کی ذات کے اندر اتری وہ خاموشی جو حویلی اور اس کے در و دیوار پر چھا گئی تھی۔ پر شاہ میر کے دل کی دیواروں کو یہ کون سی دیمک لگنا شروع ہوئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو سمجھنے سے قاصر تھا۔ ایک پل تو یہ ساری چیزیں چھوڑ کر ایک نئی زندگی شروع کرنے پر سوچتا اور دوسرے ہی پل اس کا دل مچل جاتا اور وہ مثنوی کی مدد کے لئے نکل کھڑا ہوتا۔ آخر کب تک وہ بیچ میں لٹکا رہے گا۔

"یا اللہ آپ ہی کوئی راستہ دکھائیں۔" اس نے سچے دل سے یہ دعا کی تھی تب ہی اچانک کمرے پر ہوئی دستک نے اسے چونکا دیا تھا۔ عام طور پر اس وقت اس کے کمرے میں کوئی نہیں آتا تھا۔

"آ جائیں۔" وہ اجازت دے کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"پھپھو آپ۔" وہ مہ جبین کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر حیران ہوا۔

"آپ نے کیوں تکلیف کی؟ مجھے بلا لیا ہوتا۔" وہ بیڈ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"نہیں بیٹا! تم بیٹھو میں تم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔" وہ اسے کچھ الجھنے میں نظر آئیں۔

"جی بولیں۔ میں سن رہا ہوں۔"

"شاہ میر میں لمبی تمہید نہیں باندھوں گی۔ کیونکہ تم مثنوی پر گزرے حالات کے چشم دید گواہ ہو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ کن حالات اور کن مشکلات سے گزری ہے پر اس بات کی گواہی میں ضرور دوں گی کہ یہاں آنے سے پہلے میری بیٹی کے دل میں کوئی نہیں تھا۔ میں نہیں جانتی کہ وہ کن کیفیات سے گزری ہو گی جس کی بنا پر اس نے جس شخص کو اپنا دل دینا چاہا وہ انسان نہیں تھا۔ پر قسمت پر ہمارا زور نہیں چلتا۔ وہ اپنی اس غلطی کی بھیانک سزا کاٹ چکی ہے اور موت کے منہ سے واپس لوٹی ہے۔ اس نے آج تک کبھی ہمیں پریشان نہیں کیا اور ہمیشہ فرمانبرداری سے

ہر حکم مانا ہے۔ ان حالات میں وہ جو کہتی ہے میں آنکھ بند کر کے ماننے کے لئے تیار ہو جاتی ہوں۔ تمہارے سامنے اس وقت تمہاری پھوپھو نہیں بلکہ ایک مجبور ماں کھڑی ہے اور مجھے امید ہے کہ میں تم سے جو بھی مانگوں گی تم انکار نہیں کرو گے۔"

وہ کیا کہنا چاہ رہی تھیں؟

وہ پریشانی سے ہونٹ کاٹنے لگا نہ جانے کیوں اس کا دل بند ہونے کے قریب تھا۔

وہ کیا مانگنے والی تھیں؟

اسے خاموش کھڑا دیکھ کر انہوں نے بات دوبارہ شروع کی۔

"مثنوی یہاں سے جانا نہیں چاہتی اور میں چاہ رہی تھی کہ جیسے ہی ڈاکٹر کی طرف سے ہمیں اس کی صحت یابی کی خبر ملے ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں۔"

وہ ایک پل کو بے چین ہوا تھا کیا واقعی مثنوی یہاں سے جانے والی تھی۔

"میں جانتی ہوں ہم ایک دفعہ پہلے بھی تمہیں اس رشتے کے لئے مجبور کر چکے ہیں اور بار بار تمہیں اس کٹہرے میں کھڑا کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا اس لیے بھابھی سے بات کرنے سے پہلے میں تم سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔" وہ بولیں۔

اس سے اب مزید انتظار کرنا ممکن نہیں تھا۔

"پھپھو صاف صاف بات کریں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟" اسے لگا کہ اس کا دل دھڑکنا بند کر دے گا۔

"بیٹا مثنوی نے تم سے شادی کے لیے ہاں کر دی ہے۔" وہ بولیں۔ کوئی دھماکا تھا جو اس کے سر پر ہوا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکا تھا۔

وہ اس کے چہرے کے تاثرات جانچنے لگیں پر وہاں سوائے حیرت کے اور کچھ نہیں تھا۔

"دیکھو میں جانتی ہوں ایک ایسی لڑکی کو قبول کرنا بہت مشکل ہوتا ہے پر۔" وہ کسی اور ہی بات کی تمہید باندھنے لگی تھیں اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکا۔

"پلیز ایسا مت سوچیں۔ یہ بول کر آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔ مثنوی میں کوئی خامی نہیں ہے نہ ہی مثنوی کا کوئی قصور ہے۔ پر اچانک وہ اس بات کے لئے کیسے مان گئی؟ مجھے اس بات نے کافی حیران کیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ آپ ابھی مما سے بات کریں میں پہلے مثنوی سے بات کرنا چاہوں گا۔" وہ بولا اور انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں چلتی ہوں تم جتنا جلدی ہو سکے مثنوی سے بات کر لو تاکہ میں اکمل سے بات کر کے جانے سے پہلے اسی جمعہ کو تم دونوں کو کسی رشتے میں باندھتی جاؤں۔" وہ یہ بول کر کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

"اب تم کیا کرنے والی ہو مثنوی؟" اس کے چہرے پر گہری سوچ تھی۔

"میں صبح تک کا انتظار نہیں کر سکتا۔" وہ تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسے ابھی اور اسی وقت مثنوی سے بات کرنی تھی۔

O.....❖.....O

بیرونی ملاتے تھے۔ یہاں ہر طرف چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔ برفانی طوفان نے علاقے کو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ ہر کوئی اپنے گھر میں مقید تھا یہاں زیادہ آبادی نہیں تھی پر ایک آدھ خاندان جو اس طرف آ کر بسے تھے وہ بھی اس موسم کے غیظ وغضب سے بچنے کے لیے اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے تھے۔

یوں لگتا تھا جیسے برف کی آندھی چل پڑی ہو۔ ہر طرف بجلی کے کڑکنے کا شور تھا۔ یوں لگ رہا تھا بادل آپس میں ٹکرا رہے ہوں یا کوئی خوفناک جنگ شروع ہو۔ جنگ ہی تو تھی۔ وہ اکیلا جو اس طرف آنکلا تھا۔ برف زار اس میں کڑکتی بجلیاں اس بات کا ثبوت تھیں کہ وہ اکیلا ہی کتنوں کو پچھاڑ رہا ہے۔ قرطاس اس طوفانی آندھی سے اپنا آپ سنبھالنے کے لئے کسی چٹان کا سہارا لینے لگا۔ یہ اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ پتہ نہیں سلازار اتنی تعداد میں ان سب کا مقابلہ کیسے کر لیا کرتا تھا۔ وہ غیلان کو ختم کرنے اس طرف آیا تھا۔ یہ اب تک کی ہوئی جھڑپوں میں اس کی بڑی جھڑپ تھی وہ سو یا دو سو کی تعداد میں آتے تھے۔ پر سلازار کا مقابلہ کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ قرطاس اس کی مدد کے لیے موجود ہوتا تھا پر ایک وقت کے بعد اس کی ہمت جواب دے جایا کرتی تھی۔

اس نے سلازار کو واپس لے جانے اور اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی پر وہ اس کی باتیں ان سنی کر رہا تھا۔

بالآخر آدھے گھنٹے کے بعد وہ طوفان بیٹھ گیا تھا۔ پھر اس برف کے مرغولوں سے سلازار کا وجود برآمد ہوا۔ اس نے ہلکا سا سانس لیا اور ایک طرف چٹان سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا وہ آ کر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔

"بس کریں سلازار! آپ انہیں کافی نقصان پہنچا چکے ہیں اب شاید وہ غلطی سے بھی احد کا رخ نہیں کریں گے۔ ہمیں واپس چلنا چاہیے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

وہ اپنی سانس بحال کر کے خاموشی سے چٹان سے ٹیک لگا چکا تھا۔ اس کے وجود پر ہلکی ہلکی خراشیں تھیں جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اس بار پوری طاقت سے لڑا ہے۔

"وہ ابھی پوری طرح ختم نہیں ہوئے اور سلازار کی سانسیں ابھی چل رہی ہیں۔ میں یہاں سے انہیں ختم کیے بغیر کہیں نہیں جاؤں گا۔" وہ بولا۔

قرطاس اسے دیکھ کر رہ گیا۔ "اپنے آپ کو سزا دینے کا یہ کون سا طریقہ ہے۔" وہ بولا۔ سلازار کے ساتھ اتنے دنوں سے رہتے ہوئے اس کا ڈر ذرا کم ہوا تھا۔

"میں اپنے آپ کو سزا نہیں دے رہا قرطاس۔ جب آپ کے پاس زندگی کا مقصد ختم ہو جائے تو آپ کی زندگی بے معنی ہو جاتی ہے تو کیوں نہ اس بے معنی زندگی کو کسی اچھے مقصد کے لئے استعمال کیا جائے۔" وہ دور آسمانوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم میری وجہ سے اپنی زندگی کیوں خطرے میں ڈالتے ہو؟ تم یہاں سے واپس چلے جاؤ قرطاس۔ یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔" وہ بولا۔

"ایک طرف تو آپ زندگی کو کسی اچھے مقصد کے لیے استعمال کرنے کا مشورہ بھی دیتے ہیں اور دوسری طرف آپ مجھے یہاں سے جانے کے لیے مجبور کرتے ہیں۔" وہ ناراض ہوا۔

اچانک سلازار کا وجود چٹخنا شروع ہوا تھا۔ وہ پچھلے کئی ہفتوں سے اسے اسی طرح دیکھ رہا تھا پر وہ تھوڑی دیر میں اس چیز پر قابو پا لیا کرتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر درد سے کراہتا رہا پھر وہ مکمل رک گیا تھا۔

CamScanner

''ہوا آپ کو کیا ہوتا ہے؟'' اس دفعہ وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

''شاید وہ آواز دیتی ہے۔ پر یہاں تک اس کی پکار اس شدت سے نہیں پہنچ پاتی۔'' وہ بولا۔ قرطاس خاموش ہوگیا تھا کیونکہ سلازار نے ہی اسے اس کے بارے میں مزید بات کرنے سے منع کیا تھا۔

''چلیں سلازار واپس چلتے ہیں۔'' وہ ایک بار پھر اسی بات پر اصرار کرنے لگا۔

''میں نہیں جاؤں گا جب تک ہارت یہاں نہیں آتا۔ میں اس بار اس کا سامنا کیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔''

''ہم خود کیوں نہیں اس تک چلے جاتے؟'' قرطاس پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''یہ اس کے پہرے دار ہیں اگر ہم یہاں سے آگے جائیں گے تو ہمیں اس کے پورے قبیلے کا سامنا کرنا ہوگا۔ وہ ایک نہ ایک دن اپنے نقصان پر طیش میں آکر یہاں ضرور آئے گا۔ میری حدود بھی مخصوص ہیں۔'' وہ بولا۔

قرطاس سر ہلا کر خاموش ہوگیا تھا۔

سلازار نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ وہ پھر سامنے تھی۔

جس رات وہ اسے چھوڑ کر آیا تھا وہ مسلسل اسے آواز دیتی رہی تھی اور وہ اس تکلیف کی زد میں رہا تھا۔ پر اسی رات اسے اس کی آوازیں آنا بند ہوگئی تھیں۔ شاید وہ اپنے دل کو سمجھا چکی تھی۔ وہ تو اس کی خواہش بجا لایا تھا اس کے حکم کی تعمیل کر کے اسے اس کے خاندان کے ساتھ چھوڑ آیا تھا۔ جب عشق کی زادیت اختیار کرنی ہو تو سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

سلازار بھی تو اس کے لیے سب کچھ چھوڑ رہا تھا کیا اس کی ذات اس کے لیے کافی نہیں تھی؟ اگر سلازار کی ہو جانے کے بعد وہ اس طرح کی خواہش کرتی تو وہ کیا کرتا؟

پچھلے کچھ دنوں سے اسے دکھ اور تکلیف جیسے جذبات محسوس ہونے لگے تھے۔ اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں اور ابھی بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اس رات کے بعد اسے اس کی آوازیں آنا بند ہوگئی تھیں تو وہ اس بات پر پختہ یقین لے آیا تھا کہ وہ اسے بھولنے میں کامیاب ہوچکی ہے اور پھر وہ مسلسل ایک ہفتے تک اس کی آوازوں کا انتظار کرتا رہا تھا۔ مثنوی نے اسے کوئی آواز نہیں دی تھی اس کے اندر کا جنون مزید بھڑک اٹھا تھا اور وہ ہر چیز کو راکھ بنانے پر تلا تھا۔

پر مثنوی تو زندگی کی ڈور توڑنے چلی تھی وہ یہ بات جانتا تو اندازہ لگا پاتا کہ وہ آوازیں آنا اسے کیوں بند ہوگئی تھیں۔

اور پھر مزید ایک ہفتہ اسی طرح گزر گیا تھا۔ ایک بار پھر اسے وہ آوازیں آنا شروع ہوگئیں پر ان میں کافی وقفہ ہوتا تھا شروع میں ان میں اتنی شدت بھی نہیں ہوتی تھی۔ اسے مثنوی کی یاد ستانے لگی تھی پر اس نے جیسے خود کو بند کردیا تھا۔ وہ اپنی ہی ذات میں قید ہو چکا تھا۔ وہ جانتا تھا جس طرح سے وہ اسے اتنی جلدی بھلانے میں کامیاب ہوئی تھی یہ آوازیں بھی وقتی کیفیات ہوں گی۔

ہارت کو اس کی آمد کا پتہ چل چکا تھا اور وہ اس پر مسلسل حملے کروا رہا تھا پر مسلسل حملوں سے بھی ابھی تک اس کی طاقت کمزور نہیں پڑی تھی۔ وہ اپنے ساتھ قرطاس کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا اور اسے بار بار واپس چلنے پر اصرار کرتا تھا پر قرطاس اس سے دور جانے پر کسی صورت راضی نہیں تھا۔ اب وہ یہاں سے ہارت کو ختم کر کے ہی واپس جاتا یا خود فنا ہو جاتا پر اس نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ اب وہ احد میں کبھی قدم نہیں رکھے گا۔

O.....❀.....O

CamScanner

وہ اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میں شاہ میر! کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" اسے شاہ میر کی آواز سنائی دی اور اس نے گہری سانس لے کر اسے اندر آنے کی اجازت دے دی وہ جانتی تھی کہ ماما نے اس سے بات کرنے سے پہلے شاہ میر سے بات کی ہوگی۔

شاہ میر نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا تھا پر قدم آگے نہیں بڑھائے تھے وہ دروازے کے پاس کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا چاہتی ہو مشوی؟" وہ سرد لہجے میں بولا۔

مشوی بغیر جواب دیے ٹیرس میں آ گئی تھی وہ چلتا ہوا اس تک آیا۔

"کیا تمہارے پاس ماما آئی تھیں؟"

"ہاں......" شاہ میر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پھر تم نے کیا سوچا ہے؟" وہ اس سے جواب مانگ رہی تھی وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔

"مشوی کیا چاہتی ہو تم اپنی زندگی کے ساتھ اور تمہاری زندگی کا تو مجھے نہیں پتا پر تم دوسروں کی زندگی کے ساتھ کیا کرنا چاہ رہی ہو؟ ہم سب یہ بات اچھے طریقے سے جانتے ہیں کہ تم ابھی تک پوری طرح سنبھل نہیں ہو اوپر سے متواتر ایسے فیصلے لینا تمہاری زندگی کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔"

مشوی نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور دوبارہ تکیے پر نظریں گاڑ دیں۔

وہ جھنجھلا گیا۔

"کیا تم نہیں چاہتے تھے کہ ایسا ہو؟" مشوی نے اس کی طرف دیکھے بغیر بات پوری کی۔

"ہاں میں چاہتا تھا مشوی پر اس طرح نہیں جس طرح سے اب ہو رہا ہے۔ میں آج تمہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں۔ کیا سوچ کر تم نے یہ فیصلہ لیا ہے؟ اور اس فیصلے کو لینے کے بعد تم نے پھپھو جان کو کس طرح اس پر آمادہ کیا؟ تمہارے ذہن میں کیا چل رہا ہے اب؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم ہر مشکل وقت میں میرا ساتھ دو گے۔ میرے دوست بن کر میرا ساتھ نبھاؤ گے۔ آگے تم خود جانتے ہو۔" وہ اس کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

وہ خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

"میں یہاں سے جانا نہیں چاہتی شاہ میر پر مما مجھے یہاں سے لے جانے پر بضد ہیں اور اس کی سب سے بڑی وجہ ہیں بابا۔ مما کو تو میں کیسے بھی منا لوں گی پر بابا بغیر کسی وجہ کے میرے یہاں رکنے پر راضی نہیں ہوں گے۔"

"تو تم نے یہاں رکنے کے لئے مجھ سے شادی کے لئے ہاں کر دی ہے؟" اسے شدید دکھ ہوا تھا۔

"صرف یہ وجہ نہیں ہے شاہ میر۔"

"پہیلیاں مت بجھواؤ۔" وہ صاف صاف بات کرنے کے موڈ میں تھا۔

"شاید اس طرح مجھے یہاں کچھ اور لمحے گزارنے کے لیے وقت مل جائے۔ شاید یہ خبر سن کر سالار واپس

آ جائے۔ وہ میری کسی پکار کو نہیں سن رہا۔ اسے میرے درد کا، میری تکلیف کا احساس بھی ختم ہو گیا ہے۔ بس ایک ہی چیز جو اسے یہاں واپس لے کر آ سکتی ہے وہ ہے میرا کسی اور سے منسوب ہونا۔" وہ بولی۔

"تم کس قدر ظالم ہو مثنوی۔" اس نے دل میں سوچا پر بول نہیں پایا۔

"تو میں اس کھیل کے لیے استعمال ہوں گا؟" وہ ہنسا۔ اس کے لہجے میں کرب تھا۔

مثنوی نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ شاہ میر اپنے جذبوں کا سچا تھا وہ جانتی تھی پر وہ کیا کرتی؟ وہ تو اپنا آپ سلاز زار کو سونپ چکی تھی۔

"تم چاہو تو اس رشتے سے انکار کر سکتے ہو۔ میں نے ایک دوست سمجھ کر تم سے مدد مانگی ہے لیکن میں تمہارے جذبات سے کھیلنا نہیں چاہتی اس لیے تمہیں یہ ساری باتیں صاف صاف بتا رہی ہوں۔" وہ بولی۔

"اور اگر میں انکار کر دوں تو؟" اس کی آنکھیں گیلی ہونے لگی تھیں۔

"تو میں اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر خاموشی سے یہاں سے چلی جاؤں گی اور آخری سانس تک اس بات کا انتظار کروں گی کہ زندگی کی ڈور ٹوٹنے سے پہلے شاید کوئی ایسا لمحہ ہو جس پر وہ مجبور ہو کر میری پکار سن کر مجھ سے ملنے چلا آئے۔"

"اور اگر وہ نہیں آیا تو؟ تمہیں لگتا ہے اتنا آسان ہوتا ہے ایک اکیلی لڑکی کے لیے زندگی گزارنا؟ تم یہ انتہائی فیصلے لینا کب بند کرو گی؟" اس نے آنسو پیے۔

"آسان تو یہ سب بھی نہیں شاہ میر۔ انتظار کا ایک ایک لمحہ مجھ پر کیسے گزرتا ہے کاش میں تمہیں اپنی جگہ پر کھڑا کر پاتی۔ کاش تمہیں اس اذیت کو سہہ پاتے۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

وہ خاموشی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے اسے تکنے لگا۔ یہ اذیت آہستہ آہستہ اس کے وجود میں بھی سرایت کرنے لگی تھی تو کیا وہ بھی مثنوی کی طرح عشق زاد بننے جا رہا تھا؟

"مجھے تم پر حیرت ہوتی ہے مثنوی۔ شدید حیرت۔" وہ یہ بول کر اس کے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

وہ بغیر آواز کے رونے لگی شاید اب یہی اس کی قسمت میں لکھ دیا گیا تھا۔

O.....❖.....O

اس کے بچے کھچے چیلوں نے ابھی ابھی غیلان میں قدم رکھا تھا ان کی پژمردہ حالت کو دیکھ کر وہ تیزی سے اپنی مخصوص چٹان سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ اس وقت کچھ اور چیلے موجود تھے جنہیں وہ آگے کے لائحہ عمل کے بارے میں ہدایات دے رہا تھا۔

"تم لوگ پھر سے ناکام لوٹ آئے ہو" وہ غصے سے پھنکارا اس کے وجود سے شعلے نکلنے لگے تھے۔

"ہم اس کا مقابلہ نہیں کر پاتے ہارت۔ تمہیں اس دفعہ اور زیادہ تعداد میں غیلانی بھیجنے ہوں گے۔" اس کے چیلوں میں سے ایک جو قدرے بہتر حالت میں تھا آگے بڑھ کر بولا۔ اسے شدید غصہ آیا تھا اس نے اپنے ہاتھوں سے آگ کے شعلے نکالے تھے اور وہ جو اپنی حالت کو روتے ہوئے اس تک پہنچے تھے اس آگ میں جل کر بھسم ہو گئے تھے۔

پورے قبیلے پر خاموشی چھا گئی تھی وہ غصے سے دھاڑ رہا تھا۔

CamScanner

...کیوں آ رہے ہیں یہاں۔ ایسا کیا تھا جو اس نے اپنا قبیلہ چھوڑ کر یہاں آنے کی ٹھانی؟ قبیلے سے نکال دیا گیا ہے؟ وہ میری ساکھ خراب کر رہا ہے۔" وہ چیخ رہا تھا اور وہ سب خاموش کھڑے تھے۔

"ہمیں اس بارے میں سوچنا چاہیے ہارت۔ تمہارا غصہ کسی کام نہیں آئے گا۔ ہمیں سلازار کی کمزوری معلوم کرنی ہے اور وہ بات جس کی وجہ سے وہ اپنا قبیلہ چھوڑ کر یہاں آباد ہو گیا ہے۔" وشام آگے بڑھا تھا۔ وہ اس کے قریبی ساتھیوں میں سے تھا۔

"اب جب کہ وہ وہاں موجود نہیں ہے ہمیں ایک چکر اس طرف کا لگانا چاہیے۔" مرو بولا۔

"پتہ لگاؤ اور کسی بھی طرح معلوم کر کے آؤ۔ ایسا کیا ہوا ہے جو اسے چھوڑ کر وہ ان پہاڑوں میں آ بسا ہے۔ مجھے اس کی کمزوری معلوم کرنی ہے۔" وہ دھاڑا اور وہ پانچوں جو اس کے سامنے کھڑے تھے حکم کی تعمیل بجا کر وہاں سے پرواز کر چکے تھے۔

"سلازار میں تمہیں تمہارے خاتمے کی طرف لے کر جاؤں گا۔ میرے علاقے میں آ کر تم اس طرح سے میرے ساتھ نہیں کر سکتے۔ تم نے حدود کو توڑا ہے اور تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

"تم کچھ دن تک اس پر یہ حملے بند کر دو ہارت، یہ چھوٹے چھوٹے حملے اس کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ ہم ایک ساتھ اسے بڑا نقصان پہنچائیں گے۔" وشام کے چہرے پر خباثت پھیل گئی تھی۔

ہارت کو اپنے کارندوں کے واپس آنے کا انتظار تھا۔ اب وہ سلازار کی کمزوری معلوم کیے بغیر اس پر حملہ نہیں کرنے والا تھا۔ پر اگلے حملے میں وہ خود شامل ہونے کا ارادہ کر چکا تھا۔

O....❖....O

دوسری صبح ناشتے کی میز پر مشوی اور شاہ میر ایک دوسرے سے نظریں چراتے رہے۔

ناشتے سے فارغ ہوتے ہی وہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔

ماما اس کے پاس چلی آئیں۔

"کیا شاہ میر تم سے بات کرنے آیا تھا؟ کل رات جب میں اس سے بات کرنے کے لیے گئی تو وہ مجھے بھابھی جان سے بات کرنے کے لیے منع کر رہا تھا۔ وہ پہلے تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔" انہوں نے آتے ہی بولنا شروع کر دیا تھا۔

"جی وہ آیا تھا۔ شاید آج وہ ماں جی سے بات کر لے۔" وہ یہ بول کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی اسی اثنا میں کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"آ جائیں۔" اس کی آواز پر شاہ میر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے لگتا تھا کہ وہ رات بھر جاگتا رہا ہے۔ وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ وہ کیا جواب دینے والا تھا؟ مہ جبین نے اس کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھا۔ اب جبکہ مشوی اس رشتے کے لیے مان گئی تھی تو وہ نہیں چاہتی تھیں کہ شاہ میر کی طرف سے انکار ہو۔ وہ مشوی کو دوبارہ سے ٹوٹتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی تھیں۔

"پھوپھو آپ ماں جی سے بات کر لیں میں شادی کے لیے تیار ہوں۔" وہ یہ بول کر وہیں کھڑا ہو گیا تھا۔

CamScanner

انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوما۔ "شاہ میر میں ہمیشہ تمہاری تہہ دل سے شکر گزار رہوں گی۔ اللہ تمہیں اس کا اجر دے۔" وہ یہ کہہ کر عجلت سے کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔ اب وہ اس نیک کام میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

مشوری اس کی طرف پشت کر کے کھڑی ہو گئی وہ چلتا ہوا اس کے بے حد قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

مشوری نے اس کی سانسوں کو اپنی پشت پر محسوس کیا۔

شدت تو اس میں بھی کم نہ تھی پر اسے موقع نہیں ملا تھا۔

مشوری کو ایک انجانے احساس نے گھیرا۔ اس کے پورے جسم میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔

"تم جو چاہ رہی ہو وہی ہو گا مشوری! تم اس کھیل میں جتنا چاہو میرا استعمال کر سکتی ہو۔"

مشوری کو لگا کہ اس کی آواز بھیگ رہی ہے پر اس میں پیچھے مڑنے کی سکت نہیں تھی۔

"مجھے میری حدود بتا دو یا ایسا نہ ہو میں اس کھیل کو سچ سمجھ کر اپنی حد سے آگے نکل جاؤں۔ اگر کبھی مجھ سے ایسی کوئی غلطی ہو تو مجھے معاف کر دینا۔" وہ دو قدم اور قریب ہوا تھا۔ اس کی سانسوں سے مشوری کے بالوں کی خوشبو ٹکرائی۔ شاید یہی وہ خوشبو تھی جو سالار کو دیوانہ کر گئی تھی اور کیوں نہ کرتی؟ جب وہ آدم زاد ہو کر ایسے دیوانہ ہوا تھا تو پھر جن زاد تو ہوتے ہی خوشبو کے قیدی ہیں۔

اس نے بے اختیار ہو کر اس کی ہتھیلیوں کو چھوا۔

مشوری کو کرنٹ لگا تھا پر وہ خاموش کھڑی رہی۔ نا جانے کون سا احساس تھا کہ وہ اپنی جگہ جم چکی تھی۔

وہ اپنی انگلیوں کی پوریں اس کی ہتھیلی پر پھیرتا ہوا اس کے بازو تک لایا تھا اور وہاں پہنچ کر اس نے اس کے بازوؤں کو تھام لیا اور اسے اپنی طرف گھمایا۔

مشوری نے دیکھا وہ رو رہا تھا۔

اس کا دل کسی نے مٹھی میں لیا۔

شاہ میر نے اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکا دی۔

"مشوری!" وہ شدت جذبات سے بس اتنا ہی کہہ پایا۔

باقی کے لفظ آنسوؤں میں ڈھل گئے تھے وہ بے اختیار ہی رو پڑا تھا۔

وہ کسی سرد پہاڑ کی طرح کھڑی رہی۔ اس کا جسم برف ہو چکا تھا۔

"یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں چاہ کر بھی تمہیں انکار نہیں کر پاتا۔ تم چاہ کر بھی سالار سے دور نہیں ہو پاتی اور سالار چاہ کر بھی تمہارا نہیں ہو پایا۔" اس نے کتنی آسانی سے ان کی زندگیوں کا خلاصہ کر دیا تھا۔

اتنا کڑوا سچ! وہ بے اختیار ہو کر رو پڑی۔

پر وہ اس سے دور نہیں ہوئی تھی۔ وہی تو وہ راستہ تھا جو اسے سالار تک لے کر جانے والا تھا۔

"ہم خود غرض ہیں۔ اپنی اپنی ذات کی تسکین کے لیے۔ پر دیکھو نا ہم میں ایک چیز مشترک ہے۔ شاہ میر تم شاید اب اسے محسوس کر سکتے ہو۔

ہمارے دکھ مشترک ہیں اور ہمارے بیچ بھی ایک رشتہ رہ گیا ہے۔" وہ بولی۔

CamScanner

"یہ کیسا دیوانہ پن ہے مثنوی؟ مجھے جواب دو؟" وہ بری طرح بکھر رہا تھا۔
مثنوی نے اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے الگ کی اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔
"تم دیکھو تمہاری آنکھوں میں بھی مجھے وہی سب نظر آنے لگا ہے شاہ میر! وہ جو اس سفر کے شروع میں میری آنکھوں میں نظر آتا تھا۔

میں نہیں جانتی کہ ہمارا انجام کیا ہوگا پر یہ ضرور جانتی ہوں کہ ایک جیسا ہوگا۔" مثنوی نے اس کی دونوں ہتھیلیاں تھام لی تھیں۔ وہ اسے ہمت دینا چاہتی تھی وہ اس سفر پہ نیا تھا پر اس کا سفر شروع ہو چکا تھا۔
اسے آج شاہ میر سے جھجک محسوس نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ اسی راستے کا مسافر تھا جس پر وہ عرصے سے چل رہی تھی اور ان کی منزل ایک ہی تھی۔
اس نے اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو پونچھے۔
"انجام جو بھی ہو شاہ میر پر میں جانتی ہوں کہ تم مجھے معاف کر دو گے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی اور شاہ میر نے بھی بھیگی آنکھوں سے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ اس کے لئے سارے منظر دھندلا رہے تھے اب اسے آگے جو بھی دیکھنا تھا مثنوی کی آنکھوں سے دیکھنا تھا اور وہ پورے دل سے اس بات پر راضی تھا۔ اسے اب ماں جی کا سامنا کرنے کی تیاری کرنی تھی وہ جانتا تھا کہ وہ ان کی نظروں اور ان کے سوالوں سے بچ نہیں پائے گا اور اسے وہ ساری ہمت جمع کرنی تھی۔ اب وہ صحیح معنوں میں مثنوی کے آگے ڈھال بن کر کھڑا ہونے جا رہا تھا اور اسے یہ عہد پوری ایمانداری سے نبھانا تھا۔

○.....❖.....○

وہ فجر کے لیے اٹھے تھے پر علاقے کو آندھی نے گھیرا ہوا تھا انہوں نے آسمان کی طرف اس امید سے نظریں دوڑائیں کہ شاید سلازار کے آنے کے آثار نظر آئیں پر آسمان کو دیکھتے ہی ان کے چہرے پر فکر کی لکیریں نمودار ہوئی تھیں یہ طوفان کے آنے کی پیش گوئی تھی۔
"یا اللہ خیر کرنا۔"
انہوں نے وضو کر کے حجرے میں ہی نماز پڑھی اور احد کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔
قلعے میں ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ انہیں ازلان اپنے مخصوص چبوترے پر کھڑے نظر آ گئے تھے۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے ان تک پہنچے۔
"کیا ہوا خیریت ہے نا؟ سلازار کی کوئی خبر ہے؟" ان کی آواز میں واضح پریشانی تھی۔
ازلان نے آگے بڑھ کر انہیں تسلی دی۔ "پریشان مت ہوں وہ بالکل ٹھیک ہے۔ یہ لوگ جانتے تھے کہ سلازار یہاں موجود نہیں ہے اس لیے ایک چھوٹا سا حملہ کرنے آئے تھے ہمارے محافظوں نے انہیں مار بھگایا ہے۔ ہمارے ایک محافظ کو وہ جاتے ہوئے پکڑ کر لے گئے ہیں پر مجھے امید ہے کہ وہ واپس آ جائے گا۔"
شاہ صاحب نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا پر ان کے چہرے کی پریشانی کم نہیں ہوئی تھی۔ احد میں ہلچل رکی تو ازلان ان کو لے کر ایک طرف بیٹھ گئے تھے۔
"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔" وہ بولے۔

CamScanner

"جی بولیں۔" شاہ صاحب پوری توجہ سے سن رہے تھے۔
"کل یہاں شتوی آئی تھی۔" وہ بولے۔
"یہاں۔" وہ حیران ہوئے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ شاہ صاحب کے حجرے کے علاوہ یہاں سے بھی ہو گئی تھی۔
"تو کیا آپ لوگ ان کے سامنے ظاہر ہوئے تھے؟" وہ بولے۔
"جی...... وہ بار بار سالار زار کا نام لے رہی تھی۔ ہمیں اس کو مایوس لوٹانا ٹھیک نہیں لگا۔" وہ بولے۔
شاہ صاحب نے گہری سانس لے کر سر جھکا دیا تھا۔
"کیا کوئی راستہ نکل نہیں سکتا؟" اس وقت شاہ صاحب کو ازلان ایک مجبور باپ لگے تھے۔
"آپ کو لگتا ہے کہ اگر کوئی راستہ نکلتا تو میں اپنے سالار زار کو یوں خالی ہاتھ لوٹاتا؟" وہ ان کی طرف دیکھ کر بولے۔
ازلان سب کچھ جانتے بوجھتے بھی کوئی حل چاہ رہے تھے۔
"تو میں سالار زار کو ہمیشہ کے لئے کھونے کی تیاری شروع کر دوں؟" ان کے لہجے میں کچھ تھا۔ شاہ صاحب اندر سے ہل گئے۔
"ازلان میں خود نہیں جانتا کہ کیا ہوگا۔ یہ بات کر کے تم میرا دل مزید مت دکھاؤ۔ میں اللہ سے اس معاملے میں بہتری کے لیے کتنی ہی دعائیں کر رہا ہوں۔ مجھے پوری امید ہے کہ کوئی نہ کوئی حل ضرور نکل آئے گا۔ ان دونوں کی لگن سچی ہے۔ ان کے ارادے نیک تھے ان میں سے کوئی بھی خیانت نہیں کرنا چاہتا تھا پر ہم قدرت کے قانون کے آگے مجبور ہو جاتے ہیں ازلان۔ ایمان و انصاف ہی ہے جس نے حد بندیاں مقرر کی ہیں۔ جس نے اس دنیا میں اعتدال برقرار رکھا ہوا ہے ورنہ تو یہاں جنگل کا قانون چلتا۔ میں اور تم تو اس اعتدال کے محافظ ہیں شاید اسی وجہ سے ہمارے لئے یہ معاملہ زیادہ مشکل ہو گیا۔ اگر میں اور تم کوئی عام انسان ہوتے تو ہم ان دونوں کی خوشی کو مد نظر رکھ کر فیصلہ کرتے۔ سالار زار صحیح کہتا ہے آگہی بھی کبھی کبھی سب سے بڑا عذاب بن جاتی ہے۔" ان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔ "ازلان خاموش ہو گئے وہ جانتے تھے کہ شاہ صاحب صحیح کہہ رہے ہیں۔
ان کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں لال آندھی سمٹ رہی تھی شاید غیلان دور جا چکے تھے۔ انہیں اپنے محافظ کی فکر تھی جسے وہ قیدی بنا کر لے گئے تھے پر انہیں امید تھی کہ وہ جلد واپس آ جائے گا۔

O......❖......O

اس نے اپنے کمرے میں آ کر سب سے پہلے اپنا حلیہ درست کیا تھا وہ اپنی آنکھوں پر دیر تک پانی مارتا رہا۔ ماں جی کسی بھی لمحے آ کر اس سے اس رشتے کے متعلق بات کر سکتی تھیں وہ اپنی ان متورم آنکھوں کی کیا وضاحت دیتا؟
اس نے اپنی آنکھوں کو اچھی طرح تولیے سے خشک کیا اور آ کر کمرے میں بیٹھ گیا عین اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی تھی اور ماں جی دروازے سے اندر داخل ہوئیں۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پر اس نے اپنی آنکھیں نہیں اٹھائی تھیں۔
"شاہ میر تم نے سنا؟ میری تو خوشی کی کوئی انتہا نہیں۔ مہ جبین ماں گئی ہے اس نے خود آ کر رشتے کی بات کی ہے۔"

CamScanner

یا اللہ! میں تیرا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ اللہ نے ہماری دعائیں سن لیں ہیں تم خوش ہونا؟'' وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔ شاہ میر نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

''کیا ہوا تمہیں؟ ادھر دیکھو میری طرف۔'' انہوں نے اس کا ستا ہوا چہرہ دیکھا تھا۔ وہ نظریں اٹھا کر انہیں دیکھنے لگا۔

گو کہ وہ خود کو نارمل کرنے کی کافی کوشش کر چکا تھا پر وہ ماں تھیں ایک لمحے میں پہچان گئیں۔

''شاہ میر کیا تم رو رہے تھے؟'' انہیں فکر ہوئی انہوں نے تو اسے کبھی روتا نہیں دیکھا تھا۔

اور وہ جو شاید بکھرنے کے لئے تیار بیٹھا تھا ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔ انہیں بری طرح فکر نے گھیرا تھا۔

''کیا ہوا تمہیں شاہ میر؟ تم ٹھیک تو ہو؟ مجھے بتاؤ کیا بات ہوئی ہے؟ تم نے اس خوشی کی خبر پر ایسے کیوں ری ایکٹ کیا؟ کوئی مسئلہ ہے یا مثنوی اب بھی؟'' وہ تیزی سے پیچھے ہٹا تھا۔

''ماں جی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ مثنوی کے حوالے سے کبھی بھی کوئی شک دماغ میں مت لائیے گا۔ بس اچانک پریشانی کے بعد اتنی بڑی خوشی ملے تو انسان کا دل سمجھ نہیں پاتا کہ کس طرح سے برتاؤ کرے لہٰذا مجھے بھی سمجھ نہیں آیا اور پھر اچانک آپ کو سامنے دیکھ کر میں برداشت نہیں کر پایا۔'' اس نے اپنے آنسو پونچھے۔

انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

''میرے بچے! اللہ تمہیں اس سے کئی گنا زیادہ خوشیاں دے تم دونوں کا ساتھ ہمیشہ سلامت رکھے یہ میری دلی خواہش تھی جو اللہ نے پوری کر دی ہے۔ آج کے بعد تمہاری آنکھوں میں کبھی آنسو نہ آئیں۔'' وہ اسے والہانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے دعائیں دے رہی تھیں۔

اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

''کیا تم نے مثنوی سے بات کی ہے؟'' ان کے لہجے میں ابھی بھی ہلکے سے شکوک وشبہات تھے۔ اس نے سر ہلا دیا۔

''جی..... مثنوی اس رشتے پر دل سے راضی ہے۔'' وہ بولا۔ اب وہ کافی حد تک سنبھل چکا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ میں بابا جان سے بات کرتی ہوں اس جمعہ کو ہم اصغر کے ساتھ ساتھ تم دونوں کی رسم بھی ادا کر دیتے ہیں۔ یا اللہ میرے تو پیر زمین پر نہیں پڑ رہے۔ اتنی تیاری کرنی ہے اور اب تم انتظامات نہیں دیکھو گے یہ سارے انتظامات باقی کے لڑکوں کے ذمے لگاؤ۔ تم صرف آرام کرو اور اس دن کے لئے اچھے اچھے خواب دیکھو۔ میں گھر والوں کو یہ خوشخبری سناتی ہوں اور اپنے بیٹے کی رسم کی تیاری شروع کرتی ہوں۔'' ان کے لہجے میں دنیا جہان کی خوشی بسی ہوئی تھی وہ مسکرایا۔

کوئی تو تھا جو اس لمحے میں بھی خوش تھا۔

''میں مثنوی سے مل کر بابا جان کے پاس بات کرنے جا رہی ہوں۔'' انہوں نے آگے بڑھ کر ایک بار پھر اسے گلے لگایا تھا اور اس کے کمرے سے نکل گئیں تھی۔

وہ انہیں جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

CamScanner

بھلے ہی اس کے اندر سب کچھ ٹوٹ رہا تھا پر وہ ماں جی سے ان کی یہ خوشی نہیں چھیننا چاہتا تھا۔
''مشوی.....'' اس کے لبوں سے یہ نام ادا ہوا۔ ''انجام کی خبر نہیں پر تمہاری اس کہانی میں شاید میرا یہ کچھ سا کردار یادگار بن جائے۔ تمہاری یادداشت میں محفوظ ہونے کے لئے مجھے ہر دکھ ہر تکلیف منظور ہے۔'' اس نے اپنی آنکھیں موند لی تھیں۔ وہ چہرہ پھر سے آنکھوں میں اترا تھا پر اب وہ آنکھیں نہیں کھولنا چاہتا تھا۔ چاہے کچھ عرصے کے لئے ہی سہی پر وہ اس سے منسوب ہونے جا رہی تھی۔

O.....✥.....O

سلازار اور قرطاس، غیلان قبیلے کے کافی قریب آ گئے تھے۔
''میرا نہیں خیال کہ ہمیں ان کے اتنا قریب آنا چاہیے۔ آپ خود کو جان بوجھ کر خطرے کی طرف لے جا رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ یہ سب قبیلے کی حفاظت کے لیے کر رہے ہیں پر اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا کہیں سے بھی ٹھیک نہیں ہے۔'' قرطاس اسے سوچ میں گم دیکھ کر بولا۔
''میں نے اس لیے تم سے کہا تھا کہ میرے ساتھ مت آؤ۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔
''یہ تو آپ بھول جائیں کہ میں آپ کو چھوڑ کر کہیں جاؤں گا۔''
وہ بھی اس کے ساتھ رہتے رہتے اسی کی طرح ہو گیا تھا۔
سلازار کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
''مجھے پتا چلا ہے کہ انہوں نے اپنے کچھ چیلوں کو اس طرف بھیجا تھا۔ میں بس انہی کے انتظار میں ہوں۔ میرا بھی ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ میں اکیلا اس قبیلے میں اتر کر خودکشی کر لوں۔ میں بس یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ واپس کس حالت میں آتے ہیں۔ کیا میرا قبیلہ اس قابل ہے کہ وہ میرے بغیر یہ چھوٹی سی جنگ لڑ پائے گا۔'' وہ بولا۔
قرطاس حیرانی سے اس کی طرف پلٹا تھا۔ وہ اس وقت برفانی چٹانوں کے پچھلی طرف تھے۔ ان چٹانوں کے دوسری طرف غیلان آباد تھے۔ گو کہ وہ انہیں دیکھ نہیں سکتے تھے پر آنے جانے کے لیے یہی راستہ استعمال کرتے تھے۔ اور سلازار اسی راستے پر قرطاس کے ساتھ صبح سے موجود تھا۔
اور پھر انہیں دور سے ہی ان شیاطین کا وہ ٹولہ آتا ہوا نظر آیا۔ ان میں سے بیشتر کی حالت ابتر تھی۔ سلازار کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی پر اگلے ہی لمحے جس چیز نے اسے چونکایا تھا وہ تھا اس کے قبیلے کا ایک محافظ جس کو انہوں نے جکڑ رکھا تھا۔
''جواب انہیں بھرپور ملا ہے پر یہ امشال کو پکڑ لائے ہیں۔'' قرطاس کے چہرے پر پریشانی پھیل گئی تھی۔
''کیا ہم امشال کی مدد کو جائیں گے؟'' وہ بولا۔
''یہاں سے غیلان کا قبیلہ قریب ہے۔ یہ ہزاروں کی تعداد میں ہم پر جھپٹ پڑیں گے ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔'' سلازار بولا۔
''مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ ان کو کسی کو پکڑنے کی ضرورت کیوں پڑی؟ یہ چاہتے تو اس کو وہیں ختم کر سکتے تھے۔'' سلازار بولا۔
''صحیح کہہ رہے ہیں آپ! ہمارے قبائل کے ایسے تو کوئی راز ہوتے ہی نہیں جن کو جان کر دوسرے کو کوئی فائدہ

بولا۔ ہارت کو پتہ ہے کہ آپ ابھی پہاڑوں پر موجود ہیں لہٰذا وہ قبیلے سے کسی کو اس جگہ کی نشاندہی نہ کرنے دے گا۔ ایسے کام نہیں۔ ظاہر ہے محافظوں کی اتنی ہمت نہیں جتنی آپ کی ہے۔ وہ چاہ کر بھی آپ کی جگہ کی نشاندہی نہیں کر پائے گا۔" قرطاس بولا۔

"کیا کرنا چاہتے ہو ہارت؟" سلازار نے خود کلامی کی۔

اور پھر اچانک اسے ایسا لگا تھا جیسے اس کے وجود میں کھولتی آگ سرایت کر گئی ہو۔ ایک ایسی آگ جس نے اس کے پیکر کو بھی جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ سلازار کی آنکھوں میں شدید حیرت تیر گئی۔

"کیا ہوا سلازار؟" قرطاس اس کی طرف حیرت سے پلٹا تھا۔ کیونکہ سلازار کے منہ سے بے اختیار کراہ نکلی تھی۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" وہ بولا۔

وہ شدید تکلیف کی زد میں تھا وہ گھٹنوں کے بل وہیں گر گیا تھا۔

"سلازار کیا ہوا ہے آپ کو؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟" قرطاس کو پریشانی نے گھیرا تھا۔

"یہ نہیں ہو سکتا قرطاس اور اگر ہونا بھی تھا تو اتنی جلدی نہیں ہونا چاہیے تھا۔" وہ کراہا۔

قرطاس نے دیکھا اس کا وجود جگہ جگہ سے چٹخنا شروع ہوا تھا۔

سلازار کے وجود سے آگ بھڑکنا شروع ہو گئی تھی۔ قرطاس خوف سے دور ہٹنے لگا۔

سلازار نے بمشکل اپنی چیخیں روکی تھیں۔ وہ جانتا تھا اس وقت وہ لوگ غیلان کے انتہائی قریب تھے اور ذرا سی غلطی انہیں انتہائی نتائج سے دوچار کر سکتی تھی۔

"چلیں میں آپ کو یہاں سے دور لے کر جاتا ہوں۔" قرطاس اس کی حالت کو بھانپ کر اس کی طرف بڑھا۔

سلازار نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا تھا۔

"میرے قریب مت آنا۔" اس نے بمشکل یہ الفاظ ادا کیے تھے۔

قرطاس کو سمجھ نہیں آیا کہ ہو کیا رہا ہے۔

پھر اچانک جیسے اس کا وجود سرد پڑنے لگا تھا۔ آگ ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ اس کے وجود پر پڑی دراڑیں بھرنے لگی تھیں اور تھوڑی دیر بعد وہ اس پتھریلی چٹان سے سر ٹکا کر بیٹھ گیا تھا۔ پر اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

قرطاس نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا سلازار کی حالت سنبھل رہی تھی پر اب بھی اسے سانس مشکل سے آ رہی تھی۔

آدھا گھنٹہ اسی طرح بیٹھے رہنے کے بعد وہ سنبھل گیا تھا۔

"چلو چلیں ادھر سے۔" وہ ایک طرف کو پرواز کر گیا تھا۔

قرطاس بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔ غیلان کے علاقے سے نکل کر وہ قدرے ہریالی والے علاقے میں داخل ہوئے تھے۔ وہ اتر کر ایک درخت کے پاس جا بیٹھا قرطاس اتر کر اس کے پاس آیا تھا۔

"کیا ہوا تھا سلازار؟" وہ پوچھے بغیر نہیں رہ پایا تھا۔

"مشتری کو کسی نے چھوا تھا قرطاس!" وہ بس اتنا ہی بول پایا، ایسا لگا تھا جیسے اس جملے نے اسے پھر سے اسی

CamScanner

تکلیف میں مبتلا کیا ہو۔

قرطاس کچھ بولا نہیں کیونکہ یہ سلازار کا ہی حکم تھا کہ وہ اس بارے میں اس کے منہ سے کچھ نہیں سننا چاہتا تھا لہٰذا وہ خاموشی سے اس کے ساتھ بیٹھ گیا جانتا تھا کہ اس وقت وہ اسے تسلی بھی نہیں دے پائے گا۔

تھوڑی دیر بعد وہ خود ہی بولنا شروع ہوا۔

''تم جانتے ہو میں اس کے وجود میں سرائیت کیوں کر گیا تھا۔ کیونکہ میں اسے ہر ہر لمحہ محسوس کرنا چاہتا تھا۔ اور اب بھی میری سزا بن گئی ہے۔'' وہ یہ بول کر خاموش ہو گیا تھا۔

قرطاس کو بے چینی نے گھیرا۔

''آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ کسی......'' اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی تھی وہ کوئی گستاخی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''ہاں اسے کسی نامحرم نے چھوا ہے۔'' اس نے تکلیف کی شدت سے یہ جملہ مکمل کیا تھا۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ ان کی مرضی کے بغیر ہوا ہو۔'' قرطاس بولا اس کا دل بیٹھ رہا تھا۔

''اگر اس کی مرضی کے بغیر ہوا ہوتا تو مجھے اتنی تکلیف نہ ہوتی۔'' وہ بولا۔

''آپ اپنے وجود کو اس سے آزاد کیوں نہیں کرا لیتے؟'' قرطاس کے اس جملے پر وہ بے تحاشہ ہنسنا شروع ہو گیا تھا قرطاس کو حیرانی ہوئی۔

''یعنی کہ تم بھی یہ جانتے ہو کہ میں نے اسے قید نہیں کیا تھا بلکہ اس نے مجھے کیا تھا اور اب مجھے اپنے وجود کو آزاد کرانے کے لئے اس سے بھیک مانگنی پڑے گی۔'' سلازار کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

''آپ اپنے آپ کو کب تک اس تکلیف میں مبتلا رکھیں گے؟'' قرطاس سے اس کا رونا نہیں دیکھا جا تا تھا۔

''جب تک میری سانسیں چلیں گی۔ پر ایک بار میں یہ دیکھنے ضرور جاؤں گا کہ میں جن زاد ہو کر بھی کتنا بے بس ہوں۔ شاید کہ یہ دنیا سمجھ پائے ہمارے بس میں بھی ہر چیز نہیں ہوتی قرطاس! شاید لوگ یہ سمجھ پائیں کہ عشق سب کو برابر توڑتا ہے۔ مجھے اپنی زادیت بدلنے کی سزا مل رہی ہے۔ عشق زاد بننا اتنا آسان تو نہیں۔ قدرت بھی سزا دیتی ہے زادیت بدلنے کی۔ پر عشق زادوں کو جانتے بوجھتے آگ سے کھیلنے کا شوق ہوتا ہے۔ سلازار ضرور دیکھے گا کہ وہ یہ زادیت کہاں تک نبھا پایا وہ یہ ضرور دیکھنے جائے گا کہ یہ تکلیف کس حد تک برداشت کر سکتا ہے۔'' وہ یہ بول کر خاموش ہو گیا تھا۔

''تو پھر کب چل رہے ہیں ہم؟'' قرطاس کے لہجے میں امید تھی۔

''جمعہ کو۔'' وہ یہ بول کر مسکرایا تھا پر اس کی مسکراہٹ میں کچھ ایسا تھا جو قرطاس کو ہلا گیا تھا۔

O.....❖.....O

ایک دن رہ گیا تھا مثنوی اور اس کی نسبت ٹھہرنے میں۔

گھر والوں کو جب سے پتا چلا تھا ہر کوئی کھل اٹھا تھا۔ خوشیوں نے پھر سے حویلی پر ڈیرا ڈالا تھا۔

شاہ میر کو لڑکوں نے آرام کرنے کا بول کر باقی کی ذمے داری اٹھائی تھی۔ اکمل صاحب بھی روانہ ہو چکے تھے انہوں نے مہ جبین سے بات کرنے کے بعد کافی دیر تک مثنوی سے بات کی تھی اور اچھی طرح تسلی کر لینے کے بعد ہی

[illegible]

[illegible] بہت [illegible]

"تم خوش ہو؟" [illegible] کی طرف جا کر [illegible]

[illegible] بہت [illegible]" وہ مسکرایا تھا۔

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ وہ شاہ میر جو ہم سب کی شادی میں [illegible] خوشی سے ہوتی ہے اس طرح [illegible] بیٹھا ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے تم جانتے ہو پچھلے دنوں گھر میں کیا حالات رہے ہیں [illegible] خوشی [illegible] میں اس چیز کو کسی طرح سے محسوس نہیں کر پا رہا۔" وہ بولا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اس نے سر ہلا دیا تھا۔ واقعی مشوی جن حالات سے گزری تھی [illegible] مشوی اور شاہ میر کے رشتے کی خبر نے ان سب کو ہی حیران کر دیا تھا۔

"تم بہادر انسان ہو شاہ میر! نا صرف یہ کہ تم نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی مشوی [illegible] ان حالات کا بہت بہادری سے مقابلہ کیا ہے۔ اللہ تمہیں اس کا اجر ضرور دے گا۔" [illegible] بھی اس کے پاس دادا جان چلتے ہوئے آئے تھے۔

"بیٹا ہمیشہ کی طرح اس بار بھی شاہ صاحب کو مٹھائی اس وقت پہنچ جانی چاہیے۔" وہ [illegible] دیکھتے ہوئے بولے۔

"میں بھیجوا آتا ہوں دادا جان!" اشعر آگے بڑھا تھا۔

"نہیں نہیں۔ میں خود جاؤں گا۔" شاہ میر بولا تھا اور دادا جان اسے دیکھ کر رہ گئے۔

انہوں نے بھی آگے بڑھ کر اس کا کندھا تھپتھپایا تھا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"اچھا میں ذرا شاہ صاحب سے ملاقات کر آؤں اور ان کی دعائیں بھی لیتا آؤں۔" وہ [illegible] اس کی پشت کو تکتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر مشکل وقت سے گزر رہا ہے [illegible] خوش ہونے والے اس انسان کو اس کی دائمی خوشیاں مل جائیں۔

شاہ میر حویلی سے باہر نکل آیا تھا ملازم کے نوکر وہاں موجود تھے اور [illegible] شاہ میر کو دیکھ کر [illegible]

"میں پہنچا آتا ہوں آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں؟" وہ شاہ میر کو دیکھ کر بولا۔

"نہیں میں خود بھی جانا چاہتا ہوں شاہ صاحب سے اپنے لئے دعا کرواؤں گا۔" وہ یہ کہہ کر [illegible]

ھ کے برابر والی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا تھا۔ اکرم نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔ اب گاڑی شاہ صاحب کے حجرے کی طرف جا رہی تھی۔

''آپ سے ایک بات پوچھوں؟'' کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہنے کے بعد اکرم سے رہا نہیں گیا تھا۔

''ہاں پوچھو......'' وہ جو مسلسل کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا اس کی طرف گھوما۔

''آپ کو ڈر نہیں لگا مثنوی آپی سے شادی کے لیے ہاں کرتے وقت؟'' وہ بولا۔

شاہ میر ہنسنے لگا تھا وہ جنوں کو لے کر اس کے خوف سے اچھی طرح واقف تھا۔

''اب جب کہ میں وہی زاویت اختیار کر چکا ہوں تو پھر کیا ڈرنا؟'' وہ یہ بول کر مسکرا دیا تھا۔

''کیا مطلب میں سمجھا نہیں؟ آپ جن بن چکے ہیں؟'' اکرم کو خوف محسوس ہوا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ مثنوی کا سایہ اتر کر شاہ میر پر آ گیا ہو۔

شاہ میر ہنسنے لگا۔

''تم نہیں سمجھو گے اکرم، پر اب مجھے ڈر نہیں لگتا، مثنوی بھی بالکل ٹھیک ہے اب اور تم بھی اس بارے میں پریشان ہونا چھوڑ دو۔'' وہ بس اتنا ہی سمجھا سکتا تھا۔

اکرم کو کچھ سمجھ تو نہیں آیا تھا پر اس نے سر ہلا دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی گاڑی حجرے کے سامنے رکی تھی۔

''آپ اندر چلیں میں مٹھائیوں کے ٹوکرے لاتا ہوں۔'' وہ یہ بول کر گاڑی کی ڈگی کھولنے لگا۔

شاہ میر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ یہ بچوں کے قرآن پڑھنے کا وقت تھا۔ صحن سے بچوں کی تلاوت کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔ صحن کے وسط میں بچھی چٹائی پر ایک طرف شاہ صاحب تسبیح پڑھنے میں مشغول تھے اور ان کے آس پاس بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ شاہ میر کو دیکھ کر انہوں نے سر کے اشارے سے اسے پاس آنے کا کہا تھا اور وہ انہیں سلام کر کے ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

اکرم مٹھائی کے ٹوکرے ایک ایک کر کے اندر لانے لگا انہوں نے ایک نظر مٹھائی کے ٹوکروں پر ڈالی اور دوبارہ بچوں کی طرف متوجہ ہو گئے تھے انہیں سبق دے کر وہ شاہ میر سے مخاطب ہوئے۔ ''اصغر کی منگنی ہو رہی ہے۔'' وہ مسکرائے تھے۔

''جی......'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا تھا شاید ہمت جمع کر رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ایک مجرم ہو اور عدالت میں کسی سنگین جرم کے تحت لایا گیا ہو۔ اکرم مزید ٹوکرے اٹھانے کے لئے باہر چلا گیا تھا۔

''کیا ہوا خاموش کیوں ہو؟'' وہ اس کے چہرے کی پریشانی بھانپ کر اس سے پوچھ رہے تھے۔

''جی وہ......اصغر کے ساتھ ساتھ میری منگنی بھی ہو رہی ہے۔'' وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔

''یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔'' ان کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''میری منگنی مثنوی سے ہو رہی ہے۔'' اس نے بالآخر وہ جملہ مکمل کیا تھا اور دوسری طرف گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ اس نے نظر اٹھا کر شاہ صاحب کی طرف دیکھا ان کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔

''میں جانتا ہوں کہ میں دعاؤں کا حقدار تو نہیں پر یہ فیصلہ اس طرح نہیں لیا گیا جس طرح آپ سمجھ رہے

تھا۔" وہ بولا۔

"تم دعا اس کے حقدار کیسے نہیں ہو سکتے میرے بچے؟ تم شروع سے ہی مجھے اولاد کی طرح عزیز ہو۔ میں جانتا ہوں یہ فیصلہ تم دونوں نے کس طرح لیا ہوگا میری دعائیں ہمیشہ تم دونوں کے ساتھ ہیں۔" وہ نم آنکھوں سے بولے۔

وہ خاموش بیٹھا رہا انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اس نے [illegible] بہت [illegible] سے اجازت لے کر وہاں سے اٹھ آیا۔ اکرم باہر گاڑی میں اس کا انتظار کر رہا تھا اس نے اسے دیکھ کر گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

"اب کہاں چلیں؟" وہ اس کے بیٹھتے ہی اس سے پوچھنے لگا۔ "حویلی واپس چلیں گے۔" اس نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔ اکرم نے سر ہلا کر گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

اس کے جانے کے بعد شاہ صاحب نے آسمان کی طرف نظریں دوڑائیں وہ بالکل صاف تھا پر یہ خاموشی سی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ تھی۔

انہوں نے بچوں کو جانے کا کہا اور حجرے میں موجود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔ ان کا دل بری طرح بے چین ہو رہا تھا وہ سلازار کا سامنا کیسے کریں گے؟ کبھی نہ کبھی تو وہ لوٹ کر آئے گا۔

ازلان کی مخصوص خوشبو ان کے حجرے میں پھیل گئی تھی انہوں نے آنکھیں موند لیں۔

انہیں ابھی اس امتحان سے بھی گزرنا تھا۔

"السلام علیکم!" ازلان نے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام!" انہوں نے بلند آواز سے ان کے سلام کا جواب دیا۔

"حویلی میں تقریب ہے اور اس موقع پر بھی انہوں نے ہمیشہ کی طرح آپ کے قبیلے کے لیے کچھ مٹھائیاں بھجوائی ہیں۔" انہوں نے تمہید باندھی۔

"ٹھیک ہے..... ہم لے جائیں گے۔" وہ مسکرائے۔

"آپ کا جو محافظ وہ لوگ لے گئے تھے اس کے بارے میں کوئی خبر ملی؟" شاہ صاحب نے پوچھا۔

"جی میں وہی بتانے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی قبیلے میں لوٹ آیا ہے۔" ازلان بولے۔

"حیرت ہے انہوں نے اسے ختم کرنے کے بجائے ساتھ لے جانا کیوں ضروری سمجھا اور پھر اس کے بعد اسے اس طریقے سے واپس بھیج دیا اس کے پیچھے کیا وجہ ہو سکتی ہے؟" وہ حیران ہوئے تھے۔

"وہ اس سے سلازار کے بارے میں پوچھ رہے تھے پر وہ کسی طرح وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔" ازلان بولے۔

"پر سلازار تو انہی کے علاقوں میں موجود ہے۔" وہ حیران ہوئے۔

"ہارث، سلازار کی خوشبو پانے میں ناکام رہا ہے۔ اشال نے بتایا ہے کہ سلازار نے ان کا اچھا خاصا نقصان کیا ہے۔ اور اس کے آنے سے مجھے بھی اس بات کا اطمینان ہوا ہے کہ سلازار خیریت سے ہے۔" ان کے چہرے کی خوشی دیدنی تھی۔

"پھر وہ اشال سے کیا معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔" ان کے چہرے پر اب پریشانی تھی۔

"وہ شاید سلازار کے مقام کی نشاندہی کروانا چاہ رہے تھے۔ ہماری طرح شاید وہ بھی اس کی خوشبو پانے میں ناکام ہے جیں پر ظاہر ہے اشال کیسے سلازار کی خوشبو پا سکتا ہے؟" وہ مسکرائے۔

"تو پھر انہوں نے اسے ختم کرنے کے بجائے چھوڑا کیوں؟" شاہ صاحب کو ابھی تک یہی بات پریشان کر رہی تھی۔

"چھوڑا نہیں۔ یہ وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے میں پھر بھی اس معاملے کی مزید تحقیق کروں گا۔ اچھا مجھے اجازت دیجئے۔" ازلان بولے۔

"میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہ رہا تھا۔" شاہ صاحب ہچکچائے۔

"جی بولیں۔" وہ ان کی طرف غور سے دیکھنے لگے۔

"حویلی والوں نے اسفر کی منگنی کے ساتھ ساتھ شاہ میر کی منگنی بھی طے کر دی ہے۔" وہ بولے۔

ازلان کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ یہ بات انہیں کیوں بتا رہے ہیں۔

"جی بہتر۔" وہ بولے۔

"شاہ میر کی منگنی مشوی سے طے ہوئی ہے۔" انہوں نے اپنی طرف سے دھماکا کیا تھا۔

ازلان اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اور مشوی اس سب کے لئے کیسے راضی ہو سکتی ہے؟" ان کے چہرے پر شدید جلال آیا تھا۔

"ازلان تم بھی جانتے ہو اور میں بھی کہ یہی ٹھیک ہے ہمیں معاملات کو صحیح طریقے سے سنبھالنا ہوگا۔" وہ ان سے آنکھیں نہیں ملا پائے۔

ازلان تھوڑی دیر انہیں دیکھتے رہے اور پھر بغیر کچھ کہے ہوا میں تحلیل ہو گئے تھے۔

شاہ صاحب نے پریشانی سے تسبیح پھیرنا شروع کر دی تھی آج نہیں تو کل یہ ہونا ہی تھا انہیں اب سلازار کو سنبھالنا تھا۔

O.....❖.....O

ہارت نے پرواز ختم کر کے سمندر کی تہہ پر قدم رکھا اور وہ تیزی سے سمندر کے اوپر چلتا ہوا سمندر کے وسط کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ اسے وہ تخت نظر آنا شروع ہو گیا۔ سمندر کے بیچوں بیچ تخت پر ان کا سردار بیٹھا تھا۔ اس کے شیطانی چیلے اس کے ارد گرد اس کی خدمت میں مصروف تھے۔ وہاں ہر کوئی اپنے کارنامے سنانے پہنچا ہوا تھا۔ ہارت نے آگے بڑھ کر اسے سجدہ کیا تھا۔

"ہارت آگے آؤ۔" ایک دہشت ناک آواز اس وجود سے برآمد ہوئی تھی۔ اس کی طرف دیکھنے کی جرأت ہارت میں بھی نہیں تھی۔ ہر کوئی اس سراپے کی تاب نہیں لا سکتا تھا۔

"آج میں آپ کے لیے ایک بہت بڑی خوشخبری لے کر آیا ہوں۔" اس کی آواز میں جوش تھا۔

تخت پر بیٹھے وجود نے اپنے سینگوں پر ہاتھ پھیرا۔

"تو پھر دیر کیوں کر رہے ہو؟" وہ غرایا۔

"خیر کا وہ محافظ جو بہت عرصے سے ہمارے لئے مصیبت بنا ہوا تھا ہم نے اس کی سب سے بڑی کمزوری پتہ کر

وہ یہ بول کر مسکرایا تھا۔

"سلازار۔" دوسری طرف آواز میں اب اشتیاق تھا۔ جو مٹی کے ہیولے بھی خاموش ہو گئے تھے۔

"ہاں۔" ہارت لطافت سے مسکرایا۔

"ایسا کیا پتہ چلا تمہیں؟" اس نے آنکھیں سکیڑ لیں۔ سلازار جو کوئی معمولی جن نہیں تھا۔ اس کے قبیلے کے اور ان کے کائی اہم لوگ اس کے ہاتھوں مارے جا چکے تھے۔ للّاٰ اس سے مقابلہ کرنا آسان نہیں تھا۔ اس کے ارد گرد موجود چیلے خوشی سے عجیب آوازوں میں چیخنے لگے تھے۔

اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش کرایا۔

"عورت! اور وہ بھی آدم زادی۔" یہ بول کر ہارت زور زور سے چیخنے لگا تھا۔

"احد قبیلے کا سلازار ایک آدم زادی کے عشق میں گرفتار ہو گیا ہے اور اسی وجہ سے وہ اپنا قبیلہ چھوڑ چکا ہے اور اب وہ اکیلا ہے۔" وہ دوبارہ چیخا اور اب وہ سب اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ سمندر میں جوش تھا۔

"تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا؟" اس نے اپنے لمبے لمبے ناخن ہوا میں لہرائے۔

"ہم نے اس کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر احد پر حملہ کیا تھا اور ان کا ایک محافظ پکڑ لائے تھے۔ کیونکہ وہ ہمارے علاقوں میں رہ کر حملے کر رہا تھا مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ یہاں اکیلا کیوں چلا آیا ہے۔

ہم نے اس محافظ کو بے پناہ اذیت سے گزارا اور تب جا کر اس نے یہ بتایا کہ سلازار کو ایک آدم زادی سے شادی کرنے سے منع کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنا قبیلہ چھوڑ چکا ہے۔ ہم نے اس محافظ کی جگہ اپنا چیلا بھیجا ہے۔ محافظ کی خوشبو محفوظ کر لی گئی تھی اس لئے کچھ وقت تک وہ اسے پہچان نہیں سکیں گے۔ جیسے ہی خوشبو ختم ہوگی وہ واپس آ جائے گا اور بہت جلد ہم احد سے لے کر سلازار تک ہر ایک کو اس دنیا کے نقشے سے مٹا دیں گے۔" وہ تفصیل دیتے ہوئے مسکرایا۔

"آگے کیا کرنے والے ہو؟" وہ خوش ہوا تھا اسے اپنے اس چیلے پر بے انتہا اعتماد تھا۔

"مجھے کچھ دن کی مہلت چاہیے۔ میں سلازار کو خود آپ کے سامنے پیش کروں گا اور اس وقت اس کی حالت ایسی ہوگی کہ وہ خود آپ سے رحم کی بھیک مانگے گا۔" وہ بولا۔

"مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے ہارت! مجھے یقین ہے تم جو بول رہے ہو وہ کر کے دکھاؤ گے اگلی بار ہماری ملاقات ہو تو سلازار تمہارے قبضے میں ہو۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے جانے کا کہا تھا اور وہ اس کے آگے سجدہ کر کے وہاں سے پرواز کر گیا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک مکروہ مسکراہٹ تھی۔

اس نے سلازار کے لیے انتہائی خوفناک جال تیار کیا تھا۔

O.....O.....O

شام اتر رہی تھی۔

وہ حویلی میں داخل ہوا تھا۔

ہال میں ہی لڑکیاں مہندی لے کر بیٹھی تھیں۔ وہ ماں جی کو سلام کر کے وہیں بیٹھ گیا۔

دل کی کیفیت عجیب تھی۔

جیسے مٹھی میں جکڑا گیا ہو۔
"آؤ مشوی مہندی لگواؤ۔" ماہم آگے بڑھی تھی۔
"میں؟" وہ ہچکچائی۔
وہ گہری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔
"ہاں ناں..... ابھی سب لگواتے ہیں۔
"لاؤ ہاتھ کھولو۔" وہ اس کے ساتھ جا بیٹھی۔
مشوی نے چاروں طرف نظر دوڑائی سوائے شاہ میر کے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا اس نے ہتھیلی کھول دی۔ سلازار کی دی ہوئی مہندی کا رنگ وہاں جوں کا توں موجود تھا۔
"ارے یہ کیا؟ یہ کب لگائی تم نے؟" ماہم پوچھ رہی تھی۔
"وہ..... آج دن میں اکیلی بیٹھی تھی تو....." اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔
شاہ میر کو لگا کہ اس سے اب مزید بیٹھا نہیں جائے گا وہ خاموشی سے اٹھ کر سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔ مشوی نے ایک نظر اس پر ڈالی۔
"میں آتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ بھی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ وہ سب اپنی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔
شاہ میر اپنے کمرے میں جانے کے بجائے چھت کی طرف بڑھ گیا۔ وہ چھت کا دروازہ کھول کر غیر محسوس طریقے سے اسی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا تھا جہاں اس نے کچھ دن پہلے مشوی کو کھڑا دیکھا تھا۔
صحرا کا سحر تھا یا قلعے کا جادو! اس پر کوئی نئی کیفیت سوار ہو رہی تھی۔
اچانک ہوا تیز ہوئی تھی۔
تیز گھنٹیاں تھیں جو ہوا کے ساتھ بجنے لگیں تھیں۔
کوئی تھا جو آ کر اس کی پشت سے اس کے گلے لگ گیا تھا۔
اس نے ان مخملی ہاتھوں کو دیکھا۔
"مشوی....." وہ ہاتھ تھام کر گھوما۔
وہاں کوئی نہیں تھا۔
ہوا نے زور پکڑا۔
وہ چھت کے دروازے سے داخل ہوئی تھی۔
وہ پلٹا نہیں۔
مشوی چلتی ہوئی اس تک آئی۔
اس نے اپنے مہندی لگے ہاتھ اس کے سامنے کھول دیئے۔
وہاں شاہ میر کا نام لکھا تھا۔
اس نے حیرانی سے ان ہتھیلیوں کو تھاما۔
مہندی کی خوشبو۔

CamScanner

...اختیار ہوا تھا۔

...ان ہاتھوں کو چومنا چاہا۔

تیز ہوا سے بکھرا ذرہ اس کی آنکھوں میں آیا تھا اس نے آنکھیں مسلیں۔

چہرہ اس کی زندگی کی طرح ویران تھی۔ اس کی آنکھیں بھیگیں۔

شاید آنکھوں میں کچھ آ گیا ہے اڑ کر۔

وہ دل کی طرح آنکھوں کو بھی دھوکہ دے رہا تھا۔

دھندلے منظر میں وہ پھر نمودار ہوئی تھی۔

وہ قلعے کی طرف گھوم گیا۔

وہ خاموشی سے اس کے برابر آ کھڑی ہوئی۔

اس بار وہ مخل ہو کر اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

''شاہ میر! یہاں کیا کر رہے ہو؟'' اس نے انداز دیا اس بار وہ حقیقت میں اس کے سامنے ہے۔

''وہی جو تم کر رہی تھی۔'' وہ اتنا ہی بول سکا۔

''میں تو...'' وہ اتنا ہی بول سکی۔

''میں بھی تو......'' وہ درد سے مسکرایا۔

''اگر وہ نہ آیا تو میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔'' وہ اسے دیکھنے لگا۔ یہ بدبخت آنسو بھرم توڑ دیتے تھے۔

ہوا مزید تیز ہوئی تھی۔

''کیا کرو گے اس لاش کا؟'' وہ قلعے پر نظریں جمائے بولی۔

''مل کر ماتم کریں گے۔ تم اس کا کرنا اور میں تمہارا۔'' کیسی اذیت تھی۔

''کوئی تمہارا بھی تو کرنے والا ہو پھر۔'' وہ اس کی طرف مڑی۔

''شاید کہ ایک آنسو تمہارا میرے لئے بھی وقف ہو۔ میرے لئے کافی ہوگا۔'' اب برداشت ختم ہو رہی تھی۔

''کوئی تو ہو جس سے تم سلازار کی باتیں کر سکو؟''

''تم خود کو اس اذیت سے گزارو گے؟''

''روز صبح تمہیں اپنے قبیلے کے برابر میں موجود دیکھنا ہر اذیت کا مرہم ہوگا مشوی۔'' اس نے التجا کی۔

''یہ امتحان نہیں دے سکوں گی میں۔'' وہ پلٹنے لگی۔

اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''میری حد نہیں بتائی تم نے۔'' وہ رو پڑا تھا۔

وہ پلٹی!

گہرے رنگ کی قمیض شلوار۔

آستین کو کہنیوں تک فولڈ کیے۔

اس کا چوڑا سراپا۔

ہوا سے اڑتے اس کے بال اس کے چہرے پر موجود بہت سے آنسو چھپا گئے تھے۔

آج وہ اسے غور دیکھ رہی تھی۔

پیارا انسان ضائع ہو رہا تھا اس کے لیے۔

وہ اس کے اس طرح دیکھنے پر کسی غیر معمولی احساس سے دوچار ہوا تھا۔ اس نے دھیرا ہاتھ اس کے گال پر رکھ دیا۔

انتہا تھی! کرب تھا!

بہت کچھ تھا ان آنکھوں میں!

مشتری نے اس کے بکھرے بال اس کے چہرے سے ہٹائے۔

"بہت مشکل کر دیا ہے یہ سفر تم نے شاہ میر!" وہ رو پڑی تھی۔

"جاؤ چلی جاؤ پلیز!" وہ ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوا تھا۔

وہ تیزی سے پلٹ کر سیڑھیاں اتر گئی تھی۔

شاہ میر کا دل کیا وہ زور زور سے چلائے۔

"تم تڑپو گے اس جنون کے لیے۔" سالار قریب سے بولا تھا۔

ایسے ہی تو تباہ ہو گا وہ بھی۔

وہ دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔

"مجھے اتنی بڑی سزا ملی ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یا اللہ میرے دل سے یہ خواہش ختم کر دے۔ میں کمزور ہوں مجھ سے نہیں ہوگا میری یادداشت ختم کر دے۔" وہ بکھر رہا تھا۔

شام نے رات کی چادر اوڑھنا شروع کی تھی۔ اندھیرا اس کے بہت سے آنسو اپنے اندر سمو گیا۔

رات نے ماتم کا کالا لباس اوڑھا تھا۔ آج رات اسے یہی غم ستاتا تھا کل کے بعد وہ شاید مشتری کو ہمیشہ کے لئے کھو دیتا۔

O......❖......O

اسٹال پلٹا۔

پر وہ اسٹال کہاں تھا۔

اکرم مسکرایا اسے ہارت کو بتانے کے لئے بہت کچھ مل گیا تھا۔ سالار کی سب سے بڑی کمزوری اس حویلی میں رہ رہی تھی۔ وہ اسٹال کی خوشبو کو دو دن سے زیادہ برداشت نہیں کر پایا تھا اور اس علاقے سے نکلنے سے پہلے اسے ہارت کے لئے معلومات حاصل کرنی تھیں۔ اسے قلعے میں رہنا بیکار لگ رہا تھا کیونکہ وہاں اسے بہت زور لگانے پر بھی ایسی کوئی بات پتہ نہیں لگی تھی۔ پر ازلان کے ساتھ مٹھائی اترتی دیکھ کر اور حویلی کا ذکر سن کر وہ چونکا تھا۔ گو کہ وہ ان کی جماعت سے دور دور ہی تھا پر ازلان کے چہرے کی پریشانی اسے دور سے ہی بہت کچھ بتا گئی تھی۔ وہ وہاں سے نکل آیا تھا۔ خوشبو ختم ہونے سے پہلے اسے اس بات کی تصدیق کرنی تھی کہ وہ لڑکی حویلی میں ہی موجود ہے۔ وہ حویلی پہنچا پر اسے کرنٹ لگا تھا۔ تہدیدی نامہ مبارک اس کے وجود کو کمروں میں جلا سکتا تھا۔ اس کا مطلب وہ اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا وہ چھت کے چکر کاٹنے لگا اور عین اسی لمحے شاہ میر اور مشتری کی وہاں آمد

CamScanner

[illegible] نے [illegible] حالات [illegible] بتائی تھی [illegible] اس نے [illegible] [illegible] تھے۔

[illegible] جانتا تھا نہ جانے کبھی اس انسان سے الگ [illegible] [illegible] سے [illegible] [illegible] چاہتا تھا [illegible] [illegible] کی [illegible] [illegible] کہ اس لڑکی کو اب بھی [illegible] انتظار تھا اب وہ جلد از جلد [illegible] [illegible] چاہتا تھا اس نے اس حادثے سے [illegible] کی طرف سے [illegible] [illegible] وہ خوش تھا کہ اس نے مطلوبہ مدت میں وہ کام مکمل کر دیا تھا۔

O...O...O

مشتوی چھت سے نیچے اتری تو ہال میں غیر معمولی شور کی آواز نے اس کو وہیں چلی آئی۔ اکمل صاحب اور بچے آ چکے تھے۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی ان کے گلے جا لگی تھی۔

وہ بھی اس سے مل کر کافی جذباتی ہو گئے تھے۔ جس حالت میں وہ اسے چھوڑ کر گئے تھے اب اسے اس طرح اپنے پیروں پہ چلتا دیکھ کر ان کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ میر بھی اس سے دیر تک لگا رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں سب ان سے ملنے آ پہنچے تھے ہال میں ہی خوش گپیوں کا سلسلہ جاری تھا۔

"شاہ میر کہاں ہے؟ اسے تو بلائیں۔ میں اپنے داماد سے ملنا چاہتا ہوں۔" اکمل مسکراتے ہوئے بولے۔

مہ جبین نے بھابھی کی طرف دیکھا۔

"میں دیکھ کر آتی ہوں۔" وہ یہ کہہ کر اسے بلانے کے لیے اٹھ گئیں۔ مشتوی نے بے چینی سے پہلو بدلا کیوں کہ جس حالت میں وہ شاہ میر کو اوپر چھوڑ کر آئی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی بھی اسے اس طرح دیکھے۔ وہ خاموشی سے ہونٹ کاٹنے لگی تھوڑی دیر کے بعد ہی ماں جی اترتی ہوئی نظر آئی تھیں۔ وہ سب ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

"میں اس کے کمرے میں گئی تھی پر شاور کی آواز آ رہی تھی میرے خیال سے وہ نہا رہا ہے۔ جیسے ہی فریش ہو گا سب سے پہلے نیچے آئے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

مشتوی نے ان کے چہرے کو جانچا وہ سچ بول رہی تھیں اس نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا کیوں کہ شاہ میر کی جذباتی حالت اس رشتے پر کئی سوالات اٹھا سکتی تھی اور وہ بابا کے سامنے شاہ میر سے اس طرح کی کسی بھی غلطی کی توقع نہیں رکھتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ اسے سیڑھیاں اترتا نظر آیا وائٹ کرتا شلوار میں اس کے گیلے بال سلیقے سے پیچھے کی طرف سیٹ ہوئے تھے وہ اکمل صاحب کو دیکھ کر سیدھا انھی کی طرف آ گیا تھا۔

"السلام علیکم پھوپھا جان!" اس نے جھک کر سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام! کیسا ہے میرا بیٹا؟" وہ خوش دلی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے اور اسے گلے لگا لیا تھا آخر کو وہ ان کی عزیز از جان بیٹی کا ہونے والا شریک سفر جو تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ الگ ہو کر مسکرایا۔ وہ بالکل نارمل تھا۔

مشتوی نے شکر کا سانس لیا۔

وہ ان کے ساتھ لاؤنج میں ہی بیٹھ گیا پر اس نے مشوی کی طرف نہیں دیکھا تھا اس نے نوٹ کیا وہ مسلسل اسے دیکھ رہی تھی پر اب وہ کنفیوز ہو کر جھک چکا تھا لہٰذا وہ پھوپھا جان سے ہی گفتگو کرتا رہا۔ ماحول بالکل نارمل ہو چکا تھا
تھوڑی دیر کے بعد ہی لڑکیاں اصول کے کرا گئی تھیں آخر ایک ہی دن رہ گیا تھا۔

دادا جان بھی وہیں آ بیٹھے۔

"بھائی صاحب میں تو یہی چاہ رہی تھی کہ اب آپ مشوی کو ہمیشہ کے لئے ہمارے حوالے کرنے پر تیار۔"
ماں جی بولیں۔ ان کے لہجے کے خلوص سے وہ مسکرا دیے۔

"جی بھابھی آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے لیکن ہمیں کچھ تیاری کا وقت دیں۔" وہ بولے۔

"کیسی تیاری؟ ہمارے گھر کی بچی ہے۔ ہر چیز موجود ہے یہاں الحمدللہ! آپ بس مشوی کو رخصت کر جائیں۔" وہ اصرار کر رہی تھیں۔ مشوی نے پہلو بدلا۔

"آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے لیکن میں چاہ رہا تھا کہ اس کی شادی سے پہلے کچھ عرصہ مشوی کے ساتھ گزار لوں اب تو اس نے آپ لوگوں کے ساتھ ہی آ کر رہنا ہے۔ بس بیماری کی وجہ سے کافی عرصہ دور رہا ہوں اس سے تو وہ کمی پوری کرنا چاہتا ہوں۔" ان کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں۔

"حوصلہ رکھیں بھائی صاحب! یہ ہماری اپنی بیٹی ہے یہاں سب اسے پھولوں کی طرح رکھیں گے اور پھر شاہ میر ہے نا اس کا خیال رکھنے کے لیے۔" چھوٹی خالہ نے آگے بڑھ کر اپنے بہنوئی کو تسلی دی تھی ان کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں سب انہیں تسلی دینے لگے۔ مشوی خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہ اسے جاتا دیکھتا رہا اور پھر پھوپھا جان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"کاش میں انہیں بتا سکتا کہ مشوی میری دسترس سے بھی بہت دور جا رہی ہے اسے حویلی میں آ کر نہیں رہنا" پر وہ مشوی سے کیا گیا وعدہ نہیں بھولا تھا۔ اسے مضبوط رہنا تھا اور مشوی کو اپنے ہاتھوں سے سالار کے حوالے کرنا تھا۔

گھر کے لڑکے ہلا گلا کرنے لگے ماحول پھر سے خوشگوار ہو گیا تھا وہ سب اٹھ کر ہنگامہ کرنے لگے تھے اس کا بھی ہاتھ کھینچ لیا گیا وہ بھی اٹھ کر ان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا بس ایک ہی دن تو تھا۔ وہ اتنا برا اداکار بھی نہیں تھا۔ ماں جی اسے خوش دیکھ کر دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کر رہی تھیں۔

حویلی کی رونقیں ایک بار پھر بحال ہو گئی تھیں اور اس بار تو شاہ میر کی شادی کی خوشی ہر خوشی پر حاوی تھی۔

O……◆……O

جانے رات کا کون سا پہر تھا۔

نیند نے درد کے باوجود اسے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔

اس کی آنکھ کمرے کا دروازہ بجنے سے کھلی تھی۔ کوئی آہستگی سے دروازہ بجا رہا تھا۔

اس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔

رات کا تین بج رہا تھا۔

وہ حیران ہوا۔

''اس وقت کون ہو سکتا ہے؟''
دروازہ ایک بار پھر بجا تھا۔
اس نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔
مشوی کھڑی تھی۔
''مشوی؟'' وہ حیران ہوا۔
وہ بغیر کچھ کہے کمرے کے اندر داخل ہو گئی تھی۔
شاہ میر کو جھٹکا لگا۔ اگر اسوقت کوئی ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ لیتا تو مشوی کے لئے یہ ٹھیک نہ ہوتا۔
اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا تھا۔
''مشوی اسوقت تمہارا یہاں آنا ٹھیک نہیں ہے تم جاؤ ہم صبح بات کریں گے۔'' وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔
''شش.....'' مشوی نے اس کے لبوں پر اپنی انگلی رکھ دی تھی۔
اسے کرنٹ لگا۔
اس کی آنکھوں میں کچھ تھا۔
''میں تھک گئی ہوں شاہ میرا مجھے جنون میں بھیگنا ہے میرا وجود بکھر رہا ہے مجھے سمیٹ لو۔'' وہ اس کے کندھے سے لگ گئی تھی۔
شاہ میر کو لگا کے اس کے وجود میں خون بہت تیزی سے دوڑ رہا ہے۔
رات کا یہ پہر اور مشوی کی خوشبو!
یہ وہی ظالم خوشبو تھی! اس کے حواس معطل ہوئے۔
اس نے مشوی کو باہوں کے حصار میں لے لیا تھا۔ سوچنے کا وقت کس بخیل کے پاس تھا؟
ہاں پر اسے باہوں میں لیتے ہی اسے احساس ہوا تھا کہ سلا زار کو کس دولت سے نوازا گیا تھا۔
اس نے اس خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔
وہ چہرہ اوپر کر کے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔
اس قدر قریب کہ چاروں طرف جلترنگ بج اٹھے تھے۔
مشوی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ حدود بتائی کہاں گئیں تھیں جو وہ دھیان رکھتا۔
اس نے اپنے ہونٹوں سے اس کے آنسو چنے پر واپس لوٹنے کے راستے تو اس کی خوشبو نے بند کر دیئے تھے۔
وہ لبوں تک آ کر بے اختیار ہوا۔
دنیا بھلاتا کیا ہوتا ہے یہ اسے آج سمجھ آیا تھا۔
دل نہیں بھرا پر وہ اسے الگ کر کے دیکھنا چاہتا تھا۔
ہونٹ قید سے آزاد ہوئے تھے۔
وہ اس کی باہوں میں جھول گئی تھی۔

CamScanner

شاہ میر کی آنکھیں جل اٹھی تھیں۔ آنکھیں اس بے پناہ حسن سے خیرہ ہوئی تھیں۔
وہ اسے بانہوں میں اٹھا کر بیڈ تک لایا تھا۔ اسے کچھ یاد کہاں تھا سوائے اس لمس کے!
وہ اسے لٹا کر اندھیرا کرنے مڑا تھا پر!
اس کے چاروں طرف گلابوں کی سیج آ گئی تھی۔
وہ حیرانی سے مڑا!
یہ کوئی پہاڑی علاقہ تھا۔ اس نے دیکھا تا حد نگاہ گلاب ہی گلاب تھے۔
وہ مثنوی کی طرف پلٹا۔
وہ بے خودی پر دلہن کے لباس میں تھی۔
کوئی شاہ میر کے برابر سے گزر کر مثنوی کی طرف بڑھا۔
وہ سلازار تھا!
شاہ میر ہل نہ سکا۔
وہ مثنوی کے برابر میں جا کر لیٹ گیا تھا۔ گلابوں کے بیچ!
مثنوی نے آنکھیں کھولیں!
"سلازار میں تمہیں چھونا چاہتی ہوں۔"
"جل جاؤ گی۔"
"میں جلنا چاہتی ہوں۔"
سلازار نے اپنے لب اس کے لبوں پر رکھ دیے تھے۔
شاہ میر کو لگا جیسے اس کے دل کو آریوں سے کاٹا جا رہا ہو۔ اس نے اپنی پشت ان کی طرف کر لی۔
پر وہ اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔
تیز بارش تھی اور وہ دونوں اس میں پگھل رہے تھے۔
شاہ میر کی آنکھیں جلنے لگیں۔
یہ کیسی سزا تھی؟
اس سے بہتر تھا کہ کوئی اس کے ٹکڑے کر دیتا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں ورنہ اس کا دل بند ہو سکتا تھا۔
"تم ترسو گے اس جنون کے لئے!" سلازار نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں۔
وہ آئی سی یو میں تھا۔
مثنوی بیڈ پر لیٹی تھی!
اسے اپنی روح نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔
"مثنوی! مثنوی!" وہ چلایا پر اس کی زندگی کی لکیر سیدھی ہو گئی تھی۔
اس کا برف پڑتا وجود! وہ بے تحاشہ رونے لگا۔

CamScanner

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہو گئی۔

[illegible]

[illegible] ایک ہی تھی۔

○ ◆ ○

آمنہ نے کچن میں قدم رکھا۔

[illegible]

"آؤ آمنہ آؤ! مجھے [illegible]" وہ اس کی طرف دیکھ کر [illegible]

وہاں سب بھی بہت خوش ہو گئے تھے۔

"ہارت تم ٹھیک تھے۔ قلعے سے [illegible] ایک حویلی ہے [illegible] حویلی میں رہتی ہے" وہ [illegible] ہوئے بولا۔

"مجھے پوری بات بتاؤ آمنہ! تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا؟"

[illegible] آمنہ نے ساری بات اسے تفصیل سے بتائی۔

"کیا تمہیں یہ پتا چلا کہ وہ کب واپس جا رہا ہے؟" ہارت اپنی آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"میرے خیال سے وہ ایک دو دن میں جائے گا۔ اس لڑکی کی شادی [illegible] نہیں دے گا۔ [illegible] ملازمہ [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی [illegible] ہونے والی ہے۔ ملازمہ کے ساتھ حویلی کا [illegible] شادی ہے یہ معلوم نہیں کر سکا۔" آمنہ بولی۔

"جمعہ کے دن ہوگی۔" ہارت خباثت سے مسکرایا۔ "[illegible] مسلمانوں کے [illegible] کے لئے یہ [illegible] مبارک ہوتا ہے۔" وہ سب کچھ سمجھ گیا تھا۔

"ہم اگر کل تک وہاں پہنچ جائیں تو ہم اس کو پکڑ سکتے ہیں۔" اظراط بولا وہ اکرم کا بھائی تھا۔

"ہارت وہاں اس کا پورا قبیلہ ہوگا تم کیسے اس کو قابو کرو گے؟" مرہ جو کافی دیر سے خاموش کھڑا تھا آگے بڑھا۔

"ہم اس بوڑھے کو قابو کریں گے جو شاہ صاحب کے نام سے مشہور ہے! ہم وہاں اس سے پہلے جائیں گے پر اس بار ہم انھیں ایسا کوئی اشارہ نہیں دیں گے جس سے وہ خبردار ہوں۔" وہ بولا۔

"پر یہ کیسے ہوگا ہارت؟ وہ آمد ہی سے پہچان جاتے ہیں۔" مرہ حیران تھا۔

"پہلے ہم تینوں جائیں گے! تم لوگوں کی آمد کی اطلاع ان تک جا سکتی ہے پر میری موجودگی میں یہ ممکن نہیں۔ میری آمد صرف سلازار ہی محسوس کر سکتا ہے۔ میرے پاس بھی خاص طاقتیں ہیں اور میرے ساتھ ہونے کی وجہ سے وہ تم تک پہنچنے میں ناکام رہیں گے اب کیونکہ سلازار وہاں نہیں تو میں پہلے جاؤں گا تاکہ غیلان کے وہاں حملے سے پہلے اس بوڑھے کو قابو کر لوں۔ اگر غیلان ایک ساتھ حملہ کریں گے تو انہیں ضرور اطلاع مل جائے گی۔ جب ہمیں سلازار کی آمد محسوس ہوگی ہم اس بوڑھے پر حملہ کر دیں گے سلازار اسے بچانے کے لیے ضرور آئے گا۔" وہ مسکرایا۔

"سلازار اسے بچانے آیا تو پورا احد قبیلہ وہاں جمع ہو جائے گا ہارت! تم نے کیا سوچا ہے؟" مرہ ابھی تک مشکل میں تھا۔

"یہ تم اسی وقت دیکھو گے۔" وہ خباثت سے ہنس دیا۔

"نہ وہاں احد ہوگا اسے بچانے کے لئے اور نہ ہی سلازار طاقت ور!" وہ بھیانک طریقے سے ہنس پڑا تھا۔

چٹانیں خوف ناک گڑگڑاہٹ سے گونجیں۔ یہ غیلان کے جشن منانے کا وقت تھا۔

○.....❖.....○

قرطاس کافی دیر سے اسے دیکھ رہا تھا سلازار بے چینی سے اونچی چٹانوں پر محو پرواز تھا۔ چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اور اس کی روشنی میں وہ چٹانیں ہیبت ناک لگ رہی تھیں۔

"کیا بات ہے سلازار؟ آپ بے چین کیوں ہیں؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"ہم کل چل رہے ہیں قرطاس!" وہ بولا۔ قرطاس اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"سلازار یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور کی ہو چکی ہوں؟ اور پھر آپ کو مزید تکلیف میں دیکھنا مشکل ہوگا میرے لئے۔" وہ جھجکتے ہوئے بولا۔

"تم جانتے ہو اگر وہ کسی اور کی ہو جاتی تو میرا وجود اب تک فنا ہو چکا ہوتا۔ اس کی آوازیں آنا ضرور بند ہوئی تھیں پر مجھے اتنا علم ہے کہ وہ کسی اور کی نہیں ہوئی۔ مجھے ایسا لگا ضرور تھا کہ اس کی خواہش پوری کر کے میں اسے اپنی قید سے آزادی دے دوں گا اور وہ سنبھل بھی جائے گی شاید ایسا ہوا بھی کیونکہ اس کی آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں پر دو دن سے میرا وجود ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے قرطاس۔" اس کا لہجہ واقعی ٹوٹا ہوا تھا۔

"اس دن کسی نے اسے چھوا تھا۔ سلازار نے آج تک اتنی تکلیف برداشت نہیں کی! مجھ پر کبھی کسی دشمن کا وار بھی اسطرح اثر نہیں کیا جیسی وہ تکلیف تھی قرطاس!" وہ بولا اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

"سلازار ہار رہا ہے۔ وہ اتنا مضبوط نہیں جتنا سب اسے سمجھتے ہیں۔ یہ برداشت نہیں ہوگا قرطاس۔" وہ ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا تھا۔ قرطاس خاموشی سے اس کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔

"...ہوا؟ وہ ابھی کیا ہوا تھا؟" وہ چاند کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔
قرطاس نے ایک نظر چاند پر ڈالی رات کا آخری پہر تھا۔
"میں اسے ابھی نے خواب میں بھی اس کی دسترس میں نہیں دے سکتا۔ میں ان خوابوں کو بھی ان سب کی آنکھوں دیکھ رہی ان کا ذہن میں شنوی ہو گی۔ وہ خواب ایک بھیانک خواب سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوں گے ان کے لئے! خوابوں میں شنوی کو دیکھنے کی دعا کرنا بھی چھوڑ دیں گے کیونکہ جب جب وہ شنوی کی طرف بڑھیں گے اور ان کے خوابوں میں بھی آنکھیں اس کے وجود سے پہلے ٹکرا جائے گا۔" اس کے وجود سے آگ نکلنا شروع ہو گئی تھی۔ قرطاس کو خوف محسوس ہوا سالار زار آج کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا۔
"میں یہ نہیں ہونے دوں گا میں نے اعلان کی بات مانی شاہ صاحب کی بات مانی، شنوی کی بات بھی مانی پر شنوی نے مجھے دوبارہ آوازیں دی ہیں قرطاس اور مجھے بھولی نہیں ہے۔" وہ چاند کو دیکھتے ہوئے بولے جا رہا تھا۔
"ہم ابھی کیوں نہیں روانہ ہو جاتے؟" قرطاس سے اس کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔
"ہارت اور لیان! اس وقت ان کی طاقتیں عروج پر ہوں گی۔ وہ مسلسل ہماری تلاش میں ہیں پر وہ میری وجہ تک نہیں پہنچ پاتے۔ باقی سب سے میں نمٹ لوں گا پر ہارت کو کچھ ایسی طاقتیں ملی ہیں جس سے وہ اپنی بو چھپانے میں کامیاب رہا ہے۔ جیسے میرے عادی ہونے کی وجہ سے وہ تمہاری خوشبو پانے سے قاصر ہیں اسی طرح اگر ہارت کے ساتھ کوئی ہوگا تو ہم اس کی خوشبو پانے میں ناکام ہوں گے یہاں تک کہ وہ خود سامنے نہ آ جائے۔ اب تک جو حملے ہوئے وہ میری اپنی مرضی سے ان کے سامنے آنے کی وجہ سے ہوئے۔ اب وہ مجھے غصے سے ڈھونڈ رہا ہے اور کچھ بھی کر سکتا ہے۔ ہم فجر کے بعد نکلیں گے۔" وہ بولا اور قرطاس نے بات سمجھ کر سر ہلا دیا تھا۔ اس کے لیے یہی بہت تھا کہ سالار زار خود واپس جا رہا تھا۔ ان کا سردار واپس اپنے قبیلے جا رہا تھا اس کا دل خوشی سے سرشار تھا۔ وہ یہ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا کہ آگے کیا ہوگا اور کیا نہیں۔ اسے بس اتنی خوشی تھی کہ سالار زار اس مشکل مہم سے صحیح سلامت اپنے قبیلے روانہ ہو رہا تھا اس نے مسکرا کر پیڑ کے تنے سے اپنا سر ٹکا لیا تھا پر سالار زار اب شنوی سے ملنے تک سکون کا سانس لینا بھی اپنے اوپر حرام سمجھتا تھا اسے بس کل کا سورج نکلنے کا انتظار تھا۔

O......❖......O

وہ فجر کی نماز پڑھ کر نیچے اتر آئی۔ آج وہ دن تھا جب گھر والوں کے لئے اس کی منگنی شاہ میر سے ہوئی تھی پر کون جانتا تھا کہ اس کے دل و دماغ میں کیا چل رہا تھا۔ یا تو وہ آج سالار زار کو پا لے گی یا شاید ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھو دے گی۔

اس کا دل بری طرح ڈوب رہا تھا پر اسے خود کو نارمل رکھنا تھا۔
گھر میں ہر طرف گہما گہمی تھی اور شام کی تیاریوں کے لیے ہر کوئی صبح سے ہی مصروف ہو گیا تھا اس تقریب کو وہ سب یادگار بنا دینا چاہتے تھے۔ وہ خاموشی سے ان کو تیاریاں کرتے ہوئے دیکھنے لگی۔
اس کا زور خود پر چلنا نہ جانے کب سے بند ہو چکا تھا وہ تو بس عشق کی ڈور تھامے سالار زار کے پیچھے پیچھے چل دی تھی۔

اس نے دیکھ لیا تھا کہ سالار زار سے یہ دوری اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی تھی۔ شاید سانس کی ڈور ابھی تک

بندھی ہی اس لئے تھی کہ اسے اس سے دوبارہ ملنے کی امید تھی۔ اور اگر وہ نہ آیا تو؟ وہ اپنی ہی سوچ سے ڈر گئی تھی۔

"تو شاید مجھے دوبارہ زندگی کی ڈور تھامنے کی مہلت نہ ملے۔" اس نے دکھ سے سوچا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ سالار کے نہ آنے کا صدمہ اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوگا۔ جیسے اس کے جانے کا صدمہ ثابت ہوا تھا پر ایک امید تھی جو اسے دوبارہ زندگی کی طرف لے کر آئی تھی اور وہ تھی اسے ایک بار اپنی آنکھوں سے دوبارہ دیکھنے اور اس سے معافی مانگنے کی!

وہ اسے معاف نہیں کرتا تب بھی وہ بس اسے جی بھر کر ایک دفعہ دیکھنا چاہتی تھی اور یہی امیدات زندہ رکھے ہوئی تھی۔

ناشتے کی ٹیبل لگ چکی تھی۔ وہ ٹیبل سیٹ کرنے لگی۔

آہستہ آہستہ وہ سب مسجد سے آرہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی شاہ میر کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"السلام علیکم!" وہ اسے سلام کر کے اس کے سامنے والی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ مثنوی نے اسے دیکھا وہ بالکل نارمل تھا۔ وہ اندازہ لگانے سے قاصر تھی کہ وہ ڈرا ہوا ہے یا غمزدہ ہے؟ شاید اس نے بھی مثنوی کی طرح اپنے اوپر یہ خول چڑھانا سیکھ لیا تھا اور شاید اسی میں بہتری تھی۔

وہ خاموشی سے ناشتے میں مصروف ہو گیا تھا پر اسے اپنے چہرے پر مثنوی کی نظریں مسلسل محسوس ہو رہی تھیں۔

کل رات کو ہی اس نے خود سے وعدہ کر لیا تھا کہ اب وہ مثنوی کے لئے مزید مشکلیں پیدا نہیں کرے گا شاید شاہ میر کو دکھی دیکھنے سے مثنوی کے دل میں اس کے لئے کوئی نرم گوشہ پیدا ہو اور اس کی وجہ سے مثنوی کو کوئی شرمندگی گھیرے یا اس کے لئے فیصلہ لینا مشکل ہو جائے وہ یہ الزام دوبارہ اپنے سر نہیں لینا چاہتا تھا۔ وہ اسے پورے دل سے سالار کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ ایسی کوئی بات مثنوی سے نہیں کرے گا جو اس کے یہاں سے چلے جانے کے بعد اس کے لیے ندامت یا پچھتاوے کا لمحہ بن جائے۔

اس نے ایک نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی پر وہ مسکرا کر دوبارہ اپنے ناشتے پر متوجہ ہو گیا تھا۔

مثنوی کو لگا وہ نارمل نہیں ہے۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ صحن میں کھڑا شام کی تیاریوں کو ایک نظر دیکھ رہا تھا جب وہ اس کے ساتھ آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"تم ٹھیک ہو شاہ میر؟" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر سامنے لگتی قناطوں پر نظریں جمائے بولی۔

"الحمدللہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ خوش دلی سے مسکرایا۔

"شاہ میر....." وہ کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کروا دیا۔

"مثنوی میں نہیں چاہتا کہ آج کے دن تم میرے بارے میں کچھ بھی سوچو۔ تم اپنا سارا دھیان صرف اور صرف سالار کی طرف لگاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ جب وہ ایک موقع تمہیں اللہ کی طرف سے ملے تو تم اسے اپنے اور سالار کے درمیان موجود یہ غلط فہمی دور کرنے میں وقف کر دو نا کہ میری وجہ سے ہچکچانے میں! ایسے وقت میں تمہارا یہ سوچنا کہ میں ٹھیک ہوں یا نہیں یہ زیادہ ضروری نہیں ہے اور میں بالکل ٹھیک ہوں یار۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

مشوی نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا پر اسے اندر سے دکھ ہوا تھا۔ شاہ میر شاید اب اس جگہ آ پہنچا تھا جب وہ اپنے سے مر آنے کے بعد نارمل ہونے کی اداکاری کر رہی تھی۔ کیا پتا وہ بھی موت اور زندگی کے بیچ لٹکا ہوا فرق صرف اتنا تھا کہ وہ کسی اسپتال کے بیڈ تک نہیں جا سکا تھا شاید اس کے اعصاب مضبوط تھے پر اندر موجود ٹوٹ پھوٹ نے اسے اس مقام پر لا کر کھڑا ضرور کر دیا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" وہ اسے خاموش دیکھ کر بولا۔

"اگر وہ آ بھی گیا تو اتنے لوگوں کی موجودگی میں، میں اس سے کیسے بات کروں گی؟"

وہ ہنس پڑا تھا۔ "تم یہ کب سے سوچنے لگی مشوی؟ تم تو ہمیشہ سب کی موجودگی میں اس سے ملتی تھی۔ اس بات کی فکر نہیں کرو جیسے ہی تمہیں محسوس ہو وہ آ گیا ہے تم صرف مجھے بتا دینا باقی چیزیں میں سنبھال لوں گا۔ اپنے آپ کو پرسکون رکھو بس۔" وہ اسے تسلی دیتا ہوا دروازے سے باہر کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔ اس سے زیادہ مضبوط رہنے کا ڈھونگ وہ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ خاموشی سے اسے جاتا دیکھتی رہی اور اپنے کمرے کی طرف پلٹ آئی تھی اب اسے شام کی تیاری کرنی تھی۔

O.....❖.....O

شاہ صاحب فجر کی نماز پڑھا کر مسجد سے اپنے حجرے واپس لوٹ آئے تھے۔ آج ان کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ دل صبح سے بے چین تھا۔ دل تو خیر اس دن سے بے چین تھا جب سے انہوں نے شاہ میر اور مشوی کی منگنی کی خبر سنی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ آج منگنی ہے اور سلازار کو ضرور معلوم ہوگا۔ ان کا دل سلازار کی طرف سے اداس تھا۔ وہ جنون کی حد تک مشوی کے لئے دیوانہ ہوا تھا اور اب نہ جانے وہ کیا کرتا۔

"کیا بات ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" ان کی زوجہ نے انہیں خاموش بیٹھا دیکھ کر پوچھا تھا۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔ آج بچوں کو پڑھا نہیں پاؤں گا۔ آپ معذرت کر لیجئے گا میں اندر عبادت میں مشغول ہوں مجھے شام سے پہلے کسی سے نہیں ملنا۔" وہ یہ بول کر حجرے میں موجود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے اور ان کی زوجہ نے اثبات سر ہلا دیا تھا۔

انہوں نے فجر کی نماز کے بعد شاہ میر کا ستا ہوا چہرہ دیکھا تھا۔ حویلی والے یوں تو اپنی طرف سے خوش تھے پر کچھ تھا جو صرف شاہ میر کے چہرے پر ہی دیکھا جا سکتا تھا۔ مشوی کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی؟

ازلان بھی نماز کے بعد خاموشی سے روانہ ہو گئے تھے آج شاید ہر طرف سوگ تھا۔

سلازار کا سوگ! جو ہر کوئی منا رہا تھا۔

پر کچھ اور بھی تھا!

ایک غیر محسوس سی بے چینی!

ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی انہیں دیکھ رہا ہو۔

ازلان کے دکھ کی وجہ سے وہ انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے پر یہ کیفیت آج سے پہلے ان پر کبھی طاری نہیں ہوئی تھی

CamScanner

کچھ تھا جو غیر معمولی تھا پر وہ چاہ کر بھی اس سے آگے نہیں بڑھ پا رہے تھے۔ آسمان بھی صاف تھا۔ شاید یہ سب چینی سلازار کے انتظار کی وجہ سے ہے انہوں نے اپنے آپ کو تسلی دی تھی اور جاء نماز بچھالی تھی۔ وہ اپنی اس بے چینی کو اللہ کے ذکر میں مشغول ہو کر بھول جانا چاہتے تھے۔ انہیں اپنے سب بچوں کے لیے بہت ساری دعائیں مانگی تھیں۔ ان کے گرم آنسو جاء نماز کو بھگو رہے تھے۔

O.....❖.....O

رات کا آخری پہر تھا۔ غیلان ایک جگہ اکٹھا ہو رہے تھے۔ ہارت، مرہ اور اکرلج کے ساتھ کچھ ہی دیر میں روانہ ہونے والا تھا۔ انہیں اپنے سردار کے اگلے حکم کا انتظار تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی ہارت اپنے مخصوص غار سے برآمد ہوا اور ایک اونچی چٹان پر جا ٹھہرا۔ اس نے ایک نظر اپنے قبیلے پر ڈالی۔

وہ لمبے سینگوں والے آگ سے بنے بھیانک چہرے، جن کی آنکھیں خون ٹپکاتی تھیں، جن کے ہونٹوں کی جگہ صرف لمبے نوکیلے دانت دکھائی دیتے تھے جنہیں کوئی انسان اپنے ہوش و حواس میں دیکھ لیتا تو اس کے پیروں کے زمین نکل جاتی یا وہ اپنی زندگی ہار بیٹھتا۔

ان میں سے کچھ ابھی لوٹے تھے جو انسانوں پر قابض تھے اور ان کو تکلیف دے کر خوشی محسوس کرتے تھے، کچھ کسی کے گھر میں نفرت ڈال کر اور کچھ سنگین جرائم میں ملوث لوگوں پر سوار تھے۔ یہی تو غیلان کا اصل خلاصہ تھا۔

''آج میں ایک اہم کام کے لئے روانہ ہو رہا ہوں۔ آج میں اپنے آقا کے لیے سب سے بڑا تحفہ لے کر آؤں گا اور وہ ہوگا سلازارا'' وہ بولا ہر طرف خوف ناک قہقہے گونج اٹھے تھے۔

''میں اکیلا مرہ اور اکرلج کے ساتھ جانا چاہتا تھا پر اب یہ بڑا تحفہ حاصل کرنے کے لئے میں تم سب کو بھی حصہ دار بنانا چاہوں گا۔''

ان سب نے اپنے اس طاقتور اور مضبوط سردار کو فخر سے دیکھا۔ ہارت ان شیطانوں میں سب سے زیادہ طاقتور تھا اور اور کچھ اہم مقاصد پورے کرنے کی وجہ سے اسے اس کے آقا کی طرف سے خاص صلاحیتوں سے بھی نوازا گیا تھا۔

''ہم تینوں یہاں سے پہلے روانہ ہوں گے اور جا کر اس بوڑھے کے حجرے پر سوار ہو جائیں گے۔ جب ہم اس پر حملہ کر رہے ہوں گے تو ہمارا قبیلہ احد پر حملہ کرے گا۔ میں انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔ شاید یہ ہمارا پہلا اور آخری وار ہوگا اور میں اس کام میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا۔'' وہ غرایا ان سب نے تائید میں سر ہلایا تھا۔

''ہمارے نکلنے کے آدھے دن کے بعد تم سب روانہ ہو گے پر حدود کے باہر رک کر میرے حکم کا انتظار کرنا ورنہ وہ آدمی سے خبردار ہو جائیں گے۔ میں نہیں چاہتا انہیں پہلے سے ہمارے آنے کی خبر ہو۔ میرے ساتھ ہونے کی وجہ سے ان دونوں کی بو پانے میں وہ ناکام رہیں گے پر تم سب کی آمد کا انہیں فوراً پتہ چل جائے گا۔'' وہ بولا۔

''ٹھہرو!'' وہ ایک طرف دیکھ کر چلایا۔

ان شیطانوں کے بیچ میں سے ''وہ'' برآمد ہوئی تھی!

اس کے لمبے بال اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے چہرے کے خدوخال انتہائی بھیانک تھے۔ آنکھوں کی

...تھے۔ اس نے ہونٹ نہیں تھے اور اس کی جگہ صرف دانت ہی نظر آ رہے تھے۔ اچانک ...
... اس کی آواز ... تھی۔

"... اس کی آواز میں ... تھی۔

"... بعد تم یہاں کی نگران ہو۔ ان لڑکی وقت ... بار کی جانا اور احد پر حملے کی ذمہ داری تمہاری ہے۔"

... اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

... نے بہت ہی کم وقت میں ان سب ... حاصل کیا تھا۔ وہ بھیڑیوں کی سردار تھی اور اسے خاص طور پر ... کی مدد کے لئے بھیجا گیا تھا۔

"ہم روانہ ہو رہے ہیں۔" یہ کہہ کر ... ہوا میں معلق ہو گیا تھا اور اس نے پیچھے پیچھے سردار اور ... نے بھی پرواز بھری تھی۔ اب ان کا رخ مشرق کی طرف تھا۔ ... جانتا تھا کہ اس کی ... سے شاہ صاحب ان دونوں کی ... پانے میں ناکام رہیں گے۔ اسے اب سالار کا انتظار تھا ... وہ دن آ گیا تھا جب اسے سالار سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کرنا تھا۔

O...O...O

حویلی پر شام اتر رہی تھی۔ شاہ میر نے مغرب کی نماز سے کچھ دیر پہلے ہی گھر میں موجود سارے تعویذ کی مبارک حویلی سے اتار لیے تھے اور نماز کے لیے باہر جاتے وقت وہ انہیں کہیں اور منتقل کر آیا تھا۔ گھر آ کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

اس نے ہیر ڈرائی کرتے ہوئے بلیک واسکٹ پہنی اور اپنے بالوں کو سیٹ کر کے نیچے اتر آیا۔ اس کا تیار ہونے کا دل نہیں تھا پر سب کو دکھانے کے لئے اسے تیار ہونا ہی تھا۔

وہ ہال میں کھڑا ملازموں کو ہدایات دے رہا تھا جب پازیب کی آواز نے اسے پلٹنے پر مجبور کیا تھا اور یہاں اس کے حواس گم ہو گئے تھے بہر حال اتنا مضبوط نہیں تھا وہ اور بار بار شکست تسلیم کرنا اسے اب نا گوار نہیں گزرتا تھا۔

دو لڑکیوں کے جھرمٹ میں سفید گھیر دار بڑے کام والے فراک کے ساتھ لال کام والا دوپٹہ اوڑھے، دلہن کے روپ میں نگی سنوری نیچے اتر رہی تھی۔ بھاری پازیب، جو اسے آج ہی ماں جی کی طرف سے تحفے میں ملی تھی، سب کو اس کی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

اس نے نظریں اٹھا کر سامنے کھڑے شاہ میر کو دیکھا۔ اس کے ساتھ موجود لڑکیاں شاہ میر کو چھیڑنے میں لگ گئی تھی اور اسے وہاں سے جانے کے لیے کہہ رہی تھیں۔ پر وہ ہل نہیں سکا تھا۔ آج کچھ الگ ہی تھا اس کے روپ میں۔ آج تیار ہونے کے بعد اس نے خود کو شیشے میں ضرور دیکھا تھا۔ سالار کی دلہن ایک بار پھر تیار ہوئی تھی۔

وہ جن زاد کے ہوش اڑا دینے پر دسترس رکھتی تھی تو وہ آدم زاد ہو کر کیوں نہ رکتا؟

احد نے آ کر شاہ میر کا کندھا تھپتھپایا۔

"باہر چلو سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ معنی خیز مسکراہٹ سے بولا اور شاہ میر محویت ٹوٹنے پر واپس زمین پر آ گرا تھا۔

"چلو۔" وہ دوبارہ اسے دیکھے بغیر باہر نکل گیا تھا۔

CamScanner

اسٹیج پر ثمر اور مثنوی کو ایک ساتھ بٹھا دیا گیا تھا۔

وہ جا کر مہمانوں سے ملنے لگا۔

ہر طرف موسیقی کا شور تھا کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مثنوی کی بے چین نظریں اپنے کمرے پر گئی تھیں وہ صحن میں بنے اسٹیج سے بھی بار بار ٹیرس پر نظر ڈالتی کہ شاید وہ روشنی دوبارہ ہو جو سلازار کو ساتھ لائے۔ اسے وہ دن یاد آیا جب وہ پہلی بار سلازار سے ملی تھی اور ایسے ہی اپنے کمرے میں روشنی دیکھ کر اوپر گئی تھی اور پھر وہاں سے کہیں نہیں جا سکی تھی۔ وہ پہلی ملاقات سے بندھی ہوئی ایک روح تھی جو اب تک پیاسی بھٹک رہی تھی۔ بے اختیار ہی اس کی آنکھیں بھیگ گئیں پر اس نے اپنے آنسو پی لیے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد شاہ میر اور اسفر کو اسٹیج پر لایا گیا تھا رسم شروع ہونے والی تھی۔

اسٹیج کے قریب ہی سب جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ کچھ ان کو چھیڑ رہے تھے۔ مثنوی بری طرح بزل ہوئی۔ شاہ میر خاموشی سے اس کے ساتھ آ بیٹھا تھا۔

کاش وہ استحقاق کے ساتھ اس کے ساتھ آ کر بیٹھتا! اس کے دل میں یہ خواہش جاگی پر اب وہ ان خواہشات کا گلا گھونٹنے میں ماہر ہو چکا تھا۔

کچھ ہی دیر کے لئے سہی پر مثنوی کا نام اس کے نام کے ساتھ جڑنے تو جا رہا تھا اس کے لیے یہی کافی تھا وہ چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجائے ہر کسی کے سوال کا جواب دے رہا تھا۔

''میرے خیال سے پہلے مثنوی اور شاہ میر کی رسم کر دیتے ہیں۔'' ماں جی نے آگے بڑھ کر کہا تھا اور ہر کسی نے شور مچا کر اس بات کی تائید کی تھی۔

انہوں نے انگوٹھیاں نکال کر ان دونوں کی طرف بڑھا دیں۔ مما بھی اس کے ساتھ آ بیٹھی تھیں اس کے ہاتھ کانپنا شروع ہو گئے۔

''کیا سلازار آج بھی نہیں آئے گا؟'' اس کی آنکھوں سے ایک آنسو گرا تھا۔

شاہ میر نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

مما نے اس کا ہاتھ اٹھا کر شاہ میر کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔ اس کے ہاتھ برف کی طرح سرد ہو رہے تھے وہ بھی سرد پڑ گیا! شاہ میر نے انگوٹھی اس کی انگلی میں ڈال دی تھی۔

پر اچانک ہی وہ خوشبو اس کے چاروں طرف پھیل گئی تھی۔

''سلازار......'' اس کے چاروں طرف گہری خاموشی تھی۔ اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ ایک بار پھر اس سے ملنے والی تھی۔ اس نے نظر اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف دیکھا وہاں روشنی تھی۔

''مثنوی! مثنوی!'' اسے پکارنے والے اس کی بے خودی سے انجان تھے۔

شاہ میر نے اس کی نظروں کے تعاقب میں کمرے کی طرف دیکھا۔

سلازار آ گیا تھا! اور یہی وہ وقت تھا جب اسے اپنا وعدہ نبھانا تھا۔ اسے بھی عشق زاد بننا تھا۔

''مثنوی بیٹا انگوٹھی پہناؤ سب انتظار کر رہے ہیں۔'' مہ جبین نے اسے تیسری بار آواز دی تھی۔ وہ اچانک ہوش میں آئی۔

CamScanner

اس نے سانس لے کر اس خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔ اس کا دل کیا کہ انگوٹھی پھینک کر ایک لمحہ رکے بغیر وہاں سے بھاگ جائے پر اسے اسٹیج کے سامنے کھڑے اکمل صاحب کا چہرہ نظر آیا تھا۔ وہ خوشی سے دمکتا چہرہ لیے اپنی بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے جلدی سے انگوٹھی شاہ میر کی انگلی میں پہنا دی تھی۔ اور پھر شاہ میر کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک وہی تھا جو اس کی مدد کر سکتا تھا۔ وہ بے خود ہو رہی تھی۔ سلازار کی خوشبو اس کے حواسوں پر سوار ہو رہی تھی! وہ آ گیا تھا وہ جانتی تھی وہ ضرور آئے گا۔ اسے ایک ایک لمحہ کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔ اسے بس اب سلازار کے پاس جانا تھا اور اس کی خوشبو میں ہمیشہ کے لیے کھو جانا تھا۔

ہر طرف مبارک سلامت کا شور گونج اٹھا تھا اور اب وہ لوگ اسفر اور قمر کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

''مما میں فریش ہو کر آتی ہوں۔'' اب اور انتظار مشکل تھا۔ کہیں وہ چلا نہ جائے۔ یہ سوچ ہی جان لیوا تھی۔

''اکیلے مت جاؤ! میں چلتی ہوں ساتھ۔'' وہ گھبرائیں۔ ایک بار پہلے بھی وہ اکیلے گئی تھی۔

''میں جاتا ہوں ساتھ پھوپھو! آپ رسم کرائیں۔'' شاہ میر کھڑا ہوا۔

''ٹھیک ہے۔'' انہیں تسلی ہوئی تھی۔

وہ تیزی سے اسٹیج سے اتری تھی اور شاہ میر اس کے ساتھ اندر تک آیا تھا پر ہال کے دروازے پر وہ رک گیا تھا

''تم جاؤ! میں یہاں سب کو سنبھال لوں گا۔'' وہ مسکرایا۔

وہ اسے مشکور نظروں سے دیکھتی اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

وہ وہیں کھڑا رہا۔ ابھی اسے سب سے لڑنا تھا اس سے پہلے وہ خود کو سمیٹ لینا چاہتا تھا۔ اس کے اندر توڑ پھوڑ کا عمل شروع ہوا تھا۔ آج اسے صحیح معنوں میں عشق زاد بننا آ گیا تھا۔

O.....❖.....O

وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی اندر آئی تھی۔

اس کا سلازار آ گیا تھا۔ وہ زار و قطار رونا شروع ہو گئی۔ اس نے بھاگتے ہوئے سیڑھیاں عبور کرنا چاہیں پر اسی جلد بازی میں وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑی تھی۔ اسے گھٹنے میں شدید درد کا احساس ہوا پر یہ درد بھی اسے سلازار تک پہنچنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ وہ گرتی پڑتی کمرے کے دروازے تک پہنچی تھی پر وہاں پہنچ کر اس کی ساری ہمت جواب دے گئی تھی۔ اس پر کپکپی طاری ہوئی تھی۔ ''سلازار مجھے معاف تو کر دے گا نا؟'' اس نے جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھول دیا وہاں تیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اندر داخل ہوئی۔ اس خوشبو کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتی تھی۔

''سلازار!'' اس کی آواز میں لرزش اور آنسوؤں کی نمی تھی۔ ''سلازار میں جانتی ہوں تم یہاں ہو! میرے سامنے آؤ۔'' اس نے التجا کی۔

''سلازار میرے سامنے آؤ۔'' اس کی رونے میں تیزی آ گئی تھی۔ وہ اتنا ظالم تو نہ تھا جو اسے اتنا ترساتا۔ اسے کوئی دھوکا نہیں ہوا تھا یہ سلازار کی ہی خوشبو تھی۔

''سلازار مجھے ایک موقع تو دو! یہ سب جو تم نے دیکھا وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو! یہ سب صرف تمہیں دوبارہ یہاں لانے کے لیے تھا۔'' وہ روتے ہوئے مسلسل صفائیاں دے رہی تھی۔

''میرے سامنے آؤ پلیز۔'' وہ بری طرح رونا شروع ہو گئی تھی۔

CamScanner

[illegible]

وہ خوشبو [illegible]

[illegible]

وہ بچے [illegible]

"[illegible]"

[illegible] مشوی [illegible]

[illegible]

O ‖ O

اسے گئے [illegible] ہو گئے تھے [illegible]

میں داخل ہوا۔ چڑیاں [illegible]

اسے لگا اس کی سانسیں [illegible] اٹک گئی ہیں۔

"شاہ میر یہاں کیا کر رہے ہو؟" [illegible]

"بیٹا مشوی کو بلا لاؤ۔ سب تصویروں کے لیے [illegible]" وہ [illegible]

گئی تھیں۔

وہ وہیں کھڑا ہو گیا۔ کس کو واپس لے کر آئے؟ وہ تو وہاں پر موجود ہی نہیں تھی۔ وہ [illegible] کرنے لگا۔ گھر والوں کو وہ کیسے سنبھالے گا اور کیا بتائے گا؟

یہ تو طے تھا کہ وہ مشوی کے بارے میں کسی کو بھی غلط بیانی نہیں کرنے دے گا۔ اب [illegible] تھا اور مشوی کی کیفیت کو اچھی طرح سمجھتا تھا لہٰذا اسے اپنا وعدہ پورا کرنا [illegible] تھا۔

آنکھیں اچانک جلنے لگیں تھیں۔ اسے لگا وہ یہ چڑیاں بھی تصور نہیں کر سکے گا [illegible] سہارا لیا۔

جلتی آنکھوں اور کانپتے قدموں کے ساتھ وہ مشوی کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے لگا وہ [illegible] ہچکیوں سے رونے لگے گا۔ پر اسے مضبوط رہنا تھا۔ اس نے دیکھا مشوی کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا۔ در و دیوار اسے کاٹنے کو دوڑ رہے تھے۔ ماں جی اور پھپھو کو کس طرح بتائے گا؟ اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹک گیا۔ یہاں رکنا مشکل تھا وہ اسے خالی کر گئی تھی۔ اس نے قدم باہر کی طرف بڑھائے اگلے ہی پل اسے شدید جھٹکا لگا۔ مشوی ایک کونے میں کسی بت کی طرح بیٹھی تھی

اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو اس کے چہرے پر جم چکے تھے۔ کاجل پھیلا ہوا تھا۔

''مشوی! مشوی! تم ٹھیک ہو؟ کیا ہوا ہے تمہیں؟'' وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

وہ ساکت بیٹھی تھی اس کا دل بیٹھنے لگا۔

باہر تیز آندھی چل رہی تھی۔ اس نے جلدی سے ٹیرس کا دروازہ بند کیا۔ آندھی کا زور تھمنے کی طرف تھا۔ وہ بھاگ کر اس کے پاس آیا۔

''مشوی تم ٹھیک ہو؟'' شاہ میر نے اس کے چہرے کو تھپتھپایا۔

پر وہ جیسے پتھر کی مورت بن چکی تھی۔

''یا اللہ...... ہماری مدد کر۔'' وہ اسے دوبارہ اس حال میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

اس نے کمرے میں نظر دوڑائی۔ پانی کا جگ رکھا تھا۔ اس نے جگ میں موجود پانی گلاس میں ڈالا اور تیزی سے اس کی طرف پانی لے کر آیا تھا۔

''یہ لو پانی پیو! پانی پیو مشوی۔'' وہ اس کے لبوں تک گلاس لاتے ہوئے مسلسل یہی بول رہا تھا۔ اسے ڈر تھا کوئی کمرے میں نہ آ جائے۔

اس نے مشوی کے لبوں سے پانی کا گلاس لگا دیا تھا پر اس نے پانی نہ پیا۔ اس نے جلدی سے گلاس میں ہاتھ ڈال کر پانی کے چھینٹے مشوی کے چہرے پر مارے تھے اور اسے اچانک ہوش آیا تھا۔

''شاہ میر!'' اس کے لبوں سے یہ نام ادا ہوا۔ شاہ میر نے شکر ادا کیا تھا کہ وہ ہوش میں آ گئی تھی۔

''مشوی! تم ٹھیک ہو نا؟''

''وہ آیا تھا پر وہ چلا گیا مجھ سے ملے بغیر مجھ سے بات کیے بغیر!'' وہ اتنا ہی بول سکی۔ آنسو خشک ہو گئے تھے۔

''مشوی خود کو سنبھالو! پورا گھر مہمانوں سے بھرا پڑا ہے ایسا نہ ہو کوئی آ جائے۔ دیکھو میں نے تم سے وعدہ کیا ہے نا کہ میں تمہیں سالار سے ملواؤں گا۔ تم یہ سوچو کہ کم از کم وہ آیا تو سہی! اس کا مطلب ہے کہ اس کے دل میں اب بھی تم ہو! آج نہیں تو کل وہ ضرور آ جائے گا۔ پلیز خود کو سنبھالو۔'' وہ اسے مسلسل تسلی دے رہا تھا۔ اسے بس یہ ڈر تھا کہ کہیں سب کے سامنے مشوی کا تماشا نہ بن جائے۔

''اٹھو پلیز نیچے سے اٹھو۔'' اس نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور بیڈ پر بٹھا دیا تھا۔

''چلو پانی پیو۔'' وہ دوسرے گلاس میں پانی بھر لایا تھا۔

مشوی نے ایک ہی سانس میں وہ گلاس خالی کر دیا تھا۔

''اپنی حالت درست کرو۔ امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑو میں یہاں ہوں تمہارے ساتھ! وہ ضرور واپس آئے گا مشوی۔ ہمیں خود کو مضبوط رکھنا ہے۔''

مشوی نے اسے دیکھا وہ بھی تو مضبوط ہونے کی اداکاری کر رہا تھا تو وہ بھی کر سکتی تھی۔

''مشوی ادھر میری طرف دیکھو ہم دونوں اسے ڈھونڈ کر لے آئیں گے۔ تم یہ کیوں نہیں سوچتی کہ کم از کم وہ یہاں آ تو گیا جب کہ وہ یہاں کبھی نہ آنے کا وعدہ کر کے گیا تھا۔ کیا یہ ہمارے لئے امید کی ایک نئی کرن نہیں؟'' وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کر رہا تھا۔

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

CamScanner

''چلو اپنا چہرہ ٹھیک کرو۔ ہمیں نیچے چل کر دیکھنا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ مہمانوں کے سامنے تمہارا ڈرامہ جان کا تماشا بنے جبکہ پھوپھا جان بھی یہاں موجود ہیں۔'' اس نے اسے ہوش دلایا۔ بابا کا نام سن کر وہ کچھ سنبھل گئی تھی۔

''میں کمرے کے باہر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔'' وہ یہ بول کر باہر نکل گیا تھا۔ وہ سر ہلا کر واش روم میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ کمرے کے باہر ٹہلنے لگا تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گئی تھی اور قدرے بہتر حالت میں تھی۔

''چلیں؟ سب ہمارا انتظار کر رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تمہاری غیر موجودگی کو محسوس کر کے کسی قسم کے شک میں مبتلا ہو۔'' وہ بولا اور وہ سر ہلا کر اس کے ساتھ نیچے چل پڑی تھی۔ ویسے بھی اندر رہائی تھی آلسو فنکشن ہو چکے تھے۔ وہ لوگ رسم سے فارغ ہو چکے تھے اور آمد کی وجہ سے ہال میں جمع ہو کر ہلا گلا کر رہے تھے۔

مہ جبین کا دل الجانے خطرے سے دوچار ضرور ہوا تھا پر مثنوی کے ساتھ شاہ میر موجود تھا۔ ان کو ایک ساتھ واپس نیچے آتا دیکھ کر انہوں نے سکھ کا سانس لیا تھا یعنی خطرہ ٹل چکا تھا۔ اور اب شاید سلازار ہمیشہ کے لئے جا چکا تھا۔

شاہ میر اور مثنوی کی منگنی کی تقریب خیریت سے گزر گئی تھی۔ وہ ہال میں ہی مخصوص صوفے پر شاہ میر کے ساتھ بیٹھ گئی تھی، تصویروں اور چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو چکا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی رہی سب نے اس کی اس خاموشی کو شرم و جھجک سمجھ کر اگنور کر دیا تھا۔

O.....❖.....O

سلازار کے قدم آج پھر چولستان کی سرزمین پر پڑ رہے تھے۔ وہ اپنی مثنوی کے پاس واپس آ رہا تھا۔

''قرطاس تم قبیلے جاؤ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔'' وہ حویلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔'' وہ بولا۔

''تم فکر نہیں کرو میں واپس قبیلے میں ہی آؤں گا۔'' وہ مسکرایا، وہ جانتا تھا کہ قرطاس اسے اکیلا چھوڑنے پر راضی نہیں ہے۔

''سلازار اگر وہ......'' وہ اتنا ہی بول پایا تھا کہ سلازار نے اسے روک دیا۔

''وہ کسی کی نہیں ہوگی وہ میری ہے۔ میں اسے لے کر آؤں گا تم جاؤ۔'' وہ مسکرایا۔

قرطاس خاموشی سے قبیلے کی طرف مڑ گیا تھا پر کچھ دور جا کر اسے غیر معمولی احساس نے گھیرا تھا اسے ایسا لگا جیسے کچھ غلط ہونے والا ہے۔

سلازار نے حویلی کی چھت پر قدم رکھا۔ وہاں کافی گہما گہمی تھی۔ اس کی نظریں بہت سارے لوگوں سے ہوتی ہوئی اسٹیج پر جا ٹھہریں۔ وہ دلہن کے روپ میں تھی بالکل ویسے ہی جیسے وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔

وقت ساکت ہوا۔ آج کتنے عرصے بعد وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

مثنوی!

جس کے خون میں وہ سرایت کر چکا تھا پر اس سے زیادہ وہ اس کے وجود پر قابض تھی۔ وہ سلازار کی مثنوی تھی! وہ کیسے اس کو کسی اور کے لئے چھوڑ کر جا سکتا تھا؟ وہ ضبط کھو دینے کو تھا۔ اس نے ساتھ بیٹھے شاہ میر پر نظر ڈالی۔

کچھ تھا جو ان دونوں کے چہروں پر تھا وہ لمحوں میں ان کا ذہن پڑھ چکا تھا۔ اچانک مثنوی اس کی خوشبو سے

CamScanner

جوکی تھی وہ مسکرایا حالانکہ وہ ابھی اس پر ظاہر نہیں ہوا تھا پر ہمیشہ کی طرح مثنوی اس کی خوشبو پہچان گئی تھی۔ وہ اس کی بے چینی اچھی طرح دیکھ سکتا تھا اور تب ہی اس نے اس کے کمرے میں روشنی کر دی تھی۔

وہ اس روشنی کو دیکھ کر اٹھنے کے لیے بے تاب ہو چکی تھی۔ پہلی بار اسے مثنوی کو ایسے بے چین دیکھ کر اچھا لگا تھا۔ سکون تھا جو اس کے اندر پھیل گیا۔

''آ جاؤ مثنوی تمہارا سلازار تمہارا انتظار کر رہا ہے تمہاری خوشبو کے لیے بے چین ہے۔'' اس وقت اسے نہ مثنوی کے ساتھ بیٹھا شاہ میر نظر آ رہا تھا اور نہ ہی وہاں موجود وہ لوگ۔

وہ اس کے کمرے میں داخل ہو گیا تھا اور اب اسے اس کے آنے کا انتظار تھا۔

وہاں کیا ہو رہا تھا وہ دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا پر وہ محسوس کر چکا تھا کہ مثنوی کے قدم اندر کی طرف بڑھ چکے ہیں۔ کچھ ہی لمحوں میں وہ اس کے سامنے موجود ہو گی اور پھر وہ اس کی خوشبو کو اپنی خوشبو میں ہمیشہ کے لئے سمو لے گا۔ آج وہ یہ فیصلہ کر کے آیا تھا اگر مثنوی اب بھی اس کی ہے تو ان کے بیچ کوئی نہیں آ سکے گا۔ سزا اور جزا تو اس کے فنا کے بعد کی باتیں تھیں پر اب اپنی یہ زندگی وہ مثنوی کے نام کرنا چاہتا تھا۔ اس کے پاس اب جتنا بھی وقت تھا وہ مثنوی کے لئے تھا۔ آج وہ اسے ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ لے جانے آیا تھا۔

مثنوی کے قدم تیزی سے سیڑھیوں پر پڑ رہے تھے۔

وہ محسوس کر کے مسکرایا اور تب ہی اچانک مثنوی کو ٹھوکر لگی تھی۔

وہ چونکا عین اسی لمحے اسے کھڑکی پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا وہ پلٹا وہاں قرطاس کھڑا تھا۔

اسے شدید حیرت نے گھیرا وہ اس کا حکم ٹالنے والوں میں سے نہیں تھا پر اس وقت قرطاس کے چہرے پر کچھ تھا۔

''ہارت..... شاہ صاحب!'' اس نے بس یہ دو لفظ سنے تھے اور وہ لمحے کی دیر کیے بغیر تیزی سے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔ وہ آج بھی سلازار تھا اور اس کا فرض ہمیشہ اس کی ذات سے پہلے آتا تھا۔

وہ دونوں تیزی سے حجرے کی طرف بڑھ رہے تھے تبھی اچانک علاقے کو لال آندھی نے گھیر لیا تھا۔

''سلازار یہ کیا ہو رہا ہے؟'' قرطاس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا۔

سلازار کے چہرے پر جلال تھا۔

'آج ہارت کی فنا کا دن ہے اور اس کی موت میرے ہی ہاتھوں لکھی گئی ہے۔'' اس نے یہ جملے جس طرح ادا کیے تھے قرطاس کو اندر تک ہلا گئے تھے۔

وہ تیزی سے حجرے کے صحن میں اترے تھے اور شاہ صاحب کے مخصوص کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے پر اندر پہنچتے ہی اسے جھٹکا لگا تھا۔

ہارت کے ساتھ دو اور شیطان بھی تھے اور وہ ان دونوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ ان میں سے ایک ہارت کا بھائی تھا اور ایک تھا اکرغ۔

''تو آج ہمارا آمنا سامنا ہو ہی گیا۔'' ہارت مسکرایا۔

اس کے دونوں چیلوں نے شاہ صاحب کو گھیر رکھا تھا پر وہ مسلسل کچھ پڑھنے میں مصروف تھے جس کی وجہ سے

CamScanner

وہ ان پر حملہ نہیں کر پا رہے تھے۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے علاقے میں داخل ہونے کی؟" سلازار غرایا۔

"بالکل ویسے ہی جیسے تمہاری ہمت ہوئی تھی میرے علاقے میں گھس کر میرا نقصان کرنے کی! کیا سوچ کر تم وہاں آئے تھے؟ تمہیں لگا میں تمہاری خوشبو تک نہیں پہنچ سکوں گا؟ میرے پاس تم تک پہنچنے کے کئی راستے ہیں۔" وہ ہذیانی انداز میں ہنسنے لگا تھا۔

شاہ صاحب کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سخت تکلیف میں ہیں نہ جانے وہ دونوں شیطان ان کے پیچھے کھڑے کیا کر رہے تھے۔

"سلازار تم یہاں سے چلے جاؤ میں ان لوگوں سے نپٹ لوں گا۔" شاہ صاحب نے بمشکل وہ الفاظ ادا کیے تھے۔

"آپ ان دونوں سے نپٹیں اس سے میں خود نپٹوں گا۔" وہ ہارت کی طرف بڑھا تھا پر اگلے ہی لمحے اس کے وجود کو شدید تکلیف نے گھیر لیا تھا۔ اس کا وجود جگہ جگہ سے چٹخنا شروع ہوا تھا وہ چیختا ہوا گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا تھا۔

ہارت خوفناک قہقہے لگانے میں مصروف تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا ہے سلازار کے ساتھ؟" قرطاس تیزی سے آگے بڑھا تھا پر ہارت نے ہاتھ کے اشارے سے اسے پیچھے کی طرف دھکیل دیا تھا۔ قرطاس اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا شاہ صاحب کو ویسے ہی وہ دونوں قابو کیے ہوئے تھے۔

"سلازار....." شاہ صاحب اس کی حالت دیکھ کر چلا رہے تھے۔

"تمہارے سردار کے ساتھ آج ہم کچھ نہیں کریں گے۔ اس نے جو کیا ہے اپنے ساتھ خود کیا ہے۔" وہ قرطاس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا جو لڑکھڑا کر اٹھ رہا تھا۔

"ازلان.....ازلان....." شاہ صاحب نے ازلان کو آوازیں دینا شروع کر دیں تھیں۔ ہارت ان کی طرف پلٹا۔

"بوڑھے تمہاری ان آوازوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ تمہاری طرح وہ بھی موت سے بچ نہیں پائیں گے ان پر حملہ ہو چکا ہے۔ تم اپنی اور اپنے اس سلازار کی فکر کرو۔" وہ غرایا اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے ان کے گلے پر زور ڈالنا شروع کیا تھا۔

"چھوڑ دو شاہ صاحب کو مجھ سے مقابلہ کرو۔" سلازار اٹھ کھڑا ہوا تھا پر اس کے وجود نے پھر سے ٹوٹنا شروع کر دیا اور اب اس میں شدت آ گئی تھی وہ شدید تکلیف میں تھا۔

ہارت بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔

اکرم اور مرو سلازار کو دیکھ رہے تھے۔ ہارت کیا کر رہا تھا اس کے ساتھ وہ دونوں بھی سمجھنے سے قاصر تھے۔

"سلازار.....سلازار کیا ہو رہا ہے آپ کو؟" قرطاس اس تک پہنچنے میں کامیاب ہوا تھا۔

"مشتوی.....کو روکو۔ مشتوی.....کو روکو۔" وہ کسی طرح سے یہ الفاظ ادا کرنے میں کامیاب ہوا۔ یہ مشتوی کی پکار

تھی جس نے اس کے اندر وہی تکلیف اور ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع کر دیا تھا۔

قرطاس کو جھٹکا لگا۔ وہ اسے ایسے دیکھ چکا تھا پر آج اس عمل میں مزید شدت تھی۔ وہ تیزی سے دائیں طرف بڑھا مگر ہارت نے ہاتھ کے اشارے سے اس پر وار کیا تھا اور وہ دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر گیا تھا۔ وہ ہارت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

شاہ صاحب کے پڑھنے میں مزید تیزی آ گئی تھی۔

"بوڑھے تجھے اپنی زندگی پیاری نہیں؟" اس نے دوسرے ہاتھ سے شاہ صاحب کی گردن کو دبوچا تھا۔ اکرلج اور مرہ بھی مسلسل شاہ صاحب پر وار کر رہے تھے۔

سلازار اٹھ کر کھڑا ہوا تھا اور تیزی سے ہارت کی طرف بڑھا تھا۔

ہارت نے شاہ صاحب کو ایک طرف اچھال دیا وہ دیوار سے جا لگے تھے پر ان کا ورد نہیں رکا تھا۔

"آج تمہارا عشق تمہاری موت بنے گا۔" ہارت، سلازار کی طرف بڑھا تھا اور پھر اس نے پے در پے کئی وار اس پر کیے تھے۔

قرطاس کو ہوش نہیں رہا تھا۔ ازلان اور ان کا قبیلہ غیلان سے جنگ میں مصروف تھے وہ ہزاروں کی تعداد میں ان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ علاقے کو شدید آندھی اور طوفان نے گھیر لیا تھا۔

"آج تم دونوں مارے جاؤ گے۔" ہارت غراتے ہوئے سلازار کی طرف بڑھا تھا۔

اس نے اس کے آگ سے جلتے وجود پر اپنے نوکیلے ناخنوں سے کئی وار کیے تھے۔ اس کا وجود جگہ جگہ سے پھٹنے لگا تھا۔

مثنوی کی آوازوں کی بازگشت نے اس کے اندر شدید ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع کر دیا تھا وہ اسے اور بھی شدت سے آوازیں دے رہی تھی۔ ہارت اس پر مسلسل شیطانی وار کر رہا تھا اور وہ بند ہوتی آنکھوں سے شاہ صاحب کو روتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ آخری چیز جو اس نے اندھیرے سے پہلے دیکھی تھی وہ تھا ہارت کا مکروہ چہرہ جو اس کے بے حد قریب آ گیا تھا اور اب شاید وہ اسے ختم کرنے کے لئے آخری وار کرنے والا تھا۔

"مثنوی......" اس کے منہ سے سرگوشی کی صورت میں یہ نام ادا ہوا تھا۔ مثنوی کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں اور تب ہی ہارت کے آخری وار نے ان آوازوں سے اس کا ناتا توڑ دیا تھا اب وہاں گہری خاموشی تھی۔

شاہ صاحب برے طریقے سے چلانا شروع ہو گئے تھے۔

ہارت نے ہوا میں ہاتھ لہرائے اس کے ہاتھ میں ایک بوتل ظاہر ہوئی تھی۔

"اور اب تو ہمیشہ کے لیے اس بوتل میں قید ہو کر میرے آقا کی خدمت میں حاضر ہو گا۔ سلازار نام کا یہ عظیم خدمت گار آج ہارت کے ہاتھوں ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے مٹ گیا ہے۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے اور آج کے بعد میں ایک درجہ اور اوپر ہو جاؤں گا۔" وہ بے تحاشہ ہنس رہا تھا پر اچانک کچھ ہوا تھا وہ تیزی سے شاہ صاحب کی طرف پلٹا۔

"بوڑھے تجھے سکون نہیں؟ اب تیری باری ہے۔" وہ بھاری قدموں سے چلتا ہوا شاہ صاحب تک پہنچا تھا اور انہیں اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا تھا۔ مرہ اور اکرلج، قرطاس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"اسے ختم کر کے غضنفر کو حملہ ختم کرنے کا اشارہ دو ہم یہاں سے نکل رہے ہیں۔ میں تب تک بڑھ کے سلازار کو لاتا ہوں۔" وہ عجلت میں بولا...... اور وہ دونوں سر پٹختے ہوئے قرطاس کی طرف بڑھے تھے۔ پانچویں آدمی کا زور ٹوٹنے لگا تھا۔

"چھوڑ دو اس کو...... نکلو تم لوگ! غضنفر کو بولو جلدی نکلے۔"

اس نے شاہ صاحب کو دیوار پر دے مارا تھا۔

"میں پھر واپس آؤں گا۔ یہ مت سمجھنا کہ تو بچ جائے گا۔ بہت جلد تیری باری بھی آئے گی۔" وہ یہ کہہ کر دھوئیں میں تحلیل ہو گیا تھا اچانک آندھی تھمنے لگی تھی۔ شاہ صاحب روتے ہوئے سلازار کی طرف بڑھے۔ تیز بارش شروع ہو گئی تھی آندھی اور بجلی کی کڑک ختم ہو چکی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے طوفان کے بعد اللہ کی رحمت برس رہی ہو۔ تبھی اچانک حجرے میں وہ کئی تعداد میں داخل ہوئے تھے سفید چوغوں اور لمبی سفید داڑھیوں والے بزرگ تھے۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" ان میں سے ایک شاہ صاحب کی خستہ حالت دیکھ کر ان کی طرف بڑھے۔

"میں ٹھیک ہوں۔ میرے سلازار کو دیکھیں۔" وہ بے تحاشہ رو رہے تھے۔

ان میں سے کچھ قرطاس اور کچھ سلازار کی طرف بڑھے۔

"زندہ ہیں پر سلازار کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔" جو سلازار کے ساتھ موجود تھے انہوں نے ان تینوں بزرگوں کو مخاطب کر کے کہا جو شاہ صاحب کے پاس کھڑے ہو گئے تھے۔

"اٹھا لو انہیں۔ ہم ساتھ لے کر چل رہے ہیں۔" وہ بولے اور اسی وقت حجرے میں ازلان داخل ہوئے تھے ان کی حالت سے لگتا تھا جیسے وہ کسی بڑے حملے سے بچ کر آئے ہوں۔

پر اندر داخل ہوتے ہی جو منظر انہوں نے دیکھا تھا وہ انہیں ہلا دینے کے لیے کافی تھا۔ سلازار کا بے جان وجود ان کے اندر سے بھی جان نکال گیا تھا۔

وہ تیزی سے سلازار کی طرف بڑھے۔

"سلازار کیا ہوا ہے تمہیں؟ سلازار۔" وہ رو پڑے تھے۔

"شاہ صاحب کیا ہوا میرے سلازار کو؟" انہوں نے سر اٹھا کر شاہ صاحب کی طرف دیکھا پر اچانک ہی انہیں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔

وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ "مجھے معاف کیجئے گا۔ میں صدمے کے باعث آپ لوگوں کو دیکھ نہیں پایا۔" وہ گیلی آنکھوں کے ساتھ سر جھکا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"ازلان آپ حوصلہ رکھیں۔ سلازار کی حالت نازک ہے اور ہم اسے اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔ ہمارا ایک وفد آپ کے قبیلے میں موجود رہے گا۔" ان میں سے ایک بزرگ نے کہا۔

ازلان بے اختیار رونا شروع ہو گئے تھے۔ ان کے قبیلے پر اچانک اور بڑی تعداد میں حملہ کیا گیا تھا۔ ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا تھا اور ان کے محافظ آخر وقت تک لڑتے رہے تھے پر اچانک ہی غیلان لڑائی چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے اور وہ بھی دیکھنے کے لیے حجرے آئے تھے کہ شاہ صاحب کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہو۔

"میرا قبیلہ اور محافظ خیریت سے ہیں۔ وہ سب بہادری سے لڑے ہیں پر غیلان کا اس طرح حملہ کرنا ہمارے

...در روح تھا۔" وہ نظریں جھکائے ہوئے بول رہے تھے۔

"...یطان سے آپ اور کیا امید لگا سکتے ہیں؟ وہ ہمیشہ چھپ کر اور پیچھے سے وار کرتا ہے۔" دوسرے بزرگ...

"ہم انہیں لے کر جا رہے ہیں اوفد آپ کے ساتھ آپ کے قبیلے جائے گا۔ آپ اپنے قبیلے کا اور شاہ صاحب کا خیال رکھیں۔" انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا گو کہ ان کا بالکل بھی دل نہیں تھا کہ سالازار اب ان کی نظروں سے دور ہو پر اس کی حالت ایسی تھی کہ وہ کسی بھی لمحے فنا ہو جاتا۔

"کیا اس کی واپسی کی کوئی امید رکھوں؟" انہوں نے روتے ہوئے سالازار کے خستہ وجود پر نظر ڈالی۔

"امید اللہ سے رکھیں ہم سے جو ہوا ہم کریں گے۔ ہمارا ایک وفد یہاں کچھ عرصہ قیام کرے گا۔ ان میں سے کچھ جرے اور کچھ احد کی طرف رہیں گے تاکہ قبیلان یہاں دوبارہ حملہ کرنے میں جلدی نہ کریں۔ جب تک سالازار ٹھیک نہیں ہو جاتا اور آپ لوگ دوبارہ سے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتے ہمارا وفد یہیں موجود رہے گا۔ اب ہمیں اجازت دیں کیونکہ سالازار کی حالت ایسی نہیں کہ ہم دیر کریں۔" ان میں سے کچھ سالازار کی طرف بڑھے تھے اور انہوں نے اس کے وجود کو ہوا میں اٹھا لیا تھا۔

کچھ نے قرطاس کو اٹھا کر پرواز بھر لی تھی۔

وہ تینوں بزرگ بھی ایک ایک کرکے ہوا میں تحلیل ہوتے گئے ازلان تیزی سے شاہ صاحب کی طرف بڑھے تھے۔

"آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" وہ بھیگی آنکھوں سے ان سے پوچھ رہے تھے شاہ صاحب دوبارہ رونا شروع ہو گئے تھے۔

"میں سالازار کو بچا نہیں پایا ازلان! میں سالازار کو بچا نہیں پایا۔" وہ زار و قطار رونا شروع ہو گئے تھے۔

"ایسا مت بولیں۔ آپ نے وفد عارفین کو یہاں وقت پر بلا لیا جبھی وہ شیطان کے چیلے بھاگ گئے ہیں۔ ہم اللہ سے دعا کریں گے اور سالازار کا انتظار کریں گے۔" وہ الٹا انہیں تسلی دے رہے تھے جب کہ خود ان کا دل اندر سے رو رہا تھا۔

"آپ قبیلے جائیں اپنے لوگوں کو دیکھیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" انہوں نے کہا اور وہ سر ہلا کر ہوا میں تحلیل ہو گئے تھے۔

شاہ صاحب سجدے میں گر کر رونا شروع ہو گئے تھے۔ اسی دن کے لیے وہ سالازار کو منع کیا کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ یہ روگ اس کی واحد کمزوری بن جائے گا۔ جانتا تو وہ بھی تھا پر شاید عشق زاد بننے کے لئے خود کو فنا کرنا اولین شرطوں میں سے تھا اور وہ اس امتحان پر بھی پورا اترا تھا۔

وہ ہی تو عشق زاد تھا۔

○.....◆.....○

آندھی کا زور ٹوٹا تھا اور اب تیز بارش ہو رہی تھی۔ مہمانوں کے لیے کھانے کا انتظام ہال میں کر دیا گیا تھا آہستہ آہستہ کر کے وہ سب کھانا لینے اٹھ رہے تھے۔ اسے اور ثمر کو کچھ زیادہ ہی پروٹوکول دیا جا رہا تھا۔ وہ سب کھانے میں مصروف ہو گئے پر اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ گھر کے بڑوں نے انہیں اکیلا چھوڑ دیا تاکہ وہ ایک دوسرے سے بات کر سکیں۔

CamScanner

"مشری میں جانتا ہوں تم اس وقت بہت پریشان ہو۔ پر کیا کریں سب تمہیں ہی دیکھ رہے ہیں۔ یہ مشکل وقت بھی نکل جائے گا جب وہ یہاں تک آیا ہے تو اور راستے بھی کھلیں گے۔" وہ اسے سمجھا رہا تھا۔ وہ اس کے اتنا قریب آ کر واپس چلا گیا تھا۔ جیسے وہ اپنے خواب میں چاند کے اتنا قریب ہونے کے باوجود بھی اسے چھو نہیں سکی تھی اور سلازار بھی بغیر کوئی بات کیے جا چکا تھا اسے شاہ میر کے حوالے کر کے۔

اسے وہ خواب پوری جزئیات کے ساتھ یاد آیا اس کا دل کیا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے پر وہ بہت حد تک خود پر قابو پانا سیکھ گئی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ بابا کے سامنے کسی بھی قسم کی جذباتیت کا مظاہرہ کرے لہٰذا اس نے بے دلی سے پلیٹ میں کھانا نکالا اور کھانا شروع ہو گئی تھی۔ اس بار اس نے شاہ میر سے بھی کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا اور پھر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

ثمر اور اسفر کے درمیان معنی خیز نظروں کا تبادلہ ہو رہا تھا اور وہ لوگ وقفے وقفے سے کسی بات پر ہنس بھی دیتے تھے۔

"کیا ہوا بیٹا آپ لوگ اتنے سنجیدہ کیوں بیٹھے ہیں؟" بابا ان دونوں کو خاموش بیٹھا دیکھ کر ان کے پاس آ گئے تھے۔ وہ چونک کر سیدھی ہو بیٹھی۔ شاہ میر اسے اتنی دیر سے یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ نارمل بیٹھی رہے تاکہ کسی کی نظروں میں نہ آئے۔ باقی سارے گھر والے تو اس کی سابقہ حالت سے اچھی طرح واقف تھے پر بابا کو اصل حقیقت معلوم نہیں تھی اور اس کا اس طرح خاموش بیٹھنا بابا کے ساتھ باقی سب کو بھی شکوک میں مبتلا کر سکتا تھا۔

شاہ میر بھی ان کے آنے پر گہری سانس لے کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"پھوپھا جان! مشری کہتی ہے کہ اسے ڈائننگ ٹیبل چاہیے تھی۔" وہ مسکرایا، وہ حیرت سے اس کی طرف پلٹے۔

"میری بیٹی ایسی کوئی خواہش نہیں کر سکتی ہے نا؟" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا وہ مسکرا دی۔

"جی..... میں نے بھی اسے یہی سمجھایا ہے کہ اب اسے مجھ جیسا ہیرا مل گیا ہے تو اسے اور ہیروں سے کیا لینا دینا؟" اس کے یہ بولنے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔

وہ اسے دیکھنے لگی۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود جب وہ حالات سنبھال سکتا تھا تو وہ کیوں امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑ رہی تھی۔ بابا وہیں بیٹھ گئے تھے وہ کچھ دیر ان دونوں سے ہلکی پھلکی گفتگو کرتے رہے اور پھر اٹھ کر چل دیے۔

"میں تمہیں یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کسی کو شک نہ ہو۔" ان کے جاتے ہی شاہ میر اس کی طرف پلٹا۔

"سوری..... میں ہمیشہ ہی غلطی کر دیتی ہوں۔ باقی سب بھی ہمیں ہی دیکھ رہے ہیں میرے خیال سے ہمیں ہلکی پھلکی باتیں کرتے رہنا چاہیے۔" وہ بولی۔

"میں کل شاہ صاحب کے پاس جاؤں گا۔ اگر وہ یہاں تک آیا ہے تو ان سے ملے بغیر نہیں گیا ہو گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں نہیں گیا ہو تم تسلی رکھو۔" وہ اب بھی سلازار کی باتیں ہی کر رہے تھے۔

مشری نے سر ہلا دیا تھا اسے اب صبح ہونے کا انتظار تھا جب شاہ میر شاہ صاحب سے مل کر سلازار کی کوئی خبر لے کر آتا۔

O.....❖.....O

ہارت آج پھر اس کے سامنے حاضر ہوا تھا۔

"کہاں ہے سلازار؟" اس کی آواز کی دہشت ہی کافی تھی وہاں موجود جنات کی جماعتوں میں خاموشی چھا گئی تھی۔

"اس بوڑھے نے وفد عارفین کو بلا لیا تھا پر میں سلازار کا خاتمہ کر کے آیا ہوں۔" وہ بولا۔

"تم نے اس بوڑھے کو اتنی مہلت ہی کیوں دی؟" دوسری طرف سے غراہٹ سن کر وہ کانپا۔

"ہم نے اس پر قابو پایا ہوا تھا پر وہ بوڑھا کوئی عام انسان نہیں ہے وہ مسلسل ہم پر ورد سے حملہ کر رہا تھا۔ شلطرہ نے بھی ان کے قبیلہ پر حملہ کر دیا تھا۔ ہمارا اہم مقصد پورا ہو چکا ہے ہم سلازار کا خاتمہ کر چکے ہیں اس بوڑھے اور احمد کو میں جلد نپٹا لوں گا۔" وہ بولا۔

"تمہارے قبیلے کو کتنا نقصان پہنچا؟" دوسری طرف سے سوال آیا تھا۔

"ہم وفد کے آنے سے پہلے نکل آئے تھے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔" وہ بولا۔

"یاد رکھنا ہارت اگلی بار معمولی سی کوتاہی بھی تمہارے لیے خطرناک ثابت ہوگی۔" وہ اس کے اس جملے سے ہی کانپ اٹھا۔ "میں جانتا ہوں۔" وہ اتنا ہی بول سکا۔

"جاؤ یہاں سے۔" وہ دوسری طرف متوجہ ہوا اور وہ بجلی کی سی سرعت سے وہاں سے نکل گیا تھا۔ اس بار اس کی جان بخشی ہو گئی تھی اور شاید یہ سلازار کی موت کی خبر کی وجہ سے ہوئی تھی۔

اب وہ سکون سے اپنے قبیلے پر حکمرانی کر سکتا تھا اس کا سب سے بڑا خطرہ ہمیشہ کے لئے ٹل چکا تھا۔ احمد اور شاہ صاحب کو تو وہ کسی بھی وقت مٹا سکتا تھا اس نے جشن منانے کے لئے خیلان کی طرف رخ کر لیا تھا۔ آج وہ ایک درجہ اوپر ہو کر واپس جا رہا تھا۔

O.....❖.....O

وہ پوری رات سو نہیں سکی تھی اسے ڈراؤنے خواب آتے رہے۔ شاید یہ سلازار سے نہ ملنے کی کسک تھی جو اس کے حواسوں پر سوار ہو چکی تھی۔ سلازار کو یاد کرتے اور روتے ہوئے وہ نیم خوابی کی کیفیت سے گزرتی رہی۔

اس کی آنکھ فجر کی اذان سے کھلی تھی۔ طبیعت رات سے ہی ٹھیک نہیں تھی ایسا لگتا تھا جیسے اس کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا لیے پر اگلے ہی لمحے اس کا وجود کسی زلزلے کی زد میں آیا تھا۔ اس نے دونوں ہتھیلیاں آنکھوں کے سامنے کیں سلازار کی دی ہوئی مہندی کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ مٹ رہی ہو۔

"اس مہندی کا رنگ تب تک نہیں اترے گا جب تک سلازار کی سانسیں چلیں گی۔" وہ پاس ہی سے بولا۔

"اس کا مطلب ہے۔" اس نے ڈر سے اپنا جملہ خود ہی ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ وہ یہ الفاظ غلطی سے بھی ادا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"کیا ہوا ہے سلازار کو؟" اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"سلازار کو کچھ نہیں ہو سکتا۔"

CamScanner

[illegible]

[illegible] آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟" وہ بولے۔

"بابا کچھ نہیں ... [illegible]" اس نے اپنے آنسو پونچھ کر ... [illegible]

"بیٹا رات کو تم جلدی ... [illegible] ... چلی گئی تھیں ... [illegible] رخصت ہو کر ... [illegible] یہاں ... [illegible] آج شام ... [illegible] اب تمہاری ... [illegible] کل شام ... [illegible]

نیک کر لینا۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر چلے گئے تھے اور اسے ایسا لگا تھا جیسے وہ ہوش کھو بیٹھے گی۔

"بابا اتنی جلدی؟" وہ بس اتنا ہی بول پائی۔

"بیٹا تم بہت عرصے سے یہاں ہو اب اپنے گھر جاؤ۔ ہم تمہیں یہاں سے اچھے طریقے سے رخصت کریں گے۔" وہ یہ کہہ کر اندر کی طرف چلے گئے تھے اور اس کے پاس اب بولنے کے لیے کچھ باقی نہیں بچا تھا۔ وہ سب ایک ایک کر کے اندر آ رہے تھے اور سب سے آخر میں شاہ میر اندر داخل ہوا تھا۔ وہ اسے دور سے دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ کسی بات پر پریشان ہے۔ وہ تیزی سے اس کی طرف آیا۔

"کیا ہوا مشوی؟ خیریت تو ہے نا۔" وہ پوچھ رہا تھا۔

اس نے بمشکل اپنے آنسو روک کر نفی میں سر ہلایا تھا۔

"چلو تم اپنے کمرے میں چلو۔ میں وہیں آ رہا ہوں۔" وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے اس حالت میں دیکھے۔

وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی شاہ میر اندر داخل ہوا تھا۔

"کیا ہوا ہے بتاؤ؟" وہ اس کا پریشان چہرہ دیکھ کر بولا۔

اور جواب میں اس نے اپنی دونوں ہتھیلیاں کھول کر اس کے سامنے کر دی تھیں۔ اس نے ان ہتھیلیوں کی طرف دیکھا مگر کچھ سمجھ نہیں پایا۔

"کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ گی؟" وہ بولا۔

"یہ مہندی..... اس کا رنگ!" وہ اٹک اٹک کر بولی۔

"میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہتی ہو؟" وہ واقعی نہیں سمجھا تھا۔

"سالار نے کہا تھا جب تک وہ زندہ ہے اس مہندی کا رنگ نہیں اترے گا اور تم دیکھو۔ یہ کل رات سے کیسی پھیکی پڑ گئی ہے۔" اس کے آنسو رواں تھے۔

شاہ میر کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا بولے۔

"دیکھو ایسا کچھ نہیں ہوا ہوگا اس کی کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ میں آج شاہ صاحب کے پاس جاؤں گا میں نے سوچا تھا فجر کی نماز کے بعد ان سے بات کروں گا پر آج وہ نماز کے لیے مسجد نہیں آئے۔" وہ بولا اور وہ چونک پڑی تھی۔

CamScanner

سمجھ رہی وہ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ بہرحال یہ بات" وہ دل ہی دل میں سب جانتی تھی۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ یہاں کی حیثیت نہیں جانتی ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کیا بات نہیں ہے میں شاہ میر سے صرف پوچھ رہا ہوں۔" وہ اسے کچھ سمجھا رہے تھے۔

"وہ کہتے ہیں بہت اچھے ہیں شاہ میر بھی اچھا ہے... میں نے ... سے پوچھتے ہیں۔" "کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے شاہ میر تم کو پسند کرتا ہے وہ کب جا رہے ہیں۔" وہ بولی۔

"آپ جانتی ہیں؟" وہ اس بات کے قریب تھی۔

"میں نہیں جانتی۔ میں عشق کے بارے میں تو دونوں طرح کی بات ... مجھے پتہ تو تھی۔" وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"مشوی میں نہیں جانتی مجھے ایسے موقع پر یہ بات پوچھنی چاہیے کہ نہیں پر تم نے یہ رشتہ منظور کرنے سے پہلے ... تو کیا ہے۔" اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"میں نہیں جانتی میں کیا کروں ان مجھے کسی طرح سے ... کوئی خبر کر دو۔" وہ شاید کی آخری صدا پر تھی۔

"ٹھیک ہے میں رشتے کے فوراً بعد شاہ صاحب کی طرف جاتا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ اس کے پاس مشوی کو تسلی دینے کے لیے اب کوئی لفظ نہیں بچے تھے۔ آج تک اس نے اپنے آپ کو بھی تسلی دی تھی بالکل اسی طرح جس طرح وہ مشوی کو پچھلے کچھ دنوں سے تسلی دیتا آ رہا تھا۔

"آپی رشتہ آ گیا ہے۔" عدن نے آ کر اسے اطلاع دی تھی اور وہ اپنا حلیہ درست کرنے نیچے آ گئی تھی۔

رشتے کی تکمیل پر بھی سب انکل صاحب کو روکنے کے لیے اصرار کر رہے تھے پر مشوی جانتی تھی کہ وہ اپنی ضد کے پکے ہیں۔

مرجینہ کو اطمینان تھا کہ مشوی کی منگنی ہو چکی ہے اور اب وہ بہت جلد اس گھر سے رخصت ہو کر آنے کی ... اب اپنے گھر جانا چاہتی تھیں۔

"شاہ میر تم رشتے کے بعد کیا کر رہے ہو؟" دادا جان نے اس سے پوچھا تھا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ شاہ صاحب کی طرف چکر لگاؤں وہ آج مسجد نہیں آئے تھے۔" وہ بولا۔

"ان کی طرف تم کل چلے جانا۔ انکل کو رحیم یار خان میں میرے کچھ اہم دوستوں سے کاروباری ملاقات کرنی ہے۔ تم ہمارے ساتھ چلو۔" وہ بولے تھے اور مشوی کو لگا تھا کہ تو اللہ اس کے حق میں نہیں ہے گا۔ یہ آخری امید بھی ختم ہو گئی تھی وہ جانتی تھی کہ شاہ میر دادا جان کا انکار نہیں کر پائے گا۔

"جی بہتر۔" وہ یہ کہہ کر رشتے کی چیت پر جھک گیا تھا جانتا تھا کہ اب وہ چاہ کر بھی مشوی کی اس خواہش کو پورا نہیں کر پائے گا۔ مشوی کے لیے سارے راستے ایک ایک کر کے بند ہو رہے تھے شاید قدرت اسے اشارہ دے رہی تھی کہ یہ معاملہ اب یہیں ختم ہو چکا ہے۔

○ ◆ ○

CamScanner

شاہ میر شام ڈھلے ان کو لے کر گھر لوٹا تھا اور وہ سب جانے کی تیاری مکمل کر چکے تھے اس کا دل کیا کہ وہ کسی طرح ان سب کو روک لے۔ وہ جانتا تھا مشوی حویلی سے چلی جاتی تو حویلی اسے کاٹنے کو دوڑتی وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اس کی نہیں ہے پر اس کا یہاں ہونا ہی اس کے لیے بہت تھا۔ وہ سب ہال میں ہی موجود تھے۔ شاہ میر ہال میں داخل ہوا تو اس کی نظر ان سوٹ کیسز پر پڑی تھی اس نے التجائیہ نظروں سے مشوی کی طرف دیکھا۔

"مت جاؤ۔" اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں التجا کی تھی۔

اس کے بس میں ہوتا تو وہ یہاں سے جاتی ہی نا پر شاید قدرت یہی چاہ رہی تھی۔

اس کے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ پھیکا پڑتا جا رہا تھا اور اس مہندی کے رنگ پھیکے پڑنے کے ساتھ ساتھ اس کی دل کی دھڑکن بھی رک رہی تھی۔ پتہ نہیں وہ گھر پہنچنے تک زندہ رہ بھی پائے گی یا نہیں؟ شاید روح نکلنے کا عمل شروع ہو چکا تھا۔

وہ سب ان سے مل رہے تھے اور اسے جلدی واپس آنے کی تاکید کر رہے تھے پر وہ وہاں موجود ہوتی تو کسی کو جواب دیتی بس سر جھکائے خاموشی سے ہر کسی کی بات پر اثبات میں سر ہلا دیتی تھی۔

"میں آپ لوگوں کو ڈائیوو ٹرمینل تک چھوڑ دیتا ہوں۔" احمر آگے بڑھا تھا۔

"نہیں...... میں جاؤں گا۔" شاہ میر نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"پر تم ابھی تو رحیم یار خان سے آئے ہو۔" احمر بولا۔

اس نے آنکھوں سے التجا کی تھی اور وہ سمجھ کر خاموش ہو گیا تھا۔

وہ خود ان کے سوٹ کیس اٹھا کر گاڑی کی طرف لے جا رہا تھا۔

وہ اسے کیسے الوداع کہے گا؟ اس کا دماغ مسلسل اسی سوچ پر اٹکا ہوا تھا۔

کسی کو الوداع کہنا کتنا مشکل ہوتا ہے یہ اسے آج صحیح معنوں میں سمجھ آیا تھا ان کا سامان رکھتے ہوئے اچانک اس کی آنکھوں کے آگے سلازار کا چہرہ گھوم گیا۔

"تو اب مجھے بھی اس کرب سے گزرنا ہوگا۔" وہ خاموشی سے ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا تھا۔

وہ سب گھر والوں سے مل کر باہر نکل آئے تھے۔ پھوپھا اس کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر آ بیٹھے تھے اور وہ دونوں ثمیر کے ساتھ پیچھے سوار ہو گئی تھیں۔ اس نے بیک ویو مرر سیٹ کیا اور ایک نظر اس کے اداس چہرے پر ڈال کر گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

انکل صاحب اس کے ساتھ پورا راستہ باتیں کرتے رہے انہیں وہ بے حد اچھا لگا تھا۔ وہ ان کی باتوں کے جواب دیتا بیک ویو مرر کے ذریعے اسے اپنی نظروں کے حصار میں رکھے ہوا تھا۔

مشوی کھڑکی سے باہر کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھی شاید کہ کسی چیز میں سلازار کی جھلک نظر آ جاتی پر اس کے ہاتھوں کی مہندی اسے رات سے ہی کچھ اور اشارہ دے رہی تھی۔

وہ بجھے دل سے ڈائیوو ٹرمینل پر اترے تھے۔

شاہ میر ان کا سامان رکھوا کر اس تک چلا آیا۔ مہ جبین نے انہیں کچھ دیر کے لئے اکیلا چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور ڈائیوو کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

"مثنوی مت جاؤ۔" اس نے جیسے ہی ... تو تم نے پلکیں نم کر کے اسے دیکھا۔

"شاہ میر! یہ ... مت کرو خود کو یہ تکلیف مت دو۔ میں شاید زیادہ عرصہ اس گھر کے ساتھ زندہ نہیں رہ پاؤں گی۔ میں نے جب تک تمہارے ساتھ جو زیادتی کی ہے اس کے لئے مجھے معاف کر دینا۔ میں مجبور تھی اس دل نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا ہے۔ میں بہت دفعہ خود غرض بھی ہوئی پر عشق کے سفر پر مجھے سامنے صرف سالار کھڑا نظر آتا ہے وہ ہے۔ دیکھنے کے بعد ... بھی دن نہیں کرتا تو میں اور کسی کو کیا دیکھتی؟ سالار کے بعد ان آنکھوں نے کچھ نہیں دیکھا اس کے ہجر میں گزرتے رہے اور ایک دن اسی کی یاد میں رو رو کر بینائی کھو بیٹھیں گی۔" اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے تھے۔

"مثنوی تو مجھے بھی چاہئے تمہاری اس حالت کا ذمہ دار میں ہوں مثنوی بس ایک بات کہنا چاہوں گا اگر زندگی نے ذرا سی آسانی سے تمہارا ساتھ نہ چھوڑے تو سالار کے رستے سے پلٹ کر پیچھے ضرور دیکھنا، تمہیں شاہ میر اسی رستے پر کھڑا ملے گا۔" وہ اتنا ہی بول سکا وہ بھی تو ضبط کی آخری حدوں پر تھا۔ اور اب اس کے جسم سے بھی روح نکلنے کا عمل شروع ہونے والا تھا۔ ابھی کل تک وہ اس کی دسترس میں تھی اور اس کے نام سے منسوب ہوئی تھی اور آج وہ اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہی تھی۔

حویلی والوں نے تو اسے اس امید سے رخصت کیا تھا کہ وہ واپس لوٹ آنے والی ہے پر وہ جانتا تھا کہ ایسا ممکن نہیں ہوگا آج وہ اسے ہمیشہ کے لیے کھونے والا تھا اور اس کے پاس تو مثنوی کی طرح سالار کی وہ اچھی یادیں بھی نہیں تھیں بس ٹوٹے پھوٹے کچھ لمحے تھے جو اس نے چن کر رکھے تھے۔ کیا زندگی گزارنے کے لئے اتنا سرمایہ کافی ہوگا؟ اس نے دل میں سوچا پر جواب نہیں ملا تھا۔

وہ اسے جواب دیئے بغیر بس میں سوار ہو گئی تھی شاید وہ اتنا ہی حقیر تھا کہ عشق زادی نے اسے امید دینا بھی گوارا نہیں کیا تھا اور وہ ڈائیوو کے چلے جانے تک وہیں کھڑا رہا تھا۔ پیچھے کچھ بھی نہیں رہ گیا تھا وہ بہت اکیلا اور بہت ویران ہو گیا تھا۔

واپسی پر وہ تیزی سے گاڑی چلاتا ہوا آیا تھا پر اب اسے حویلی کے اندر قدم رکھنے سے ڈر لگ رہا تھا وہ وہاں سے جا چکی تھی۔ شاید یہی کیفیت مثنوی کی ہوتی تھی جب وہ اکیلی کھڑی تکلنے کی طرف دیکھا کرتی تھی۔ وہ اسی جان لیوا کیفیت سے گزری تھی۔ اتنا درد! مجھے ساری عمر عشق زادوں کو الگ کرنے کی سزا بھگتنی ہوگی۔ وہ گاڑی کی اسٹیرنگ پر سر رکھ کر رو دیا۔ اس کے اعصاب اتنے مضبوط نہیں تھے جو اس درد کو برداشت کر پاتے۔ شاید وہ بھی مثنوی کی طرح کسی اسپتال کے بیڈ پر جا لیٹے گا۔

کسی کے جانے سے جگہیں اور دل اس قدر ویران اور خالی ہو سکتے ہیں بھلا؟ اس نے ایک نظر حویلی پر ڈالی۔

مثنوی بھی تو یہی باتیں کیا کرتی تھی اب وہ اسے بے انتہا یاد آ رہی تھی۔ وہ بہت دیر ایسے ہی بیٹھا رہا اور پھر آنکھیں خشک کر کے گاڑی کا دروازہ کھول کر حویلی میں داخل ہو گیا۔ وہ سب ہال میں ہی بیٹھے تھے ان کی خیریت سے روانگی کا حال ان کے گوش گزار کر کے وہ آرام کرنے کا بول کر اوپر چلا آیا تھا۔ اپنے کمرے میں آتے ہوئے اس نے ایک نظر اس ویران کمرے پر ڈالی تھی جسے وہ خالی کر گئی تھی۔ وہ کمرہ اب سے اس کے لئے یادوں کا زندان تھا جہاں

اس نے ایک رات [illegible] گزاری تھی [illegible] اس کمرے [illegible] کھڑا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آ کر رو پڑا تھا

بہادر خان آج بھی [illegible] میں [illegible] ہوا تھا عشق زاد [illegible] یہاں سے واپس لوٹ گئے تھے اور ماتم کے لئے ایک حویلی اس کو سونپ گئے تھے ہوا سی طرح [illegible] الاؤ کا بارا تھا [illegible]

عشق کی زاد [illegible] اسے رد کر دیا تھا۔

(☆)

وہ سارا راستہ خاموش رہی تھی اور مہ جبین نے اس کی خاموشی کو اداسی سمجھا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ اتنے عرصے کے بعد گھر سے واپس آنا اور وہ بھی منگنی کے بعد اس کے لیے مشکل تھا پر انہیں تیاری کے لئے کچھ وقت تو چاہیے تھا۔ شاہ میر سے رشتہ ہو جانے کے بعد منگوی کا وہاں رہنا مناسب نہیں تھا۔

وہ لوگ گھر پہنچ گئے تھے۔ یہاں سردی کافی بڑھ گئی تھی۔ مہ جبین تو گھر میں داخل ہوتے ہی کاموں میں مصروف ہو گئی تھیں وہ اپنا سوٹ کیس گھسیٹتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی۔

کیسے گئی تھی اور کیسے واپس آئی تھی! جب گئی تھی تو ہر فکر سے آزاد تھی پر اب ہمیشہ کا روگ اپنے ساتھ لگا لائی تھی۔ اب اس کا دل یہاں کیسے لگتا وہ تو اس قلعے میں رہ گیا تھا۔ اس نے اپنی ہتھیلیاں دوبارہ اپنی آنکھوں کے سامنے کھول لیں۔ مہندی کا رنگ اتر رہا تھا۔ اس کا دل ڈوبا اور وہ آنسو جو نہ جانے کب سے رکے ہوئے تھے سارے بند توڑ کر بہہ نکلے تھے۔

”سالار......“ وہ اس کا نام لے لے کر ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

”تم کہاں چلے گئے ہو؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ مجھے معاف کیوں نہیں کر دیتے؟ بس ایک دفعہ سامنے آ جاؤ۔“ وہ کافی دیر اسی طرح روتی رہی اور پھر اس کے آنسو خشک ہو گئے تھے وہ چلتی ہوئی کھڑکی تک آ گئی۔ برف نے پہاڑوں کو ڈھکا ہوا تھا۔

اسے اپنا وہ خواب یاد آیا جو وہ یہاں سے جانے سے پہلے دیکھا کرتی تھی اور اس کے بعد وہ دوسرا خواب جس میں شاہ میر نے اسے تھام لیا تھا تو کیا اس کی زندگی کے خواب کی تعبیر بس یہیں تک تھی؟ کیا وہ اسے شاہ میر کے حوالے کر کے جا چکا تھا؟

”نہیں......“ یہ سوچ ہی جان لیوا تھی۔

”میں اتنی آسانی سے ہار نہیں مانوں گی۔ میں ساری زندگی انتظار کروں گی، میں تمہیں ڈھونڈوں گی خود۔ اس بار میں کسی کی مدد نہیں لوں گی۔ شاہ صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ تم پہاڑی علاقوں کی طرف گئے ہو تو شاید یہی وہ علاقے ہوں جہاں تم مجھے بھی لے آئے تھے۔ اس کے دل نے خود ہی اسے ایک امید دی تھی۔ شاہ میر بھی مسلسل اس کی امت بندھاتا تھا اسے اچانک ہی وہ یاد آیا۔ شاہ میر نے اس کا بہت ساتھ دیا تھا وہ آنسو پونچھ کر کھڑی ہو گئی تھی واقعی اسے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے تھا اس کے ہاتھوں کی مہندی ضرور پھیکی پڑی تھی پر وہ مٹی نہیں تھی سالار اب بھی کہیں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

”میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گی میری پکاریں تمہیں چین نہیں لینے دیں گی سالار۔“

"پر میں اسے ڈھونڈوں کیسے؟" اس سوچ نے اس کو بے کل میں ڈالا۔

"اللہ کوئی تو کوئی راستہ دکھا دے کاش اللہ ۔۔۔ وہ مانگوں گی۔" وہ یہ سوچ کر ہلمونر نے کہاں دل تھی بے شک اس کے دل کو سکون تو اللہ کے ذکر سے ہی ملتا تھا۔ اب اسے اللہ کے علاوہ اور کسی سے کوئی امید نہیں تھی۔

O ◆ O

اکرخ نے قبیلے میں واپس قدم رکھا تھا۔ حارث اپنے غار سے باہر آیا۔

"کیا خبر لائے ہو؟" وہ بولا۔

"سلازار کو وفد عارلیمن اپنے ساتھ لے گئے تھے وہ زندہ ہے یا نہیں اس کی مجھے کوئی خبر نہیں۔" وہ بولا۔

"نہیں ہوسکتا زندہ! میں نے اسے ختم کر دیا تھا۔" وہ غرایا۔

اس کے لیے یہ الفاظ بھی بے عزتی کی طرح تھے کہ سلازار اس کے وار سے بچ نکلا تھا۔

"اب جب کہ مجھے اس بارے میں کوئی معلومات نہیں ملیں لہٰذا میں صرف وہی بتاؤں گا جو مجھے پتا چلا ہے۔ اس علاقے پر وفد عارلیمن کا پہرا ہے اور ہمارا وہاں داخل ہونا اب کچھ عرصے تک تو بالکل ہی ناممکن ہے لہٰذا مزید خبروں کی توقع چھوڑ دو پر ایک بہت ضروری بات ہے جو میں تمہیں بتانا چاہوں گا۔" وہ خباثت سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"جلدی بتاؤ۔" وہ اس کے قریب چلتا ہوا آیا تھا۔

"وہ لڑکی جس کی وجہ سے سلازار کی یہ حالت ہوئی تھی اس علاقے کو چھوڑ کر ہمارے علاقے میں داخل ہوئی ہے۔" اس نے اپنی طرف سے اسے بڑی خبر دی تھی حارث کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا خبر لے کر آئے ہو اکرخ۔" وہ خوش ہوا۔

"ویسے تو وہ زندہ نہیں رہا ہوگا پر اگر ہے بھی تو یہ لڑکی ہی اس کی بچی کچھی زندگی چھیننے میں ہماری مدد کرے گی۔" وہ ہنسا تھا۔

"تم کیا کرنے والے ہو؟" اکرخ پوچھ رہا تھا۔

"بس تم دیکھتے جاؤ۔ شلطرہ!" اس نے آواز دی تھی اور وہ حاضر ہو گئی تھی۔

"اکرخ کے ساتھ جا کر وہ مقام دیکھ لو جہاں سلازار کی وہ کمزوری رہتی ہے۔ تم اسے صحیح معنوں میں بتاؤ گی کہ جنات سے تعلقات رکھنا کتنا نقصان دہ ہے۔ خوف کا اصل چہرہ وہ اب دیکھے گی۔" وہ خباثت سے ہنس پڑا تھا اور باقی سب نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔

"اس کی راتیں تمہاری ہوں گی شلطرہ اور دن میرے ہوں گے۔" اس کے ذہن میں انتہائی خبیث پلان تیار ہو چکا تھا۔

وہ سلازار سے منسلک ہر فرد کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینا چاہتا تھا۔

O.....◆.....O

مہ جبین نے شام تک گھر صاف کر لیا تھا اور اب وہ کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ وہ فریش ہو کر لاؤنج میں آ بیٹھی تھی بہت عرصے کے بعد وہ سب اکٹھے لاؤنج میں بیٹھ کر چائے پی رہے تھے۔ انکل صاحب نے پوری طرح اس

[illegible]

"[illegible] ہاں [illegible]" [illegible]

[illegible]

"[illegible] آپ بھی تیاری شروع [illegible]" [illegible]

"بابا اب تک میں یہاں رہی ہوں میں فارغ نہیں بیٹھنا چاہتی۔ مجھے پتا ہے آپ [illegible] آرام سے گھر میں گزاریں پر میں جاب کرنا چاہتی ہوں [illegible]"

وہ جانتی تھی کہ [illegible] چاہیے تھا یہاں سے باہر نکل کر ہی وہ سالار کو تلاش کر سکتی تھی۔

"میں تمہیں کبھی نہیں روکوں گا تمہارا جو دل چاہے تم کرو بس خوش رہو" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

مما بھی اس کی خوشی میں خوش تھیں انہیں صرف شادی کی تیاریوں کی فکر تھی۔ اب تو بیٹی ایک [illegible] سے باہر آ گئی تھی اور اب انہیں اس کی خوشی میں خوش ہونا تھا۔

"ٹھیک ہے میں کل ہی یونیورسٹی میں انٹرویو کے لیے جاؤں گی" وہ بولی۔

"میں تھوڑی دیر میں کھانا لگاتی ہوں آپ لوگ کھانا کھا کر آرام کریں۔ سفر کی تھکان ہے۔ [illegible] سوئیں گے تو کل صبح سب فریش اٹھیں گے" مما کہتی ہوئی اٹھیں اور سب نے ان کی بات کی [illegible]

کھانا کھا کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی یہاں سردی کافی بڑھ گئی تھی یا اب اسے عادت نہیں رہی تھی۔ چولستان جیسے گرم علاقے سے اچانک ہی بلتستان کے سرد علاقے میں آ جانا۔

وہ بیڈ پر دراز ہو گئی سالار کا چہرہ بند آنکھوں میں اتر آیا تھا نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی تھی۔

O.....◆.....O

پھر رات کے کسی پہر اس کی آنکھ کھلی تھی کمرے میں سردی بہت بڑھ گئی تھی۔ اسے یاد آیا کہ وہ ہیٹر جلائے بغیر سو پڑی تھی۔ وہ بیڈ سے اٹھنے ہی لگی تھی کہ کمرے میں موجود زیرو کا بلب بجھ گیا تھا۔

"اوہ شاید بجلی چلی گئی۔" اس کے منہ سے نکلا۔

اس نے سائیڈ ٹیبل پر ہاتھ مارا جہاں ماچس اور موم بتی ہر وقت موجود رہتی تھی۔ اس لیے ماچس اٹھا کر موم بتی جلا دیا تھا مگر اسی لمحے اس کی نظر کھڑکی پر پڑی تھی وہ کھلی ہوئی تھی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ وہ کھڑکی بند کر کے سوئی تھی باہر بجلی چمک رہی تھی اور بارش کے آثار تھے۔ وہ اٹھ کر کھڑکی کی طرف بڑھنے لگی پھر بجلی کی چمک نے اس کے قدم روک دیے تھے اچانک ہی ہوا تیز ہو گئی تھی۔ پردہ سرسرایا تھا۔

"کون ہے؟"

کھڑکی کے باہر کوئی تھا۔

شوری نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔ گلگت کی سردی، اندھیری رات اور کڑکتی بجلی۔ "میں پوچھ رہی ہوں کون ہے؟"

بجلی دوبارہ چمکی تھی۔ وہ کوئی عورت تھی اس کے بال چہرے پر گرے ہوئے تھے شوری کو لگا وہ ہل نہیں سکے گی۔

"ک.....کک.....کون ہے؟"

پر دوسرے ہی لمحے اسے اپنے پیروں پر کسی کے ہاتھوں کا احساس ہوا تھا۔

اس نے ڈرتے ڈرتے گردن گھمائی اور اس کی دلخراش چیخ پوری وادی میں گونج گئی تھی۔

وہ کوئی عورت تھی جو اس کی ٹانگوں سے لپٹی ہوئی تھی۔

وہ بے تحاشہ چیخنا شروع ہو گئی تھی۔ کمرے کی لائٹ آن ہوئی تھی۔

"کیا ہوا تم ٹھیک تو ہو شوری؟" بابا اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے تھے۔

"یہاں پر کوئی تھا بابا! یہاں پر کوئی تھا۔" وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔

"یہاں کوئی نہیں ہے۔" وہ بولے۔

"ادھر بیٹھو۔" انہوں نے اس کے کانپتے ہوئے وجود کو بیڈ پر بٹھایا ماما بھی پیچھے سے بھاگتی ہوئی آئی تھیں۔

"کیا ہوا ہے؟" انہوں نے پریشانی سے پوچھا۔

CamScanner

"کچھ نہیں۔ جاؤ تم پانی لے کر آؤ۔" وہ انہیں کہہ کر دوبارہ مشوی کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ اسے دیکھتی ہوئی کچن کی طرف چل دی تھیں۔

"مجھے بتاؤ کیا ہوا؟" وہ اس سے پوچھ رہے تھے۔

"میں کھڑکی بند کر کے سوئی تھی جب اٹھی تو کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور وہاں کوئی عورت کھڑی تھی۔" وہ انہیں رک رک کر بتانے لگی حواس ابھی تک معطل تھے۔

وہ تیزی سے کھڑکی کی طرف گئے تھے انہوں نے باہر جھانکا وہاں دور دور تک کوئی بھی موجود نہیں تھا انہوں نے کھڑکی بند کر دی وہ واپس چلتے ہوئے مشوی تک آئے۔

"یہاں پر کوئی بھی نہیں ہے۔"

"یہ لو پانی پیو۔" مما کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

اس نے ان کے ہاتھ سے گلاس لے کر ایک سانس میں پانی پی لیا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" انہوں نے اکمل کی طرف دیکھا۔

"شاید ڈر گئی ہے، تم آج اس کے ساتھ سو جاؤ۔" وہ انہیں ہدایت دینے لگے انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمیر بھی آنکھیں ملتا ہوا آ کر اس کے دروازے کے ساتھ کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا بابا؟" وہ پوچھنے لگا۔

"کچھ نہیں بیٹا مشوی ڈر گئی تھی تم جاؤ آرام کرو تمہیں صبح کالج جانا ہے۔" وہ بولے۔

اور وہ نیند خراب ہونے پر اسے گھورتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

"چلو تم لیٹ جاؤ میں دم کر دیتی ہوں۔" مما اس کے ساتھ ہی بیڈ پر لیٹ گئی تھیں۔

وہ جانتی تھی اس نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا اس نے جو دیکھا تھا کھلی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ انتہائی بھیانک تھی۔ اسے دوبارہ نیند نہیں آئی تھی مما اس کے ساتھ ہی سو رہی تھیں پر اس کی نظریں مسلسل کھڑکی کی طرف تھیں ایسا لگتا تھا جیسے ابھی پردہ سرکے گا اور وہ آ کر کھڑی ہو جائے گی۔

اس کی آنکھ فجر کی اذان کے بعد لگی تھی اس لیے اس سے صبح جلدی اٹھا نہیں گیا۔ وہ اٹھی تو دن چڑھ چکا تھا اس کے سر میں شدید درد تھا۔ آج اسے بینک انٹرویو کے لئے جانا تھا۔ اسے دکھ ہوا پر کیا کر سکتی تھی۔ وہ فریش ہو کر باہر نکل آئی۔

"السلام علیکم ماما!" وہ سیدھی کچن میں گئی تھی۔ مہ جبین دوپہر کا کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔

"اٹھ گئی میری بیٹی! چلو تم بیٹھو میں تمہارے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔" انہوں نے چائے کا پانی رکھ دیا تھا۔

"میں یہیں بیٹھ جاتی ہوں۔" وہ کرسی گھسیٹ کر کچن میں ہی بیٹھ گئی۔

"بابا اور عمیر کہاں ہیں؟" وہ پوچھنے لگی۔

"بابا تو بیٹا شوروم چلے گئے ہیں اور عمیر کالج گیا ہے۔" وہ ہانڈی میں چمچ چلاتے ہوئے بولیں۔

"کیا ہوا تم پریشان ہو کسی بات کو لے کر؟" وہ جب سے آئی تھی خاموش تھی اور اب یہ خاموشی مزید طویل ہوتی

جا رہی تھی۔

"نہیں بس وہ رات والے واقعے کا اثر ذہن سے نہیں اترا۔" وہ چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"رات کی دعائیں پڑھ کر سویا کرو۔ ویسے بھی تم جس گھن چکر سے نکل کر آئی ہو اسے لے کر مجھے اب عام سی چیزوں سے بھی ڈر لگنے لگا ہے۔" وہ اس کے پاس چلتی ہوئی آئی تھیں۔

"وہ گھن چکر نہیں تھا۔ آپ فکر نہ کریں میں آئندہ دعائیں پڑھ کر سوؤں گی۔" اس نے بات ختم کرنا چاہی۔

وہ اس کے لہجے کی تختی محسوس کر کے خاموش ہو گئی تھیں پر اندر سے انہیں کھٹکا ضرور ہوا تھا، مثنوی شاید ابھی تک وہ سب نہیں بھولی تھی اور یہ اس کی آنے والی زندگی کے لیے ٹھیک نہیں تھا۔ وہ اسے جلد از جلد شاہ میر کی زندگی میں شامل کر دینا چاہتی تھیں تا کہ مثنوی کے پاس وہ سب سوچنے کا وقت بھی نہ رہے۔ پر انہیں نہیں پتہ تھا کہ مثنوی کی قسمت میں کیا لکھ دیا گیا تھا۔

O.....❖.....O

"السلام علیکم!" اس نے ہال میں داخل ہوتے ہی سلام کیا تھا وہ ابھی ابھی بیین احمد کے ساتھ رحیم یار خان سے حویلی پہنچا تھا۔ مثنوی کے روانہ ہونے کے اگلے دن ہی وہ بیین احمد کے ساتھ رحیم یار خان آ گیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ شاہ میر اب سنجیدگی سے اپنے بزنس پر توجہ دے لہٰذا اس کے شوروم کے لیے جگہ دیکھنے اور ڈیلرز سے بات کرنے کے لیے وہ اسے ساتھ ہی لے آئے تھے۔ اس دن بھی اس کی ملاقات شاہ صاحب سے نہیں ہو سکی تھی۔ اگلے دو دن انتہائی مصروف گزرے تھے اور وہ آج ہی کام ختم کر کے پہنچا تھا۔

"وعلیکم السلام آ گئے آپ لوگ! امید ہے کامیابی ہوئی ہوگی۔" چھوٹی چچی نے اس کو دیکھتے ہی پوچھا تھا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا باقی سب بھی اسے مبارکباد دے رہے تھے۔

وہ تھوڑی دیر سب کے ساتھ بیٹھ کر اوپر چلا آیا۔ اچھا ہی ہوا تھا جو وہ بابا کے ساتھ رحیم یار خان چلا گیا تھا اس کا دل حویلی میں نہیں لگ رہا تھا اور ویسے بھی وقت گزارنے کے لئے اس کو اپنے آپ کو مصروف رکھنا تھا وہ آ کر بستر پر لیٹ گیا پر ایک گھنٹہ مسلسل کروٹ بدلنے کے باوجود اسے نیند نہیں آئی تھی ویسے بھی وہ دن میں سونے کا عادی نہیں تھا۔ وہ اٹھ بیٹھا اس کی نظریں غیر ارادی طور پر قلعے کی طرف اٹھ گئیں۔

وہ کچھ سوچ کر اٹھ گیا۔

"کیا ہوا کہاں جا رہے ہو؟" وہ سب اسے باہر جاتا دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"میں ذرا شاہ صاحب سے مل آؤں کافی دن ہو گئے ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔" وہ بولا۔

"ہاں مسجد بھی نہیں آ رہے وہ۔" احمر بولا تھا۔

اسے حیرت ہوئی۔ "ابھی تک نہیں آئے؟ ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ کیا کسی نے معلوم کرایا؟" وہ پوچھنے لگا۔

"دادا نے مؤذن سے پوچھا تھا انہوں نے کہا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور ایک دو دن میں واپس آ جائیں گے۔" اسفر نے تفصیل دی۔

"اچھا پھر میں حجرے سے ہو کر آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔

وہ سیدھا حجرے آ گیا تھا۔

CamScanner

اس نے دروازے پر دستک دی پر اندر مکمل خاموشی تھی وہ پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گیا وہاں کوئی بھی نہیں تھا حجرہ خالی پڑا تھا۔

"السلام علیکم!" اس نے زوردار آواز میں سلام کیا تھا پر کوئی جواب نہیں آیا اس کے دل کو انجانے خدشے نے گھیرا۔

"کوئی ہے؟" اس نے زور سے آواز دی۔ اس دفعہ بھی جواب نہ ملنے پر اس نے شاہ صاحب کے کمرے کا پردہ ہٹایا تھا وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

ایسا لگتا تھا جیسے وہ گھر پر نہیں اور نہ ہی ان کی زوجہ موجود ہیں وہ خاموشی سے باہر نکل آیا۔ آس پاس کوئی تھا نہیں جس سے وہ تفصیلات لیتا۔

"ضرور کچھ ہوا ہے۔" اسے مشوری کی بات یاد آئی۔

"اب کس سے معلوم کروں؟" وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ سیدھا مسجد کی طرف آ گیا۔ موذن مسجد میں موجود تھے۔

"السلام علیکم!" اس نے انہیں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! شاہ میر کیسے ہو بیٹا؟" انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"الحمد للہ! آپ کیسے ہیں؟" اس نے ان کی خیریت دریافت کی۔

"کچھ دن سے نظر نہیں آ رہے کیا شہر میں نہیں تھے؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی میں بابا کے ساتھ رحیم یار خان گیا ہوا تھا۔ دراصل میں شاہ صاحب کی حجرے گیا تھا پر وہاں پر وہ موجود نہیں ہیں گھر والے بتا رہے تھے کہ وہ نماز پڑھانے بھی نہیں آ رہے۔ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کہاں گئے ہیں؟" وہ اصل مدعے پر آیا۔

"ان کی طبیعت کافی ناساز تھی ان کی بیٹی انہیں لینے آ گئی تھی میرے خیال سے وہ ان کی طرف گئے ہیں ایک دو دن میں آ جائیں گے ان شاء اللہ۔" ان کی تفصیلات سے اسے تھوڑا اطمینان ہوا تھا۔ وہ ان سے اجازت لے کر باہر نکل آیا۔

آج سے پہلے شاہ صاحب کبھی اس طرح سے کہیں نہیں گئے تھے۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ کل دوبارہ آئے گا ضرور کچھ ایسا تھا جو اس کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔

O.....◆.....O

یہ انتہائی برفانی علاقہ تھا دور دور تک ہر چیز برف سے ڈھکی ہوئی تھی یہاں تک کہ چٹانیں بھی دکھائی نہ دیتی تھیں۔

ان چٹانوں میں برف سے ڈھکے کئی غار تھے یہ وفد عارفین کا علاقہ تھا۔ ان کا قیام سخت ٹھنڈے اور غیر آباد علاقوں میں ہوتا تھا یہاں سے آسمان قریب تھا۔ وفد عارفین مسلمان جنات کی سب سے اعلیٰ جماعت تھی۔ یہ جماعت اپنی خاص عبادتوں اور طاقتوں کی وجہ سے تمام جنات جماعتوں کی سردار کہلائی جاتی تھی۔ ان کی ریاضتوں کے صلے میں ان کو ایسی طاقتوں سے نوازا گیا تھا جن کے آگے ٹھہرنا شیاطین جنات کے بس کی بات نہیں تھی وہ ان کا نام سنتے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

○—◆—○

[illegible]

[illegible]

"کیا ہوا تم اندر کیوں چلی آئیں؟" [illegible]

"میں بس کچھ دیر پڑھنا چاہ رہی تھی۔کل کچھ انٹرویوز کے لئے جانا ہے۔" اس نے کچھ کتابیں اٹھا کر بیڈ پر رکھ دیں وہ ایک نظر کتابوں پر ڈال کر کمرے سے باہر نکل گئیں تھیں۔

وہ بے دلی سے صفحے پلٹنے لگی اچانک ہی کسی نے اس کے کان کے قریب آ کر سرگوشی کی تھی۔

"مشنوی......"

وہ اچھل پڑی کمرے میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔اس کا دل کیا کہ اٹھ کر باہر بھاگ جائے پر آج سارا دن اس نے مما کی مشکوک نگاہیں خود پر محسوس کی تھیں لہٰذا وہ اپنے کمرے میں ہی بیٹھی رہی۔

کچھ تھا جو غلط ہو رہا تھا۔

اور پھر اچانک اسے ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنا شروع کر دی ہوں۔لمبی انگلیاں جو اس کے بالوں کو سلجھاتی ہوئی نیچے تک گئیں تھیں۔اس کا دل کیا کہ وہ حلق پھاڑ کر چیخے۔

وہ تیزی سے پیچھے پلٹی پر وہاں پر کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

"یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟" اس نے دعائیں پڑھنا شروع کر دی تھیں۔

اور تب ہی اس کی سامنے موجود کتاب کے صفحے خود بخود پلٹنے شروع ہو گئے۔وہ کھلی آنکھوں سے یہ سب ہوتے دیکھ رہی تھی پر وہ چاہ کر بھی بولنے سے قاصر تھی ایسا لگتا تھا جیسے اس کی زبان کسی نے پکڑ لی ہو۔وہ ہلنے کی کوشش کرنے لگی پر اسے ایسا لگا جیسے اس کے سر کے اوپر سے کوئی اسے دیکھ رہا ہو۔اس نے اپنا چہرہ اوپر کیا تھا اور عین اس کے چہرے کے اوپر ایک انتہائی بھیانک شکل کی عورت جھکی ہوئی تھی۔اس عورت کے لمبے بال اس کے چہرے پر گر رہے تھے۔اس عورت نے اپنے لمبے ہاتھوں کی گرفت اس کے گلے پر مضبوط کر دی تھی۔اسے لگا اس کا سانس رکنے والا ہے وہ ہاتھ پیر چلانے لگی۔اس کی آواز اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔

"لائٹ بند کر کے کیوں بیٹھی ہو؟" بابا نے آ کر اچانک ہی لائٹ کا بٹن آن کیا تھا اور روشنی ہوتے ہی کمرے کا منظر یکسر بدل گیا تھا۔

وہ بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے سامنے کتابیں بکھری تھیں پر شدید سردی میں بھی وہ پسینہ پسینہ تھی اور اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس کی طرف آئے۔

"کیا ہو مشنوی؟ تم ٹھیک تو ہو؟" وہ بری طرح گھبرائے تھے۔

اس نے اپنی سانس بحال کی وہ بابا کو یہ سب بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی پر وہ ابھی ابھی موت کو سامنے سے دیکھ کر آ رہی تھی۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔" وہ اتنا ہی بول پائی۔

انہوں نے آگے بڑھ کر پانی کا گلاس اٹھایا اور اس کے لبوں سے لگا دیا اس نے ایک ہی گھونٹ میں وہ پانی پی لیا۔

"کیا ہوا بیٹا تم ٹھیک تو ہو نا؟" وہ اس کی حالت دیکھ کر حقیقتاً پریشان ہوئے تھے۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔شاید میں بیٹھے بیٹھے سو گئی تھی اور کوئی برا خواب دیکھ لیا۔" وہ اپنی سانس بحال کرتے ہوئے بولی۔

CamScanner

"کل بھی تم ڈر گئی تھی اور آج تم اپنے کمرے میں اندھیرے میں آنکھیں بند کیے بیٹھی ہو۔" وہ اچھی طرح یاد تھا کہ وہ لالٹین جلا کر بیٹھی تھی۔

"جی..... شاید میری آنکھ لگ گئی تھی تو مجھے اندھیرا ہونے کا پتہ نہیں چلا۔" وہ بولی۔

"میں مہ جبین کو بلا کر لاتا ہوں۔" وہ اٹھنے لگے۔

"نہیں بابا....." اس نے ہاتھ بڑھا کر انہیں روک لیا۔ "ماں پریشان ہو جائیں گی۔ شاید مجھے لگتا ہے شاید جگہ بدلی ہے اس لیے اس طرح کے خواب آ رہے ہیں۔" وہ اپنے آپ کو نارمل کرتے ہوئے بولی۔

"جگہ کہاں بدلی بیٹا! یہ تو تمہارا اپنا گھر ہے۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

"میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ میں نماز پڑھتی ہوں شاید عشا کا وقت ختم ہونے والا ہے۔" وہ اٹھ کر وضو کرنے کے لیے چلی گئی تھی۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتے رہے اور خاموشی سے باہر آ گئے۔ یہ تو تھا کہ دریجان کی نظروں سے اوجھل تھا وہ جب سے آئی تھی خاموش اور پریشان تھی۔ انہیں ایسا لگتا تھا جیسے اس کی اس حالت کا تعلق اس کی نانی سے ہے۔ انہوں نے مہ جبین سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ آج رات وہ انہیں بتا کر ان سے پوچھنے والے تھے کہ آخر مشتوی کے ساتھ ایسا کیا ہوا تھا جو وہ ان حالات سے گزر رہی ہے۔

O.....◆.....O

اس کی آنکھ کھلی باہر تیز بارش تھی۔ وہ جلدی سو گیا تھا کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دروازہ بند کرنے اٹھا تھا باہر نظر پڑتے ہی اسے کرنٹ لگا۔

حویلی کے باہر پھیلے صحرا کے بیچوں بیچ کوئی جھوم رہا تھا۔

پورے چاند کی روشنی میں سفید لباس میں وہ جھلکی جھومتی ابھرا۔

"مشتوی!"

وہ پلٹا اور بھاگتا ہوا باہر آیا۔

بارش تیز ہو گئی تھی وہ نہ جانے کہاں گم ہو گئی تھی۔

"مشتوی!" وہ آوازیں دیتا ہوا پیچھے بھاگنے لگا۔

اندھیرے میں اس کا دوپٹہ لہرا رہا تھا۔ وہ قریب پہنچا۔

"آؤ تمہیں عشق زاد بنائیں! عشق زادوں کے ہمراہ رہو۔ آج تمہاری زاویت بدل جائے گی۔" وہ اس کے پیچھے سے بولی تھی۔

وہ پلٹا!

اس کے جسم میں خون تیزی سے گردش کرنے لگا تھا۔ تو آج وہ عشق کی درگاہ میں قبول کیا جائے گا۔

وہ اس کے پیچھے ہو لیا۔

اس کا گیلے بالوں کی خوشبو!

وہ مبہوت ہوا۔

مشتوی نے ہاتھ بڑھایا تھا وہ ہاتھ تھامنے کو آگے بڑھا۔

CamScanner

بانسری اور کانسی کی گھنٹیاں بج اٹھی تھیں پر مشوی کا ہاتھ کسی اور نے تھاما تھا۔
اس کی پشت سے سلازار سامنے آیا تھا اور وہ مرمریں ہاتھ تھام کر آگے بڑھ چکا تھا۔
وہ ہل نہ سکا۔
بارش اور آنسو گھل مل گئے تھے۔ وہ سلازار کو دیکھنے لگا۔
آج پہلی بار اس نے سلازار کو غور سے دیکھا۔
کچھ تھا ان آنکھوں میں جو مشوی کا حصار کئے رکھتی ہیں۔
وہ دونوں بھیگ رہے تھے، پگھل رہے تھے۔ آسمان گر جاتا تھا! منظر بدلا تھا پورا چاند تھا اور ہریالی تھی۔ وہ دونوں دور درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ وہ دوڑتا ہوا ان تک پہنچا۔
سلازار نے اپنی پیشانی اس کی پیشانی لگائی ہوئی تھی۔
وہ آنکھوں کے راستے اس میں شامل ہو رہا تھا۔
وہ برداشت کی آخری حدوں پر تھا اور بری طرح توڑا جا رہا تھا۔
پر آج وہ ان کی کہانی کا حصہ بننے جا رہا تھا۔
وہ عشق زاد بننے جا رہا تھا۔
سلازار مشوی کے اندر رہتا تھا۔
آج وہ خود دیکھ چکا تھا۔
وہ ہونٹوں کی مہر ثبت کرنے جھکا تھا۔ شاہ میر نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنسو بند توڑ چکے تھے۔ ہوا اچانک تیز ہوئی تھی اس نے آنکھیں کھولیں۔
یہ کوئی چٹانی علاقہ تھا وہ دونوں چاند کے بالکل سامنے ایک دوسرے کے ساتھ سر ٹکائے بیٹھے تھے وہ ان کے قریب نہیں گیا۔ ہمت جواب دے رہی تھی۔
مشوی نے پلٹ کر اسے آواز دی تھی۔
''جانا مت شاہ میر! آدھا راستہ باقی ہے۔''
سلازار اسے دیکھنے لگا تھا۔
وہ وہیں کھڑا رہا۔
سلازار نے بیٹھے بیٹھے اس کی طرف کچھ اچھالا تھا۔ وہ چیز اس کے قدموں میں آ کر گری۔
وہ گلاب کا پھول تھا! وہ پھول اٹھانے کے لئے جھکا تھا پر پوری وادی گلاب کے پھولوں سے بھر گئی تھی۔ ہوا معطر ہوئی۔
وہ سیدھا کھڑا ہوا۔
مشوی نے دلہن کا لباس پہن رکھا تھا۔
وہ ہل نہ سکا۔
سلازار کہیں نہیں تھا۔

CamScanner

[illegible]

وہ مزید تھوڑے سے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔

سالار زار مشوی کے پیچھے سے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مشوی کا ہاتھ تھاما [illegible]

اس نے مشوی کا ہاتھ شاہ میر کے ہاتھ میں دیا تھا۔

وہ حیرت سے گنگ تھا۔

سالار زار نے وہ گلاب راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کرنا شروع [illegible]

مشوی رو رہی تھی۔

شاہ میر نے مشوی کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

وہ سالار زار کو روکنا چاہتا تھا پر وہ ایک گہری کھائی سے اچانک اس میں داخل ہو گیا تھا۔

اب وہاں آگ ہی آگ تھی۔

اس کے چاروں طرف بے تحاشہ آگ تھی۔

وہ مشوی کو آوازیں دینے لگا۔

اور تب ہی آگ ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

وہ حویلی کی سیڑھیوں سے دلہن کے لباس میں اترتی نظر آئی پر اس بار وہ شاہ میر کی دلہن تھی۔

وہ آگے نہیں بڑھا۔

"وہ سالار زار کی دلہن ہے میری نہیں۔" وہ خود سے بولا تھا اور تبھی سالار زار اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"آج سے تم عشق زاد ہوئے۔" عشق زاد بولا تھا۔

شاہ میر کو لگا اسے دنیا مل گئی ہو۔

"سالار زار!" وہ آگے بڑھا پر سالار زار کا وجود اچانک راکھ میں تبدیل ہو گیا تھا۔

وہ خوف سے دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔

"سالار زار! سالار زار!" وہ اسے پکارنے لگا۔ منظر تبدیل ہوا تھا یہ کوئی جنگل تھا۔

وہ دوڑنے لگا۔ "سالار زار!"

اچانک مشوی کی ہنسی گونجی۔

وہ پلٹا۔

وہ درخت سے ٹیک لگائے کھڑی تھی پر اس کے ساتھ کوئی تھا۔

وہ اس کے سامنے آیا۔

یہ چہرہ انجانا تھا۔

پر اس کی آنکھیں۔

"آؤ شاہ میر! سالار زار واپس آ گیا ہے۔" مشوی اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ سالار زار نہیں ہے مشوی!" وہ مشوی کو دیکھ کر بولا۔

CamScanner

"یہ سلازار ہے!" مشوی اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی وہ غصے سے چلائی۔

شاہ میر نے دیکھا مشوی کی آنکھوں کا رنگ اس کی آنکھوں کا رنگ بدل چکا تھا۔

شاہ میر نے اسے روکنا چاہا پر مشوی ایک جلتے ہوئے ہالے میں داخل ہو گئی تھی۔

وہ چیخنے لگا۔ "مشوی! مشوی!"

اور اچانک اسے سلازار کی آواز آئی۔

"مشوی کو بچاؤ شاہ میر!"

سلازار کی آواز میں بے انتہا تکلیف تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی اذیت سے گزر رہا ہو۔

وہ اس جنگل میں سلازار کو ڈھونڈنے لگا اب نہ وہاں مشوی تھی اور نہ ہی سلازار!

وہ دوڑتے ہوئے کسی سے ٹکرایا تھا اور نیچے گر پڑا۔ کسی نے اسے اٹھانے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تھا اس نے وہ ہاتھ تھامنے کے لیے اس کی طرف دیکھا پر اگلے ہی لمحے وہ خوف سے جم گیا تھا۔ وہ کوئی عورت تھی جس کے لمبے بال اس کے چہرے پر پھیلے ہوئے تھے۔ اور وہ عورت اپنے لمبے دانتوں سمیت اس پر حملہ کر چکی تھی۔ شاہ میر کی چیخیں اس جنگل میں گونج اٹھی تھیں۔

وہ گھبرا کر اٹھا تھا پر وہ اپنے کمرے میں موجود تھا اس نے میرس کی طرف دیکھا دروازہ بند تھا اور بارش تھم چکی تھی۔

"یا اللہ! یہ کیسا خواب تھا؟" وہ پسینے میں شرابور ہو چکا تھا۔

کتنی دیر تک وہ سن دماغ کے ساتھ بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کر وضو کرنے چل دیا۔

اس کا دل بری طرح گھبرا رہا تھا۔ مشوی یقیناً کسی مصیبت میں تھی اور سلازار اچانک ہی اس کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

"آج سے تم عشق زادہ ہوئے۔" اس کے کانوں میں سلازار کا یہ جملہ گونجا۔

"مشوی کو بچاؤ۔" وہ التجا کر رہا تھا۔

وہ سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا۔

تو اس کا مطلب تھا کہ وہ بھی اس کہانی کے لیے چن لیا گیا تھا اور اب جب اس کہانی کے عشق زادے مصیبت میں گرفتار تھے تو ان کی مدد بھی مانگی جا رہی تھی اسے ایک موقع دیا جا رہا تھا اس سفر میں کامیاب ہونے کا۔

"مشوی ٹھیک کہہ رہی تھی سلازار ضرور کسی مصیبت میں ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں؟"

اس نے شاہ صاحب سے ملنے کا فیصلہ کر لیا تھا اگر آج وہ مسجد نہیں آتے تو وہ خود انہیں ڈھونڈتا ہوا ان کی گاؤں جانے والا تھا۔ اسے اس سفر میں سرخرو ہونے کی دعا مانگی تھی کیونکہ اس کا سرخرو ہونا مشوی اور سلازار دونوں کی کامیابی تھا۔ اس عشق زادے کو اب نفس کی غلامی سے آزادی مل گئی تھی اب اسے جو کرنا تھا سلازار اور مشوی کے لیے کرنا تھا۔

"میں آ رہا ہوں سلازار! میں آ رہا ہوں۔" وہ یہ بول کر جائے نماز پر کھڑا ہو گیا تھا۔ اسے اللہ سے ہمت اور مدد مانگنی تھی۔

O.....❖.....O

اس نے مہ جبین سے پوچھنے کی کوشش کی تھی پر وہ ٹال گئی تھیں۔ وہ ابھی اس [illegible]
پہلو نہیں لانا چاہتی تھیں جس کی وجہ سے ان کی [illegible]
وہ آج بھی اس کے کمرے میں سونے کے لئے آگئی تھیں اور شہری نے انکار نہیں کیا تھا۔
وہ ساری رات جاگ کر اس پر دعائیں پڑھ کر پھونکتی رہیں اور وہ [illegible]
فجر کے قریب ان کی بھی آنکھ لگ گئی تھی اور صبح شہری نے انہیں جگایا تھا۔
"ماما اٹھ جائیں سب نکل رہے ہیں۔" وہ ان پر جھکی ہوئی تھی۔
"او بیٹا میری وجہ سے تم سب کو دیر ہو گئی۔" وہ جلدی سے اٹھی تھیں۔
"ماما ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ پریشان مت ہوں میں نے ناشتہ [illegible] بابا تھا اب ہم سب گھر سے نکل رہے ہیں اس لیے آپ کو جگانے آئی تھی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
"ارے تم تھکی ہوئی تھی مجھے جگا دیا ہوتا۔" وہ اس کو پیار کرتے ہوئے بولیں۔
"کوئی بات نہیں ماما، آپ بس دروازہ بند کرلیں ہم سب نکل رہے ہیں۔ میں ان شاء اللہ [illegible] واپس آجاؤں گی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور انہوں نے سر ہلا دیا تھا۔

وہ بابا کے ساتھ ہی نکل آئی تھی۔ بابا اسے ایک قریبی بینک میں ڈراپ کر کے فوراً چلے گئے تھے۔ اس نے چار پانچ انٹرویوز پلان کر رکھے تھے باقی جگہوں پر وہ پبلک ٹرانسپورٹ سے ہی چلی جاتی۔

اس کا انٹرویو اچھا ہو گیا تھا اور امید تھی کے گھر کے قریب ہی اسے ایک اچھی جاب ملنے والی تھی مگر اس کا ارادہ کچھ اور بینکس میں نوکری کی کوشش کرنے کا بھی تھا۔

یہاں سے 15 منٹ کی مسافت پر ایک اور بینک تھا۔ اس نے سواری استعمال کرنے کے بجائے پیدل چلنے کا سوچا۔ یہاں عام طور پر سڑکوں کے دوسری طرف نشیب میں وادیاں اور رہائشی علاقے بنے ہوئے ہیں۔ وہ ایک طرف کو ہو کر چلنے لگی۔ ٹریفک رواں دواں تھی۔ ان راستوں کو سیاح بھی آمد و رفت کے لیے استعمال کیا کرتے تھے کیونکہ پاس ہی یہاں کا مشہور بازار واقع تھا لہٰذا یہاں کافی غیر ملکی افراد ٹہلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ شہریوں کے لئے یہ عام سی بات تھی وہ آس پاس توجہ دیئے بغیر خاموشی سے نظریں جھکائے چلتی رہی۔ اس کا ذہن مسلسل مختلف سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ پیش آنے والے واقعات اور سالار کی یاد۔ اس نے اپنی ہتھیلی کو کھول کر اس پر نظر ڈالی۔ مہندی ابھی تک چمکیلی تھی۔ اس نے گہری سانس لے کر اپنی ہتھیلی بند کی تھی اور عین اسی لمحے وہ کسی سے ٹکرائی تھی۔ اس کے ہاتھ میں موجود فائلز گر گئیں۔ یہ غلطی اس کی اپنی بے دھیانی کی وجہ سے ہوئی تھی وہ تیزی سے جھک کر اپنی فائلز اٹھانے لگی وہ جو بھی تھا اس کے ساتھ ہی جھکا۔

"لائیں میں مدد کر دیتا ہوں۔" وہ بولا۔
"نہیں میں اٹھا لوں گی۔ آپ کی غلطی نہیں تھی۔" وہ یہ بول کر کاغذات ٹھیک کرنے لگی۔
پر وہ مسلسل اس کی مدد کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اس نے خاموشی سے بکھرے کاغذات اس کے ہاتھوں سے لئے اور وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔
"بہت شکریہ۔" اس نے شکریہ ادا کرنے کے لئے نظریں اٹھائی تھیں پر اس کی نظریں پلٹنے کا رستہ بھول چکی تھیں۔

''یہ آنکھیں۔'' وہ وہیں جم چکی تھی۔

''کوئی بات نہیں۔'' وہ مسکرایا۔

''میں بینک ڈھونڈ رہا تھا۔ اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو مجھے راستہ بتا سکتی ہیں؟'' اس نے مطلوبہ بینک کا نام بتا کر اس سے پتہ پوچھا۔

''جی میں وہیں جا رہی ہوں۔ آپ چاہیں تو ساتھ چل سکتے ہیں۔'' اس نے اس کی آنکھوں سے نظریں نہیں ہٹائی تھیں۔

''اوہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تو پھر چلیں؟'' وہ بولا۔

وہ سر ہلا کر آگے بڑھ گئی تھی وہ اس کے ساتھ چلتا رہا۔ بینک زیادہ دور نہیں تھا۔ نہ جانے مشوی کو کیوں ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ آنکھیں سلازار کی ہیں۔

''تو کیا وہ اسے آزما رہا ہے؟''

اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔

وہ خاموشی سے چل رہا تھا۔

''یہ رہا بینک۔'' وہ عمارت کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

وہ سر ہلا کر اسے دیکھنے لگا۔

''آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔ ان میں وہی چمک تھی جو وہ سلازار کی آنکھوں میں دیکھ چکی تھی۔

''میں یہاں نیا ہوں۔'' وہ مسکرایا۔ ''بہت شکریہ آپ کی مدد کے لئے۔'' وہ مڑ کر ایک طرف کو چل رہا تھا۔

مشوی کا دل کیا کہ اسے روک لے۔

اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ سلازار ہی ہے۔

''ایک منٹ رکیں۔'' اس نے اسے آواز دے کر روکا۔

ہارت کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ جانتا تھا وہ اسے ضرور روکے گی۔

خلطرہ نے اسے بتایا تھا کہ وہ اسے دو دن سے خوفزدہ کر رہی ہے اور ایسے موقع پر ہارت کا اس سے ملنا اسے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دے گا۔ وہ یقیناً کسی سہارے کی تلاش میں ہوگی۔

خلطرہ اس پر قابو پانے میں ناکام رہی تھی کیونکہ سلازار اس کے خون میں سرائیت کر چکا تھا۔ ہارت یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا وہ اب بھی اس کے خون میں موجود ہے۔ اگر وہ واقعی اس کے خون میں موجود تھا تو اس کا مطلب تھا کہ خلطرہ اور ہارت کی اس کے وجود پر قابو پانے کی خواہش ناکام ہونے والی تھی اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ سلازار ابھی تک زندہ تھا کیونکہ سلازار کے فنا ہوتے ہی مشوی کا وجود خالی ہو جاتا۔ یہ اس کے لئے سب سے بڑا خطرہ تھا کیونکہ وہ سب کو یہی بول چکا تھا کہ سلازار ختم ہو چکا ہے۔

اس سے ٹکراتے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ سلازار اب تک اس کے خون میں موجود ہے پر وہ اسے دیکھ کر ٹھٹکی تھی۔

ان کی وہ مخصوص آنکھیں!

یہ ہر کسی کے پہچاننے میں نہیں آتی تھیں، پر مثنوی کیونکہ سالار زار کے ساتھ رہ چکی تھی لہٰذا وہ ان کی چمک پہچان گئی تھی۔
"جی" وہ پلٹا۔
"مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔" وہ مسلسل اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔
"بالکل دیکھا ہوگا مثنوی!" وہ اس کا نام لے کر مسکرایا۔
مثنوی کی آنکھوں میں شدید حیرت امڈ آئی۔
پر اسی لمحے وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔
مثنوی نے ہاتھ آگے بڑھایا، جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ کھڑا تھا پر وہاں اب کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ اپنے ارد گرد دیکھنے لگی کہیں یہ خواب تو نہیں تھا؟
پر سڑک پر ٹریفک مسلسل جاری تھا۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ یہ خواب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ جاگتے میں خواب دیکھنے کی عادی تھی۔ اس نے سامنے موجود بینک پر نظر ڈالی۔ وہ یہاں انٹرویو کے لیے آئی تھی۔
اس کا دل تیزی سے دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔
"کیا یہ سالار زار تھا؟ اگر وہی تھا تو مجھ سے اجنبی بن کر کیوں ملا؟
وہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہ گئی اور پھر ایک انوکھی سی خوشی نے اس کے وجود کو گھیر لیا۔
"کیا یہ سالار زار ہے؟ سالار زار واپس آ گیا ہے۔ میں نے آخر تمہیں ڈھونڈ لیا سالار زار۔" اس نے خوشی سے خود کلامی کی۔
"پر یہ چہرہ۔" وہ دوبارہ سے شک میں مبتلا ہوئی۔
اب اس کا دل انٹرویو سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ ویسے بھی ذہن کام کرنا چھوڑ چکا تھا اس نے قریب گزرتی ویگن روکی اور اس میں سوار ہو گئی۔ وہ گھر جا کر سکون سے گزرے واقعے کو سوچنا چاہتی تھی۔ یہ تو طے تھا کہ اس سے جو بھی ملا تھا وہ انسان نہیں تھا۔
اس کی آنکھیں اور پھر وہ اس کا نام بھی تو جانتا تھا۔ اس کا دل خوشی اور گھبراہٹ جیسے مشترکہ جذبات کا شکار تھا۔
کیا اب وہ دوبارہ سے ایک ہونے والے تھے؟ اس سوچ نے اس کے چہرے پر انوکھی چمک ثبت کی تھی جو دور سے دیکھنے پر ہی نظر آنے لگی تھی۔

O....❖....O

وہ فجر تک جائے نماز پر بیٹھا رہا اور پھر اذان کی آواز کے ساتھ ہی مسجد روانہ ہو گیا تھا۔
مسجد میں داخل ہوتے ہی اس نے شکر ادا کیا تھا، شاہ صاحب آج موجود تھے۔ اس نے ان کے چہرے پر نظر ڈالی وہاں نقاہت اور دکھ کے تاثرات واضح تھے۔
"یقیناً کچھ ہوا ہے۔" اس کا دل اندر سے پریشان ہوا۔
وہ نماز کے لیے صفوں میں کھڑا ہو گیا۔ نماز ختم ہوتے ہی حویلی کے لوگ اور دوسرے نمازی، شاہ صاحب کی خیریت دریافت کر رہے تھے۔ وہ ایک طرف بیٹھ گیا۔ شاہ صاحب سب سے مل کر ان کا شکریہ ادا کرتے رہے۔
آہستہ آہستہ حویلی والے روانہ ہو رہے تھے۔

دادا جان اس کے پاس آ کر رکے۔"کیا ہوا تم چل نہیں رہے؟" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"میں تھوڑی دیر شاہ صاحب کے ساتھ بیٹھوں گا۔ آپ چلیں میں آتا ہوں۔" وہ بولا۔

وہ سر ہلا کر آگے بڑھ گئے تھے۔ مسجد تقریباً خالی ہو گئی تھی شاہ صاحب نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

وہ اٹھ کر ان کے قریب آیا۔"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" ان کی آواز میں ابھی تک نقاہت تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" اس نے بھی وہی سوال دہرایا۔

"الحمدللہ! کافی بہتر ہوں۔" وہ مسکرائے۔

"میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔" وہ بولا۔

وہ گہری سانس لے کر ایک طرف کو دیکھنے لگے۔

"آپ لوگ چلیں میں حجرے میں ملاقات کرتا ہوں۔" دوسری طرف کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

پر اس بار وہ گھبرایا نہیں بس خاموش کھڑا رہا۔

وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتے رہے اور پھر اسے مخاطب کر کے بولے۔"آؤ میرے ساتھ!"

وہ اسے لے کر مسجد میں بنے ایک چھوٹے کمرے میں آ گئے تھے۔

"بیٹھو" انہوں نے ایک طرف اشارہ کیا اور اس کے سامنے جا کر بیٹھ گئے۔

"کیا سلازار آیا تھا؟" اس نے بنا تمہید کے بات کرنا شروع کی شاید اتنا وقت نہیں بچا تھا۔

اس کی بات پر ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

وہ پریشان ہوا اس نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"کیا ہوا ہے شاہ صاحب؟"

"میرا سلازار!" وہ اتنا بول کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کب سے برداشت کر رہے ہوں۔

شاہ میر کا دل ڈوبنے لگا۔ اگر سلازار کو کچھ ہو گیا وہ ساری عمر اپنے آپ کو معاف نہیں کر پائے گا۔ اب ہر واقعے کا ذمہ دار وہ خود کو ہی ٹھہرانے لگا تھا۔

"حوصلہ رکھیں آپ!" اس نے آگے بڑھ کر جلدی سے پاس پڑے مٹی کے مٹکے سے پانی نکال کر ان کی طرف بڑھایا تھا۔

انہوں نے گھونٹ گھونٹ کر کے پانی پیا اور بولنے کی ہمت جمع کرنے لگے۔

"شاہ صاحب آج کچھ چھپانے کا وقت نہیں ہے۔ کم از کم مجھ سے تو بالکل بھی نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جو بھی بات ہے آپ مجھے صحیح طرح بتائیں۔ میں جانتا ہوں سلازار مشکل وقت سے گزر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے میں آپ لوگوں کی کچھ مدد کر سکوں۔" وہ بولا۔

انہوں نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم کیا جاننا چاہتے ہو؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

اور جواب میں اس نے اپنی منگنی والے دن کی تمام روداد ان کو سنا دی تھی کہ اس نے کس طریقے سے مشری کو

بتا رہا تھا اور پھر اس کے بعد مشتوی کا وہاں سے روانہ ہونا اور پھر گزشتہ رات دیکھا ہوا وہ خواب بھی ان کے گوش گزار کر رہا تھا۔

نواب سن کر رونے لگے۔

"ہاں وہ آیا تھا اس دن اور اس دن بھی وہ مشتوی کی خواہش پوری کرنے آیا تھا پر ہم پر غیلان کا حملہ ہوا۔" انہوں نے اسے تفصیل سے ان کے بارے میں بتانا شروع کیا۔

جیسے جیسے وہ سنتا جا رہا تھا اس کی آنکھیں حیرت سے کھل رہی تھیں۔

جنہیں وہ عام سے جنات کے قبائل سمجھا کرتا تھا وہ نا جانے کب سے دین و دنیا کی خدمات پر مامور تھے اور اپنی جان داؤ پر لگائے ہوئے تھے۔

اسے تو لگتا تھا کہ دشمن اور دوست صرف انسانوں میں ہی ہوا کرتے ہیں اور آج یہ سب سن کر وہ حقیقت میں حیران ہوا تھا۔

"آپ کے کہنے کے مطابق سلازار ان سب پر بھاری ہے اور وہ کافی عرصے سے ان کو نقصان پہنچا رہا تھا وہ بھی انہی کے علاقوں میں آ تو پھر اس دن ایسا کیا ہوا کہ وہ کمزور پڑ گیا؟" وہ سمجھ نہیں پایا۔

"مشتوی کی پکار!" وہ یہ بول کر رو پڑے تھے۔

"ہم اسے اسی دن کے لیے منع کرتے تھے۔ وہ اس کے خون میں سرائیت کر گیا تھا اور وہ اس کی واحد کمزوری بن گئی۔ حارث نے کسی طرح سے یہ پتہ لگا لیا تھا اور وہ یہاں پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔ سلازار کے قبیلے پر بھی حملہ ہوا تھا۔ مشتوی کی آوازیں جو کہ دکھ اور تکلیف کی حالت میں دی گئی تھیں، اسے اندر سے توڑتی گئیں۔ اس کا وجود بے انتہا تکلیف میں تھا۔ تب بھی وہ بہادری سے اس پر حملے کر رہا تھا پر مشتوی کی آواز میں شدت آتی گئی اور پھر میرا سلازار۔" وہ یہ بول کر شدت سے رو پڑے تھے۔

"کیا سلازار.....؟" اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

"نہیں! میں نے یہاں وفد عارفین کو بلا لیا تھا۔ یہ وہ جماعت ہے جو مسلمان جنات کے قبائل کی سردار ہے۔ وہ اسے اپنے ساتھ لے گئے ہیں پر اس کی حالت اچھی نہیں بتائی جاتی۔ وہ ایک مخصوص نیند کی کیفیت میں چلا گیا ہے اور اس کے جاگنے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔" ان کی آنکھوں سے آنسو مسلسل جاری تھے۔

مشتوی کا عشق سلازار کے لیے موت کا سفر بن گیا تھا۔

"اگر سلازار نے مجھے کوئی اشارہ دیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ میں آپ سب کی کوئی مدد کر سکتا ہوں۔ کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ وہ اسے کہاں لے کر گئے ہیں؟" وہ ان سے پوچھ رہا تھا۔

"تم وہاں تک نہیں پہنچ پاؤ گے اس علاقے تک کسی انسان کی پہنچ نہیں ہے۔ وہ برفانی چوٹیوں پر مقیم ہیں اور وہاں جانا اتنا آسان نہیں ہے۔ تمہارے خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مشتوی بھی کسی مصیبت میں ہے۔ اور سلازار اس حالت میں بھی اس کو بچانا چاہتا ہے۔ تمہیں اسے اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے۔" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"آپ کہتے ہیں کہ سلازار پر مشتوی کی آواز کا اثر ہوتا ہے تو اسے نیند سے جگانے کے لئے ہم مشتوی کی پکار کو استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس کے دوبارہ چلے جانے سے وہ بالکل خاموش ہو گئی تھی اور اس نے اسے پکارنا

ابھی چھوڑ دیا تھا۔ شاہ اب [illegible]
ملازم بھی وہاں نہیں [illegible]
اسی شدت سے پکار [illegible] کی اور شاہ نے بھی پکار [illegible]
طرف دیکھنے لگے تھے۔ انہوں نے تو اس پہلو پر سوچا ہی نہیں تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو، یہ ہو سکتا ہے۔" ان کے لہجے میں امید جاگی تھی۔

"تو ٹھیک ہے پھر! میں کل ہی روانہ ہوتا ہوں اور مشکوی کے پاس پہنچ کر اس [illegible] ہوں۔ وہ بھی یہاں سے بہت دکھی ہو کر گئی تھی۔ وہ ضرور [illegible] گا۔" وہ امید بھرے لہجے میں بولا۔

"اور پھر تم کیا کرو گے میرے بچے؟" وہ [illegible] گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے [illegible]

"میرے دل میں اب کوئی خواہش باقی نہیں رہی۔ شاہ صاحب! میں اپنے [illegible] گناہوں کا کفارہ [illegible] میرے لیے یہی بہت ہوگا۔ میں نہیں جانتا کیا صحیح ہے کیا غلط۔ نہ میری [illegible] حالت میں نے دیکھی ہے۔ میرے لئے اب اس سے زیادہ اہم کچھ بھی نہیں کہ وہ دونوں ایک ہو جائیں۔" وہ [illegible] کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

انہوں نے آنکھیں بند کیں۔ آنسو پھر سے بہہ نکلے تھے۔

"تم کل جانے سے پہلے مجھ سے ملتے ہوئے جانا۔ تمہارے خواب سے اشارہ ملتا ہے کہ مشکوی کے ساتھ کچھ غلط ہو رہا ہے۔ میں تمہیں حفاظت کے لیے کچھ چیزیں دوں گا۔ میں آج [illegible] سے رابطہ کر کے [illegible] کی کوشش کرتا ہوں۔ وہ تمہاری مدد کرے گا۔ تم ہمارے لئے امید کی کرن بن کر آئے ہو۔ اللہ تمہیں کامیاب کرے اور تمہارے دل کو سکون عطا کرے۔" وہ یہ بول کر کھڑے ہو گئے تھے۔

وہ ان سے اجازت لے کر باہر نکل آیا۔ اب اسے جانے کی تیاری کرنی تھی۔ اسے عشق زادوں کو دوبارہ سے ایک کرنا تھا۔

شاہ صاحب کی دعاؤں میں آج سے شاہ میر بھی شامل ہونے والا تھا۔ وہ اپنے نفس کو مار چکا تھا اور عشق زادہ بننے کے اس سفر پر جان لیوا تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے روانہ ہو چکا تھا۔

○ ○ ○

نا جانے دروازے پر کون تھا جو بیل پر ہاتھ رکھ کر ہی بھول گیا تھا۔ وہ ہاتھ پونچھتی ہوئی کچن سے نکلیں اور دروازہ کھول دیا۔ انہیں شدید حیرت ہوئی سامنے مشکوی کھڑی تھی۔

"کیا ہوا؟ تم اتنی جلدی آ گئی؟ ابھی تو گئی تھی؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"بس ایک بینک میں انٹرویو دے رہا تھا۔ اچھا ہو گیا ہے۔ گھر کے قریب بھی ہے۔ مجھے امید ہے وہیں ہو جائے گا اس لئے میں آگے نہیں گئی۔" وہ بولی۔

"اچھا بیٹھو..... میں تمہارے لئے چائے بنا رہی ہوں۔" وہ بولیں۔

"نہیں میں بس کچھ دیر آرام کروں گی۔" یہ کہہ کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

CamScanner

اس کے ساتھ جو ہوا تھا وہ اس کی بھول سے [illegible] تھی

"وہ کون تھا جس کی آنکھیں سالار کی [illegible] تھیں؟"

جو اس کی آنکھوں کے سامنے اس وقت بھی نمایاں ہو گیا تھا۔

وہ آکر بیڈ پر لیٹ گئی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ بند آنکھوں [illegible] اس نے دوسرے چہرے کی جگہ لے لی تھی۔ وہ اس قدر [illegible] سامنے [illegible] تھا۔ وہ [illegible] گئی۔

"تم میرے بارے میں سوچ رہی تھیں؟" [illegible]

وہ اس کے کمرے میں موجود کرسی پر بیٹھا تھا۔

"تم... تم یہاں کیسے آئے؟" [illegible] وہ ہنس پڑا۔

"کیا تم نہیں جانتی مشعل کہ میں کہیں بھی آ جا سکتا ہوں؟" وہ بولا۔

مشعل کشمکش کا شکار ہوئی۔ یہ تو طے تھا کہ وہ اسے نقصان پہنچانے نہیں آیا تھا۔ [illegible] پراسرار واقعات کا شکار ہوئی تھی اس لئے اسے کافی [illegible] کر دیا تھا۔

"تم کون ہو؟" وہ اس سے براہ راست پوچھنے لگی۔

وہ ہنس پڑا۔

"تم مجھے اتنی جلدی بھول گئی مشعل؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

مشعل کو جھٹکا لگا۔ ایسا لگا جیسے کوئی اس کے خون میں شامل ہونے کی کوشش کر رہا ہو پر اس کے جسم نے احتجاج [illegible] کیا تھا۔

وہ چلتا ہوا اس تک آ گیا تھا۔

"تم... تم..." اس کی زبان لڑکھڑائی۔

"کیا تم سالار ہو؟" اس نے بمشکل جملہ مکمل کیا۔ اسے اب بھی بے یقینی نے گھیرا ہوا تھا۔

"تو تمہارے کمرے تک آنے کی اجازت اور کیسے ہوتی؟" وہ بولا۔ وہ مسلسل کوشش کر رہا تھا پر اس پر قابو نہیں پا سکا تھا۔ سالار زندہ تھا۔

"ٹھیک ہے اگر میں اس کے خون میں شامل نہیں ہو سکتا تو اس کے ذہن میں بیٹھ جاؤں گا۔" وہ مسکرایا۔

وہ مسلسل اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں کوئی شک ہے تو میں چلا جاتا ہوں مشعل۔" اس نے اپنے لہجے کو دھیما کیا۔

"نہیں... رکو! تمہارا چہرہ ویسا الگ کیوں ہے؟" اس نے [illegible] سوال کر ڈالا۔

"ہم چہرے بدل لیتے ہیں۔ کیا تم یہ بات نہیں جانتی؟ میرا چہرہ تمہارے گھر والے دیکھ چکے تھے لہٰذا میں اس چہرے کے ساتھ واپس آیا ہوں۔ تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ لے جانے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

مشعل کو ایسا لگا جیسے اس کا ذہن کام کرنا چھوڑ رہا ہو۔

"ہاں یہی سالار ہے۔" اس کے ذہن نے اسے پیغام دینا شروع کیا تھا۔

"[illegible]" وہ [illegible]

[illegible]

"ہاں [illegible]"

"[illegible]" [illegible]

[illegible] پائے گا۔

"میں آج رات [illegible]" وہ اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔

[illegible] اپنی سوچ کی انتہا کو [illegible] رہا تھا اور وہ [illegible] تحلیل ہو گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد [illegible] ایک [illegible] اپنے بیڈ پر [illegible]۔

اگر یہ سالار ہی تھا تو [illegible] اس کا دل خوش نہیں [illegible] کہ وہ آج سالار کے ساتھ جانے والی تھی۔ اس کے دل پر بوجھ تھا۔

ایک طرف [illegible] سالار ہے پر دل مان ہی نہیں رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آج رات اس کے ساتھ جاؤں گی۔ میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھوں گی کہ وہ سالار ہے یا نہیں۔"

اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

اب اسے رات ہونے کا انتظار تھا۔

O.....◆.....O

اس نے گھر آتے ہی ماں جی سے پاکستان جانے کی اجازت مانگی تھی اور وہ اسے حیرانی سے تکنے لگیں۔

"کیا کہہ رہے ہو شاہ میر؟" انہیں واقعی حیرانی ہوئی تھی۔

"ماں جی پلیز! میں جانا چاہتا ہوں۔ میں نے وہ علاقے بھی نہیں دیکھے۔" وہ التجائیہ لہجے میں بولا۔

"پر بیٹا! ابھی تو وہ لوگ گئے ہیں۔ اور تمہارا اس طرح پیچھے سے ادھر جانا! کیا سوچیں گے سب؟" وہ سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

"یہی سوچیں گے کہ ان کا داماد ان کی بیٹی کے پیچھے دیوانہ ہو کر وہاں تک چلا آیا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"تم اپنے بابا اور دادا جان سے اجازت لے لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"آپ انہیں کی اجازت لینے اس لیے آپ کے پاس آیا ہوں پلیز۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"اچھا تم رکو! میں بات کر کے آتی ہوں۔" وہ اسے وہیں بٹھا کر چلی گئی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد کمرے میں داخل ہوئیں۔

"توبہ ہے شاہ میر! تمہاری وجہ سے کیا کیا کرنا پڑ رہا ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"آپ مجھے بس یہ بتائیں کہ بابا اور دادا جان مانے یا نہیں؟" وہ بے چینی سے ان کے ارد گرد چکر کاٹنے لگا۔

"مان گئے ہیں سب! تم تیاری کرو۔" وہ ہنسنے لگیں۔

CamScanner

"شکریہ! میں جاتا ہوں اب پیکنگ کرنے کے لیے۔" وہ مسکراتے ہوئے کمرے سے نکلے تو انہوں نے اسے بازو سے پکڑ کر روکا تھا۔

"میری آنکھیں ترس گئی تھیں تمہیں اس طرح خوش دیکھنے کے لیے اللہ تمہاری خوشیاں برقرار رکھے۔ جلدی جانا اور خیریت سے واپس آنا۔" انہوں نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور وہ مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

اب اسے جلد از جلد پیکنگ کر کے فلائٹ بک کروانی تھی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اسلام آباد تک فلائٹ سے جائے گا اور آگے کے لیے کوئی پرائیویٹ کار بک کرے گا۔

اس نے اپنے کمرے میں پہنچ کر ائیر پورٹ کال ملائی اور اسے اگلے دن دوپہر کی فلائٹ مل گئی تھی۔ یعنی کہ مشوی سے وہ پرسوں ملنے والا تھا۔ اسے مزید دو دن کا انتظار اور کرنا تھا اور پرسوں صبح وہ مشوی کے سامنے کھڑا ہوتا۔

اس نے ضروری سامان پیک کیا اور لیٹ گیا۔ اس کے ذہن میں شاہ صاحب کی بتائی ہوئی باتیں گھوم رہی تھیں۔ سلازار کا مقام اس کے دل میں اور بڑھ گیا تھا۔

وہ اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کے لیے اپنی جان داؤ پر لگانے کے لیے بھی تیار تھا۔

○…◆…○

رات اتر رہی تھی اسے وہ پہاڑیاں پھر سے خوفناک لگنے لگی تھیں۔

وہ لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی۔ مما ڈنر کی تیاری کر رہی تھیں۔ پاپا اس سے انٹرویوز کے حوالے سے [illegible] پوچھنے لگے اور اس نے مختصر سے جواب دے کر ٹی وی پر نظریں جما دی تھیں۔ اس وقت وہ کسی سے بھی باتیں کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

کھانا کھا کر وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ پاپا نے ایک نظر مہ جبین کی طرف دیکھا۔

"کیا ہو گیا ہے اس کو؟ اتنی خاموش رہنے لگی۔ ایسی تو نہیں تھی یہ! رونق لگائے رکھتی تھی ہمیشہ، جب سے یہ لوٹی ہے اس کی خوشی کھو گئی ہے کہیں۔" وہ پھر سے وہی باتیں کر رہے تھے۔

"آپ جانتے ہیں اس کی حال ہی میں منگنی ہوئی ہے پھر اچانک وہ واپس آ گئی ظاہر ہے خاموش تو ہو گی۔ شاہ میر کو یاد کر رہی ہے۔ اس کی جاب شروع ہو گی تو یہ روٹین پر آ جائے گی۔ آپ پریشان مت ہوں۔" انہوں نے ان کا ہاتھ دبا کر انہیں تسلی دی تھی۔

"یہ تو اسی صورت میں ممکن ہے جب اس کا انٹرویو وہاں کلیئر ہو جائے۔" وہ نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے بولے۔

"ان شاء اللہ ضرور ہو جائے گا۔" انہوں نے سر ہلا دیا تھا۔

○…◆…○

وہ کمرے میں آ گئی۔ پہاڑوں کے سائے پھر سے لمبے ہو رہے تھے۔ ہر چیز کو برف نے ڈھکا ہوا تھا وہ کھڑکی سے لگی باہر دیکھتی رہی اور پھر پردے برابر کر کے اپنے بیڈ پر آ بیٹھی۔

"اگر وہ واقعی سلازار ہے تو آج مجھے اس عفریت سے بچانے ضرور آئے گا۔" اس نے دل میں سوچا۔ اچانک [illegible] کمرے کا بلب جلنا بجھنا شروع ہو گیا تھا۔

اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ پھر آ رہی تھی۔
کھڑکی چرچرائی تھی۔ ایسا لگا جیسے کوئی آہستگی سے اسے کھول رہا ہو۔
وہ پسینے میں شرابور کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی۔
کھڑکی پوری کھل چکی تھی اور ہمیشہ کی طرح اس کی زبان تالو سے چپک گئی تھی۔
اسی لمحے کسی کا جلی ہوئی کھال والا طویل ناخن والا ہاتھ اندر آیا تھا۔
مثنوی کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئیں۔ تو آج وہ اسے آمنے سامنے دیکھنے والی تھی۔
وہ ہاتھوں کے بل رینگتی ہوئی کھڑکی سے اندر داخل ہوئی تھی اور اس کے سامنے سیدھی کھڑی ہو گئی۔
اس کے بال اس کے چہرے پر گرے ہوئے تھے پر وہ اس کا چہرہ دیکھ سکتی تھی۔ وہ جلا ہوا بھیانک چہرہ!
جس کے ہونٹ نہیں تھے۔ لمبے مڑے ہوئے دانت جن سے خون ٹپک رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس تک آ رہی تھی۔
مثنوی کو لگا اس کی روح پرواز کر جائے گی۔ اب اس کے لیے یہ بھیانک سراپا برداشت کرنا ناممکن ہو رہا تھا۔
مثنوی کا جسم ایک جگہ جم چکا تھا اور زبان گنگ تھی۔
پر ایک چیز تھی جس سے وہ سلازار کو پکار سکتی تھی اور وہ تھا اس کا دل۔
اس نے دل میں سلازار کو پکارنا شروع کیا تھا۔
اور وہ جو ان برف زاروں میں گہری نیند سویا ہوا تھا اس کے جسم کو جھٹکے لگنا شروع ہوئے تھے۔ قرطاس اور وہ سب اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔
''یہ سلازار کو کیا ہو رہا ہے؟'' قرطاس پریشان ہوا۔
''یہ نیند سے جاگنے کا عمل ہے۔ ہو سکتا ہے یہ کسی بھی وقت جاگ جائیں۔'' ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر قرطاس سے کہا۔
قرطاس کی آنکھوں میں خوشی سے نمی آ گئی۔
سلازار ہوش میں آنے والا تھا۔ اس کا وجود بہت حد تک بہتر ہو چکا تھا۔
اچانک کمرے میں حارث ظاہر ہوا۔ اور وہ اسے دیکھتے ہی غائب ہو گئی تھی۔
مثنوی کی حالت بحال ہونے لگی وہ اپنے حواسوں میں واپس آ گئی۔
وہ چلتا ہوا اس تک آیا۔
''کیا تم ٹھیک ہو؟'' وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔
وہ تیزی سے پیچھے ہٹی تھی۔
'تم کون ہو؟ یہ سب کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ؟'' اس نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔
''میں تمہارا سلازار ہوں اور تمہیں اس مصیبت سے بچانے آیا ہوں۔ کیا تم نے مجھے آواز نہیں دی تھی؟'' وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔
مثنوی خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ اس نے واقعی سلازار کو دل سے پکارا تھا۔

CamScanner

اس کی پکار سنتے ہی سالار اس کے وجود سے نکلتا نظر آیا تھا۔ وہ دوبارہ اس کمرے میں جا پہنچا تھا
حارث وہیں موجود تھا اور وہ مشعل کی پکار کو رد کرنے کے لیے تیار ہوا تھا۔
"تم واقعی آ گئے ہو؟" وہ اسے دیکھ کے لینے آ گئے ہیں۔
وہ مجبوری سے پیچھے ہٹا۔
وہ نہیں جانتا کہ اس کے پیچھے سے وہ تکلیف کے عمل سے گزر رہی تھی اور اب وہ
اسے ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ لے جانے والا تھا۔
"یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے بتاؤ یہ کون ہے؟ یہ مجھے کیوں پریشان کر رہا ہے؟" وہ
پر بیٹھ گئی تھی۔
حارث کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"یہ ایک طلسم ہے جو تمہارے پیچھے لگ گیا ہے۔ پر مجھے دیکھتے ہی یہاں سے غائب ہو گیا ورنہ میں اسے ختم کر دیتا۔ تم فکر مت کرو، جیسے ہی تم میرے ساتھ چلو گی ہمارا اس سے پیچھا ہمیشہ کے لئے چھوٹ جائے گا۔" وہ بولا۔
وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کے ساتھ جانے کی بات پر اس کا دل خوش کیوں نہیں ہوتا تھا۔
"چلو میں تمہیں لینے آیا ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔
مشعل کو لگا کہ اس کا ذہن قید کیا جا رہا ہے۔
"آج نہیں۔ کل چلیں گے۔ میں اپنے ماں باپ کے ساتھ ایک دن اور گزارنا چاہتی ہوں۔" جانے کیسے اس کے منہ سے یہ جملہ نکلا تھا۔
حارث اسے اس کی مرضی کے بغیر نہیں لے جا سکتا تھا وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا دل سالار کے قبضے میں ہے۔
وہ اس کے دماغ پر تو کسی حد تک قابو پا سکتا تھا پر جب تک اس کا دل بھی اس چیز کے لیے راضی نہیں ہوتا وہ اسے ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔
سالار نے اس کے خون میں شامل ہو کر اس کے گرد ایک حفاظتی حصار باندھ دیا تھا۔ وہ اس کو طلب تو کر سکتے تھے پر اس کو اپنے ساتھ لے جانا اتنا آسان نہیں رہا تھا۔
یا تو وہ اس کے خون میں شامل ہو کر اس پر ہمیشہ کے لیے قابض ہو جاتا پر یہ سالار کی موت تک ممکن نہ تھا۔
وہ تھوڑی دیر اسے دیکھتا رہا اور پھر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ مشعل نے دوبارہ اپنا سر تھام لیا۔
کیا اب اسے سالار سے محبت نہیں رہی تھی؟ وہ اس کے ساتھ کیوں نہیں گئی؟ اگر وہ ناراض ہو گیا تو؟ اسے اس بات سے فرق کیوں نہیں پڑ رہا تھا؟
اس کا دل کیا کہ وہ چیخ چیخ کر رونے لگے۔ وہ عجیب سی کیفیت سے گزر رہی تھی۔
"کیا ہوا تمہیں؟" مہ جبین کمرے میں داخل ہوئی تھیں اور اسے سر پکڑے بیٹھا دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔
"کچھ نہیں بس میرے سر میں درد ہے۔" وہ اتنا ہی بول سکی۔

"چلو تم لیٹ جاؤ میں دم کر دیتی ہوں۔ میں وضو کر کے آتی ہوں۔" وہ بولیں۔
اور وہ سر ہلا کر لیٹ گئی۔ اب وہ واقعی سونا چاہتی تھی۔
سر تہین اس کے برابر میں لیٹ کر اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ نیند کی آغوش میں چلی گئی تھی اسے مما کے دم سے سکون ملا تھا۔
اس کے سوتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ انہوں نے قرآن پاک کھول کر ہلکی آواز میں سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کر دی تھی۔
شلطرہ کا وجود برے طریقے سے جلنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ جو کھڑکی کے باہر کھڑی اس بات کا انتظار کر رہی تھی کہ آج وہ ماں بیٹی دونوں کو ڈرائے گی، تلاوت سنتے ہی تیزی سے غیلان کی طرف پرواز کر گئی تھی۔ اب تین دن تک اس کا یہاں داخلہ بند ہو چکا تھا۔

O.....❖.....O

وہ فجر کی نماز کے بعد مسجد میں ہی رک گیا تھا۔ آج دوپہر کو اس کی اسلام آباد کی فلائٹ تھی۔ شاہ صاحب نے اسے ایک سفید چادر دی تھی اس پر تہدیدی نامہ مبارک اور چند آیات تحریر تھیں۔ اس کے علاوہ ایک کتابچہ تھا جس میں سورتیں لکھی ہوئی تھیں جو اسے مسلسل ورد میں رکھنی تھی۔ انہوں نے اسے ایک بوتل میں پانی بھی دیا تھا جس پر ہزار دفعہ سورہ بقرہ پڑھ کر پھونکی گئی تھی۔ یہ اس کی اور مثنوی دونوں کی حفاظت کے لئے تھا۔ اس نے یہ ساری چیزیں احتیاط سے ایک چھوٹے بیگ میں رکھ لیں اور ان سے ضروری ہدایات لے کر گھر آ گیا تھا۔
حویلی پہنچتے ہی وہ ملتان جانے کے لئے نکل گیا کیونکہ اسے فلائٹ ملتان ایئرپورٹ سے لینی تھی۔ اس کی فلائٹ ٹائم پر اسلام آباد لینڈ کر گئی تھی اور وہ ایئرپورٹ سے باہر نکلتے ہی ایک پرائیویٹ کار بک کروا کر اسی وقت بلتستان کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ یہاں رک کر وہ مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ اگر اس نے وقت ضائع کیا تو وہ کسی بڑے نقصان سے دوچار ہو گا۔
شاہ صاحب نے اسے بتایا تھا کہ قرطاس اس سے خود اسی علاقے میں رابطہ کرے گا۔
باہر نظارے تو وہ کیا ہی دیکھتا، اس کا دل مسلسل مثنوی اور سالارزار کی طرف لگا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار وہی خواب گھوم جاتا جو اس نے پرسوں رات دیکھا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی تھی۔
راستے میں ہی شام ہو گئی تھی۔ ڈرائیور ان سڑکوں پر گاڑی چلانے میں ماہر تھا پر رات گہری ہوتے ہی اس نے کہیں رکنے کا مشورہ دیا تھا کیونکہ آگے راستے ناہموار تھے اور شاہ میر مان گیا تھا۔
انہوں نے دوسرے دن علی الصبح نکلنے کا پلان کیا اور ایک ہوٹل میں رک گئے۔
پر اسے رات بھر نیند نہیں آئی تھی ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ وہ بار بار نیند سے جاگ جاتا تھا۔ کچھ تھا جو بہت غلط تھا۔ صبح فجر کی نماز پڑھتے ہی وہ لوگ نکل گئے تھے۔ دو سے تین گھنٹے میں وہ مثنوی کے پاس پہنچنے والا تھا۔ اس کا دل اب تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ دل کو سمجھانا اب بھی مشکل تھا۔

O.....❖.....O

CamScanner

وہ آج بھی تو اس کی طبیعت کافی بہتر تھی۔

اس کا موڈ ایک دم ہی خوشگوار ہو گیا تھا۔

بہت دنوں سے طبیعت پر جو بوجھل پن تھا وہ اچانک ختم ہو گیا تھا۔ وہ سب ناشتے کی ٹیبل پر اس کا موڈ خوشگوار دیکھ کر کھل اٹھے تھے۔ آج وہ بہت دنوں کے بعد مسکرائی تھی۔

''بیٹا تمہارے انٹرویو کا کیا ہوا؟'' انہوں نے اس کا موڈ اچھا دیکھ کر سوال کیا تھا۔

''جی بابا! بس میں ان کی کال کا انتظار کر رہی ہوں۔ ان شاء اللہ آج یا کل میں آ جائے گی۔'' اس نے خوش دلی سے جواب دیا تھا اور وہ مسکرا کر دوبارہ ناشتے میں مصروف ہو گئے تھے جبھی اسی لیے گھر کی بیل بجی تھی۔ ''میں دیکھتی ہوں۔'' مہ جبین اٹھنے لگیں۔

''مما آپ بیٹھیں۔ میں دیکھ کر آتا ہوں۔'' عمیر یہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''ارے آپ!'' اس کی ہنسی کی آواز آئی تھی۔

وہ سب خاموشی سے اس کے اندر آنے کا انتظار کرنے لگے اور پھر اس نے بابا کو حیرانی سے کھڑے ہوتے دیکھا تھا وہ پیچھے پلٹی اور اس کے ہاتھ سے چمچ چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

وہاں شاہ میر کھڑا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ ماما خوشی سے اس کی طرف بڑھی تھیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ بابا نے بھی آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تھا۔ وہ سب بہت خوش ہوئے تھے اس نے اچانک آ کر سرپرائز دیا تھا۔

وہ ابھی تک حیرانی سے بیٹھی تھی۔

''کیا ہوا؟ میرا آنا اچھا نہیں لگا؟'' وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور وہ تیزی سے کھڑی ہوئی تھی۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس تم اس طرح اچانک آئے تو۔'' وہ مسکرائی۔

آج وہ کتنے دنوں بعد اسے دیکھ رہا تھا۔

''آؤ بیٹا! ہمارے ساتھ ناشتہ کرو۔'' مہ جبین نے جلدی جلدی اس کے لیے جگہ بنائی تھی۔

''بس میں فریش ہو لوں۔'' وہ اپنا سامان رکھ کر بولا اور بابا اسے لے کر گیسٹ روم کی طرف بڑھ گئے تھے۔

ماما اس کی طرف مسکراتے ہوئے پلٹیں۔

''دیکھو تمہارے بغیر چار دن بھی نہیں رہ پایا۔'' ان کے لہجے میں خوشی تھی۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اسے بھی اس کا یہاں آنا اچھا لگا تھا وجہ اسے خود بھی معلوم نہیں تھی۔ وہ مسکرا دی۔ شاید اس کا وہ واحد دوست اسے دوبارہ مل گیا تھا جس سے وہ سالار کی باتیں کیا کرتی تھی پر یہ سوچتے ہی اسے بے چینی نے گھیر لیا۔

اسے تو اب سالار مل گیا تھا تو پھر سالار کی باتیں کرنے کے لئے اسے کسی کی ضرورت کیوں تھی؟ اور پھر اسے یاد آیا کہ رات کو وہ اسے لینے آیا تھا مگر اس نے اسے منع کر دیا تھا۔

''تو کیا وہ ناراض ہو جائے گا؟'' اور اس بار اسے اس کے ناراض ہونے کی فکر بھی نہیں تھی۔

''یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔'' اس نے سر جھٹکا۔

CamScanner

اتنی دیر میں وہ فریش ہو کر آ چکا تھا۔ وہ ان سب کے ساتھ ناشتے میں مصروف ہو گئی۔ ماحول اچھا خاصا خوشگوار ہو چکا تھا۔

"اچھا بیٹا مجھے تو شوروم جانا ہوگا۔ اگر تمہارے آنے کا پتہ ہوتا تو میں چھٹی لے لیتا۔" وہ اس سے معذرت کرتے ہوئے اٹھے تھے۔ "ارے نہیں پھوپھا آپ جائیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ خوش دلی سے بولا۔

"شاہ میر بھائی مجھے بھی اجازت دیں میرا بھی ایگزام ہے آج ورنہ میں بھی چھٹی لے لیتا۔" شہیر بھی ان کے ساتھ ہی کھڑا ہوا تھا۔

"آل دی بیسٹ! شام کو ملاقات ہوتی ہے ان شاء اللہ۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

وہ دونوں باہر نکل گئے تھے۔

"تم ہو گھر پر یا تم بھی کہیں جا رہی ہو؟" وہ مشری کی طرف پلٹا۔

"فی الحال تو گھر پر ہی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

"فی الحال سے مراد!" وہ بھنویں اچکا کر بولا۔

"بینک میں انٹرویو دیا ہے مشری نے! وہ اس عرصے میں فارغ نہیں بیٹھنا چاہتی تھی۔" عما نے اس کی طرف سے وضاحت دی تھی۔

"ارے یہ تو بہت اچھی بات ہے انسان کو مصروف رہنا چاہیے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور اس نے سر ہلا دیا تھا۔

"پر امید ہے کہ میں جب تک یہاں ہوں تمہیں کال نہیں آئے گی کیونکہ مجھے یہ علاقہ تم نے ہی گھمانا ہے۔" وہ بولا۔

"اچھا چلو دیکھتے ہیں۔" وہ ہنس دی۔

ناشتہ کر کے وہ تھوڑی دیر لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے اور پھر وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہی اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ شاہ میر ہے کیونکہ اس کے گھر میں کسی کو اس کے کمرے میں داخل ہونے کے لئے دستک کی ضرورت نہیں تھی۔

"آ جائیں۔" وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"اچھا تو یہ ہے تمہارا کمرہ!" وہ اندر داخل ہوتے ہی بولا تھا اور اس کے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

"امپریسو!" وہ اس کی کتابوں کے ریک کی طرف چلتا ہوا گیا تھا اور کچھ کتابیں اٹھا کر دیکھنے لگا۔

وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"اچانک کیسے آنا ہوا شاہ میر؟" بالآخر اس نے وہ سوال کر ہی ڈالا جو اسے بہت دیر سے پریشان کر رہا تھا۔

"کیا تم سے ملنے نہیں آ سکتا؟ اور ویسے بھی یہ میری پھوپھو کا گھر ہے۔" وہ مسکرایا۔

وہ اسے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔

"اتنی بے یقینی سے نہ دیکھو! تمہارے جانے کے بعد وہاں سب کچھ ویران ہو گیا تھا۔ میرا دل نہیں لگ رہا تھا اور میں کچھ دنوں کے لئے رحیم یار خان چلا گیا تھا۔ مگر جس وجہ سے میں یہاں آیا ہوں وہ کچھ اور ہے۔ لیکن اگر یہ وجہ

بھی ہوتی تو تب بھی میں کچھ دنوں بعد یہاں ضرور چکر لگاتا۔" وہ اس کے قریب چلتا ہوا آیا۔

"کون سی وجہ؟" وہ حیران ہوئی۔

"سلازار۔" وہ اتنا ہی بول سکا۔

"سلازار واپس آ گیا ہے شاہ میر!" وہ بولی۔

شاہ میر کو لگا کہ وہ مل نہیں سکے گا۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں؟" آواز کہیں بہت اندر سے آئی تھی۔

"ہاں وہ واپس آ چکا ہے۔" وہ اتنا بول کر خاموش ہو گئی تھی۔

سلازار اسے یہاں تک کیوں لے کر آیا جب اسے خود ہی مثنوی کے سامنے آنا تھا؟ کیا وہ اسے اسی آگ میں جلتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا جس سے وہ گزر رہا تھا؟ اور شاہ صاحب نے تو کہا تھا کہ.....!

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟" وہ بے یقین تھا۔

"وہ دو دن سے یہیں ہے۔" وہ بولی۔

تو پھر اس کی آنکھیں کیوں خالی تھیں؟

ان میں وہ خوشی نہیں تھی جو سلازار کو دیکھ کر نظر آتی تھی نہ ہی ان میں وہ چمک تھی جو ستاروں کو مات دیتی تھی۔

"تو پھر تم خوش کیوں نہیں لگ رہی مثنوی؟" اس کے اس سوال نے اسے دوبارہ اسی کیفیت سے دوچار کیا تھا۔

"میں نہیں جانتی۔ کچھ ہے جو مجھے پریشان کر رہا ہے۔ میں ان دنوں عجیب حالات سے گزر رہی ہوں۔" وہ بولی۔

"کیسے حالات؟" وہ اس کے ساتھ آ بیٹھا تھا۔

"کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟" ماما نے اندر آنے سے پہلے اجازت لینا چاہی اسے شرمندگی ہوئی تھی۔

"ماما کیسی باتیں کر رہی ہیں؟ اندر آئیں۔" اس نے انہیں آواز دی اور وہ کمرے کے اندر داخل ہوئی تھیں۔

"امید ہے میں مخل نہیں ہوئی ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"یہ لو میں جوس لے کر آئی ہوں۔" انہوں نے جوس ان کے سامنے رکھا اور وہیں بیٹھ گئیں تھیں۔ انہوں نے شاہ میر سے سب کا حال احوال دریافت کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد شاہ میر آرام کی غرض سے اجازت لے کر اٹھ گیا تھا اسے نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے تھکن ہو رہی تھی۔

مثنوی کی بات پھر سے ادھوری رہ گئی تھی۔ وہ اس سے شام کو تفصیلی بات کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے ماما کے ساتھ کچن میں مدد کے لیے آ گئی تھی۔

O.....❖.....O

ہارت نے مثنوی کے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کی پر وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹا تھا۔ اس گھر میں کوئی تہدیدی نامہ مبارک لے آیا تھا۔ اور گھر سورہ بقرہ کے حصار میں تھا۔ اسے شدید غصہ آیا تھا اب اسے کسی اور طریقے سے مثنوی کو باہر نکالنا تھا۔

CamScanner

اسے رات ہونے کا انتظار تھا۔

وہ غصے سے اس کے کمرے کے اوپر ہی چکر کاٹ رہا۔

فلطر واس کے ساتھ ہی تھی پر اس نے فلطر وکو واپس بھجوا دیا تھا وہ اسے ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ فلطر وہ مسار کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

شام ہوتے ہی اکمل گھر آ گئے تھے۔ لاؤنج میں محفل سجی ہوئی تھی۔ چائے اور دارائی [illegible] کے ساتھ گپ شپ کا سلسلہ جاری تھا۔ ان سب کے چہروں پر بہت دنوں کے بعد رونق لوٹی تھی۔ اکمل خوش تھے انہیں [illegible] وہ یقیناً ان کی بیٹی کو بہت خوش رکھنے والا تھا۔ مثنوی بھی گفتگو میں حصہ لے رہی تھی آج اس کی طبیعت [illegible] ورنہ مضطرب ہوتے ہی اس کا سر بھاری ہونے لگتا تھا۔

''بیٹا آج شاہ میر کو گھمانے لے جاتی تم۔'' وہ مثنوی کی طرف دیکھ کر بولے۔

''میں آرام کرنے کے لئے چلا گیا تھا اور ویسے بھی میں ابھی یہیں ہوں کچھ دن۔ بہت وقت ہے گھومنے کے لئے۔'' وہ ان کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

مثنوی کی نظر باتیں کرتے کرتے کھڑکی سے باہر پڑی تھی۔ دور تک پھیلے پہاڑ اندھیرے میں ڈوبے [illegible] دہشت ناک منظر پیش کر رہے تھے۔ اسے جھرجھری آ گئی۔

آج پورا چاند نکلا ہوا تھا پر آسمان صاف تھا باہر بارش کے کوئی آثار نہیں تھے۔

''یہاں تو کافی سردی ہوتی ہے۔'' وہ ہاتھ ملتے ہوئے بولا اور وہ سب ہنس پڑے تھے۔

''میں نماز پڑھ کر آتی ہوں۔'' وہ عشا کی اذان سن کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور وہ سب بھی اس کے ساتھ ہی نماز کے لیے اٹھ گئے۔

شاہ میر اکمل صاحب اور عمیر کے ساتھ نماز کے لیے مسجد روانہ ہو گیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ اور وہ جو بہت دیر سے یہ موقع ڈھونڈ رہا تھا اسے دیکھتے ہی کمرے کی کھڑکی سے دور آ کر ہوا میں معلق ہو گیا تھا۔

مثنوی پردہ برابر کرنے گئی تھی اور اسے چاند کے سامنے آسمان پر معلق دیکھ کر اس کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔

سلازار پہلی دفعہ اسے اسی طرح لینے آیا تھا۔ اسے وہ رات یاد آئی۔ وہ رات جو اس کی زندگی بدل گئی تھی۔ رات جو اب تک دل پر نقش تھی۔

اس نے اس چہرے میں سلازار کو ڈھونڈا۔

دل بے بس تھا۔ تھک چکا تھا۔

پر اس کے چہرے پر ناراضگی تھی، غصہ تھا۔

یہ وہ چہرا نہیں تھا پر جذبات وہی تھے۔

سلازار کو اس طرح غصے میں اس نے کب دیکھا تھا؟

''تمہیں یہ نامہ مبارک!'' اسے کرنٹ لگا۔

شاہ میر اپنے ساتھ تمہیدی نامہ مبارک لے کر آیا تھا۔ اسے شدید غصہ آیا۔ تو ایک بار پھر شاہ میر نے اسے دھوکا

دینا چاہا تھا۔ وہ اسے اس کے سلاازار سے دور کرنے آیا تھا اس کا مطلب یہ سلاازار ہی ہے۔
وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلی تھی۔ ہما اپنے کمرے میں نماز کے لیے کھڑی ہو چکی تھیں اور گھر پر کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی دروازہ پار کر گئی تھی اور ہارت کو یہی تو چاہیے تھا۔
وہ گھر سے باہر نکل کر تیزی سے درختوں کے اس جھنڈ کی طرف آئی جہاں وہ ہوا میں معلق تھا۔
وہ اسے آتا دیکھ کر مسکرایا! شکار خود اس کے جال میں پھنس گیا تھا۔
وہ نیچے اتر آیا۔
''تو تم آ گئی مثنوی!'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔
اس کی سانس پھولی ہوئی تھی وہ ایک ٹک اسے دیکھے گئی۔
''آؤ میرے ساتھ۔ اپنی آنکھیں بند کرو۔'' اس نے مثنوی کو حکم دیا تھا اور اس کا دماغ ہارت کی آنکھوں میں دیکھتے ہی اس کے تابع ہو چکا تھا۔
وہ اپنی آنکھیں بند کر چکی تھی اور پھر اسے ایسا لگا جیسے وہ آگ کے کنویں میں گرتی چلی گئی ہو۔ اس کے حواس اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔

O.....◆.....O

وہ لوگ نماز پڑھ کر لوٹے تھے۔ مہ جبین کھانا لگا رہی تھیں۔
''مثنوی کہاں ہے؟'' شاہ میر نے اس کی کمی محسوس کر کے پوچھا تھا۔
''وہ نماز پڑھنے کے لئے اپنے کمرے میں گئی تھی۔ میں بلا کر لاتی ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔
پر تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ حواس باختہ چہرے کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئی تھیں۔
''اکمل!'' ان کی سانس پھولی ہوئی تھی۔
''کیا ہوا پھوپھو! آپ ٹھیک تو ہیں؟'' شاہ میر تیزی سے ان کی طرف بڑھا تھا۔
''مثنوی...... مثنوی...... اپنے کمرے میں نہیں ہے۔'' انہوں نے یہ بولتے ہی زار و قطار رونا شروع کر دیا تھا۔
''کیا کہہ رہی ہو؟'' اکمل یہ بول کر تیزی سے مثنوی کے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔
شاہ میر بھی ان کے پیچھے بھاگا تھا۔
کمرہ بالکل خالی پڑا تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ کھڑکیاں بھی بند تھیں۔
''کہاں جا سکتی ہے؟'' انہوں نے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا پر وہ کہیں نہیں تھی۔ عمیر بھی گھر کے اطراف میں دیکھ آیا تھا۔
''سچ بتاؤ کیا ہوا ہے یہاں؟'' انہوں نے مہ جبین سے سخت لہجے میں پوچھا تھا۔
''مجھے کچھ نہیں پتا! میں تو نماز پڑھنے کھڑی ہوئی تھی وہ بھی اپنے کمرے میں نماز پڑھنے گئی تھی۔'' وہ روتے ہوئے بولیں۔
''تم نے کوئی آہٹ سنی تھی؟'' وہ پریشانی اور خوف سے کانپنا شروع ہو گئے تھے۔

CamScanner

مہ جبین نے آنسوؤں کے ساتھ تسلی میں سر ہلایا تھا۔

شاہ میر کے اطراف میں خطرے کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو گئیں تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ مشنوی کسی مصیبت میں پھنس چکی تھی۔ وہ اسے اپنے اوپر گزرے حالات بتاتے بتاتے رو گئی تھی۔

وہ خاموشی سے ہونٹ چباتا کمرے میں ٹہلنے لگا۔ مہ جبین زار و قطار روئے جا رہی تھیں اور انکل صاحب کو بھی نہیں آ رہا تھا کہ مشنوی کو کہاں تلاش کریں۔ عمیر اپنی ماں کو تسلیاں دے رہا تھا پر اس کی حالت بھی ٹھیک نہیں تھی۔

شاہ میر کو ہی اپنے حواس قابو میں رکھنے تھے اور کوئی حل سوچنا تھا۔

اور اگر سلازار ہی اسے ساتھ لے گیا تھا تو؟

اگر ایسا ہوا تو وہ خاموشی سے واپس پلٹ جائے گا۔ پر اگر ایسا نہیں ہوا تو وہ ضرور کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو چکی ہے۔

''مشنوی صبح مجھے بتا رہی تھی کہ اس کے ساتھ کچھ عجیب سے واقعات ہو رہے ہیں۔ کیا کوئی مجھے بتا سکتا ہے کہ کیا ہو رہا تھا؟''

آخر کار اس نے پوچھنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

''دو تین دن سے شام ہوتے ہی وہ ڈر جایا کرتی تھی اور رات میں اکیلے سونے سے ڈر رہی تھی۔'' انکل صاحب بولے۔

''مطلب؟'' وہ حیرانی سے پوچھنے لگا۔

کیا وہ سلازار سے ڈرنے لگی تھی؟ وہ تو سلازار سے اکیلے ملنے کو ترس رہی تھی۔ وہ اکیلے سونے سے کیوں ڈرے گی؟

''وہ کہتی تھی کہ اسے کوئی عورت نظر آتی ہے۔'' انکل صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

اس نے آگے بڑھ کر انہیں سہارا دیا۔

''آپ پریشان مت ہوں۔ ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں اسے تلاش کروں گا۔'' وہ بولا۔

''یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔'' مہ جبین کے رونے میں تیزی آ گئی تھی۔

شاہ میر ہونٹ کاٹنے لگا اس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس سے مدد مانگیں گے۔

''تم نے ضرور مجھ سے کچھ چھپایا ہے مہ جبین! اب بھی وقت ہے مجھے بتا دو کہ کیا بات ہے۔'' وہ پوچھ رہے تھے۔

''پھوپھا میری بات غور سے سنیں۔ اس میں پھوپھو کی کوئی غلطی نہیں ہے اور آپ کو نہ بتانے کی بھی کچھ وجوہات تھیں۔ جو یقیناً اب آپ کو سمجھ آ جائیں گی۔'' وہ تمہید باندھنے لگا۔

اب پھوپھا کو یہ سب بتانا بہت ضروری ہو گیا تھا۔

''مشنوی جب حویلی آئی تھی تو غلطی سے اس علاقے کی طرف جا نکلی جہاں جنات کا بسیرا تھا۔ گو کہ ہم نے وقت پر اس کا علاج کروا لیا تھا پر اب بھی خطرہ پوری طرح سے ٹلا نہیں۔ میں اپنے ساتھ کچھ چیزیں لایا تھا جو مجھے مشنوی کے حوالے کرنی تھیں پر اس سے پہلے ہی یہ سب ہو گیا۔'' اس نے اب بھی سچائی چھپائی تھی۔ ہاں اتنا ضرور باور کرایا تھا

CamScanner

کہ یہ معاملہ انسانوں کے بس کا نہیں۔
جہین نے اس کی طرف مشکور نظروں سے دیکھا۔
"کیا کہہ رہے ہو تم؟" وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔
"میں جانتا ہوں آپ کے لئے اس بات پر یقین کرنا مشکل ہے پر ہمارے آباؤ اجداد وہاں عرصے سے مقیم ہیں اور ہماری نئی نسلیں تک یہ بات اچھی طریقے سے جانتی اور مانتی ہیں۔" وہ بولا۔
"مشتوی ہم سب سے چھپ کر ڈرائیور کو اس طرف لے گئی تھی۔ اس کی حالت بگڑنے پر ہمیں اندازہ ہوا تھا۔"
وہ انہیں بس اوپر اوپر کی معلومات سے معاملے کی نزاکت سمجھا دینا چاہتا تھا۔
"اب وہ کہاں گئی ہوگی؟" انہیں تو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کریں۔
"آپ فکر نہیں کریں۔ میں کچھ کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے تیزی سے اپنا موبائل نکالا تھا اور اس پر احمر کا نمبر ڈائل کیا تھا۔
"ہیلو....." دوسری طرف سے احمر کی آواز ابھری۔
"احمر میرا ایک کام کرو۔ بغیر کسی کو بتائے شاہ صاحب کے حجرے کی طرف جاؤ اور میری ان سے بات کرواؤ یہ بہت ضروری ہے۔" اور اس نے اس کے لہجے کی سنجیدگی محسوس کر کے اس سے دوسرا کوئی سوال کیے بغیر ہی حامی بھر لی تھی۔ "میں آدھے گھنٹے میں تمہاری بات کرواتا ہوں۔" اس نے یہ کہہ کر کال منقطع کر دی تھی۔
وہ بے چینی سے وہیں ٹہلنے لگا۔
آدھے گھنٹے کے بعد اسے احمر کی کال موصول ہوئی۔ اس نے جلدی سے کال اٹھائی۔
"ہیلو....."
"ہاں یہ بات کرو۔" دوسری طرف سے فون شاہ صاحب کو تھما دیا گیا تھا۔
شاہ میر نے شاہ صاحب کے فون لیتے ہی انہیں تفصیل سے ساری صورت حال کے متعلق آگاہ کیا تھا اور انہیں شدید پریشانی نے گھیر لیا تھا۔
"وہ سلازار نہیں تھا شاہ میر وہ بارت تھا وہ ملیلان کا سردار تھا۔"
انہوں نے اس کے سر پر بم پھوڑا تھا۔
"کیا؟ کیا کہہ رہے ہیں آپ!" وہ شدید پریشان ہوا تھا۔
"وہ ہمارے ضروری اقدامات کرنے سے پہلے ہی اسے لے گئے ہیں۔" ان کی آواز میں بے انتہا گھبراہٹ تھی۔
اس نے پہلی دفعہ شاہ صاحب کو اتنا گھبرائے ہوئے دیکھا تھا۔
"تم جانتے ہو سلازار کی زندگی کی آخری ڈور مشتوی سے جڑی ہوئی ہے۔ ہمارے لئے اس کو تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔" وہ بولے۔
"اور ویسے بھی اس شیطان کے ساتھ مشتوی کو بے انتہا خطرہ ہے۔"
شاہ میر کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی۔

CamScanner

"میں کیا کر سکتا ہوں؟ اسے کیسے ڈھونڈوں؟" وہ خود کو اس وقت دنیا کا سب سے مجبور ترین شخص محسوس کر رہا تھا۔

"میں قرطاس کو پیغام بھجواتا ہوں۔ وہ بہت جلد تم سے آ ملے گا۔ میری دی ہوئی چیزیں اپنے ساتھ رکھنا وہ تمہاری حفاظت کریں گی۔ وہ غیلان کے علاقے ہیں۔ وہاں سے زیادہ دور نہیں لے کر گیا ہوگا۔ اب جو میں کہتا ہوں غور سے سنو۔" انہوں نے اسے ہدایات دینا شروع کیں وہ خاموشی سے سنتا رہا۔

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔" وہ فوراً ہی مان گیا تھا۔

"بیٹا اس میں بہت خطرہ ہے۔ اللہ تمہاری حفاظت کرے۔ تمہیں اس کا اجر ضرور ملے گا۔" ان کی آواز بھیگی تھی۔

اس نے فون رکھ دیا تھا۔

اب اسے قرطاس کا انتظار تھا۔ وہ ان دونوں کے لئے جان کی بازی لگانے جا رہا تھا۔

O.....❖.....O

اسے آہستہ آہستہ ہوش آیا تھا وہ اٹھ کر بیٹھ گئی یہ کالی چٹانوں سے گھرا کوئی علاقہ تھا۔ ہر طرف عجیب سی بو تھی۔ اسے ابکائی آئی۔

"کوئی ہے؟" وہ چلائی۔

پوری وادی میں کوئی بھی نہیں تھا اسے شدید خوف نے گھیر لیا۔ وہ اٹھ کر دیوانوں کی طرح ادھر ادھر بھاگنے لگی اچانک اس کے سامنے ہارت نمودار ہوا تھا۔

وہ ڈر کر پیچھے ہٹی۔ "تم کون ہو؟"

"میں تمہارا سالازار۔" وہ مسکرایا تھا۔

"تم سالازار نہیں ہو سکتے۔ کون ہو تم؟" اب وہ باقاعدہ چلائی تھی۔

ہارت کے ہاتھ ہوا میں بلند ہوئے تھے وہ اپنے اصل روپ میں آ گیا تھا۔

مشوی کی خوفناک چیخوں سے پورا علاقہ گونج اٹھا تھا۔

ہارت زور زور سے ہنسنے لگا۔

"بہت شوق تھا تمہیں ہم میں سے کسی سے عشق کرنے کا ہے نا؟" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"کون ہو تم؟ سالازار کہاں ہے؟" وہ بُرے طریقے سے رو رہی تھی۔

"تمہارے سالازار کو تو میں نے اسی دن ختم کر دیا تھا جس دن وہ تم سے ملنے کے لیے آیا تھا اور تمہاری دی ہوئی آوازوں کی وجہ سے وہ کمزور پڑ گیا اور تم ہی اس کے خاتمے کا ذریعہ بنی۔" وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولا اور مشوی کو لگا کہ شاید اس کی روح اس کے جسم سے پرواز کر جائے گی۔ اسے یاد آیا کہ سالازار اسے خود کو آوازیں دینے سے منع کیا کرتا تھا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو سالازار نہیں مر سکتا۔ وہ مجھے نہیں چھوڑے گا تمہیں۔" وہ چیخ رہی تھی۔

ہارت کو شدید غصہ آیا تھا۔

CamScanner

[illegible] کی طرف دیکھا۔

وہ کنفرم ہو چکا ہے کہ اب تمہاری باری ہے اور تمہاری موت اتنی آسان نہیں ہوگی۔ میں تمہیں [illegible]
[illegible] روح [illegible] بلند کروں گا۔ وہ کہیں تو کیا تمہاری روح کو کہیں پہنچے گا۔" [illegible]
[illegible] اس کے ہاتھوں۔ وہ کہیں [illegible] دے گا اور پھر [illegible] سے تم سے [illegible]
[illegible] سلازار"

[illegible] سے شدت سے اسے پکارنا شروع کیا تھا۔
برف زاروں میں کسی کی آواز گونج اٹھی تھی۔ اس کا جسم جھٹکے کھا رہا تھا۔ وہ سب اس کے قریب آ گئے تھے۔
"ستاوی" "بس بہت ہو گیا تھا اس وقت۔
اس کا وجود اس برف کی سل سے ہوا میں معلق ہوا تھا۔
اس نے چاروں طرف دیکھا۔
"سلازار" وہ پکارتا تو اسے آسمانوں سے بلا کر لا سکتی تھی پر وہ پکار ایک نیند تھی۔
اس نے آنکھیں بند کر لیں۔
حارث اور ستاوی 'کو ل' چلا گئیں،
اس کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلی تھیں۔
وہ تھوڑا سا چونکا تھا۔ اس کا وجود لرز اٹھا تھا۔
وہ سب اس سے دور ہو گئے تھے۔
یہ کون سا سلازار تھا؟
وہ چونک پڑا۔
"رکو! کہاں جا رہے ہو؟" وہ سب آگے بڑھے۔
"طیلان آج مٹ جائیں گے۔ یہ میرا آخری فرض ہے جو آج پورا ہو جائے گا پھر چاہے میں فنا ہو جاؤں۔" وہ ہوا میں معلق چلایا۔ اس کی آنکھیں آگ برسا رہی تھیں۔
ٹھہرو۔ ہم ساتھ چل رہے ہیں۔ جب شر حد سے بڑھنے لگے تو سوتے رہنے والے ظالم کہلانے لگتے ہیں۔ اور ہم تو ظالموں میں سے نہیں۔" وہ سب اس کے قریب آ گئے تھے۔
سلازار پرواز کر گیا تھا۔ وہ سب بھی ساتھ ہی روانہ ہوئے تھے۔
ستاوی اسے پکار پکار کر تھک کر گر پڑی تھی۔
"اگر آج بھی تم نہیں آئے تو ستاوی اپنی آخری سانس لے گی سلازار!" اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔
حارث جانتا تھا وہ اس کی پکار پر ضرور آئے گا۔ اور طیلان میں اکیلے گھس کر اسے اس کی موت کے حوالے کر دے گا۔ وہ شدید غصے میں ہوگا اور غصے ہی کا تو اسے فائدہ اٹھانا تھا۔
وہ کئی ہزار ہوں گے اور وہ اکیلا۔
حارث نے طاقت سے ہنستے ہوئے اپنے ہاتھ ہوا میں بلند کیے تھے۔ اچانک ہی ستاوی کے آس پاس ہزاروں

کی تعداد میں وہ بھیانک چہرے ظاہر ہوئے تھے۔

یہ غیلان تھا۔

اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں وہ چاروں طرف گھومی۔ وہ ہر جگہ تھے اور پھر اس مجمع کو چیرتی ہوئی "وہ" برآمد ہوئی۔ "وہ" جو اسے کتنے دنوں سے ڈرا رہی تھی۔ وہ چلتی ہوئی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ مشوی کو زور کا چکر آیا اور وہ اندھیروں کی نذر ہو گئی تھی۔

حارث اس کو ختم کرنے کے لیے اس کی طرف بڑھا تھا پر اچانک ہی اسے خوشبو نے جکڑا تھا۔

"آؤ میرے ساتھ اس سے واپس آ کر نمٹتا ہوں!" وہ مڑا، آگے رکا اور دو چار چیلوں کو لے کر ایک طرف پرواز کر گیا تھا۔

O.....✧.....O

شاہ میر کو آدھا گھنٹہ ہو گیا تھا انتظار کرتے ہوئے۔ اچانک اس کے آس پاس ایک مخصوص خوشبو پھیل گئی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا پر کوئی ظاہر نہیں ہوا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ قرطاس آ چکا ہے۔

"مجھے اب جانا ہے۔ آپ دونوں پریشان مت ہوں میں کچھ دیر میں واپس آ جاؤں گا اور مشوی کو ساتھ لے کر لاؤں گا ان شاء اللہ۔ آپ حوصلہ رکھیں اور ہمارے لئے دعا کریں۔" یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے شاہ صاحب کی دی ہوئی چیزیں اٹھائیں اور گھر سے باہر نکل آیا۔ گھر کے قریب ہی درختوں کا ایک جھنڈ تھا اسے وہاں سے روشنی کا اشارہ ملا تھا وہ وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے وہی مخصوص خوشبو آئی تھی اور قرطاس اس کے سامنے ظاہر ہوا تھا۔

"السلام علیکم! مجھے شاہ صاحب کا پیغام ملا ہے۔" وہ یہ بول کر خاموش کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ کیسے بھول سکتا تھا اس شخص کو۔ اس کی وجہ سے آج سلازار اس حال کو پہنچا تھا۔ اگر شاہ صاحب نے نہ کہا ہوتا تو وہ یہاں کبھی نہ آتا۔

"حارث، مشوی کو اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ مجھے تمہاری مدد چاہیے۔ اگر میں ان دونوں کے کسی کام آ سکوں تو میرے لئے یہ سعادت کی بات ہو گی۔" وہ بولا۔

"حارث....." قرطاس کو شدید غصہ آیا تھا۔

"یہ سب کیسے ہوا؟" اور جواباً شاہ میر نے گزرے واقعات بیان کر دیے تھے۔

یہ بہت غلط ہوا ہے۔ وہ انہیں سلازار کو نقصان پہنچانے کے لیے استعمال کرے گا۔" قرطاس کو معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا۔

"تم مجھے غیلان تک لے کر جا سکتے ہو؟" وہ قرطاس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا اور قرطاس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ قبیلہ ہزاروں شیاطین پر مشتمل ہے۔ سردار بھی وہاں کبھی اکیلے داخل نہیں ہوئے۔

یہ بہت خطرناک کام ہے۔

ہمیں کسی طرح سلازار کو جگانا ہو گا۔" قرطاس بولا۔

"تم بس مجھے وہاں تک لے چلو۔ باقی مجھ پر چھوڑ دو۔ سلازار کو مشوی کی آوازیں جگا سکتی ہیں۔ جب وہ آوازیں اسے توڑ سکتی ہیں تو جگانے میں بھی ہماری مدد کر سکتی ہیں۔" شاہ میر بولا۔

CamScanner

قرطاس کو یاد آیا، سالار اور مثنوی کو روکا گیا تھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ لیکن میں اس لیے ایک مثنوی کو حاصل کرنا ہوگا اور اسی حاصل کرنے کے لیے ہمیں کیلان جانا ہوگا۔ مگر اس کام سے پہلے میں آپ کو اشارہ دے سکتا ہوں۔ میں کیلان اندر نہیں جا سکتا۔ یہ شیطان کا مرکز ہے اور وہ انتہائی طاقتور ہے۔" قرطاس بولا۔

"تم مجھے ایک بار اس علاقے کے قریب لے چلو۔ مجھے امتحان اور کامیابی کو کر دو۔ وہ ضرور میرے سامنے آئے گا۔ باقی باتیں مجھ پر چھوڑ دو، مجھ پر بھروسہ رکھو۔" شاہ میر بولا۔

قرطاس نے اس کی طرف بے یقینی سے دیکھا، پر اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر مثنوی اس کے ہاتھ لگ گئی تو وہ اس کی روح پر قابو پانے کی کوشش کرے گا۔ اور اس کے لئے وہ اسے ختم کرنا چاہے گا۔

"اپنی آنکھیں بند کریں۔" اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اسے مخاطب کیا اور شاہ میر نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

ہوا تیز ہو گئی تھی اس نے اپنی آنکھیں کھولیں یہ چٹانی علاقہ تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"یہ کیلان کا علاقہ ہے اندر میں نہیں جا سکتا کیونکہ یہ خودکشی ہوگی۔ سالار بھی اندر داخل نہیں ہوتے تھے۔ وہ میری خوشبو پا کر آئے گا۔ پہلے سالار کی وجہ سے میری خوشبو ان سے چھپی رہتی تھی۔ آپ کو اسے آواز دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" قرطاس یہ کہہ کر ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

شاہ میر اس علاقے کا جائزہ لینے لگا۔ وہ مسلسل شاہ صاحب کی بتائی ہوئی دعائیں پڑھ رہا تھا۔ پانی کی بوتل بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی اس علاقے میں شدید بو پھیل گئی ایسا لگا جیسے اس کے اطراف میں آگ جل اٹھی ہو۔ وادی خوفناک گڑگڑاہٹ سے گونجی تھی۔

"وہ آ رہے ہیں۔" قرطاس نے اسے خبردار کیا تھا وہ ظاہر نہیں تھا پر وہیں تھا۔ شاہ میر نے جلدی سے بوتل میں موجود پانی سے ایک دائرہ بنایا تھا اور اس کے اندر کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ اس کے سامنے ہوا میں معلق نمودار ہوئے تھے۔ شاہ میر کو لگا وہ بھول نہیں سکے گا اس نے اپنی زندگی میں اتنا بھیانک سراپا پہلی دفعہ دیکھا تھا۔

"دیکھو قرطاس کسے لے کر آیا ہے ساتھ۔" ہاروت ہنسا اور اس کے ساتھ موجود وہ شیطان بھی ہنس پڑے تھے۔

"مثنوی کو چھوڑ دو ورنہ تمہارا خاتمہ یقینی ہے۔" شاہ میر چلایا تھا۔

"اچھا وہ کیسے؟" وہ مسکرایا۔

"لو یہ رہی تمہاری مثنوی اسے بچا کر دکھاؤ پہلے کیونکہ اس کی موت میرے ہاتھوں لکھی جا چکی ہے۔" اس نے ہوا میں ہاتھ بلند کیے تھے اور مثنوی اس کے سامنے ہوا میں معلق نمودار ہوئی تھی۔

"آؤ اسے لے لو ہم سے۔" وہ مسکرایا۔

"کیا ہوا؟ باہر نہیں آؤ گے تو اسے بچاؤ گے کیسے؟" وہ خباثت سے ہنسا۔

"آپ اس کی باتوں میں مت آئیں یہ خبیث آپ کو حصار سے باہر لانا چاہتا ہے۔" قرطاس چلایا۔

CamScanner

''اچھا.....تو یہ لو۔'' اس نے مثنوی پر اپنی گرفت کمزور کر دی تھی وہ تیزی سے نیچے کی طرف گرنے لگی اور یہی وہ لمحہ تھا جب وہ اپنے آپ کو روک نہیں پایا۔

وہ بھاگتا ہوا حصار سے باہر نکل آیا تھا۔ قرطاس نے بجلی کی سرعت سے مثنوی کو تھاما تھا پر اب وہ دونوں موت کے سامنے کھڑے تھے۔

''آپ مثنوی کو سنبھالیں میں اسے دیکھتا ہوں۔'' قرطاس مثنوی کو زمین پر لٹاتے ہوئے بولا۔ وہ واپس نہیں پلٹ سکتے تھے۔ ان کے باہر نکلتے ہی وہ سب انہیں گھیر چکے تھے۔ ہارت قہقہے لگا رہا تھا۔

''آؤ قرطاس! ان دونوں کو تو میں آرام سے شکار کر لوں گا۔'' ہارت غرایا

شاہ میر نے جلدی سے اپنے بیگ سے وہ چادر نکالی تھی۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اس لئے وہ چادر مثنوی پر ڈال دی۔ اس کے جسم نے جھٹکا کھایا تھا۔

''مثنوی آنکھیں کھولو۔ جلدی کرو۔ مثنوی جلدی کرو۔'' وہ اس کا چہرہ تھپتھپا رہا تھا۔

ہارت کے ہاتھ ہوا میں لہرائے اور وہ ہوا میں بلند ہوتا ہوا ایک چٹان سے جا ٹکرایا تھا۔ اسے ایسا لگا جیسے اس کے سر میں کوئی گرم سلاخ اتار دی گئی ہو۔ اس کے سر سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا وہ واپس زمین پر آ کر گرا تھا۔

ہارت کو اس کے تہدیدی نامہ مبارک یہاں تک لانے پر شدید غصہ آیا تھا۔

قرطاس کو اس کے چیلے گھیر چکے تھے۔

''تم کیا سوچ کر یہ کرنے آئے تھے؟ ہمارا مقابلہ کرنے کی ہمت تو اس کے سردار میں بھی نہیں تھی۔'' وہ قرطاس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوبارہ شاہ میر کی طرف بڑھا تھا۔

''میں یہاں صرف وقت لینے آیا تھا۔ سلازار کے یہاں تک آنے کا وقت! تم اسے کم از کم اس چادر کی موجودگی میں نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔'' شاہ میر بمشکل اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔

وہ قرطاس پر حملہ کر چکے تھے۔

''پر تمہیں مجھ سے کون بچائے گا اب؟ سلازار آ بھی جائے تو میرے قبیلے کا مقابلہ نہیں کر پائے گا۔'' وہ قہر برساتا اسے دوبارہ ہوا میں اٹھا چکا تھا۔

مثنوی کی آنکھیں کھلیں۔ اسے دھندلی آنکھوں سے شاہ میر نظر آیا۔ وہ ہوا میں معلق تھا اس کے ہاتھ اور چہرہ خون میں بھیگے تھے۔ اس نے کراہتے ہوئے سر اٹھایا۔ منظر صاف ہوتے ہی اسے یاد آیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔ اس نے قرطاس کو دیکھا۔

وہ شیطان اس پر چاروں طرف سے حملے کر رہے تھے۔

شاہ میر کے سامنے ہارت تھا۔

''شاہ میر!'' وہ چلائی تھی۔

''مثنوی! سلازار کو پکارو۔'' وہ پوری شدت سے چلایا تھا۔

اس کی طرف بڑھتا ہارت پلٹا تھا۔ اس نے شاہ میر پر گرفت چھوڑ دی تھی۔ وہ تیزی سے زمین پر آ گرا۔ مثنوی کھڑی ہو گئی۔ وہ اس کی مدد کو یہاں بھی آ پہنچا تھا۔

CamScanner

اس کا بہترین دوست اس کی آنکھوں کے سامنے ہارت کا شکار بننے والا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی شاہ میر کی طرف بڑھی چادر وار کر وہیں رہ گئی تھی۔

ہارت کے قہقہے گونج اٹھے۔ اسے وہ دونوں آسانی سے مل گئے تھے۔ وہ اب مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک نظر قرطاس پر ڈالی وہ اب زیادہ دیر مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

مثنوی، شاہ میر تک پہنچ چکی تھی۔

"شاہ میر! شاہ میر!" وہ رونے لگی تھی۔

"سلازار!" شاہ میر اتنا ہی بول پایا۔

"سلازار..... سلازار!" وہ بری طرح رو رہی تھی۔

ہارت نے زمین پر قدم رکھا تھا اور ایک پاؤں شاہ میر کے سینے پر رکھ کر مثنوی کو گردن سے پکڑ کر اٹھا لیا تھا۔ اسے جھٹکا لگا پر وہ اسے ختم کرنے کے لئے مزید انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ مثنوی نے احتجاج نہیں کیا تھا۔

ہاں آنسو ضرور احتجاج کر رہے تھے۔ وہ آج بھی نہیں آیا تھا۔

یہ دکھ ہر تکلیف سے زیادہ جان لیوا تھا۔ شاہ میر نے اٹھنے کی کوشش کی تھی پر ہارت کا وجود یہ کوشش ناکام کر رہا تھا۔

"سلازار....." اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ زندگی کا ساتھ اس نام کے ساتھ چھوڑنا آسان لگا تھا۔

ہارت کی گرفت مضبوط ہوئی۔ اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔

اچانک ہوا تیز ہوئی تھی۔ رکتی ہوئی سانسوں میں وہ خوشبو اتری۔ سلازار! اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔

وہ ہارت کے بالکل پیچھے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں قہر تھا، جلال تھا۔

اس نے ہارت کو گردن سے دبوچ لیا تھا۔ مثنوی اس کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔

"سلازار!" آنسو سارے منظر دھندلا رہے تھے۔ اس نے آنکھیں رگڑیں۔ آج تو انہیں سیراب ہونا تھا۔ وہ آ گیا تھا۔ آج جیسے کتنی صدیوں بعد اس نے سلازار کو دیکھا تھا۔ وہی خوشبو جس میں کھو جانے کو دل کرے، وہی آنکھیں اور وہی چہرہ۔

آج وہ پھر سے اس کے سامنے تھا۔

اس نے ہارت کو ایک جھٹکے سے چٹانوں پر دے مارا تھا۔

وہ پلٹا۔

اس کی مثنوی کھڑی تھی۔

جس کا وہ دیوانہ ہوا تھا۔

وہ جو اس پر قابض تھی۔

وہ جس سے اس کی سانسیں چلتی تھیں۔

وہ چلتا ہوا اس تک آیا۔

"آج تم میری طاقت بنو گی مثنوی۔" وہ اس کا ماتھا چوم کر بولا۔

آنسوؤں نے سارے بند توڑ دیے تھے۔

CamScanner

وہ ہارث کی طرف پلٹا۔
"اتنی آسانی سے نہیں۔" ہارث نے یہ کہہ کر ایک زوردار آواز نکالی پورا علاقہ خوف ناک گڑگڑاہٹ سے گونج اٹھا تھا۔ غیلان آ رہے تھے۔ اس نے اپنے قبیلے کو جمع کر لیا تھا۔
سالازار کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ علاقے میں شدید طوفانی ہوائیں چل پڑی تھیں۔
قرطاس سے لڑتے شیطان تھمے تھے۔ ہارث نے آسمان کی طرف نظر ڈالی اور بے یقینی سے سالازار کی طرف پلٹا۔
"تم انہیں یہاں تک لے کر نہیں آ سکتے۔ یہ ہمارا علاقہ ہے۔" وہ غرایا۔
"تم حد بندیوں کی بات کرتے اچھے نہیں لگتے۔ آج ہم شیطان کے اس گروہ کو ختم کر کے ہی جائیں گے۔" وہ اس پر حملہ کر چکا تھا۔
مشوی نے جلدی سے شاہ میر کو سہارا دے کر بٹھایا۔ وہ ہوش میں تھا۔ وہاں گرج چمک کے ساتھ بارش شروع ہو گئی تھی۔ غیلان اور وفد عارفین کا ٹکراؤ ہو گیا تھا۔ برفانی تھپیڑوں سے ان کی آنکھیں کھلنے میں ناکام ہو رہی تھی۔
قرطاس ان کے سامنے نمودار ہوا تھا۔
"آپ دونوں یہاں سے نکلیں یہ علاقہ تباہ ہونے والا ہے۔" قرطاس جلدی میں تھا۔
"میں نہیں جاؤں گی سالازار کو ایسے چھوڑ کر۔" وہ زور سے چلائی۔ ہوا کے شور سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ زمین زلزلے کی زد میں تھی۔
"میری بات مانیں! سالازار ضرور آئیں گے۔ فی الحال آپ دونوں کو یہاں سے جانا ہوگا۔ جلدی کریں۔" وہ تیز تیز بول رہا تھا۔
"مشوی! یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ سالازار اکیلا نہیں ہے۔ وہ ان شیطانوں کا خاتمہ کر کے تم سے آ ملے گا۔" شاہ میر نے مشوی کو حوصلہ دیا۔
"اپنی آنکھیں بند کریں مشوی۔" وہ دوبارہ بولا۔
اور اس نے ان کڑکتی بجلیوں پر ایک نظر ڈال کر اپنی آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ اچانک گردونواح میں خاموشی چھا گئی تھی۔ ان دونوں نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ وہ مشوی کے گھر کے سامنے موجود درختوں کے جھنڈ میں کھڑے تھے۔
اس نے ایک نظر شاہ میر پر ڈالی۔ وہ اس کے لئے اتنے بڑے خطرے سے کھیل گیا تھا۔
"چلو مشوی! سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ مسکرایا۔
مشوی نے سر ہلا دیا تھا۔ صبح کی روشنی پھیل رہی تھی اور یہ ان کی زندگیوں میں آنے والی ایک نئی روشنی تھی۔
مشوی نے ڈور بیل پر ہاتھ رکھ دیا تھا اندر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز آئی تھی۔ بابا نے دروازہ کھول دیا تھا۔ ماما بھی ان کے پیچھے کھڑی تھیں مشوی کو وہاں کھڑا دیکھ کر انہوں نے روتے ہوئے اسے گلے لگا لیا تھا۔ بابا بھی رو پڑے تھے۔
"شاہ میر تم ٹھیک تو ہو؟" وہ اسے خون میں لت پت دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھے تھے اور اسے بازو سے پکڑ کر سہارا دیا تھا اور وہ ان کا سہارا ملتے ہی ایک اندھیری کھائی میں گرتا چلا گیا اسے ہوش نہیں رہا تھا۔

O......❖......O

CamScanner

یہ برف سے ڈھکا جنگل تھا۔ شاہ میر درختوں کے جھنڈ سے ہوتا ہوا ایک جھیل کے کنارے جا کر کھڑا ہو گیا۔ جھیل پر برف کی تہہ تھی۔ اس نے وہ مخصوص خوشبو محسوس کی۔

''سلازارا'' وہ پہچان گیا تھا۔ سلازار اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

''شاہ میر تم نے میری مدد کی۔ تمہارا شکریہ!'' وہ مسکرایا۔

اس کی مسکراہٹ میں پاکیزگی تھی شاہ میر کا سر عقیدت سے جھک گیا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ اس کا کیا مقام ہے اور اب شاید وہ اس کے سامنے تا عمر سر اٹھانے کی ہمت نہیں کر پاتا۔

وہ جن زاد نہیں تھا۔

وہ سلازار تھا۔

وہ عشق زاد تھا۔

''میں اب اجازت چاہوں گا۔ تم مشوی کا خیال رکھنا۔ مجھے خوشی ہے کہ مشوی صحیح انسان کے ساتھ اپنی زندگی کا سفر طے کرے گی۔ مجھے میرے فرائض مکمل کرنے ہیں۔ اس کا خیال رکھنا مجھے امید ہے تم اسے ہمیشہ خوش رکھو گے۔ کیونکہ اسے محبت عشق زاد سے ہوئی تھی اور اب تم بھی عشق زاد ہو۔'' اس کی بات پر شاہ میر نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

اس کی جلتی آنکھوں میں نمی تھی اور وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

شاہ میر نے ہاتھ آگے بڑھایا پر وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

''شاہ میر آنکھیں کھولو۔'' اسے مشوی کی آواز سنائی دی اس نے آنکھیں کھولیں۔ وہ اس کے بیڈ کے ساتھ بیٹھی تھی۔

منظر صاف ہوتے ہی اس کے ذہن میں جھماکا ہوا اور اسے یاد آیا کہ وہ کہاں سے واپس آئے تھے۔ وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھا پر سر میں اٹھتی ٹیسوں کے باعث اس کے منہ سے سسکاری نکلی تھی۔

''آرام سے شاہ میر! آرام سے اٹھو۔'' وہ اسے آگے بڑھ کر سہارا دیتے ہوئے بولی۔

''کیسا محسوس کر رہے ہو اب؟'' وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ اس نے خاموشی سے اثبات سر ہلا دیا تھا۔

مشوی اس کی کمر کے پیچھے تکیہ رکھنے لگی۔

''میں کب سے بے ہوش ہوں؟'' وہ اس سے پوچھنے لگا۔

''تم گھر پہنچتے ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔ بابا نے ڈاکٹر کو بلایا اور تمہاری پٹی کرائی۔ انہوں نے شاید نیند کا انجکشن لگایا تھا بارہ گھنٹے کے بعد ہوش آیا ہے تمہیں۔'' وہ اسے فکرمندی سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''یہ لو۔'' وہ اپنے ہاتھ میں کچھ گولیاں اور پانی لے کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے خاموشی سے وہ دوا کھا کر پانی پی لیا۔

''تم کیسی ہو؟'' وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' وہ اور بول بھی کیا سکتی تھی۔ سلازار کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اور اب وہ اسے پکار نہیں سکتی تھی۔ کہیں وہ کمزور نہ پڑ جائے! یہ ڈر اندر بیٹھ گیا تھا۔

"کیا گھر پر کسی کو بتایا ہے؟" اسے ماں جی کی فکر ہوئی تھی۔

"نہیں ابھی نہیں بتایا۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ پریشان ہوں اور جب تک تمہیں ہوش نہیں آتا وہ بار بار تمہاری طبیعت پوچھنے کے لیے فون کرتیں۔"

"ٹھیک کیا" شاہ میر نے سر ہلا دیا تھا۔

"شاہ میر! اگر تم نہ آتے تو شاید۔" وہ اتنا ہی بول پائی تھی کہ شاہ میر نے ہاتھ بڑھا کر اسے روک دیا تھا۔

"میں نہیں ہوتا تو کوئی اور ہوتا مثنوی! اس میں کچھ بھی نہیں۔" وہ نہ جانے کیوں اس سے بھی نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔

مہ جبین اور اکمل کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ وہ اس کے لیے بے انتہا فکر مند تھے۔

"کیسے ہو شاہ؟ سمجھ نہیں آ رہا کہ کیسے شکریہ ادا کروں۔" ان کی آنکھیں بھیگیں۔

"مجھے شرمندہ مت کریں۔ بس اتنا جان لیں کہ اب یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے ٹل گیا ہے۔" وہ اتنا ہی بول سکا۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔ کسی کے پاس بھی بولنے کے لئے کچھ نہیں بچا تھا۔

"آرام کرو۔" ان دونوں کو خاموش بیٹھا دیکھ کر وہ دونوں اٹھ گئے تھے شاید ان کے لئے یہ تنہائی ضروری تھی۔

"میں بھی چلتی ہوں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ آج وہ اسے روکنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے تنہائی چاہیے تھی۔ وہ سوچنا تھا۔

وہ بیڈ پر دراز ہو گیا۔ یہ کیسا خواب تھا؟

"نہیں سالار! میں یہ کبھی نہیں کر سکوں گا۔ میں اس کا خیال نہیں رکھ سکوں گا۔ میں یہ وعدہ پورا نہیں کر سکتا۔ تمہیں واپس آنا ہوگا۔" اس نے خود کلامی کی تھی پر اس کا ذہن دوبارہ سے اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا تھا شاید دوا اثر کر گئی تھی۔

اس کی آنکھ کھلی۔ کھڑکی کے پار رات اپنی چادر پھیلائے کھڑی تھی۔ اب طبیعت کچھ بہتر تھی۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا اس نے گھڑی پر نظر ڈالی رات کے بارہ بج رہے تھے۔ وہ خاموشی سے بیڈ سے اتر آیا۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ گھر میں خاموشی تھی شاید سب سونے چلے گئے تھے۔ اس کی نظر مثنوی کے کمرے کی طرف گئی۔ دروازے کے نیچے سے ہلکی روشنی باہر آ رہی تھی۔

"شاید وہ جاگ رہی ہے۔ بلکہ یقیناً جاگ رہی ہوگی۔ گزشتہ رات جو بھی گزرا اس کے بعد کوئی بھی کئی دن تک سو نہیں سکتا تھا۔" اس نے آہستگی سے اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"آ جاؤ شاہ میر!" اندر سے مثنوی کی آواز آئی تھی اور وہ گہرا سانس لے کر کمرے میں داخل ہو گیا تھا وہ جانتی تھی کہ وہ ضرور آئے گا۔

وہ بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ آج اس کے کمرے کی کھڑکی کھلی تھی۔ آسمان پر چاند چمک رہا تھا اور وہ چاند کو ہی تک رہی تھی۔ اس کی آنکھیں گیلی تھیں ایسا لگتا تھا جیسے وہ روتی رہی ہو۔

شاہ میر نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا تھا۔

CamScanner

وہ چلتا ہوا کھڑکی تک آیا۔ بات کرنے کی ہمت نہیں تھی اور الفاظ ساتھ چھوڑنے لگا۔

''کیا سوچ رہے ہو؟'' اسے مشنوی کی لمبی میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

''سلازار کے بارے میں!'' وہ بولا۔

''وہ واپس نہیں آئے گا۔'' وہ بولی وہ تیزی سے اس کی طرف پلٹا۔

وہ بے آواز رو رہی تھی۔

''ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟'' اسے دکھ ہوا تھا۔

''وہ میرے خواب میں آیا تھا اور مجھے تمہارے حوالے کر گیا ہے۔ وہ مجھ سے وعدہ لے کر گیا ہے کہ میں اسے آواز نہیں دوں گی۔'' اس نے سر گھٹنوں میں دے دیا۔

''اس کا حکم سر آنکھوں پر۔ اس نے جو میرے لئے کیا میں وہ کبھی بھی بھول نہیں سکوں گی۔ اور نہ ہی میں اس کی بات ٹال سکتی ہوں۔'' وہ بغیر سر اٹھائے بولی۔ اس نے اذیت سے بازوؤں کا گھیرا اپنے گرد تنگ کر دیا تھا۔

وہ چلتا ہوا اس تک آیا۔

''اور تمہیں لگتا ہے کہ میں اتنا خود غرض ہوں کہ یہ مان جاؤں گا۔ عشق زادوں کا یہ فیصلہ دو اکیلے نہیں لے سکتا مشنوی۔'' وہ بولا۔

''تم بتاؤ ہم کیا کریں؟'' کتنی بے بسی تھی۔ مہندی کی خوشبو اس کی سانسوں سے ٹکرائی۔ وہ مہندی دوبارہ سے گہری ہو کر مہکنے لگی تھی۔

انہوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھا۔

یہ رات بہت عجیب تھی۔

اس رات ایک بڑا فیصلہ ہونا تھا۔ یہ عشق زادوں کی رات تھی۔ انسانوں کا بھلا اس میں کیا عمل دخل۔

یہ فیصلہ ان تینوں کو کرنا تھا! کمرے میں تیز خوشبو پھیل گئی تھی۔

شاہ میر مسکرایا۔

وہ شاہ میر کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

ان کے دل عجیب کیفیات کا شکار تھے۔

تیز ہوا سے کمرے کے پردے سرسرانے لگے تھے۔

چاند کی روشنی بڑھ گئی تھی! مشنوی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

وہ تینوں اب آمنے سامنے تھے اور عشق زادے تھے۔

اس رات کی خاموشی میں اندر کا شور بڑھ گیا تھا۔

عشق نے ان تینوں کا طواف کرنا شروع کیا تھا۔

''کیا چاہتے ہو شاہ میر؟'' سلازار بولا۔

''عشق زاد حق تلفی نہیں کیا کرتے سلازار!'' وہ بولا۔

''اور عشق زادے ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہا کرتے۔'' مشنوی بولی تھی۔

CamScanner

''عشق زادے [illegible] کو فرمان بھی نہیں کر [illegible]۔'' سالار زار بولا۔
''پھر خود کو تو کر سکتے ہیں نا؟'' شاہ میر بولا۔
عشق کا طواف مزید تیز ہو گیا تھا۔
سالار زار نے اس کا ذہن پڑھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت تیر گئی۔
''نہ میں رہ سکتا ہوں... نہ مثنوی اور نہ آپ۔'' وہ یہ بول کر مسکرا دیا تھا۔
''وقت کو اس بات کا پتا چل چکا ہے اور میں ان کے سامنے دلائل نہیں رکھ سکتا پر جو تم نے سوچا ہے اس سے مجھے میرے فرائض سے آزادی مل سکتی ہے شاید یہی ایک راستہ ہے۔ میں ہمیشہ کے لئے مقید ہو جاؤں گا پر مجھے یہ بھی منظور ہے شاہ میر! میں مثنوی کے بغیر کچھ بھی نہیں۔'' سالار زار مسکرایا۔
وہ دونوں مثنوی کی طرف پلٹے۔
عشق نے اب دھمال ڈالنا شروع کیا تھا۔
''ہمارا رشتہ عشق کے تین حرفوں کی طرح ہے۔ جن میں سے اگر ایک بھی مٹ گیا تو اس کا وجود نہیں رہے گا۔''
اس نے اپنی رضامندی دے دی تھی۔
وہ تینوں سر جوڑ کر کھڑے ہو گئے تھے۔
وہ عشق زادے تھے اور ان کی زبان عشق والے ہی سمجھ سکتے تھے۔
مثنوی کے کمرے میں ایک طوفان آیا تھا اور پھر ہر چیز اپنی جگہ پر واپس گئی تھی۔
فیصلہ ہو چکا تھا۔
اس رات کے بعد ان کی زندگی ہمیشہ کے لئے بدلنے والی تھی۔
اور انہیں تا عمر اس رشتے کو نبھانا تھا۔

O.....◆.....O

''السلام علیکم!'' وہ حویلی میں داخل ہوا تھا اور ماں جی نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تھا۔
''اتنے دن لگا دیئے ادھر ماں کو تو بالکل بھول ہی گئے۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے خود سے الگ کیا تھا۔
''آپ کی بہو سے ملنے گیا تھا۔ اب اتنی پیاری بہو ڈھونڈی ہے تو برداشت کریں۔'' اس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ انہوں نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری۔
''میں ذرا سب سے مل لوں۔'' وہ اندر کی طرف بڑھا۔ آج بہت عرصے کے بعد حویلی والوں نے اس کے چہرے پر حقیقی خوشی دیکھی تھی۔
''میری بہو کو بھی ساتھ لے کر آتے نا۔'' چھوٹی پھوپھو نے اسے شوخی سے چھیڑا تھا وہ ہنس پڑا۔
''پوری شان سے لائیں گے اسے یہاں۔ اب آپ لوگ اسے جلد از جلد یہاں لانے کا انتظام کریں مجھ سے اور انتظار نہیں ہوتا۔'' وہ یہ کہتا ہوا تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گیا تھا اور ہال قہقہوں سے گونج اٹھا تھا۔
اس نے کمرے میں آ کر اپنا سامان بیڈ پر رکھا اور ٹیرس کا دروازہ کھول دیا۔ قلعے کو دیکھ کر اس نے گہری سانس

CamScanner

لی تھی اور مٹی کی خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ کمرے سے نکل کر نیچے اتر آیا۔

"ابھی تو آئے ہو۔ کہاں جا رہے ہو؟" احمرات باہر جاتا دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"میں شاہ صاحب سے مل کر آتا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔ اب اس کی گاڑی شاہ صاحب کے حجرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اس نے حجرے کے دروازے کے باہر پہنچ کر دستک دی۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟" اندر سے بچوں کے قرآن پڑھنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"آ جائیں۔" شاہ صاحب کی آواز آئی تھی اور وہ اندر داخل ہو گیا تھا۔

وہ ہمیشہ کی طرح اپنی مخصوص چٹائی پر بچوں کو سبق دینے میں مشغول تھے۔

انہوں نے محبت سے ایک نظر اس پر ڈالی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ پر اچانک ہی سالار زار کی خوشبو نے انہیں چونکنے پر مجبور کیا تھا۔

انہوں نے حیرت سے سر اٹھایا اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا ان کے لیے یقین کرنا مشکل تھا۔

انہیں قرطاس سے پتہ چلا تھا کہ سالار زار نے غیلان کا خاتمہ کر دیا ہے اور وہ خیریت سے ہے۔ ان کے لئے سالار زار کی خیریت کی خبر ہی بہت تھی اور اب وہ اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔

"سالار زار؟" ان کے منہ سے بس اتنا ہی نکلا۔

شاہ میر مسکراتا ہوا ان کی طرف بڑھا تھا۔ اس کے وجود سے وہی خوشبو آ رہی تھی۔

"میں جانتا تھا کہ کوئی پہچانے یا نہ پہچانے آپ مجھے ضرور پہچان لیں گے۔" وہ مسکراتے ہوئے ان کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

انہوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ یہ سالار زار کی آنکھیں تھیں۔

"بیٹا آپ لوگ اگلے سبق کے لئے کل تشریف لائیں۔" انہوں نے سارے بچوں کو چھٹی دی تھی۔ ان کے ماتھے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں واضح طور پر دیکھی جا سکتی تھیں۔

"یہ تم لوگوں نے کیا کیا؟" ان سے آگے بولا نہیں گیا تھا۔

"میں نے اپنی روح فنا کی اور اس نے اپنا وجود! اب وہ میرے اندر رہتا ہے اور میں اس کی روح سے زندہ ہوں۔" وہ یہ بول کر ان کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔

"یہ کیسی قربانی ہے؟" وہ دکھ سے اتنا ہی بول سکے۔

"اور مثنوی! کیا اسے یہ سب پتا ہے؟" وہ اس سے پوچھ رہے تھے۔

"یہ قربانی اس نے بھی دی ہے۔ یہ ہم تینوں کا فیصلہ ہے۔" وہ بولا۔

وہ دکھتا تو شاہ میر تھا پر تھا وہ سالار زار!

"تم نے ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو شاہ میر کے وجود میں قید کر لیا۔" وہ رو پڑے تھے۔

اس نے آگے بڑھ کر انہیں کندھے سے تھاما۔

CamScanner

''میں نے یہ زادیت قبول کر لی ہے۔ میں شاہ میر ہوں یا سالار زار اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب عشق نے ہمیں یہ
چھپنے دیں۔ جب ہماری فنا کا وقت آئے گا ہماری روحیں ان جسموں سے آزاد ہو جائیں گی۔ اس دنیا کے قانون سے
اور یہاں کے رواجوں سے آزاد ہو کر ہم ہمیشہ کے لیے امر ہو جائیں گے۔'' وہ یہ بول کر پیچھے پلٹا۔ ازلان
حجرے کے اندر داخل ہو رہے تھے۔ ازلان اسے دیکھ کر مسکرائے وہ جا کر ان کے گلے لگ گیا تھا۔ قرطاس نے
ہر بات سے آگاہ کر دیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں نمی تھی مگر انہیں سالار زار کی خوشی اب ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی
ہمیشہ ان کی نظروں کے سامنے رہنے والا تھا۔ وہ ان سے علیحدہ ہو کر قرطاس کی طرف پلٹا۔ ''
مبارک ہو۔'' اس نے قرطاس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ قرطاس مسکرایا تھا۔ وہ پردہ ہٹا کر باہر نکل گیا تھا۔
نے شاہ صاحب کی طرف پلٹ کر دیکھا ان کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

انہیں اب ان تینوں کے لیے تاعمر دعا کرنی تھی۔

O.....❖.....O

بلتستان میں رات اتر رہی تھی۔ وہ کھڑکی کے پاس آ بیٹھی۔ دور آسمان پر تارا ٹوٹا تھا اس کے چہرے پر تبسم پھیل گیا۔

وہ اس فیصلے پر کیسے راضی نہ ہوتی؟ جب وہ دونوں خود کو فنا کرنے پر راضی تھے۔ وہ کیسے فنا ہونے دیتی؟ عشق کے راستوں پر کچھ تو قربان کرنا پڑتا ہے! وہ شاید اب کبھی سالار زار کا چہرہ نہیں دیکھ سکے گی۔ پر اس کی خوشی، جنون تو محسوس کر سکے گی۔

اب وہ شاید ہر جگہ شاہ میر کی کمی محسوس کرے گی پر وہ چہرہ اور وہ ہنسی اسے ہمیشہ اپنے ساتھ کھڑے ملیں گے۔ یہ مشکل ہوگا۔

بہت مشکل۔

پر وہ ساتھ ہوں گے! اور یہی عشق زادوں کے لئے کافی ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے ہو گئے۔

نہ رہی دنیا اور نہ خلقت
نہ ذات رہے پھر یاد
عشق سرائیت کر جائے
تب بنتا ہے عشق زاد

O.....ختم شد.....O

CamScanner